علمی ذخائر سے ماخوذ
یومیہ مجالس

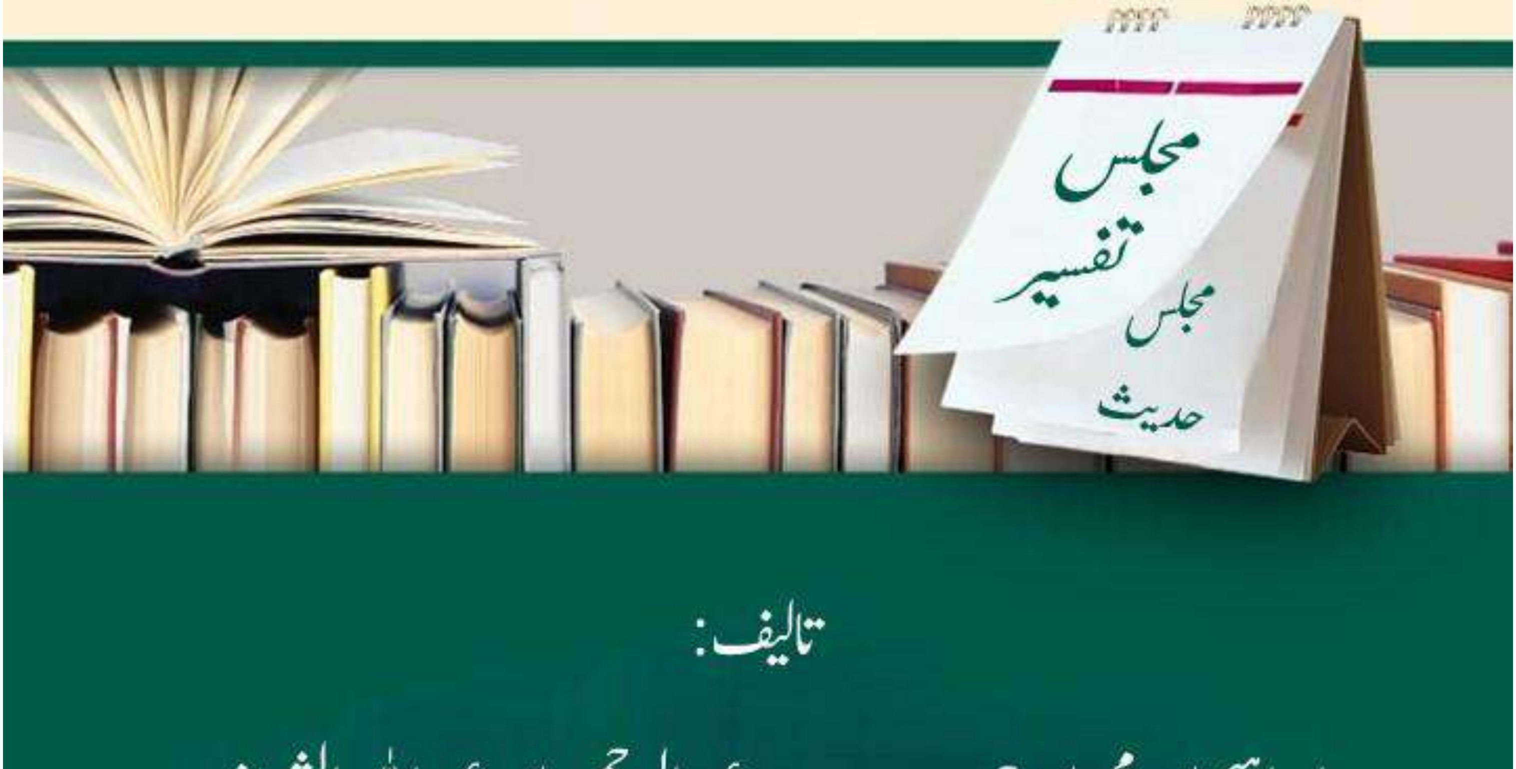

تالیف:

ابراہیم بن محمد بن حمید
عبدالرحمن بن عبداللہ الشریف

دار اطلس الخضراء
برائے نشر واشاعت

دار اطلس الخضراء برائے نشر واشاعت، ۱۴۴۶ھ

ابراہیم بن محمد بن حمید

علمی ذخائر سے ماخوذ یومیہ مجالس/ ابراہیم بن محمد بن حمید؛ عبدالرحمن بن عبداللہ الشریف۔ طباعت ۲۔ ریاض، ۱۴۴۶ھ

۰۰۰ صفحات؛ ۱۷×۲۴ سم۔ (علمی ذخائر سے ماخوذ یومیہ مجالس)

جمع کرانے کا نمبر (ڈپازٹ نمبر): ۵۹۸۳/۱۴۴۶

آئی ایس بی این (ISBN): 978-603-8469-15-6

نوٹ: فہرست کارڈ کے ساتھ نچلا حصہ پرنٹ نہیں کیا جائے گا۔

کنگ فہد نیشنل لائبریری یہ امید کرتی ہے کہ جمع آوری (ڈیپازٹ) کے نظام پر یکساں اور معیاری طریقے سے عمل کیا جائے۔ چنانچہ کتاب کے ٹائٹل پیج کے پیچھے اوپری حصہ کو مقررہ پیمائش کے مطابق پرنٹ کیا جانا ضروری ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی معیاری نمبر (ISBN) دوبارہ کتاب کے پچھلے سرورق کے بائیں نچلے حصے پر پرنٹ کیا جانا چاہیے۔
مزید یہ کہ کتاب کی طباعت مکمل ہوتے ہی اس کی دو کاپیاں کنگ فہد نیشنل لائبریری میں جمع کرانا لازمی ہے،
اور ساتھ ہی کتاب کی الیکٹرانک کاپی بھی سی ڈی (CD) پر محفوظ کرکے جمع کرانی ہوگی۔ شکریہ۔۔۔

علمی ذخائر سے ماخوذ یومیہ مجلس

(ہر دن ایک سبق)

تالیف:

ابراہیم بن محمد بن حمید

عبدالرحمن بن عبداللہ الشریف

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اور تمام انبیائے کرام کے سردار، ہمارے نبی محمد ﷺ پر درود و سلام ہو، اور آپ کے تمام اہلِ بیت اور صحابہ کرام پر۔

امابعد؛ شرعی علم کی اہمیت کسی پر مخفی نہیں، خواہ وہ اس کو سیکھنا ہو یا سکھانا، طلب کرنا ہو یا دوسروں تک پہنچانا۔

کتاب و سنت کے نصوص نے اس کے فضائل، اس کے اثرات، اسے پھیلانے اور لوگوں تک مختلف ذرائع اور اسباب سے پہنچانے کی فضیلت کو خوب واضح کیا ہے؛ کیونکہ اس سے لوگوں کے نفوس کا تزکیہ، عقائد کی اصلاح، عبادات کی درستی، دلوں میں صحیح اقدار کا رسوخ، اور ان کے اخلاق و کردار میں تربیتی آداب پیدا ہوتے ہیں۔

ان ذرائع و اسباب میں سے ایک مؤثر ذریعہ یہ بھی ہے کہ نفع بخش دینی کتابوں کو مسجدوں، گھروں اور مختلف مجالس میں پڑھ کر سنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم ایک ایسی کتاب مرتب کر رہے ہیں، جو خاص اسی مقصد کے لیے ہے۔

یہ کتاب شرعی علوم کے چھ اہم بنیادی اصولوں پر مشتمل ہے، اور اس کو ہفتہ کے دنوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے، جس میں سال بھر کے ۵۲ ہفتے شامل ہیں۔

اللہ کی توفیق اور اس کے فضل سے یہ کتاب منظر عام پر آ گئی ہے، جس کا نام ہے: الموائد اليومية من الموارد العلمية "علمی ذخائر سے ماخوذ یومیہ مجالس" تاکہ یہ کتاب مسلمان کے لیے اس کی تنہائی میں، امام کے لئے اس کی مسجد میں، خاندان کے لئے گھروں میں اور دوستوں کے لئے ان کی مجلسوں میں ایک روحانی دستر خوان اور مجلس بن جائے۔

کتاب کے دروس کو درج ذیل ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے:

- اتوار کا دن : مجلس تفسیر

- پیر کا دن : مجلس حدیث
- منگل کا دن: مجلس عقیدہ
- بدھ کا دن: مجلس فقہ
- جمعرات کا دن: مجلس سیرتِ نبوی
- ہفتہ کا دن : مجلس صحابہ رضی اللہ عنہم

جمعہ کے دن کے لیے کوئی موضوع نہیں رکھا گیا ہے کیونکہ خطبۂ جمعہ کافی ہو جاتا ہے۔

اور کتاب کے فائدے کو مکمل کرنے اور اس کے دروس کو ذہن نشین کرانے کے لیے ہر ہفتے کے آخر میں سوالات و جوابات شامل کیے گئے ہیں، جو پورے ہفتے کے تمام علمی مجالس کے دروس پر مشتمل ہیں، تاکہ قاری اپنی علمی معلومات کو جانچ سکے، اور اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کے ساتھ مسابقہ کر سکے؛ کیونکہ علماء نے بیان کیا ہے کہ علمی مسابقے اور سوال و جواب کی مشق، علم حاصل کرنے کے بہترین ذرائع میں سے ہے۔

مزید برآں، اس کتاب کے مضامین کو آسان بنانے، فہم کے قریب لانے، اور اس کی افادیت کو عام کرنے کے لیے تمام دروس کو صوتی شکل میں بھی ریکارڈ کیا گیا ہے، جو ۳۱۲ مختصر آڈیوز پر مشتمل ہے، اور انہیں مختلف پلیٹ فارمز پر اپلوڈ کیا گیا ہے، جیسے: یوٹیوب، ٹیلیگرام، ساونڈ کلاوڈ۔

ان تمام آڈیوز کا بار کوڈ ہر ہفتے کے دروس کے آغاز میں فراہم کر دیا گیا ہے، تاکہ استفادہ آسان ہو جائے۔

ہم اللہ کریم سے دعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے، اور اس کے ذریعے نفعِ عام فرمائے؛ بے شک وہ خوب سننے والا، دعا قبول کرنے والا ہے۔

رابطے اور تجاویز کے لیے:

واٹس ایپ:

0504162913

پہلا ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

Telegram | YouTube | SOUNDCLOUD

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الفاتحہ

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (١) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٢) الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (٣) مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ (٤) إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (٥) اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (٧)﴾

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے(۱) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے(۲) بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا(۳) بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے (۴) ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں(۵) ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا (۶) ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا (یعنی وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا، مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے) اور نہ گمراہوں کی (یعنی وہ لوگ جو جہالت کے سبب راہ حق سے برگشتہ ہو گئے) (۷)۔

❖ سورہ کی فضیلت:

ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں ایک ایسی سورہ سکھاؤں گا جو قرآن کی سب سے عظیم سورہ ہے، اس سے پہلے کہ تم مسجد سے نکلو۔" پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما، اور جب آپ ﷺ باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے قرآن کی سب سے عظیم سورہ سکھائیں گے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ یہی وہ سات آیات ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔ (صحیح بخاری: ۴۴۷۴)۔

❖ سورہ کا مضمون:

اللہ تعالیٰ کے لیے خالص بندگی کا اثبات

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

بسم الله: یعنی میں اللہ کے نام سے مدد لیتے ہوئے اپنی قراءت کا آغاز کرتا ہوں۔

الرحمن: وہ ذات جس کی رحمت تمام مخلوقات پر عام ہے۔

الرحيم: جو مومنوں پر خاص مہربانی فرماتا ہے۔

رب العالمين: وہ رب جو تمام مخلوقات کی پرورش وتربیت اپنی نعمتوں سے کرتا ہے۔

اياک نستعين: یعنی ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اور تمام نفع بخش چیزوں کے حاصل کرنے اور ضرر رساں چیزوں کے دور کرنے میں تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

الصراط المستقيم: وہ راستہ جو واضح ہے، جس میں کوئی کجی نہیں ہے، جو اللہ عزوجل کی رضا اور اس کی جنت تک پہنچانے والا ہے۔

غير المغضوب عليهم: وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا مگر اسے چھوڑ دیا، جیسے کہ یہود اور اُن جیسے دوسرے لوگ۔

الضالين: وہ لوگ جنہوں نے جہالت اور گمراہی میں پڑ کر حق کو چھوڑ دیا، جیسے کہ نصاری اور اُن جیسے دوسرے لوگ۔

❖ اجمالی معنی:

سورہ فاتحہ ایک مکی سورہ ہے، اس کی آیات سات ہیں، اس سورہ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے ہوتا ہے، پھر اس میں اللہ کی بعض عظیم صفات کا ذکر ہے؛ وہ ہر چیز کا رب ہے، وہ رحمن ہے، جس کی عام رحمت تمام چیزوں کو شامل ہے، اور وہ رحیم ہے، جو اپنی رحمت جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے، وہ روز جزا (قیامت کے دن) کا مالک ہے، جس دن انسانوں کے اچھے اور برے اعمال پر ان کا حساب ہوگا، اس کے بعد یہ سورہ مومنوں کی اپنے رب کے تئیں توحید کو ثابت کرتی ہے، کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کرتے اور اخلاص برتتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی کی ہدایت کے طلب گار ہیں، اور گمراہی کے راستوں سے پناہ چاہتے ہیں۔

❖ سورہ فاتحہ سے ماخوذ فوائد:

۱. سورتوں کا "بسم اللہ" سے آغاز اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمان کو ہر قول وعمل کا آغاز اللہ کے نام سے کرنا چاہیے؛ تاکہ مدد اور توفیق حاصل ہو۔

۲. قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق دعا کا آغاز اللہ کی حمد و ثنا سے کیا جائے، پھر اس کے بعد اپنی حاجت پیش کی جائے۔

۳. زبان سے تعریف، اعضاء سے اطاعت و بندگی، اور دل سے اعترافِ نعمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

۴. مسلمان کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسی سے مدد طلب کریں، کیونکہ وہی اکیلا رب ہے جو اس کا مستحق ہے، دوسرا کوئی نہیں۔

۵. اس بات کی اہمیت کہ مسلمان اپنے رب سے دعا کرے کہ وہ اسے حق کی ہدایت دے، اس پر اس کی مدد کرے، اسے فتنوں اور ان کے اسباب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

سوموار: مجلس حدیث

ارکانِ اسلام کی فضیلت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے ایسا عمل بتائیے کہ اگر میں اسے بجالاؤں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو، نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو''۔ اس نے کہا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں اس میں کچھ بھی اضافہ نہ کروں گا۔ پھر جب وہ چلا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ جنتی آدمی کو دیکھے، تو وہ اس شخص کو دیکھ لے'' (بخاری: ۱۳۹۷، مسلم: (۶)۔

❖ حدیث کی شرح:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے بتایا کہ جو شخص اللہ تعالی کے فرائض کو ادا کرے اور اس کی منہیات سے بچے، تو وہ اسلام وایمان والا ہو جاتا ہے، متقی اور کامیاب لوگوں میں سے ہو جاتا ہے، اور وہ جنت میں داخل ہونے اور آخرت میں نجات پانے کا مستحق بن جاتا ہے۔

سب سے پہلا اور اہم فریضہ جس کا ذکر نبی ﷺ نے کیا وہ توحید ہے، کیونکہ یہ تمام اعمال کی قبولیت اور تمام عبادتوں کی صحت کی اولین شرط ہے اور اسی کے ذریعے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے، اور اس کے بغیر وہ کفر پر برقرار رہتا ہے، اس کے بعد نبی ﷺ نے ارکانِ اسلام اور اس کی بڑی عبادتوں کا ذکر فرمایا۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱. اہلِ علم سے رجوع کرنے اور ان سے سوال کرنے کی فضیلت۔
۲. دعوتِ الی اللہ کی ابتدا توحید سے ہونی چاہیے، کیونکہ وہ دین کا اصل ہے۔
۳. پانچوں ارکانِ اسلام کی اہمیت: یہ ان عبادات کی بنیادیں ہیں جن کے ذریعے مسلمان اپنے رب کا تقرب حاصل کرتا ہے، اور اس کا دین اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک یہ ارکان پورے نہ کیے جائیں۔
۴. جو شخص ارکانِ اسلام کو مکمل کرلے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

انسان کے عقیدے میں انحراف کی ابتدا

اللہ تعالیٰ نے انسانی نفس کی تخلیق کی اور اسے اسلام کی فطرت پر پیدا کیا، ایسی فطرت جو توحید کو تسلیم کرنے والی، اللہ سے محبت کرنے والی، صرف اسی کی عبادت کرنے والی، اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ "یہ اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی سیدھا اور درست دین ہے"۔ (الروم: ۳۰)۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں'' (بخاری: ۱۳۵۸، مسلم: ۲۶۵۸)۔

بنی نوع انسان کے اندر توحید اصل ہے، اور آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر ان کے بعد ان کی اولاد میں طویل مدت تک ان کا دین اسلام رہا ہے۔ شرک ایک ایسی چیز ہے جو بعد میں عارضی اور نو وارد کے طور پر داخل ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا﴾ "ور تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا"۔ (یونس: ۱۹)

عقیدے سے انحراف اور اختلاف کی ابتدا سب سے پہلے قومِ نوح میں رونما ہوئی۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں": آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ تھا، ان تمام لوگوں کا دین اسلام ہی تھا۔ (حاکم: ۳۶۵۴)۔

نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (نوح: ۱)۔ اور فرمایا: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ (البقرہ: ۲۱۳)۔ چنانچہ انبیاء کی بعثت کا بنیادی سبب یہ تھا کہ لوگ دینِ حق اور سیدھی فطرت سے ہٹ گئے تھے۔

قومِ نوح میں عقیدے سے انحراف کی بنیادی وجہ: نیک لوگوں کے بارے میں غلو تھی، جب وہ نیک لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ: ان جگھوں پر جہاں وہ نیک لوگ بیٹھا کرتے تھے، ان کی یادگار

کے طور پر مجسمے لگادو، اور انہیں ان کے ناموں سے موسوم کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اس وقت ان کی عبادت نہیں کی گئی۔ لیکن جب وہ لوگ مر گئے اور علم کو فراموش کر دیا گیا، تو ان کی عبادت ہونے لگی (بخاری: ۴۹۲۰)۔

اسی طرح عربوں میں بھی عقیدے سے انحراف پیدا ہوا؛ ابتدائی طور پر وہ دینِ ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے، یہاں تک کہ عمرو بن لحي خزاعی آیا، جس نے دینِ ابراہیمی میں تبدیلی کی اور بتوں کو عرب کی سرزمین میں لے آیا۔ یوں لوگوں نے اللہ کے سوا بتوں کی عبادت شروع کر دی، اور شرک پھیل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، تو آپ ﷺ نے لوگوں کو توحید اور ملتِ ابراہیمی کی طرف واپسی کی دعوت دی۔ چنانچہ عقیدۂ توحید ایک بار پھر خالص اور پاکیزہ حالت میں لوٹ آیا، اور امت کے بہترین ادوار (قرونِ مفضلہ) اس پر گامزن رہے، اور وہ لوگ بھی جو ان کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔

پھر رفتہ رفتہ عام مسلمانوں میں جہالت سرایت کر گئی، اور بعد کے ادوار میں شرک پھیل گیا، بالکل اسی طرح جس طرح قومِ نوح میں اس کی ابتدا ہوئی تھی۔ یہ شرک ایسی صورت میں ظاہر ہوا کہ اولیاء اور نیک لوگوں کی تعظیم ہونے لگی، ان سے محبت کے دعوے کئے جانے لگے، ان کی قبروں پر مزارات تعمیر کئے گئے، اور انہیں بت بنالیا گیا، جن کی اللہ کے سوا دعا، فریاد، قربانی، نذر و نیاز کی صورت میں عبادت ہونے لگی۔ پھر اپنے اس شرک کو انہوں نے نیک لوگوں سے وسیلہ کا نام دیا، جبکہ وہ یہ بات بھول گئے کہ یہی بات پہلے کے مشرکین بھی کہتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ "ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (الزمر: ۳)۔

بدھ: مجلس فقہ

طہارت

دینِ اسلام ایک عظیم دین ہے، یہ مکمل شریعت کو شامل ہے، اس میں بہترین آداب اور معزز ترین اخلاق ہیں۔ اس کے اندر ہر وہ چیز ہے جو انسان کے لیے نفع بخش ہو اور اُس کی اصلاح کرنے والی ہو۔ چنانچہ اس نے ہر اس چیز کو واضح کر دیا جس کی لوگوں کو اپنے دین یا دنیا میں ضرورت ہو۔ ان چیزوں میں سے: طہارت کے احکام ہیں؛ کیونکہ طہارت نماز کی کنجی ہے، اور اُس کی سب سے ضروری شرط ہے۔ اسی لیے نماز کے بیان سے پہلے طہارت کا بیان کیا جاتا ہے۔

یہ اس نماز کی عظمت پر ایک واضح دلیل ہے؛ کیونکہ دو طرح کی طہارت کے بغیر نماز میں داخل ہونا درست نہیں: معنوی طہارت: جو کہ اللہ کی توحید اور عبادت کو اس کے لئے خالص کرنے کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اور حسّی طہارت: جو کہ حدث اور نجاست سے پاک ہونا ہے؛ تاکہ بندہ بہترین ہیئت میں، اور رب العالمین کی کامل ترین تعظیم وتوقیر کے ساتھ اس سے مناجات کے لیے تیار ہو۔

جسم پاک ہے، دل پاک ہے، لباس پاک ہے اور جگہ پاک ہے، اسی وجہ سے طہارت اور پاکی کو ایمان کا آدھا حصہ قرار دیا گیا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”طہارت (پاکی) ایمان کا آدھا حصہ ہے، اور "الحمد للہ" میزان کو بھر دیتا ہے“۔ (مسلم: ۲۲۳)۔

❖ طہارت کی تعریف:

طہارت: حدث (ناپاکی) کو دور کرنا اور نجاست کو ختم کرنا ہے۔

حدث کو دور کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر حدث چھوٹی ہو تو وضو سے دور کیا جائے، اور اگر حدث بڑی ہو (یعنی جنابت وغیرہ) تو غسل سے زائل کیا جائے۔ اور اگر پانی دستیاب نہ ہو تو دونوں حالتوں میں تیمم کیا جائے۔

نجاست کو زائل کرنے سے مراد: بدن، کپڑے اور نماز کی جگہ کو نجاست سے پاک کرنا ہے۔

❖ طہارت کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟

وضو اور غسل میں پانی کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ طہارت پانی کے علاوہ کسی اور سیال چیز سے حاصل نہیں ہوتی؛ جیسے: سرکہ، پٹرول، جوس، یا ان جیسی دوسری چیزیں۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ "جب تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو" [المائدہ: ٦]۔ اگر طہارت پانی کے سوا کسی اور سیال چیز سے حاصل ہو سکتی، تو اس کے استعمال کا حکم دیا جاتا نہ کہ تیمم کرنے کا۔

جمعرات: مجلس سیرت

نبی ﷺ کا نام ونسب اور آپ کی ولادت

❖ آپ ﷺ کا نام ونسب:

آپ: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان-اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا تعلق بنی ہاشم کے گھرانے سے ہے، جوکہ قریش قبیلے کے نہایت معزز اور بلند خاندانوں میں سے ہے۔ نبی ﷺ زمین والوں میں سب سے اعلیٰ نسب والے، سب سے معزز قبیلے اور قوم سے تعلق رکھنے والے، سب سے پاکیزہ اور سب سے طیب وطاہر گھرانے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے چنا“ (صحیح مسلم:۲۲۷۶)۔

❖ آپ کی والدہ:

آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبد مناف ہے۔ آپ ﷺ کے والد عبد اللہ نے چوبیس سال کی عمر میں ان سے شادی کی، پھر تجارت کے لیے مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے، اور واپسی میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوگئی۔

❖ آپ ﷺ کی ولادت:

نبی کریم ﷺ کی ولادت مکہ مکرمہ میں، پیر کے دن، ماہ ربیع الاول میں، عام الفیل میں بمطابق ۵۷۱ء میں ہوئی، آپ ﷺ کی ولادت آپ کے والد عبد اللہ کی وفات کے چند مہینے بعد ہوئی، اور آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کا نام (محمد) رکھا، اور حدیث میں ثابت ہے کہ: جب آپ ﷺ کی والدہ نے آپ کو جنا، تو انہوں نے دیکھا کہ اُن سے ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا (احمد:۱۶۷۰۰)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب اور ولادت:

ان کا نام: عبداللہ بن ابی قُحافہ التیمی القرشی ہے۔ ان کا نسب ہمارے نبی محمد ﷺ کے نسب سے چھٹی پشت میں "مرہ بن کعب" پر جاکر ملتا ہے۔

ان کی پیدائش مکہ مکرمہ میں عام الفیل کے دو سال اور چھ ماہ بعد ہوئی۔

❖ سیرت اور مناقب:

آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید، جسم دبلا پتلا، پنڈلیاں باریک، اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ زاہد، متقی، اور نہایت سخی وفیاض تھے؛ اللہ کے راستے میں اپنا سارا مال خرچ کر دیتے تھے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام میں اپنی زندگی کا آغاز دعوتِ الی اللہ سے کیا، آپ نے اپنی قوم اور قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی، تو کئی افراد آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے؛ جن میں: زبیر بن عوام، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص، اور عبدالرحمن بن عوف ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کمزوروں اور محتاجوں کی مدد کرنے میں مشہور تھے؛ چنانچہ آپ نے بلال بن رباح، عامر بن فُہیرہ، ام عُبیس، زِنّیرۃ اور دیگر غلاموں کو آزاد کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی، اور آپ کو بہت سی خصوصیات اور فضیلتوں سے نوازا گیا: آپ نبی ﷺ کے وزیر، مشیر، اور ہجرت کے رفیق تھے، اور آپ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں آپ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھایا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کئی القاب سے نوازے گئے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- **(صدّیق)** یہ لقب آپ کو اس لیے دیا گیا کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کی ہر بات کی تصدیق کرتے تھے، آپ ﷺ نے انہیں یہ لقب اُحد کے پہاڑ پر دیا، جب آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکر، عمر بن خطاب، اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم موجود تھے، تو پہاڑ لرزنے لگا، تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اُحد! ٹھہر رہ، بے شک تیرے اوپر ایک نبی،

ایک صدیق، اور دو شہید ہیں"(بخاری: ۳۶۷۵)۔اور جب واقعۂ اسراء و معراج پیش آیا، تو بہت سے لوگ فتنے میں پڑ گئے، تب کچھ لوگ ابو بکر کے پاس آئے تاکہ اس واقعے کے متعلق ان کی رائے سنیں، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر واقعی نبی ﷺ نے یہ کہا ہے، تو یقیناً سچ فرمایا ہے؛ میں تو اُن کی اُس بات کی بھی تصدیق کرتا ہوں جو اس سے کہیں زیادہ دور کی ہے، میں تو اُن کی آسمان سے آنے والی خبر کی بھی تصدیق کرتا ہوں (دلائل النبوۃ، بیہقی: ۳۶۱/۲)۔

-نبی کریم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (عتیق) کا لقب دیا، جب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم اللہ کے وہ بندے ہو جنہیں اللہ نے آگ سے آزاد کر دیا ہے" (ترمذی: ۳۶۷۹)۔

-**(صاحب)**، یعنی ساتھی: یہ لقب اللہ عزوجل نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس فرمان میں دیا: ﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ "جب (نبی ﷺ) اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔(التوبہ: ۴۰)۔

-**(الاتقی)**، یعنی سب سے زیادہ تقویٰ والا: یہ لقب بھی اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس فرمان میں دیا: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى﴾ "اور اس (جہنم) سے سب سے زیادہ پرہیزگار کو دور رکھا جائے گا"۔(اللیل: ۱۷)۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے ذریعے خلافت سنبھالی، آپ دو سال اور تین مہینے تک مسلمانوں کے خلیفہ رہے، آپ نے خلافت کے آغاز میں مرتدین کے خلاف جنگیں کیں، اور اس مختصر مدت میں آپ نے گیارہ لشکر جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں روانہ کیے، پھر اس کے بعد آپ نے شام اور عراق کو فتح کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں، آپ نے اپنی خلافت میں پورے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے کا کام کیا۔

❖ وفات:

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال بیماری کے بعد منگل کی شب، ۲۲ جمادی الاخری ۱۳ھ کو ہوا، آپ کو نبی کریم ﷺ کے پہلو میں، عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا۔یوں آپ وفات کے بعد بھی نبی ﷺ کے ساتھ ہو گئے، جیسا کہ دنیا میں تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں امتِ مسلمہ کی جانب سے بہترین بدلہ عطا فرمائے، ان سے راضی ہو، اور انہیں بھی راضی کرے۔

			صحیح جواب
	پہلے ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		
مجلس تفسیر	سوال: مغضوب علیہم کون ہیں؟		ا
	[ا] وہ جنھوں نے حق کو جانا اور چھوڑ دیا جیسے یہود وغیرہ۔	[ب] وہ جنھوں نے جہالت کی بنا پر حق چھوڑ دیا۔	[ج] ملحد لوگ۔
مجلس حدیث	سوال: اللہ تعالی کی طرف دعوت دینے میں کس چیز سے ابتدا کی جائے گی؟		ب
	[ا] اچھے اخلاق	[ب] اللہ کی توحید	[ج] نماز
مجلس عقیدہ	سوال: عقیدہ میں سب سے پہلا انحراف کس قوم میں تھا؟		ب
	[ا] لوط	[ب] نوح	[ج] ہود
مجلس فقہ	سوال: حدث (ناپاکی) کے اقسام؟		ج
	[ا] اصلی اور فرعی	[ب] جدید اور قدیم	[ج] اکبر اور اصغر
مجلس سیرت	سوال: نبی کریم ﷺ کا نسب قریش کے معزز ترین گھرانے سے ہے، وہ کون سا گھرانہ ہے؟		ب
	[ا] بنی عباس	[ب] بنی ہاشم	[ج] بنی امیہ
مجلس صحابہ	سوال: ابو بکر رضی اللہ عنہ کے القاب میں سے ایک لقب؟		ج
	[ا] کریم	[ب] سفیر	[ج] عتیق

دوسرا ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD | YouTube | Telegram

ساؤنڈ کلاؤڈ | یوٹیوب | ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الاخلاص

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (١) اللَّهُ الصَّمَدُ (٢) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (٣) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ(٤)﴾

آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے(۱)اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے(۲)نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا(۳)اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے(۴)۔

❖ سورہ کی فضیلت:

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرمایا: ’’کیا تم میں سے کوئی شخص اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ ایک رات میں تہائی قرآن کی تلاوت کرلے؟‘‘لوگوں نے عرض کیا: کوئی شخص تہائی قرآن کی تلاوت کیسے کر سکتا ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے‘‘(مسلم:۸۱۱)۔

عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور ﴿الْمُعَوِّذَتَيْنِ﴾ (یعنی: قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) صبح وشام تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ تمھیں ہر شر سے بچائیں گی اور محفوظ رکھیں گی‘‘(ترمذی:۳۵۷۵)۔

❖ شانِ نزول:

اس سورہ کی شانِ نزول میں کہا گیا ہے کہ: مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا: اپنے رب کا نسب بیان کرو؟ تو اللہ نے یہ سورہ نازل کی۔(ترمذی:۳۳۶۴)

❖ سورہ کا مضمون:

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور کمال میں یکتائی، اور اس کا اولاد، والد اور ہمسر سے پاک ہونا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

الصمد: وہ سردار جو اپنی بزرگی اور بے نیازی میں کامل ہے، اور حاجات میں جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

كُفُوًا: ہمسر، ہم مثل، مشابہ۔

❖ اجمالی معنی:

سورہ اخلاص مکی سورتوں میں سے ہے، اور اس کی بڑی فضیلت ہے؛ نبی کریم ﷺ سے ایک دن آپ کے رب کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ کو اس سورہ میں حکم دیا گیا کہ جواب دیں کہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے، جو اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے، تمام صفاتِ کمال کا جامع ہے، وہ ایسا مالک ہے جس کی طرف ضرورتوں کے لیے ہمیشہ رجوع کیا جاتا ہے، وہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، جبکہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ برابر، نہ اس کا کوئی والد ہے، نہ ہی کوئی اولاد؛ اس لیے عبادت اور الوہیت صرف اسی کے لیے سزاوار ہے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء اور صفات کے ذریعے پہچاننا۔

۲) اللہ تعالیٰ کے لیے کامل صفات کو ثابت کرنا، جیسے اس کی یکتائی اور بے نیازی۔

۳) اللہ تعالیٰ کے لیے ناقص صفات کی نفی کرنا، جیسے اس کی طرف اولاد، ہمسر یا مشابہ ہونے کی نسبت۔

۴) آسمان وزمین کی تمام مخلوقات حد درجہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، وہ اپنی ضرورتیں اسی سے مانگتے ہیں، اور اپنے تمام معاملات میں اسی سے رجوع ہوتے ہیں۔

سوموار: مجلس حدیث

ایمان کی فرضیت اور اس پر استقامت کی فضیلت

سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتائیں کہ پھر مجھے آپ کے سوا کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر استقامت اختیار کرو" (مسلم: ٣٨)۔

❖ شرح حدیث:

سفیان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ایسی جامع وصیت طلب کی جس میں خیر ہو اور جو کامیابی سے ہمکنار کرے، تو آپ ﷺ نے انہیں دو باتوں کا حکم دیا:

پہلی بات: اللہ پر ایمان لانا، اور اس میں ایمان کے تمام اصول اور ارکان پر اعتقاد شامل ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح دل کے اعمال، اللہ کے لئے خودسپردگی، اور نیک عمل سے اس کی فرمانبرداری بھی۔

دوسری بات: اس ایمان پر ہمیشگی اور موت تک استقامت اختیار کرنا۔

یہی دونوں باتیں فلاح اور نجات کی بنیاد ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (١٣) أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ "بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے (١٣) یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے، ان اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے" [الاحقاف: ١٣، ١٤]۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

١) یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے جامع کلمات میں سے ہے؛ اس لیے کہ یہ جملہ: "کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر استقامت اختیار کرو"، دین کے تمام عقدی اور شرعی مسائل کو سمیٹے ہوئے ہے۔

۲)ایمان کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے،اور اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک ایمان کی حقیقت یہ ہے: دل سے تصدیق،زبان سے اقرار،اور اعضاء وجوارح سے عمل؛اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔

۳)دین پر استقامت اور ثابت قدمی کی فضیلت،اور یہ کہ اس کا بدلہ جنت ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

دنیا کے بارے میں محدود نقطہ نظر

دنیا کے بارے میں محدود نقطہ نظریہ ہے کہ انسان کی سوچ صرف دنیا کی لذتوں تک محدود ہو، اوراس کی محنت وکوشش صرف دنیا کے حصول تک محدود ہو؛اس کے نزدیک نہ آخرت کی کوئی اہمیت ہو، نہ اس کے بارے میں کوئی اہتمام، اور نہ کوئی عمل! اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جن کی نظر صرف دنیا کی لذتوں تک محدود ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ﴿٧﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے[یونس:۷،۸]۔اور اللہ تعالی نے فرمایا:﴿مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی (15) ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہو گا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں[ہود:۱۵،۱۶]۔اور اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ﴾ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (6) وہ تو (صرف) دنیوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں[الروم:۶،۷]۔

اگرچہ وہ دنیا اور اس کی کمائی کے معاملے میں ماہر ہی کیوں نہ ہوں، تو بھی وہ جاہل ہیں، اس کے مستحق نہیں کہ انہیں علم والا کہا جائے، کیونکہ ان کا علم صرف دنیاوی زندگی کے ظاہر تک محدود ہے، اور اس پر ان کی نظر جانوروں کی نظر سے بہتر نہیں ہے بلکہ وہ تو ان جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾ "کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں"[الفرقان:۴۴]۔

اس لیے کہ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں اور وقت ایسے کاموں میں صرف کیے جو نہ ان کے لئے باقی رہنے والے ہیں اور نہ وہ خود ان کے لئے باقی رہیں گے؛ اور انہوں نے اس انجام کے لیے کچھ نہ کیا جو ان کا منتظر ہے اور ان کے سامنے آکر ہی رہے گا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ "کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے"[المومنون:۱۱۵]۔

زندگی کے بارے میں صحیح نظر: یہ ہے کہ انسان اس دنیا کی دولت، طاقت، اولاد اور وقت کو ایک ذریعہ سمجھے جس سے وہ باقی رہنے والے نیک اعمال میں مدد لے؛ کیونکہ دنیا آخرت کا راستہ اور پُل ہے، نیکیوں میں سبقت لے جانے کا میدان ہے، اسی سے جنت کا توشہ لیا جاتا ہے، اور اسی میں آخرت کی کھیتی ہے، اور جنت میں جو بہترین زندگی اہلِ جنت کو ملے گی، وہ ان اعمال کی بدولت ملے گی جو انہوں نے دنیا میں کیے، جیسے نماز، روزہ، اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا؛ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائے گا:﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾"کھاؤ اور پیو مزے سے، اس کے بدلے جو تم نے پچھلے دنوں میں آگے بھیجا تھا"[الحاقۃ:۲۴]۔

اسی دنیا میں بندے کی آزمائش کی جاتی ہے کہ وہ آخرت کی طلب میں کتنا سچا ہے، اور اس کی کوشش دیکھی جاتی ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ "روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون سب سے بہتر نیک اعمال والا ہے"[الکہف:۷]۔

بدھ: مجلس فقہ

پانی کے احکام

❖ پانی کے اقسام:

زمین پر موجود ہر پانی کی دو قسمیں ہیں:

پاک پانی: جس سے طہارت حاصل کرنا درست ہے، ناپاک پانی : جس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔

** پاک پانی وہ ہے: جو خود پاک ہو، اور دوسروں کو بھی پاک کرنے والا ہو، یہ وہ پانی ہے جو اپنی اُس اصلی فطری حالت پر باقی ہو جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے؛ خواہ وہ آسمان سے نازل ہو، جیسے بارش، برف، یا اولے کے پگھلے ہوئے قطرے۔ یا زمین پر جاری ہو؛ جیسے دریا، چشمے، کنویں یا سمندر کا پانی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾ "اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا۔" [الفرقان:۴۸]۔

اور رسول اللہ ﷺ نے سمندر کے بارے میں فرمایا: "اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے" (ابو داود:۸۳، ترمذی:۶۹)۔

** ناپاک پانی وہ ہے: جس کی تین میں سے کوئی ایک صفت (بو، ذائقہ، یا رنگ) کسی ناپاک چیز کے گرنے کی وجہ سے بدل جائے۔

ایسا پانی وضو یا غسل کے لیے نہیں استعمال کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اس سے نجاست کو دور کیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ وہ ناپاک، نقصان دہ، اور بدن کو آلودہ کرنے والا ہے، اسے پاک نہیں کر سکتا۔

۞ پچھلی باتوں سے معلوم ہوا کہ: پانی اصل میں خود پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، اور اس پر ناپاک ہونے کا حکم صرف اُس وقت لگے گا جب یقینی طور پر اس میں نجاست گرنے سے تبدیلی آجائے۔

❖ اس پانی کا حکم جس میں نجاست گری لیکن اس میں تبدیلی نہیں آئی:

اگر پانی میں کوئی نجاست گر جائے، اور اس کے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے، تو ایسا پانی ناپاک نہیں ہوتا؛ کیونکہ وہ اسی فطری حالت پر باقی ہے جس پر اللہ نے اسے پیدا فرمایا ہے۔

اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: "بیشک پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی" (احمد: ۱۵/۳، ابوداود: ۶۱)۔اور دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: "جب پانی دو قُلّہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ گندگی کو لیتا (ناپاک نہیں ہوتا)"" (احمد: ۲۷/۲، ابوداود: ۶۳)۔

❖اس پانی کا حکم جس میں کوئی پاک چیز گر جائے:

اگر پانی میں کوئی پاک چیز گرے یا اس میں مل جائے، جیسے درختوں کے پتے، صابن، بیری کے پتے، یا اس جیسی دوسری چیزیں، تو پانی کا حکم نہیں بدلتا، چاہے اس میں ہلکی سی تبدیلی بھی آجائے، جب تک کہ وہ چیز پانی پر غالب نہ آجائے اور پانی کا نام بدل کر اسے کسی اور سیال چیز کا نام نہ دے دیا جائے؛ تو ایسا پانی پاک ہے، اور اسے پانی ہی کہا جائے گا؛ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے میت کو غسل دینے میں بیری کے پتے اور کافور کے استعمال کا حکم دیا (بخاری: ۱۲۵۳، مسلم: ۹۳۹)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی رضاعت اور پرورش

❖ آپ کی رضاعت:

قریش کے معزز خاندانوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے دیہات کی دایوں کے سپرد کرتے تھے، تاکہ بچے ان سے فصیح زبان سیکھیں اور شہری بیماریوں اور وباؤں سے محفوظ رہیں۔ نبی کریم ﷺ کی والدہ آمنہ نے بھی یہی ارادہ کیا، اور قبیلہ بنی سعد کی دودھ پلانے والی خواتین کے آنے کا انتظار کیا تاکہ ان میں سے کسی کو اپنا بیٹا سونپ سکیں، جب وہ آئیں، تو ان میں ایک دایہ تھیں جنہیں حلیمہ سعدیہ کہا جاتا ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو لیا، جس کے بعد ان کے گھر اور زندگی میں برکت ہی برکت آ گئی۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس اس وقت تک رہے جب تک کہ آپ ﷺ کی عمر چار سال کو نہ پہنچ گئی، اور وہیں جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا، دل نکالا، دھویا، اور اسے شیطانی حصے سے پاک کیا (مسلم: ۱۶۲)۔

❖ آپ کی والدہ کا انتقال:

نبی کریم ﷺ قبیلہ بنی سعد کی دیہاتی زندگی سے واپس مکہ اپنی والدہ آمنہ کے پاس آئے، دو سال گزرنے کے بعد آمنہ آپ ﷺ کو لے کر مدینہ گئیں تاکہ آپ کو اپنے ننھیالی رشتہ داروں کی زیارت کرائیں، واپسی کے سفر میں وہ بیمار ہو گئیں، اور (ابواء) کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا، اس وقت نبی کریم ﷺ کی عمر چھ (۶) سال تھی، اور یوں آپ ﷺ ماں اور باپ دونوں کے سائے سے محروم ہو کر مکمل یتیم ہو گئے۔

❖ اپنے دادا کی کفالت میں:

والدہ کے انتقال کے بعد نبی کریم ﷺ کی کفالت ان کے دادا عبدالمطلب نے کی، انہوں نے آپ ﷺ پر محبت اور شفقت لُٹائے، اور آپ ﷺ کو خصوصی توجہ اور محبت سے نوازا، مگر یہ شفقت بھرا دور زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا؛ کیونکہ عبدالمطلب بھی آپ ﷺ کی والدہ کے انتقال کے دو سال بعد وفات پا گئے!

❖ اپنے چچا کی کفالت میں:

عبدالمطلب خوب واقف تھے کہ ان کے بیٹے ابو طالب کن اچھی خوبیوں سے مزین ہیں، چنانچہ جب انہیں اپنی وفات کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے پوتے (نبی کریم ﷺ) کی کفالت ابو طالب کے سپرد کردی، ابو طالب نے اپنے بھتیجے کی کفالت بہترین انداز میں کی، حالانکہ ان کے پاس مال کی قلت اور اہل وعیال کی کثرت تھی، وہ نبی کریم ﷺ سے بے حد محبت کرتے، اور کھانے پینے میں آپ ﷺ کو اپنے بچوں پر ترجیح دیتے، نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ان کے لئے برکت کا باعث بن گئی، یہاں تک کہ جب ابو طالب کے بچے اکیلے کھاتے تو ان کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے پیٹ نہیں بھرتا تھا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ کھاتے تو سب سیر ہو جاتے، چنانچہ ابو طالب کہا کرتے تھے: "بیشک تم بابرکت ہو" (دلائل النبوۃ، بیہقی: ۲/۲۰)۔

هفتہ: مجلس صحابہ

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب اور ولادت:

نام: عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح، کنیت: "ابو حفص" ہے، ان کا نسب نبی کریم ﷺ کے نسب سے نویں پشت میں "کعب بن لؤی بن غالب" پر جا کر ملتا ہے۔

ان کی ولادت عام الفیل کے تیرہ (۱۳) سال بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

❖ سیرت اور فضائل:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جسمانی لحاظ سے قوی اور مضبوط تھے، آپ میں شجاعت اور بہادری تھی، آپ کے چہرے پر سرخی تھی جو غصے کی حالت میں اور بڑھ جاتی۔

آپ کو "الفاروق" کا لقب دیا گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق ظاہر کیا۔

نبی کریم ﷺ کی دعا کی بدولت اللہ نے ان کے ذریعہ اسلام کی مدد فرمائی، آپ نے دعا کی تھی: "اے اللہ! عمر یا ابو جهل، ان دونوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو، اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما" (ترمذی: ۳۶۸۱)۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب ان کی عمر چھبیس (۲۶) سال تھی، اور ان کا اسلام لانا مسلمانوں کے لیے غلبہ کا سبب بنا، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "عمر کا اسلام لانا فتح یابی تھی، ان کی ہجرت مدد تھی، اور ان کی خلافت رحمت تھی، اللہ کی قسم! ہم بیت اللہ میں اعلانیہ نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اسلام قبول کیا، پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے قریش کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں اس لائق بنا دیا کہ ہم کھلم کھلا نماز ادا کرنے لگے" (البدایہ والنہایہ: ۷۹/۳)۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی، اور جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی، وہ خلفائے راشدین میں دوسرے خلیفہ تھے، اپنی خلافت میں وہ مسلمانوں کے درمیان مکمل انصاف کرنے والے، کمزوروں اور محتاجوں کے لیے انتہائی رحم دل، ضرورت مندوں پر خوب خرچ کرنے والے اور سخاوت کرنے والے، اپنی ذات کے سلسلے میں انتہائی زہد و تقویٰ والے تھے، یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی سخت بود و باش اور کم توشے کی وجہ سے ان پر رحم کھاتے۔

وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے "بیت المال" قائم کیا،انہوں نے ہی سب سے پہلے سرکاری محکمے قائم کئے،انہوں نے ہی فوجی نظام قائم کیا،اور ہجری کلینڈر جاری کیا۔

ان کی خلافت میں اکثر اسلامی ممالک فتح ہوئے، جیسے؛ دمشق،بیت المقدس، بلادِ شام کا باقی حصہ، عراق، مصر، اور لیبیا۔

❖ وفات:

عمر رضی اللہ عنہ بدھ کے دن،۲۶ ذوالحجہ ۲۳ ہجری کو حج سے واپسی کے بعد اس وقت شہید کیے گئے جب آپ لوگوں کو نمازِ فجر پڑھا رہے تھے۔ابولؤلؤہ نامی ایک مجوسی شخص نے زہر آلود دودھاری خنجر سے آپ پر چھ وار کیے، جس سے آپ شدید زخمی ہوگئے،آپ کے زخم سے خون بہہ رہا تھااور اسی حالت میں آپ کو گھر لے جایا گیا۔

جب آپ کو اپنی موت کی قربت کا احساس ہوا تو اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا: عائشہ کے پاس جاؤاور ان سے طلب کرو کہ وہ مجھے نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دیں(بخاری: ۱۳۹۲)۔ انہوں نے اجازت دے دی، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ تین دن زندہ رہے، پھر وفات پا گئے۔ان کی نماز جنازہ صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی،اور آپ کو نبی کریم ﷺ اور ابو بکر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

مجلس	دوسرے ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: ''صمد'' کا کیا معنی ہے؟			ا
	[ا] وہ مالک جو اپنی بزرگی اور بے نیازی میں کامل ہو، اور جس کی طرف حاجتوں میں رجوع کیا جاتا ہو۔	[ب] چھوٹی بڑی تمام چیزوں کا جاننے والا۔	[ج] خفیہ شفقت کرنے والا۔	
مجلس حدیث	سوال: دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات کی بنیاد؟			ج
	[ا] مال ورتبہ	[ب] محنت وکوشش	[ج] اللہ پر ایمان لانا اور موت تک اس پر ثابت قدم رہنا	
مجلس عقیدہ	سوال: دنیا کے سلسلے میں محدود نقطہ نظر ہے:			ب
	[ا] کہ بندہ اپنی زندگی میں دنیا کے لئے کام کرے اور آخرت کی تیاری کرے	[ب] کہ اس کی فکر دنیا کی لذتوں میں محصور رہے اور ان کے حصول لئے عمل کرے	[ج] کہ وہ سب سے پہلے خود پر توجہ دے	
مجلس فقہ	سوال: پانی میں اگر نجاست گر جائے اور اس کے تینوں اوصاف میں تبدیلی نہ آئے تو وہ....؟			ب
	[ا] ناپاک ہو جائے گا	[ب] ناپاک نہیں ہوگا	[ج] ضرورت پر استعمال کیا جا سکتا ہے	
مجلس سیرت	سوال: بچپن میں آپ ﷺ کی کفالت کس نے کی؟			ج
	[ا] چچا عباس نے	[ب] چچا حمزہ نے	[ج] چچا ابو طالب نے	
مجلس صحابہ	سوال: عمر رضی اللہ عنہ کی اسلام لانے کے وقت عمر کتنی تھی؟			ج
	[ا] ۲۰ سال	[ب] ۲۴ سال	[ج] ۲۶ سال	

تیسرا ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD YouTube Telegram

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الفلق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (١) مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (٢) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (٣) وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (٤) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (٥) ﴾

آپ کہہ دیجئے! کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں(۱) ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے(۲) اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے(۳) اور گرہ(لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی)(۴) اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے(۵)

❖اس سورہ کی فضیلت:

نبی ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر کچھ ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جن جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی"، پھر آپ ﷺ نے ان آیات کا ذکر فرمایا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (مسلم:۸۱۴)۔

❖سورہ کا مضمون:

برائیوں سے بچاؤ کے لیے اللہ سے پناہ طلب کرنے کی ترغیب۔

❖مشکل الفاظ کی وضاحت:

أَعُوذُ: میں اللہ کی پناہ اور اس کی حفاظت میں آتا ہوں۔

الْفَلَقِ: صبح۔

غَاسِقٍ: انتہائی تاریک رات۔

إِذَا وَقَبَ: جب اس کی تاریکی آئے اور چھا جائے۔

النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ: وہ جادو گر عورتیں جو جادو کرنے کے لیے دھاگے کی گرہوں میں منہ سے بلا تھوک پھونک مارتی ہیں۔

حَاسِدٍ: وہ شخص جو دوسروں کی نعمتوں کے ختم ہو جانے کی تمنا کرے۔

❖ اجمالی معنیٰ:

سورۃ الفلق مکی سورتوں میں سے ہے، اور یہ معوّذات میں سے ایک ہے، یہ سورہ بندوں کی رہنمائی کرتی ہے کہ وہ حقیقی طور پر اللہ عزّوجل کی پناہ میں آئیں، اور ہر قسم کے شر اور مصیبتوں سے اس کی حفاظت طلب کریں، یہ سورہ چار اقسام کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے پر مشتمل ہے:

پہلا: تمام مخلوقات میں سے ہر شر والی چیز کے شر۔

دوسرا: رات کے اندھیرے میں پیدا ہونے والے شر سے، جیسے خطرناک جانور، چور، اور شیاطین۔

تیسرا: ان جادو گرنیوں کے شر سے جو جادو کرتے وقت دھاگے کی گرہوں میں پھونک مارتی ہیں۔

چوتھا: حسد کرنے والے کے شر سے، جب وہ حسد کرے۔

یہ چاروں ہر اُس چیز کو شامل ہیں جس سے انسان کو نقصان یا تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) صرف اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع کرنا اور اسی کی پناہ طلب کرنا واجب ہے، کیونکہ بندے کی حفاظت پر وہی اکیلا پوری قدرت رکھتا ہے۔

۲) جادو، حسد اور دیگر تمام شر سے بچاؤ کے مفید طریقوں کی طرف رہنمائی، جیسے وہ اذکار اور شرعی معوذات جن کے ذریعہ اللہ کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔

۳) جادو کی حرمت، اور جادو کرنے والے یا اس کی تصدیق کرنے والے کے کفر کا بیان۔

۴) پناہ مانگنے میں حسد کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا ہے؛ کیونکہ یہ سب سے زیادہ نقصان دہ مصیبت ہے، اور یہی جنّات اور انسانوں کے درمیان دشمنی بلکہ خود انسانوں کی آپسی دشمنی کی اصل جڑ ہے۔

سوموار: مجلس حدیث

زبان اور ہاتھ کی حفاظت واجب ہے

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے" (بخاری:، مسلم: ۴۰)۔

❖ حدیث کی شرح:

نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ انسان کا اسلام مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے مسلمان اس کی زبان کے شر سے محفوظ نہ ہوں؛ چنانچہ وہ اُنہیں گالی نہ دے، اُن پر لعنت نہ کرے، اُن کی غیبت نہ کرے، اور نہ ہی ان کے درمیان کسی قسم کا شر و فساد پھیلائے، اسی طرح، جب تک دوسرے مسلمان اس کے ہاتھ کے شر سے محفوظ نہ ہوں؛ یعنی اُن پر ظلم نہ کرے، اُنہیں نہ مارے نہ اذیت دے، اور نہ ان کا مال ناحق لے۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ سب سے افضل مہاجر وہ ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ دے، یہ ایسی ہجرت ہے جو ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے، اور یہی اس کے اسلام کے کمال کی علامت اور اپنے رب کی سچی اطاعت کی دلیل ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) مسلمانوں کو ایذا دینے سے زبان اور ہاتھ کو روکنا واجب ہے۔

۲) نبی ﷺ نے خاص طور پر زبان اور ہاتھ کا ذکر فرمایا؛ کیونکہ انہی دونوں سے سب سے زیادہ غلطیاں اور نقصان دہ کام سرزد ہوتے ہیں، اور اکثر شر کی یہی منبع ہے۔

۳) نبی ﷺ نے زبان کو ہاتھ پر مقدم رکھا، کیونکہ زبان سے تکلیف دینا آسان بھی ہے اور زیادہ بھی، اس کا ضرب کاری ہوتا ہے، اس کا اثر زندہ اور مردہ دونوں تک پہنچتا ہے۔

۴) حرام چیزوں کو چھوڑنے اور ان سے بچنے کے لیے نفس کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔

۵) سب سے بہتر مسلمان وہ ہے جو اللہ کے حقوق ادا کرے اور مسلمانوں کے حقوق بھی۔

منگل: مجلس عقیدہ

دین اسلام کی خوبیاں

دینِ اسلام: وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعے بھیجا، اور اسے اپنے بندوں کے لیے مکمل کیا، اور اسی دین کے ذریعے ان پر اپنی نعمت مکمل فرمائی، اور اسلام کو ان کے لیے بطورِ دین پسند فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اليومَ أكمَلتُ لكم دينَكم وأتممتُ عليكم نعمتي ورضيتُ لكم الإسلامَ دينًا﴾ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا"۔ (المائدہ:۳)۔

دینِ اسلام ایک عالمی دین ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اسی دین کے ذریعہ اس کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا، الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ، فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ﴾ "کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس اللہ اور اس کے نبی، امی رسول پر ایمان لاؤ" (الاعراف:۱۵۸)۔

اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری اُمت میں سے کوئی بھی شخص، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، اگر وہ میری رسالت کے بارے میں سنے اور پھر ایمان نہ لائے اور اسی حالت میں مر جائے، تو وہ یقیناً جہنمیوں میں سے ہو گا" (مسلم:۳۸۴)۔

دینِ اسلام وہی سچا دین ہے جس کے سوا اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی اور دین قبول نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ "یقیناً اللہ کے نزدیک (سچا) دین صرف اسلام ہی ہے" (آلِ عمران:۱۹)، اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ "اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے، تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا" (آلِ عمران:۸۵)۔

دینِ اسلام وہ سچا دین ہے جس کی حفاظت اور مدد کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے، خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار ہو" (التوبہ: ۳۳)۔

دینِ اسلام مکمل دین ہے، جس کے عقیدے اور احکام میں ہر طرح کی بھلائی اور نیکی پائی جاتی ہے؛ یہ دین اللہ کی توحید کا حکم دیتا ہے اور شرک سے روکتا ہے، سچائی کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ سے منع کرتا ہے، عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، امانتداری کا حکم دیتا ہے اور خیانت سے منع کرتا ہے، وعدہ پورا کرنے کا حکم دیتا ہے اور بدعہدی سے روکتا ہے، والدین سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور ان کی نافرمانی سے منع کرتا ہے، صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور قطع تعلقی سے روکتا ہے، پڑوسی سے اچھے برتاؤ کا حکم دیتا ہے اور بدسلوکی سے منع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى، وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ "اللہ انصاف، احسان، اور قرابت داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برائی، اور سرکشی سے منع فرماتا ہے؛ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو" (سورۃ النحل: ۹۰)۔

بدھ: مجلس فقہ

قضاء حاجت کے آداب

ہمارا دین طہارت، صفائی، ادب اور حیا کا دین ہے، اسلام نے قضاءِ حاجت (یعنی پیشاب پاخانہ کرنے) کے لیے بھی شرعی آداب مقرر فرمائے ہیں، جن کے ذریعے وہ انسان جسے اللہ نے عزت بخشی حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے، ان آداب میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

❖ بیت الخلا میں داخل ہونے کی مسنون عمل:

۱. سنت یہ ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھے اور یہ دعا پڑھے: "بِسْمِ اللهِ، اللّهُمَّ إني أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" (اے اللہ! میں نر اور مادہ خبیث شیطانوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں)۔ اگر میدان میں ہو تو یہ دعا قضاء حاجت کے لئے بیٹھنے سے پہلے پڑھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے: "اللّهُمَّ إني أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" (بخاری: ۱۴۲، مسلم: ۳۷۵)۔ اور دوسری حدیث میں ہے: "جنات وشیاطین اور انسانوں کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو: بسم اللہ کہے" (ترمذی: ۶۰۶)۔

۲. بیت الخلاء سے نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھنا اور "غُفْرانَكَ" کہنا (یعنی: میں تیری بخشش کا طلب گار ہوں) مسنون ہے۔، حدیث میں ہے: نبی ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو فرماتے: "غُفْرانَكَ" (بخاری: ۱۴۸، مسلم: ۲۶۶)۔ قاعدہ یہ ہے کہ: دایاں عزت وتکریم اور خوبصورتی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور بایاں نجاست دور کرنے اور اس جیسی دوسری چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۳. اگر کھلی جگہ میں قضاءِ حاجت کی جا رہی ہو، تو لوگوں کی نظروں سے دور ہونا اور کسی دیوار، درخت، یا کسی اور چیز کی آڑ لینا مسنون ہے، حدیث میں ہے کہ: نبی کریم ﷺ جب قضاءِ حاجت کے لیے جاتے تو اتنی دور چلے جاتے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے (ابوداود: ۲)۔

❖ استنجا اور استجمار:

مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ قضاءِ حاجت سے فارغ ہو، تو خارج ہونے والی نجاست کے اثر سے اپنے آپ کو پاک کرے، چاہے پانی سے ہو یا پتھر وغیرہ سے، اور اس معاملے میں غفلت برتنا حرام ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشتر قبر کا عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے" (دار قطنی: ۱/۱۲۸)۔

- **استنجاء:** خارج ہونے والی نجاست کو پانی سے دھونا۔
- **استجمار:** خارج ہونے والی نجاست کو پانی کے علاوہ دوسری چیز سے صاف کرنا، جیسے پتھر، ٹشو یا رومال وغیرہ سے۔

صرف استجمار (پتھر وغیرہ) پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، چاہے پانی موجود بھی ہو، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی قضاءِ حاجت کرے تو کم از کم تین پتھروں کا استعمال کرے، یہ اس کے لیے کافی ہے" (احمد: ۱۰۸/۶، دار قطنی: ۱۴۴)۔ البتہ پانی کا استعمال بہتر ہے، اور دونوں کا ایک ساتھ استعمال اور زیادہ بہتر ہے۔

استجمار (پتھر وغیرہ سے طہارت) کے چند شرعی احکام درج ذیل ہیں:

کم از کم تین بار صفائی کی جائے، اس سے کم کافی نہیں، اگر تین بار صاف کرنے سے نجاست دور نہ ہو، تو مزید صفائی کی جائے یہاں تک کہ جگہ پاک ہو جائے۔

استجمار (صفائی) کو طاق عدد پر ختم کرنا سنت ہے، جیسے: تین، یا پانچ بار۔

جانور کا گوبر، ہڈی، کھانے کی چیز، کوئی محترم چیز جیسے وہ کاغذ جس پر اللہ کا نام ہو اور ان جیسی چیزوں سے صفائی کرنا حرام ہے۔

حدیث میں ہے: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم: دائیں ہاتھ سے، تین پتھروں سے کم سے، اور گوبر یا ہڈی سے استنجا کریں" (مسلم: ۲۶۲)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوانی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بچپن میں بکریاں چرائیں، تاکہ اپنے چچا ابو طالب پر خرچے کا بوجھ کم کر سکیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ برس کے ہوئے، تو چچا کے ساتھ تجارت کے لیے شام گئے، چونکہ چچا آپ پر نہایت مہربان تھے اس لئے انہیں خدشہ تھا کہ اگر آپ کو اکیلا چھوڑ دیا تو آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا، اس لیے وہ آپ کو ساتھ لے گئے، اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے حالات اور تجارت کے راستوں کا تجربہ حاصل کیا، اس سفر میں آپ کے چچا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تئیں کچھ ایسی چیزیں دیکھیں جن کی وجہ سے ان کی دیکھ ریکھ اور توجہ اور بڑھ گئی؛ جیسے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بادل کا سایہ کرنا، درخت کا جھک کر سایہ دینا، راہب بحیرا کا بشارت دینا، اور یہ وصیت کرنا کہ یہودیوں کی نظر سے بچا کر واپس لے جاؤ کہ کہیں وہ نقصان نہ پہنچائیں (ترمذی: ۳۶۲۰)۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ برس کے ہوئے، تو آپ نے مقدس مقامات کے دفاع کے لیے حرب فجار میں اپنے چچاؤں کے ساتھ بعض دنوں میں شرکت کی۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بیس سال ہوئی، تو آپ نے "حلف الفضول" کے معاہدے میں شرکت کی، جس میں قریش کے سرداروں نے عہد کیا تھا کہ مکہ میں ہر مظلوم کی مدد کریں گے اور اسے اس کا حق دلوائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر اس معاہدے میں شریک ہوا، اگر اسلام میں بھی اس جیسے معاہدے کی دعوت دی جائے تو میں ضرور شریک ہوں گا، اس معاہدے میں یہ طے پایا کہ مظلوم کا حق اس کو لوٹایا جائے، اور کوئی ظالم مظلوم پر غالب نہ آنے پائے" (بیہقی: ۱۳۳۶۶، ابن ہشام: ۱/۱۳۳)۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین نشو و نما عطا فرمائی، اور آپ کو کمال صفات پر پیدا فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق میں سب سے بہتر، خصلتوں میں سب سے پاکیزہ، عقل میں سب سے زیادہ، بولنے میں سب سے سچے، امانت کے سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے تھے، اسی وجہ سے لوگوں نے آپ کا نام "الامین" (امانت دار) رکھا۔

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام برائیوں سے محفوظ رکھا: آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی، کبھی شراب نہیں پی، اور نہ ہی کبھی کوئی ایسا کام کیا جو عزت کو داغدار کرے، اور جو شرف و مردانگی کے خلاف ہو۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

❖ آپ کا نام ونسب اور آپ کی ولادت:

نام ونسب: عثمان بن عفّان بن ابی العاص بن امیہ،ان کا نسب نبی کریم ﷺ سے تیسرے پشت "عبد مناف" پر جاکر ملتاہے،آپ کی پیدائش عام الفیل کے چھ سال بعد طائف میں ہوئی۔

❖ سیرت وفضائل:

عثمان رضی اللہ عنہ نہایت خوبصورت تھے، نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد، گندمی رنگ ، ملائم جلد، گھنی داڑھی، گھنے بال،اور لوگوں میں سب سے زیادہ شرم وحیاوالے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: "کیا میں اُس شخص سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں؟"(احمد:۲۶۴۶۶)۔

آپ کو "ذُوالنُّورَین" کا لقب دیا گیا، کیونکہ آپ نے نبی ﷺ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا۔

آپ صحابہ کرام میں ان لوگوں میں سے تھے جو سب سے زیادہ عبادت گزار، سب سے زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے،سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے،آپ کہا کرتے تھے: "اگر ہمارے دل پاک ہوجائیں، توہم اللہ کے کلام سے کبھی آسودہ نہ ہوں"(البدایہ والنہایہ:۷/۲۱۴)۔

عثمان رضی اللہ عنہ تاجر صحابہ میں سے تھے،آپ نے اپنا مال سخاوت کرنے اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں لگایا، چنانچہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو پایا کہ وہاں میٹھے پانی کی قلت تھی،آپ ﷺ نے فرمایا: "کون رومہ کا کنواں خریدے گا اور مسلمانوں کو اس میں شریک کرے گا؟ اللہ اسے جنت میں اس سے بہتر کنواں دے گا"(ترمذی:۳۷۰۳)۔آپ نے وہ کنواں بیس ہزار درہم میں ایک یہودی سے خریدا اور اسے امیر وغریب اور مسافر سب کے لیے وقف کردیا۔

نبی ﷺ جب مسجد کی تعمیر کی اور وہ لوگوں کے لئے تنگ پڑ گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو فلاں قبیلے کے لوگوں کی زمین خرید کر مسجد کو کشادہ کرے؟ اللہ اسے جنت میں اس سے بہتر دے گا"(ترمذی:۳۷۰۳)۔ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی ذاتی کمائی سے پچیس ہزار درہم میں خریدا۔

غزوہ تبوک کے موقع پر عثمان رضی اللہ عنہ نے جیش العسرۃ کو سامانِ جنگ فراہم کیا، انہوں نے ایک ہزار اونٹ اور سو گھوڑے اللہ کی راہ میں دیے، اور لشکر کو مکمل ساز و سامان دیا، یہاں تک کہ رسی اور نکیل کی بھی ضرورت نہ رہی، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آئے اور انہیں آپ ﷺ کے سامنے ڈال دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں، وہ اُنہیں نقصان نہیں دے گا۔" (ترمذی: ۳۷۰۱)۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت سنبھالی، اور وہ خلفائے راشدین میں تیسرے خلیفہ بنے۔ انہوں نے اپنی خلافت میں کئی عظیم کام انجام دیے، جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا، اور اس سے چار نسخے تیار کروائے اور انہیں مختلف شہروں میں بھیجا، ساتھ ہی حکم دیا کہ اس کے علاوہ باقی تمام مصاحف کو جلا دیا جائے۔

حرمین کی توسیع کروائی اور انہیں پتھروں سے دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع کی گئی فتوحات کو مکمل کیا، چنانچہ اسکندریہ، افریقہ، قبرص فتح ہوئے، اور ان کے عہد میں اسلامی سلطنت مشرق و مغرب میں بہت وسعت اختیار کر گئی۔

❖ وفات:

جمعہ کے دن، ۱۸/ذوالحجہ ۳۵ھ کو، عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پر چند باغیوں نے حملہ کیا، جو عبداللہ بن سبا یہودی کی فتنہ پروری سے متاثر تھے، انہوں نے قریش کے چار نوجوانوں کو شہید کیا، جو عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع پر مامور تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی موت کا احساس ہو گیا تھا، آپ نے بیس غلاموں کو آزاد کیا، اور کہا: "میں نے گزشتہ رات خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، اور ابو بکر و عمر کو بھی، انہوں نے مجھ سے فرمایا: "عثمان! صبر کرو، کل ہمارے پاس افطار کرو گے۔" پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کھولا، اور اسی حالت میں شہید کر دیے گئے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۰۴)۔

انہیں بقیع میں دفن کیا گیا، اور اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔

مجلس	[ا]	[ب]	[ج]	صحیح جواب
	تیسرے ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: جادو اور حسد سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟			ج
	[ا]بدنی قوت پر توجہ دینا۔	[ب]لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دینا۔	[ج] شرعی اوراد واذکار۔	
مجلس حدیث	سوال: حقیقی مہاجر کون ہے؟			ا
	[ا] جس نے اللہ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دیا	[ب] جس نے روزی کی تلاش میں اپنا ملک چھوڑ دیا۔	[ج] جس نے اپنا ملک چھوڑ دیا اور مکہ یا مدینہ رہائش اختیار کر لی	
مجلس عقیدہ	دین کی خوبیوں میں سے ہے کہ:			ب
	[ا] یہ ایسا دین ہے جسے اللہ نے صرف عرب پر فرض کیا	[ب] یہ ایسا دین ہے جسے اللہ نے تمام لوگوں پر فرض کیا	[ج] یہ ایسا دین ہے جسے اللہ نے مقرب فرشتوں پر فرض کیا	
مجلس فقہ	سوال: جس چیز سے استنجا کرنا حرام ہے وہ ہے:			ج
	[ا] اینٹ	[ب] پتھر	[ج] کھانا	
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ نے بیس سال کی عمر میں شرکت کی:			ب
	[ا] حلف الفضول میں	[ب] حرب فجار میں	[ج] کعبہ کی دوبارہ تعمیر میں	
مجلس صحابہ	سوال: بعض وہ اعمال جسے عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں انجام دیا، ان میں سے ہے:			ج
	[ا] جیش اسامہ کو روانہ کرنا	[ب] محکمے قائم کرنا	[ج] قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنا	

چوتھا ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الناس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (١) مَلِكِ النَّاسِ (٢) إِلَهِ النَّاسِ (٣) مِنْ شَرِّالْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (٤) الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِالنَّاسِ (٥) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (٦) ﴾

(آپ کہہ دیجئے ! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں (۱) لوگوں کے مالک کی (اور) (۲) لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) (۳) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے (۴) جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (۵) (خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے (۶))

❖ سورہ کا مضمون:

شیطان کے شر اور اس کے وسوسہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی ترغیب دینا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

أعوذ: میں اللہ کی پناہ اور اس کی حفاظت میں آتا ہوں۔

بربِّ الناس: ان کی پرورش اور تربیت کرنے والا، پیدا کرنے والا، اور ان کے حالات کی تدبیر کرنے والا۔

إله الناس: ان کا برحق معبود

الوسواس: شیطان جو غفلت کے وقت اپنے شکوک اور باطل باتیں دلوں میں ڈالتا ہے

الخنّاس: جو اللہ کے ذکر کے وقت چھپ جاتا ہے اور بھاگ جاتا ہے۔

من الجِنّة والناس: وسوسہ ڈالنے والا کبھی جنوں میں سے ہوتا ہے اور کبھی انسانوں میں سے۔

❖ اجمالی معنیٰ:

سورۃ الناس مکی سورتوں میں سے ہے، اور یہ معوذتین میں سے ایک ہے، اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انسان اس شیطان کے شر سے اپنے پالنہار اور خالق کے ذریعہ تحفظ طلب کرے، جو لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ آواز

کے ذریعے وسوسے ڈالتا ہے جسے سنا نہیں جا سکتا، پس وہ دلوں میں شکوک، خوف اور بدگمانیاں ڈالتا ہے، اور وہ برائی کو خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے، اور نیکی کو برا ظاہر کرتا ہے، اور یہ سب کچھ تب ہوتا ہے جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے۔

اور جس طرح وسوسہ ڈالنے والا شیطان جنّات میں سے ہوتا ہے، اسی طرح بعض اوقات وہ انسانوں میں سے بھی ہوتا ہے، وہ برائی کو خوشنما بنا کر دکھاتا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتا ہے، اور گمراہ کن شبہات اور بگاڑ پیدا کرنے والی باتیں دل میں ڈال دیتا ہے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ ہی برحق رب ہے، وہ مخلوقات سے بے نیاز ہے، اسی کے پاس مکمل بادشاہت اور کائنات پر ہمہ گیر اختیار ہے، وہ جیسا چاہے اور جب چاہے اسی کا حکم اس کی مخلوقات میں نافذ ہوتا ہے۔

۲) دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں اور برے خیالات کا علاج بیان کیا گیا ہے، اور وہ علاج یہ ہے: اللہ کا مسلسل ذکر کرنا اور شیطان کے شر سے پناہ مانگنا۔

۳) ضروری ہے کہ انسان خوفزدہ کرنے والی ہر چیز سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ لے۔

۴) برے ساتھی کا خطرہ، کیونکہ وہ نقصان پہنچاتا ہے اور گمراہ کرتا ہے۔

سوموار: مجلس حدیث

نفاق کی علامتیں

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان میں سے کوئی ایک ہو، تو اس میں نفاق کی ایک علامت پائی جاتی ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے: جب اُسے امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے" (بخاری: ۲۴۵۹، مسلم: ۵۸)۔

❖ حدیث کی شرح:

نفاق یہ ہے: کہ آدمی جو بات دل میں چھپائے ہوئے ہو، اس کے برعکس ظاہر کرے، نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی نفاق، عملی نفاق۔

اعتقادی نفاق یہ ہے کہ: آدمی دل میں کفر رکھے اور اسلام ظاہر کرے، ایسا شخص حقیقی کافر ہے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہے گا۔

جہاں تک عملی نفاق کا تعلق ہے: تو اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن کو نفاق قرار دیا گیا ہے، اور جنہیں منافقین کے اعمال میں شمار کیا گیا ہے، جبکہ وہ اعمال دل سے ایمان کو ختم نہیں کرتے، یہ قسم کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتی ہے، البتہ یہ بندے کو اسلام سے خارج نہیں کرتی۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے نفاقِ عملی کی بعض علامتوں سے خبردار کیا ہے، اور وہ علامتیں چار ہیں، جس شخص میں یہ تمام علامتیں پائی جائیں، وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان میں سے کوئی ایک علامت ہو، تو اس میں نفاق کی ایک صفت موجود ہے، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے:

پہلی علامت: وہ لوگوں کے درمیان خیانت میں مشہور ہو۔

دوسری علامت: وہ بات چیت میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو۔

تیسری علامت: جب وہ کسی سے عہد و پیمان کرے تو اس سے غداری کرے اور اپنا عہد پورا نہ کرے۔

چوتھی علامت: لڑائی میں فجور سے کام لے،اور "فُجور" سے مراد یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر حق سے منہ موڑلے، اور حق کو باطل اور باطل کو حق گرداننے لگے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱)نفاقِ عملی کی بہت سی علامتیں ہیں،اور حدیث میں جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ سب سے مشہوراور سب سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔

۲)امانت میں خیانت کی مذمت کی گئی ہے،چاہے وہ عمل میں ہو، یامال، حقوق،راز یا کسی اور چیز میں ہو۔

۳)بات چیت میں جھوٹ بولنے کی سنگینی کو بیان کیا گیا ہے،اور یہ منافقین کی نشانی ہے۔

۴)عہد شکنی سے خبر دار کیا گیا ہے،اوراس میں وہ عہد وپیمان بھی شامل ہیں جو بندے اوراللہ کے درمیان ہوتے ہیں،اور وہ معاہدے بھی جو بندے اورانسانوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

۵) جھگڑوں میں گالی گلوچ سے منع کیا گیا ہے۔

۶)نفاق اور منافقین سے بچناواجب ہے۔

۷)کسی شخص میں خیر وشر دونوں کی صفات،ایمان اور نفاق دونوں کی علامتیں جمع ہو سکتی ہیں۔

منگل: مجلس عقیدہ

علم عقیدہ کا مقام

علمِ عقیدہ تمام علوم میں سب سے معزز اور سب سے عظیم علم ہے، اور اسے یہ مقام درج ذیل چند اہم امور کی بنا پر حاصل ہے:

۱) علم کے شرف کا تعلق اس چیز کے شرف سے ہوتا ہے جس کے بارے میں وہ علم ہے، اور علمِ عقیدہ میں جس کے بارے میں جو جانکاری حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے: اس کے ناموں، صفات، افعال، اس کے لیے واجب حقوق اور جن امور سے اسے پاک سمجھا جاتا ہے ان ساری چیزوں کا علم اس میں حاصل کیا جاتا ہے، یہ سب سے عظیم علم ہے، اور سب سے اہم چیز ہے جسے طلب کیا جاتا ہے۔

۲) علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس کی کتنی ضرورت ہے، اور علمِ عقیدہ سے بڑھ کر کوئی ایسا علم نہیں ہے جس کی لوگوں کو اس سے زیادہ ضرورت ہو؛ کیونکہ جب بندے کی اپنے رب کے بارے میں معرفت درست اور مکمل ہوگی تو وہ اللہ کی زیادہ تعظیم کرے گا، اس کے دین اور احکام کی زیادہ پیروی کرے گا، آخرت کو زیادہ اہمیت دے گا اور اس کی تیاری زیادہ کرے گا۔

۳) علمِ عقیدہ ہی خوشگوار زندگی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، کیونکہ یہی عقیدہ مؤمن کو اس کے خالق سے جوڑتا ہے، اور اسے اپنے رب کی معرفت عطا کرتا ہے، چنانچہ وہ اطمینان کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، نہ اس کی روح میں کسی قسم کی بے چینی ہوتی ہے، نہ سوچ میں اضطراب، نہ دل میں خلا، اور نہ خیالات میں تذبذب؛ کیونکہ وہ اپنے رب کو اس حیثیت سے تسلیم کرکے راضی برضا ہوتا ہے کہ وہی خالق، مدبّر، حاکم اور شریعت بنانے والا ہے، اور وہی معبود ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے؛ جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کرتے، ان ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں)۔ [الانعام: ۸۲]۔

۴) علم کے مقام کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس کو حاصل کرنے کا فائدہ کتنا عظیم ہے، اور اسے کھونے کا نقصان کتنا بھیانک ہے۔ اور درست و خالص عقیدہ ہی آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے، یہی ہر نیک عمل کی قبولیت کی شرط ہے، جبکہ شرک اعمال کو ضائع کردیتا ہے اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخلے کا سبب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ "اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا" [النساء: ۱۱۶]۔

۵) صحیح عقیدہ بندے کو مخلوقات اور ان کی خاطر عمل کرنے کی غلامی سے آزادی دلاتا ہے، اور یہی حقیقی عزت اور بلند ترین شرف ہے، ایسا شخص صرف اللہ ہی کا بندہ ہوتا ہے، اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا، اور اس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اور یہی مکمل کامیابی ہے۔

بدھ: مجلسِ فقہ

قضائے حاجت کے وقت حرام اور مکروہ چیزیں

❖ وہ کام جنہیں بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت کرنا حرام ہے:

۱. کھلے میدان میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ، بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرلو" (بخاری: ۱۴۴، مسلم: ۲۶۴)۔ لیکن اگر کسی بند جگہ میں ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "یہ ممانعت کھلے میدان کے لیے ہے، اگر قبلہ اور تمہارے درمیان کوئی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں" (ابو داود: ۱۴، ترمذی: ۱۴)، تاہم بہتر یہ ہے کہ بند جگہ کے اندر بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کی جائے۔

۲. بیت الخلاء میں قرآن کی تلاوت کرنا یا مصحف لے کر داخل ہونا حرام ہے، کیونکہ قرآن مجید سب سے معزز کلام ہے، اور بیت الخلاء میں اس کی تلاوت یا اسے لے کر داخل ہونا ایک طرح کی بے ادبی ہے۔

۳. پیشاب کرتے وقت دائیں ہاتھ سے شرمگاہ چھونا یا اس سے استنجا کرنا حرام ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے، اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے" (بخاری: ۱۵۴، مسلم: ۲۶۷)۔

۴. ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا حرام ہے: یعنی ایسے پانی میں جو رواں نہ ہو، جیسے کہ تالاب، چھوٹی نہر یا سوئمنگ پول وغیرہ؛ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ گندہ اور خراب ہو جائے گا۔ حدیث میں ہے: آپ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے" (بخاری: ۲۳۹، مسلم: ۲۸۱)۔

۵. راستوں، سایہ دار جگہوں، عوامی مقامات یا پھل دار درختوں کے نیچے اور اس طرح کی جگہوں میں قضائے حاجت کرنا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان دو چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب بنتی ہیں"، صحابہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! وہ دو چیزیں کون سی ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جو لوگوں کے راستے یا ان کے سائے والی جگہوں پر قضائے حاجت کرتا ہے" (مسلم: ۲۶۹)۔

❖ وہ کام جنہیں قضائے حاجت کے وقت کرنا مکروہ ہے:

۱. صحراء میں قضائے حاجت کے وقت زمین سے قریب ہونے سے پہلے ستر (شرمگاہ) کھولنا مکروہ ہے؛ حدیث میں ہے: "نبی کریم ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین کے قریب ہونے تک اپنا کپڑا نہ اٹھاتے" (ابو داود: ۱۱)۔

۲. قضائے حاجت کے دوران گفتگو کرنا مکروہ ہے؛ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس سے گزرا جب آپ پیشاب کر رہے تھے، تو اس نے سلام کیا، مگر آپ ﷺ نے اسے جواب نہ دیا۔ (مسلم: ۳۷۰)۔

۳. کسی درار یا سوراخ وغیرہ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے؛ حدیث میں ہے: "نبی ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے (ابو داود: ۲۹، النسائی: ۳۴)۔

۴. ایسی چیز کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے جس پر اللہ کا ذکر ہو، الاّ یہ کہ کوئی ضرورت ہو؛ حدیث میں ہے: نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے۔ (ابو داود: ۱۹، ترمذی: ۱۷۴۶)۔ اور ضرورت کی مثال یہ ہے کہ: ایسی کرنسی یا کاغذات کے ساتھ داخل ہو جن پر اللہ کا نام لکھا ہو، لیکن اگر انہیں بیت الخلاء سے باہر چھوڑا جائے تو چوری ہونے یا بھول جانے کا اندیشہ ہو۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی شادی مبارک

جب ہمارے نبی کریم ﷺ سچائی اور امانت داری میں اپنی قوم کے درمیان معروف و مشہور ہو چکے، تو خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، جو کہ مالدار، باعزت اور شریف خاتون تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کو اپنا مال دے کر ملک شام کے سفرِ تجارت پر روانہ ہونے کی پیشکش کی، نبی کریم ﷺ نے یہ پیشکش قبول فرمائی، اور آپ ﷺ قافلے کے ساتھ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے، اس سفر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسَرۃ آپ ﷺ کے ساتھ تھا، اس سفر میں نبی ﷺ کو نفع حاصل ہوا، اور آپ نے خوب منافع کمایا۔

جب قافلہ واپس آیا، تو میسرہ نے خدیجہ کو آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اور بلند اخلاق کے بارے میں آنکھوں دیکھا حال بتایا، جس سے وہ متاثر ہوئیں، اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو شادی کی پیشکش کی۔

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا، اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی، اور رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی، خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پہلی بیوی تھیں، اور آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

آپ ﷺ نے ان کے ساتھ خوشحال اور باعزت زندگی گزاری، انہوں نے آپ کی مدد کی اور آپ کو دلاسا دیا، نبی ﷺ نے ان کی وفات تک کسی اور خاتون سے نکاح نہیں کیا، آپ دونوں کے درمیان پچیس سال تک ازدواجی زندگی رہی۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے تمام بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں، سوائے ابراہیم کے، جن کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور بیٹیوں کے نام یہ ہیں: قاسم (جن کے نام پر نبی ﷺ کو "ابوالقاسم" کنیت دی گئی)، عبداللہ، یہ دونوں بچپن میں دودھ پینے کی عمر ہی میں فوت ہو گئے، اور رقیہ، زینب، ام کلثوم، اور فاطمہ۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب اور ولادت:

نام ونسب: ابوالحسن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشمی قریشی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔

آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں بعثتِ نبوی سے دس سال قبل ہوئی، اور جب نبی کریم ﷺ کو نبوت ملی تو اس وقت آپ کم سن تھے، چنانچہ آپ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔

❖ سیرت وفضائل:

علی رضی اللہ عنہ خوبصورت چہرے اور بڑی آنکھوں والے تھے، آپ ایک دلیر شہسوار تھے، اور شجاعت و بہادری کی صفات سے متصف تھے، آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی۔

آپ کے اہم کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے ہجرت کی رات اپنی زندگی داؤپر لگا کر نبی ﷺ کی حفاظت کی، بایں طور کہ آپ نبی ﷺ کے بستر پر سوگئے تاکہ قریش کو یہ گمان ہو کہ نبی ﷺ ابھی تک گھر میں موجود ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کاتبانِ وحی میں سے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک قابل اعتماد تھے۔

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو غسل دیا، اور آپ نے غسل کے دوران نبی ﷺ کو دیکھ کر فرمایا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ زندہ بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی پاکیزہ ہیں" (ابن ماجہ: ۱۲۰۷)۔

علی رضی اللہ عنہ قرآن اور اس کے علوم کے ماہر ترین صحابہ میں سے تھے، آپ فرمایا کرتے: "مجھ سے قرآن کے بارے میں پوچھو، اللہ کی قسم! کوئی ایسی آیت نہیں جسے میں نہ جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، میدان میں یا پہاڑ پر" (تاریخ دمشق: ۳۹۸/۴۲)۔

تابعی مسروق بن الاجدع کہتے ہیں: "علم تین اشخاص پر ختم ہوگیا: ایک مدینہ کا عالم، ایک شام کا، اور ایک عراق کا؛ مدینہ کے عالم: علی بن ابی طالب، کوفہ کے عالم: عبداللہ بن مسعود، اور شام کے عالم: ابوالدرداء ہیں" (تاریخ دمشق: ۴۲/۴۱۰)۔

علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت سنبھالی، اور یوں وہ چوتھے خلیفہ راشد بنے، آپ نے بازاروں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم جاری فرمایا، اور تاجروں کو احکام شریعت کا پابند بنایا۔

آپ رضی اللہ عنہ تواضع، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت میں معروف تھے، ایک مرتبہ اشتر نخعی ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ رات کے وقت نماز پڑھ رہے تھے، اسود نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ دن کو روزہ رکھتے ہیں، رات کو قیام کرتے ہیں، اور باقی وقت میں بھی مشقت اٹھاتے ہیں! تو علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "آخرت کا سفر طویل ہے، اور اسے رات کے سفر سے طے کرنے کی ضرورت ہے" (مجموع رسائل ابن رجب: ۴/۴۲۱)۔

❖ وفات:

علی رضی اللہ عنہ کی شہادت رمضان المبارک کی ۲۱ویں شب، ۴۰ ہجری میں ہوئی، عبدالرحمن بن ملجم نامی خارجی نے مسجد کوفہ میں نماز فجر کی امامت کے دوران زہر آلود تلوار سے آپ پر وار کیا، جس سے آپ کے سر میں گہرا زخم آیا اس کے بعد آپ تین دن زندہ رہے، پھر وفات پاگئے، وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۳ برس تھی، اور آپ کی خلافت کی مدت تقریباً پانچ سال رہی۔

صحیح جواب	چوتھے ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			
ا	سوال: خناس کا معنی کیا ہے؟			مجلس تفسیر
[ج] جو نمازیوں پر ان کی نمازوں میں شک ڈالتا ہے	[ب] جو غفلت کے وقت دلوں میں اپنے شکوک اور باطل چیزیں ڈال دیتا ہے	[ا] جو اللہ کے ذکر کے وقت چھپ جاتا اور بھاگ جاتا ہے		
ا	سوال: عملی نفاق کا کیا حکم ہے؟			مجلس حدیث
[ج] شرک اصغر ہے	[ب] شرک اکبر ہے	[ا] کبیرہ گناہوں میں سے		
ب	علم عقیدہ سب سے معزز اور عظیم علم ہے، کیونکہ....			مجلس عقیدہ
[ج] اس کے مسائل گہرے ہیں	[ب] اس کا تعلق اللہ سے ہے	[ا] اس کا تعلق بدنی عبادتوں سے ہے		
ا	سوال: قضائے حاجت کے وقت بات کرنا:			مجلس فقہ
[ج] حرام ہے	[ب] جائز ہے	[ا] مکروہ ہے		
ج	سوال: نبی ﷺ کی تمام اولاد خدیجہ سے ہیں سوائے..:			مجلس سیرت
[ج] ابراہیم	[ب] القاسم	[ا] فاطمہ الزہرا		
ج	سوال: علی رضی اللہ عنہ کی خوبیوں میں سے ہے کہ وہ:			مجلس صحابہ
[ج] تنہائی پسند تھے	[ب] بہت سفر کرتے تھے	[ا] بہادر اور شجاع تھے		

پانچواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورة الکافرون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ (١) لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (٢) وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (٣) وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ (٤) وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (٥) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (٦)﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو!(١)نہ میں عبادت کرتاہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو(٢)نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتاہوں(٣)اور نہ میں اس کی عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو(٤)اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کررہاہوں(٥)تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے(٦)۔

❖ شان نزول:

یہ سورہ کچھ مشرکوں کے اس مطالبے کے جواب میں نازل ہوئی کہ نبی کریم ﷺ ایک سال تک ان کے معبودوں کی عبادت کریں،اور وہ ایک سال تک اللہ تعالی کی عبادت کریں!ان کے خیال میں یہ باہمی صلح و سمجھوتے اور جھگڑوں کے خاتمے کا راستہ تھا(تفسیر طبری:۲۴/۷۰۳)۔

❖ سورہ کی فضیلت:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"سورۃ الکافرون قرآن کے چوتھائی حصہ کے برابر ہے"(ترمذی:۲۸۹۳)۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"میں گنتی نہیں کر سکتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کتنی بار مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں یہ دو سورتیں پڑھتے سنا:{قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور{قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ}۔(ترمذی:۴۳۱)۔

❖ سورہ کا مضمون:

کفر اور کافروں سے براءت۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ: میں اس وقت تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا

وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ: اور نہ میں آئندہ کبھی تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا ہوں

لَكُمْ دِينُكُمْ: تمہارے لیے تمہارا شرک اور تمہارا کفر ہے

وَلِيَ دِينِ: میرے لیے میرا اخلاص اور توحید ہے

❖ اجمالی معنیٰ:

سورۃ الکافرون مکی سورتوں میں سے ہے، یہ سورہ اخلاص اور توحید کی دعوت دیتی ہے، اور شرک اور گمراہی سے بیزاری کا اعلان کرتی ہے، اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ کافروں کی ان امیدوں کو ختم کر دیں جن کے تحت وہ چاہتے تھے کہ آپ دعوتِ حق سے دستبردار ہو جائیں، اور ان کی ملت کی پیروی کریں۔ پس نبی کریم ﷺ اس ایک اللہ کی عبادت پر قائم رہے، جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، جبکہ کافر اپنے باطل معبودوں کی عبادت پر جمے رہے، تو ان کے لیے ان کا دین ہے، جس میں وہ اپنے آباؤاجداد کی تقلید کرتے ہیں، اور رسول ﷺ کے لیے وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ کے لئے توحید الوہیت کا اثبات، اور صرف اسی کی بندگی کا اعلان، اور بتوں کی پوجا سے انکار۔

۲) اہلِ ایمان اور اہلِ شرک کے درمیان واضح فرق کا بیان، مشرکین اور ان کے شرک سے براءت کا اظہار۔

۳) جو شخص صرف اللہ کی عبادت نہ کرے اور بحیثیت دین اسلام سے راضی نہ ہو، وہ کافر ہے۔

سوموار: مجلس حدیث

اللہ کے تقوی پر قائم رہنے کی ترغیب

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو، اور برائی کے بعد نیکی کرو، وہ اُسے مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ" (احمد: ۲۱۴۴۱، ترمذی: ۱۹۸۸)۔

❖ حدیث کی شرح:

یہ ایک عظیم حدیث ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حق اور اس کے بندوں کے حق سے متعلق ایک مومن پر لازم ہونے والے تمام امور کو جمع کر دیا ہے:

اللہ کا حق: یہ ہے کہ بندہ اللہ کا کما حقہ تقویٰ اختیار کرے؛ واجبات کو ادا کر کے، حرام چیزوں سے دور رہ کر اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے بچے، اور چونکہ اس تقویٰ میں کچھ نہ کچھ کوتاہی ہوتی ہی ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ایسی چیز کا حکم دیا جو اس کوتاہی کو دور کر دے اور اسے مٹا دے، اور وہ چیز ہے: برے عمل کے بعد اچھا عمل کیا جائے، جیسے: صدقہ دینا، اللہ سے معافی مانگنا، سچی توبہ کرنا، اور اللہ کی طرف رجوع کرنا، تاکہ گناہ مٹایا جائے اور اس کا اثر دل سے زائل ہو جائے۔

بندوں کا حق: یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا جائے، ان سے اچھا معاملہ کیا جائے، ان سے نرم گفتگو کی جائے، ان کے ساتھ خندہ پیشانی، بردباری، اور صبر کا معاملہ کیا جائے، انہیں تکلیف نہ پہنچائی جائے، ان کی بد سلوکی سے درگزر کیا جائے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱۔ تقویٰ اختیار کرنا واجب ہے، یہی پہلے اور بعد کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی امت کو اسی چیز کی وصیت کی ہے۔

۲۔ تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ: بندہ اللہ کے واجب کردہ احکام کو ادا کر کے، اور حرام کردہ چیزوں سے باز رہ کر اپنے اور اللہ کے عذاب کے درمیان ایک ڈھال بنائے۔

۳۔برے عمل کے فوراً بعد نیک عمل کرنا گناہ کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے۔

۴۔لوگوں سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾(اور لوگوں سے بھلی بات کہو)[البقرۃ:۸۳]۔

منگل: مجلس عقیدہ

صحیح عقیدہ کے ثمرات

عقیدہ کے ثمرات: وہ عظیم نتائج ہیں جو صحیح عقیدے کو مضبوطی سے اپنانے کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

اس کے ثمرات متنوع اور بہت زیادہ ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلا: نیت اور عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص رکھنا؛ کیونکہ جس شخص کا عقیدہ صحیح ہوگا اور اپنے رب کی معرفت درست ہوگی، وہ اللہ کی عظمت کو پہچانے گا، اس سے ڈرے گا، اور اپنا عمل اسی کے لیے خالص کرے گا۔

دوسرا: اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور اعلیٰ صفات کے تقاضوں کے مطابق بندے کی اپنے رب سے کامل محبت، اور اس کی تعظیم۔

تیسرا: معاملات میں سنجیدگی اور عزم مصمم؛ اس طرح کہ مؤمن بندہ اللہ کے وعدے کی امید کرتے ہوئے نیک عمل کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتا بلکہ اس سے بھرپور استفادہ کرتا ہے اور اللہ کے وعید سے ڈرتے ہوئے گناہ کی جگہوں سے دور رہتا ہے۔

چوتھا: مومن پر نیکی کے کام بوجھ نہیں ہوتے، اور اس کے لئے اپنی خواہشات نفس کی مخالفت آسان ہو جاتی ہے؛ کیونکہ اس کے عقیدے کی بنیادی چیز اللہ کی نگرانی، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا، اور اعمال پر بدلا ملنا ہے۔

پانچواں: اللہ تعالیٰ توحید کی بنیاد پر گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور انہیں مٹا دیتا ہے؛ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے: "اے ابنِ آدم! اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آئے، اور اس حال میں مجھ سے ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، تو میں تیرے پاس اس کے برابر مغفرت لے کر آؤں گا (اور تجھے بخش دوں گا)" (ترمذی: ۳۵۴۰)۔

چھٹا: توحید ہی وہ سب سے بڑا سبب ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرتا ہے، اور جہنم میں داخل ہونے سے بچاتا ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول، اور اس کا کلمہ ہیں جو مریم کی طرف ڈالا گیا، اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں، اور یہ کہ جنت حق ہے، اور دوزخ حق ہے؛ تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، چاہے اس کے اعمال جیسے بھی ہوں" (بخاری: ۳۲۵۲، مسلم: ۲۸)۔

ساتواں: صحیح عقیدہ دنیا و آخرت کی نعمتوں کے نزول، خیر و برکت کی فراوانی، اور مصیبتوں و آفتوں کے دور ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض﴾ (اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے)[الاعراف:۹٦]۔

آٹھواں: صحیح عقیدہ بندوں پر مصیبتوں کو ہلکا کر دیتا ہے، پریشانیوں کو آسان بنا دیتا ہے، اور آزمائشوں کے وقت انسان کو تسلی دیتا ہے؛ چنانچہ مؤمن بندہ ان پریشانیوں کو کھلے دل، مطمئن نفس، اور اللہ کے فیصلوں پر رضا و تسلیم کے ساتھ قبول کرتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے خالق کی حکمت، اس کے لطف و کرم، اور دنیا کی حقیقت و انجام کو اچھی طرح جانتا ہے۔

بدھ: مجلس فقہ

سنن فطرت

سنن فطرت ان خوبیوں میں سے ہیں جو ہمارے دینِ حنیف نے ہمیں عطا کی ہیں؛ کیونکہ ان میں خوبصورتی، صفائی، اور ظاہری جمال ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: زیر ناف کے بال صاف کرنا، ختنہ کرنا، مونچھ کترنا، بغل کے بال اکھیڑنا، اور ناخن تراشنا" (بخاری: ۵۸۸۹، مسلم: ۲۵۷)۔

ان کو "سنن فطرت" اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کا کرنے والا اس جبلت سے متصف ہوتا ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور ان کے لیے پسند فرمایا ہے، تاکہ وہ بہترین ہیئت اور کامل شکل وصورت پر رہیں، اسی طرح یہ وہی قدیم سنت بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کے لیے منتخب فرمائی، اور جس پر تمام شریعتوں کا اتفاق رہا۔

ان سنتوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱) زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا: وہ بال جو شرمگاہ کے گرد نکلتے ہیں، اس عمل میں خوبصورتی اور صفائی ہے۔ ان بالوں کو استرے کے بجائے کسی اور ذریعے (جیسے کریم یا ویکس وغیرہ) سے صاف کرنا بھی درست ہے۔

۲) ختنہ: یہ مردوں کے حق میں واجب اور عورتوں کے حق میں سنت ہے، افضل یہ ہے کہ بچپن ہی میں کرایا جائے، کیونکہ اس وقت زخم جلدی بھر جاتا ہے، اور بچہ شروع ہی سے مکمل ترین حالت میں پروان چڑھتا ہے۔

ختنے کی حکمتیں:

- یہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کے یکسو موحدین کی سنت ہے۔

- اس میں طہارت ہے، اور نجاستوں کے اکٹھا ہونے سے بچاؤ ہے۔

- اس سے شہوانی خواہش متوازن رہتی ہے؛ کیونکہ اگر یہ حد سے بڑھ جائے تو انسان کو حیوانات سے ملا دیتی ہے، اور اگر ختم ہو جائے تو جمادات سے۔

۳) مونچھوں کو تراشنا اور خوب باریک کرنا: صحیح احادیث میں مونچھوں کو چھوٹا کرنے اور خوب باریک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور داڑھی کو بڑھانے اور اس کا اکرام کرنے کی تلقین کی گئی ہے؛ کیونکہ اس میں خوبصورتی، مردانگی کا اظہار، کفار کی مخالفت، اور عورتوں سے امتیاز پایا جاتا ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مونچھیں اچھی طرح چھوٹی

کرو،اور داڑھیاں بڑھاؤ،اور مجوسیوں کی مخالفت کرو"(مسلم:٢٦٠)،اور فرمایا:"مونچھیں کتر دو،اور داڑھیاں بڑھاؤ، مشرکین کی مخالفت کرو"(بخاری:٥٨٩٢، مسلم:٢٥٨)۔

٤)ناخن تراشنا:ناخن تراشنا خوبصورتی کا باعث ہے،اور اس سے ناخنوں کے نیچے جمع ہونے والی میل صاف ہوتی ہے،اور انسان درندہ جانوروں کی مشابہت سے دور رہتا ہے۔

٥)بغل کے بال اکھیڑنا:بغل کے بال اکھیڑ کر یا حلق کر کے یا اور کسی طرح سے زائل کیا جائے گا،اس کے ازالہ سے صفائی ہوتی ہے اور بدبو دور ہوتی ہے۔

ان پانچ صفات کے ساتھ مزید پانچ فطری عادات شامل ہیں،اور وہ ہیں: مسواک کرنا،ناک میں پانی ڈالنا، کلی کرنا، استنجا کرنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"دس کام فطرت میں سے ہیں: مونچھیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا،ناک میں پانی ڈالنا،ناخن کاٹنا،انگلیوں کے جوڑ دھونا،بغل کے بال اکھیڑنا،زیرِ ناف کے بال مونڈنا،پانی سے استنجا کرنا"(مسلم:٢٦١)۔

جمعرات: مجلس سیرت

حجرِ اسود کا واقعہ

جب نبی کریم ﷺ پینتیس (۳۵) سال کے ہوئے ——یعنی بعثت سے پانچ سال پہلے——تو قریش نے کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کا ارادہ کیا؛ کیونکہ اس وقت مکہ میں شدید سیلاب آنے کی وجہ سے کعبہ کو نقصان پہنچا تھا اور اس کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ چنانچہ مکہ کے مختلف قبائل نے اس تعمیر میں حصہ لیا، اور ہر قبیلہ نے کعبہ کی ایک ایک سمت کی تعمیر اپنے ذمے لی، اور وادی سے پتھر لا کر دیواریں تعمیر کرنے لگے۔

جب تعمیر مکمل ہو گئی، تو اس بات پر اختلاف ہوا کہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ کون رکھے گا؟، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے نصیب ہو، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قریب تھا جنگ چھڑ جائے، اسی اثناء میں ابواُمیّہ بن مغیرہ مخزومی آئے، اور انہوں نے مشورہ دیا کہ: ہم سب اس شخص کو ثالث مان لیں جو سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہو، سب نے اس پر اتفاق کیا، اور انتظار کرنے لگے، اتفاقاً سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے، جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پکار اٹھے: یہ تو امین ہے! ہم راضی ہیں کہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں!

پھر انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے معاملہ پیش کیا، آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، اس میں حجرِ اسود کو رکھا، اور حکم دیا کہ ہر قبیلے کا سردار چادر کا ایک کونا پکڑے اور سب مل کر اسے اٹھائیں، جب حجرِ اسود اس کی مقررہ جگہ کے قریب پہنچ گیا، تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے اٹھایا اور اس کے مقام پر رکھ دیا (البدایہ والنہایہ: ۳۰۰/۲)۔

یوں آپ ﷺ نے ایک فتنے کو اس کی شروعات میں ہی ختم کر دیا اور اس طرح آپ کی حکمت اور آپ کی عقل کی پختگی ظاہر ہو گئی۔

ہفتہ: سیرت صحابہ

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب اور ولادت:

نام ونسب: عبدالرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب، ان کا نسب رسول اللہ ﷺ کے نسب سے کلاب بن مرّہ پر آکر ملتا ہے۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں عام الفیل کے تقریباً دس سال بعد ہوئی۔

اسلام لانے سے پہلے ان کا نام "عبد عمرو" تھا، لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کرکے عبدالرحمن رکھا، اور ان کی کنیت ابو محمد تھی۔

❖ سیرت وفضائل

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سابقینِ اولین میں سے تھے؛ وہ ان آٹھ خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہوں نے ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کیا، اور ان دس جلیل القدر صحابہ میں شامل ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی، اور وہ دونوں ہجرتوں (حبشہ اور مدینہ) میں شریک ہونے والے اوّلین مہاجرین میں سے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ پاکدامن، سخی، اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے، متواضع اور زاہد شخص تھے، اپنے خدام کے ساتھ چلتے تو اپنی سادگی وانکسار کی وجہ سے پہچان میں نہ آتے۔

وہ ماہرِ تاجر بھی تھے، کمانے کے طریقوں سے بخوبی واقف تھے، اسی باب میں ان کا مشہور واقعہ ہے کہ: جب وہ مدینہ منورہ آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی سعد بن ربیع انصاری سے مواخات کرائی، تو سعد بن ربیع نے ان کو اپنا آدھا مال دینے کی پیش کش کی، مگر انہوں نے انکار کردیا اور فرمایا: "مجھے بازار کا راستہ دکھاؤ!" چنانچہ وہ تجارت میں لگ گئے، خرید وفروخت کی، حتیٰ کہ اللہ نے ان کے مال میں خوب برکت عطا فرمائی (بخاری: ۵۰۷۲)۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر، بیعتِ رضوان اور دیگر تمام غزوات میں شرکت کی، رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ کے پیچھے نماز بھی ادا فرمائی (بخاری: ۴۴۲۱، مسلم: ۲۷۴)۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب شوری قائم ہوئی، تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خود کو خلافت کے لئے نامزدگی سے الگ کرلیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ امہات المومنین کے ساتھ انتہائی حسنِ سلوک کرتے تھے، ان پر مال خرچ کرتے اور ان کی خبر گیری فرماتے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ نے ہر اُس بدری صحابی کے لیے جو اُس وقت زندہ تھے، چار سو دینار کی وصیت کی، اور ان کی تعداد تقریباً سو افراد تھی، اسی طرح آپ نے ہر اُمّ المؤمنین کے لیے بڑی مقدار میں مال کی وصیت کی۔

❖ وفات:

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۳۲ ہجری میں وفات پا گئے، اس وقت ان کی عمر تقریباً ۷۵ سال تھی، ان کی نماز جنازہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

مجلس	پانچویں ہفتے میں -اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: سورۃ الکافرون کی فضیلت میں سے ہے کہ وہ...		ب
	[ا] ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔	[ب]ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔	[ج] آدھے قرآن کے برابر ہے۔
مجلس حدیث	سوال: تقوی کا مطلب کیا ہے؟		ا
	[ا]واجبات ادا کرکے، ممنوعات کو چھوڑ کر اپنے اور اللہ کے عذاب کے درمیان آڑ بنانا	[ب] دنیا کو چھوڑ دینا اور اس کی لذتوں سے دوری بنالینا	[ج] کم بات کرنا، زیادہ خاموش رہنا
مجلس عقیدہ	جنت میں داخل ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے؟		ا
	[ا]توحید	[ب]نماز	[ج]صدقہ
مجلس فقہ	سوال: سنن فطرت میں سے ہے:		ج
	[ا]خوشبو لگانا	[ب]مہندی لگانا	[ج]ختنہ کرنا
مجلس سیرت	سوال: حجر اسود کے واقعہ کے وقت نبی ﷺ کی عمر تھی...:		ب
	[ا]۳۰سال تھی	[ب]۳۵سال	[ج]۴۰سال
مجلس صحابہ	سوال: عبدالرحمن بن عوف کے فضائل میں سے ہے:		ج
	[ا] جیش عسرہ کو تیار کرنا	[ب] قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنا	[ج] نبی ﷺ کا آپ کے پیچھے نماز پڑھنا

چھٹا ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD | YouTube | Telegram

ساؤنڈ کلاؤڈ | یوٹیوب | ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ النصر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (١) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (٢) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (٣)﴾

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے(۱) اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج آتا دیکھ لے(۲) تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے(۳)

❖ سورہ کا مضمون:

نبی ﷺ کو مدد اور رسالت کے اختتام کی بشارت۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

الْفَتْحُ: مراد فتحِ مکہ ہے، جو ہجرت کے آٹھویں سال واقع ہوئی۔

أَفْوَاجًا: گروہ در گروہ، فوج در فوج۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: "تسبیح" کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کو ہر اُس چیز سے پاک قرار دینا جو اس کی شان کے لائق نہیں، اور اسے "حمد" کے ساتھ ملا کر ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور "حمد" کا مفہوم ہے: اللہ کی کامل صفات اور خوبیوں پر اس کی تعریف کرنا۔

تَوَّابًا: توبہ و انابت کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

❖ اجمالی معنیٰ:

سورہ النصر مدنی سورتوں میں سے ہے، اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک خوشخبری بھی ہے اور ایک حکم بھی:

- خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتح و نصرت عطا فرمائی، خصوصاً فتح مکہ، اور یہ کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگیں۔

● اور جو حکم دیا گیا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اس عظیم نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا کریں، اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں؛ کیونکہ فتح و کامیابی کا آنا در اصل اس بات کی علامت ہے کہ آپ ﷺ کا وقتِ وفات قریب ہے اور وہ ذمہ داری جس کے لیے آپ مبعوث کیے گئے تھے، اب مکمل ہونے کو ہے۔

❖ **سورہ سے ماخوذ فوائد:**

۱) اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ سے کئے ہوئے وعدے کی سچائی۔

۲) جب کوئی نعمت حاصل ہو تو اس پر شکر ادا کرنا واجب ہے: زبان سے: اللہ کی حمد و ثنا کے ذریعے، اعضاء و جوارح سے: اس کی اطاعت کے ذریعے اور گناہوں سے بچ کر، دل سے: اس اعتقاد کے ذریعہ کہ ہر نعمت اللہ کی طرف سے اور اسی کے فضل سے ہے، نہ کہ بندے کی کسی ذاتی لیاقت یا استحقاق کی وجہ سے۔

۳) تواضع لازم ہے، اور ہر فضیلت کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔

۴) اس بات کی ترغیب کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کیا جائے، اس کی تسبیح و تحمید اور تہلیل کی جائے۔

۵) اس بات کی ترغیب کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ توبہ و استغفار کیا جائے۔

۶) رکوع اور سجدہ میں یہ دعا پڑھنا مشروع ہے: "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي" کیونکہ یہ حدیث سے ثابت ہے (بخاری: ۴۹۶۸، مسلم: ۴۸۴)۔

سوموار: مجلس حدیث

ہدایت کی طرف دعوت دینے کی فضیلت اور گمراہی کی طرف بلانے کی سنگینی

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی ہدایت کی طرف بلاتا ہے، تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے، اور اس سے ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو کسی گمراہی کی طرف بلاتا ہے، تو اس پر ان تمام لوگوں کا گناہ بھی ہوگا جو اس کی پیروی کریں گے، اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی" (مسلم: ۲٦۷۴)۔

❖ حدیث کی شرح:

اس حدیث میں لوگوں کو ہدایت اور نیک اعمال کی طرف بلانے کی ترغیب دی گئی ہے، اور انہیں گمراہی، بدعت اور فحاشی کی دعوت دینے سے سختی سے روکا گیا ہے؛ جو شخص لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلاتا ہے اور ان کے لیے اسے واضح کرتا ہے، تو اسے ان سب لوگوں کے برابر اجر ملتا ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جو شخص گمراہی یا معصیت کی طرف بلاتا ہے، تو اس پر ان تمام لوگوں کا گناہ بھی لکھا جاتا ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور لوگوں میں بھلائی پھیلانے کی فضیلت۔

۲) گمراہی اور برائی کی دعوت دینے کی سنگینی۔

۳) بھلائی کی ابتدا کرنے کی ترغیب تاکہ اس کی پیروی کی جائے، اور برائی کی ابتدا کرنے سے بچنے کی تاکید اس ڈر سے کہ اس کی بھی پیروی کیا جانے لگے۔

۴) گمراہی کی دعوت دینے والوں سے خبردار رہنا واجب ہے، خواہ وہ برے ساتھی ہوں یا دیگر گمراہ کرنے والے افراد۔

منگل: مجلس عقیدہ

لاالہ الااللہ کی شہادت

❖ لاالہ الااللہ کی شہادت کا مقام ومرتبہ:

یہ کلمۂ توحید، اخلاص کی بنیاد، کلمۂ تقویٰ، اور مضبوط ترین رسی ہے، یہ ارکان اسلام میں پہلا رکن ہے، اور کفر و ایمان کے درمیان حدِ فاصل ہے، میزان میں سب سے وزنی کلمہ ہے، بلکہ یہ جنت کی کنجی ہے، اسی کلمے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا، اور آسمانی کتابیں نازل کیں، اسی کلمے کی وجہ سے قیامت برپا ہوگی اور لوگ دو قسموں میں تقسیم ہونگے: نیک بخت اور بد بخت؛ چنانچہ ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ اس کلمے کی اہمیت کو سمجھے اور اسے اس کا حقیقی مقام دے۔

❖ شہادت لاالہ الااللہ کا معنی:

جس طرح اس شہادت کو زبان سے ادا کرنا واجب ہے، اسی طرح اس کے معنی کو سمجھنا ضروری ہے، بغیر معنی کو جانے اور بغیر اس پر عمل کیے محض زبان سے کہہ دینا کافی نہیں۔

"أشهد" کا مطلب ہے: میں اقرار کرتا ہوں، اعتراف کرتا ہوں، اور پختہ یقین رکھتا ہوں۔

"إله" کا مطلب ہے: ایسا معبود، جس کی عبادت کی جائے، جسے دل چاہے، محبوب رکھے، اور اس کا قصد کرے۔

لہٰذا "لاالہ الااللہ" کا مطلب ہوا کہ: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ ٱلْبَاطِلُ ﴾ (یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے، اور وہ سب جنہیں وہ اس کے سوا پکارتے ہیں، باطل ہیں) [الحج: ٦٢]۔

❖ شہادت لاالہ الااللہ کے ارکان:

اس عظیم کلمے کے دو بنیادی رکن ہیں: نفی اور اثبات۔

نفی "لاالہ" میں ہے، جس کے ذریعے تمام جھوٹے معبودوں کی الوہیت کا انکار کیا جاتا ہے۔

اثبات "الااللہ" میں ہے، جس کے ذریعے اللہ کی الوہیت کو ثابت کیا جاتا ہے۔

ان دونوں ارکان کی دلیل قرآنِ کریم میں ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ، إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ، وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (اور جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو (۲۶) بجز اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی دے گا (۲۷) اور (ابراہیم علیہ السلام) اسی بات کو اپنی اولاد میں بھی باقی رکھ گئے ہیں تاکہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں) [سورۃ الزخرف: ۲۶–۲۸]۔

بدھ: مجلس فقہ

مسواک

❖ مسواک کی فضیلت:

مسواک کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، اس کے فضائل میں سو سے زائد احادیث وارد ہوئی ہیں، سب کی سب اس کی ترغیب دیتی ہیں اور اس پر ابھارتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ آپ ﷺ مسواک کو بہت پابندی کے ساتھ استعمال کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو قریب تھا آپ ﷺ اسے اپنی امت پر واجب قرار دے دیتے۔ تاہم آپ ﷺ نے اسے تمام اوقات میں سنت قرار دیا، اور فرمایا: "مسواک منہ کو پاک کرتی ہے، اور رب کو راضی کرتی ہے"۔ (بخاری تعلیقا: ۱۹۳۴)۔

❖ وہ اوقات جن میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱) وضو کے وقت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔" (بخاری تعلیقا: ۱۹۳۴)۔ مسواک وضو میں کلی کے وقت کرنا بہتر ہے، کیونکہ یہ منہ کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے زیادہ مؤثر ہے۔

۲) نماز کے وقت: چاہے فرض ہو یا نفل؛ کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم عبادت کے وقت کامل طہارت اور نظافت کی حالت میں ہوں، تاکہ عبادت کی عظمت کا اظہار ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا" (بخاری: ۸۸۷، مسلم: ۲۵۲)۔

۳) قرآن کی تلاوت کے وقت: منہ کو پاک اور خوشبودار بنانے کے لیے۔

۴) نیند سے بیدار ہونے کے وقت: کیونکہ سونے کے بعد عام طور پر منہ کی بو بدل جاتی ہے، اور مسواک منہ کو خوشبودار بناتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ثابت ہے: "جب آپ ﷺ رات کو نیند سے اٹھتے، تو مسواک کے ذریعے اپنے منہ کو صاف کرتے تھے۔" (بخاری: ۲۴۵، مسلم: ۲۵۵)۔

۵)مسجد یا گھر میں داخل ہوتے وقت مسواک کرنے کی تاکید ہے۔عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: "نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟" توانہوں نے فرمایا: "مسواک کرتے تھے۔" (مسلم: ۲۵۳)۔

۶)طویل خاموشی کے بعد، دانتوں کے پیلے ہونے کی صورت میں، یامنہ کی بو بدل جانے پر—خواہ کسی کھانے یا کسی اور چیز کے سبب ہو—اس وقت بھی مسواک کرنے کی تاکید ہے۔

❖ مسواک کرنے کا طریقہ:

سنت یہ ہے کہ مسواک اراک (پیلو) لکڑی کی ہو، تروتازہ ہو، ریزہ ریزہ ہونے والی نہ ہو، منہ کو زخمی کرنے والی نہ ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ اسی طرح کا مسواک استعمال کرتے تھے۔

ٹوتھ برش اور پیسٹ کے ذریعے بھی سنت کی ادائیگی ہو جائے گی؛ کیونکہ دونوں کے ذریعہ منہ اور دانتوں کی صفائی ہوتی ہے،، لیکن اراک (پیلو) لکڑی کی مسواک استعمال کرنا افضل ہے، کیونکہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے، اور اس میں قدرتی مفید اجزاء پائے جاتے ہیں، نیز یہ آسانی سے دستیاب ہے اور اس کا خرچہ کم ہے۔

اگر کسی کے پاس کچھ بھی نہ ہو، تو وہ اپنی انگلی سے بھی مسواک کر سکتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کے وضو کے بیان میں یہ ذکر موجود ہے (احمد: ۱/۱۵۸)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غار میں آپ ﷺ کی عبادت کرنا

جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کی طرف اپنی رحمت بھیجنے کا ارادہ کیا، تو اس نے ہمارے نبی محمد ﷺ کے دل میں خلوت و تنہائی کی محبت ڈال دی، اور آپ ﷺ کے دل میں اپنی قوم کے گناہوں اور برے اعمال سے نفرت پیدا فرما دی۔

اس خلوت کے لئے آپ ﷺ کی محبوب جگہ تھی: غارِ حراء، جو کہ مکہ مکرمہ کے مشرق میں "جبل نور" کی چوٹی پر واقع ہے، اور عرفات جانے والے راستے کے بائیں طرف پڑتا ہے، یہ غار اس لیے بھی مشہور تھا کہ وہ مکہ سے دور تھا، لوگوں کے شور اور ان کی باطل چیزوں سے الگ تھلگ تھا، اور تفکر و تدبر کے لیے موزوں جگہ تھی۔ اگر آپ اس غار سے نیچے نظر ڈالیں تو جھکی ہوئی پہاڑیاں نظر آتی ہیں، جو گویا اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سجدہ ریز ہیں، اور ان کے اوپر ایک کشادہ اور صاف آسمان پھیلا ہوا ہے، جس میں دور تک دیکھنے میں کچھ بھی رکاوٹ نہیں۔

نبی کریم ﷺ اس غارِ حراء میں عبادت کیا کرتے، جس طرح اُس وقت کے بعض عبادت گزار افراد کیا کرتے تھے، آپ ﷺ وہاں کئی کئی راتیں گزارتے، بعض اوقات پورا مہینہ بھی، آپ ﷺ کی اس عبادت گزاری میں خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہترین مددگار تھیں، وہ وقتاً فوقتاً آپ ﷺ کے پاس آیا کرتیں، خاص طور پر جب آپ کا قیام طویل ہو جاتا، تو وہ آپ کے لیے کھانا پانی لے کر آتیں، کچھ دیر بیٹھتیں، پھر آپ کو عبادت اور تامل کے لیے چھوڑ جاتیں۔

اسی حالت پر آپ ﷺ قائم رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی، اور آپ کو تمام جہانوں کے لیے ہدایت دینے والا، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، اور اللہ کے حکم سے اُس کی طرف بلانے والا، اور ایک روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب اور ولادت:

نام ونسب: طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں بعثتِ نبوی سے پندرہ سال قبل پیدا ہوئے۔

❖ سیرت وفضائل:

طلحہ رضی اللہ عنہ سابقینِ اولین میں سے تھے؛ آپ ان آٹھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، اور ان دس جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی، اسی طرح آپ ان چھ افراد میں شامل تھے جنہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے نامزد فرمایا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے انہیں زندگی میں ہی شہادت کی بشارت دی، آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص زمین پر چلتے پھرتے ایک شہید کو دیکھنا چاہے، تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے" (ترمذی: ۳۷۳۹)۔

طلحہ رضی اللہ عنہ نہایت سخی اور فیاض شخصیت کے مالک تھے، آپ کثرت سے خرچ کرتے تھے، اور بنی تیم کے خاندان میں کوئی بھی محتاج فرد نہ رہنے دیتے مگر اس کے اخراجات، بیوی بچوں کا خرچ، یتیموں کی شادیاں، خادم کی فراہمی اور قرضوں کی ادائیگی کا بندوبست فرمادیتے (الطبقات الکبری: ۳/۱۶۶)۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنی زمین سات لاکھ درہم میں فروخت کی، جب وہ مال آپ کے گھر لایا گیا، تو آپ نے فرمایا: "وہ شخص جس کے گھر میں اتنا مال ہو، اور اُسے معلوم نہ ہو کہ اللہ کا کیا فیصلہ نازل ہونے والا ہے، تو وہ یقیناً اللہ کے بارے میں دھوکہ میں ہے!" چنانچہ آپ نے وہ سارا مال اپنے خادم کے ذریعے مدینہ کی گلیوں میں تقسیم کروادیا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور آپ کے پاس ایک درہم بھی باقی نہ رہا (تاریخ الطبری: ۴/۴۰۵)۔

طلحہ رضی اللہ عنہ شجاع اور جنگ میں نڈر ہو کر پیش قدمی کرنے والے تھے، انہوں نے غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کا اس طرح دفاع کیا کہ ان کا ہاتھ شَل ہوگیا اور وہ اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا (بخاری: ۳۷۲۴)۔

غزوۂ اُحد کے دن طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے لیے جھک کر بیٹھے تو آپ ﷺ ان کی پشت پر چڑھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: "طلحہ نے واجب کر لیا" (یعنی ان کے لیے جنت واجب ہو گئی۔) (ترمذی:۳۷۳۸)۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت فرمایا: ﴿ وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴾ (اور مؤمنوں میں بعض مرد ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا، ان میں سے کچھ اپنی جان دے چکے، اور کچھ انتظار میں ہیں، اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی) [الاحزاب: ۲۳]۔ یہ آیت تلاوت فرما کر آپ ﷺ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ انہی میں سے ایک ہے" (حلیۃ الاولیاء: ۲۷۰)۔

❖ وفات:

طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات رجب کے مہینے سنہ ۳۶ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر چونسٹھ (۶۴) سال تھی، اور آپ کو بصرہ میں دفن کیا گیا۔

مجلس	چھٹے ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: سورہ النصر میں بشارت ہے:			ب
	[ا] فتح قسطنطنیہ کی	[ب] فتح مکہ کی	[ج] فتح مصر کی	
مجلس حدیث	سوال: اس آدمی کو کیا ثواب ملے گا جس نے ہدایت کی طرف بلایا اور لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کی؟			ج
	[ا] بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا	[ب] دجال کے فتنے سے نجات پائے گا	[ج] اس پر عمل کرنے والوں جیسا ثواب اسے ملے گا	
مجلس عقیدہ	سوال: کلمہ "لاالہ الااللہ" کا معنیٰ کیا ہے؟			ب
	[ا] اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں	[ب] اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں	[ج] اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت ہوتی ہی نہیں	
مجلس فقہ	سوال: مسواک کا کیا حکم ہے؟			ج
	[ا] فرض عین	[ب] فرض کفایہ	[ج] سنت موکدہ	
مجلس سیرت	سوال: غار حراء کہاں ہے؟			ب
	[ا] جبل احد میں	[ب] جبل نور میں	[ج] جبل صفا میں	
مجلس صحابہ	سوال: طلحہ رضی اللہ کی بہادری کے قصوں میں سے ہے کہ:			ب
	[ا] دو تلواروں سے لڑتے تھے	[ب] اُحد میں نبی ﷺ کی دفاع کی یہاں تک ان کا ہاتھ شل ہوگیا	[ج] قسطنطنیہ کی فتح کی قیادت کی	

ساتواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ المسد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (١) مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (٢) سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (٣) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (٤) فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ(٥)﴾

[[ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا(۱) نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی (۲) وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا(۳) اور اس کی بیوی بھی (جائے گی،) جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے (۴) اس کی گردن میں کھجور کے چھال کی بٹی ہوئی رسی ہو گی(۵)]]

❖ سورہ کا مضمون:

ابو لہب اور اس کی بیوی کے خسارے کا بیان

❖ شانِ نزول:

جب نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا اور فرمایا: "میں تمہارے لیے سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے والا ہوں"، تو آپ کے چچا ابو لہب نے کہا: تیرا ستیاناس ہو! کیا تُو نے اسی لیے ہمیں بلایا تھا؟۔اس پر اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں (بخاري:۴۹۷۳، مسلم:۲۰۸)۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

تَبَّت:(دونوں ہاتھ) برباد ہو گئے، ہلاک ہو گئے۔

تَبَّ : اسے ہلاکت اور خسارہ ملا۔

حَمَّالَةَ الحَطَبِ:(ابو لہب کی بیوی) جو نفرت کی بنا پر کانٹے دار جھاڑیاں اٹھا کر نبی ﷺ کے راستے میں ڈالتی تھی تاکہ آپ کو ایذا پہنچے۔

جِيدِهَا: اس کی گردن۔

مِنْ مَسَدٍ: موٹے سخت کھجور کے چھال کی رسی، جس میں باندھ کر جہنم میں اسے لٹکایا جائے گا پھر اس میں اسے پھینک دیا جائے گا۔

❖ اجمالی معنی:

سورہ المسد قرآنِ مجید کی مکی قصار مفصل سورتوں میں سے ہے، اور اسے "سورہ تَبَّتْ" بھی کہا جاتا ہے، یہ سورہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ایک دشمن کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور وہ ابو لہب ہے —— جس کا نام عبدالعزّیٰ بن عبدالمطلب تھا —— وہ رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا، اس نے آپ ﷺ سے سخت ترین دشمنی کی، آپ کے خلاف بھیانک جنگ چھیڑی، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں خلاف لوگوں کو اُکسایا، یہ دشمنی اسی تک نہیں رکی بلکہ اس کی بیوی "ام جمیل" (اروٰی بنت حرب) بھی اس دشمنی میں اس کے ساتھ شریک ہوگئی، اور اس نے ہر طریقے سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی، بلکہ اس کی بیوی کے لیے خصوصی عذاب کا بھی ذکر فرمایا۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) مومنوں اور اللہ کے نیک بندوں کو ایذا دینا حرام ہے۔

۲) اللہ کے ساتھ کفر کر کے کسی شخص کو مال، اولاد، خاندان، اور جاہ و حشمت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

۳) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی حقانیت کا بیان؛ بایں طور کہ سورہ نے ابو لہب اور اس کی بیوی کے لیے جہنم کا فیصلہ سنایا، ور وہ دونوں اس کے بعد دس سال زندہ رہے اور اپنے کفر پر باقی رہے، اور ظاہری طور بھی اسلام نہ لائے۔

سوموار: مجلس حدیث

دین میں تفقہ کی فضیلت

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین میں تفقہ (فہم وبصیرت) عطا فرما دیتا ہے" (متفق علیہ، بخاری: ۳۱۱۶، مسلم: ۱۰۳۷)۔

❖ شرح:

دین میں تفقہ (فہم وبصیرت) سے مراد ہے: اللہ کے دین کے احکام وشرائع کا علم حاصل کرنا، یہ ایسا علم ہے کہ کوئی دوسرا علم اس کے فضل وشرف اور بلند مقام کو نہیں پاسکتا، کیونکہ یہ انبیاء کی میراث ہے، جسے انہوں نے امت کو وراثت میں دیا ہے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ: شرعی علم کا طلبگار ہونا، بندے کی سعادت اور اللہ کی اس پر خیر خواہی کی واضح علامت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے اپنی اور اپنے نازل کردہ دین کی معرفت کا راستہ، اور آخرت میں اپنی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ آسان فرما دیا ہے، اور حدیث کا مفہوم یہ بھی بتاتا ہے کہ: جو شخص دینی علم سے منہ موڑے، اور اس پر توجہ نہ دے، تو اللہ نے ایسے شخص کے لیے خیر کا ارادہ نہیں کیا ہے؛ کیونکہ اس نے اسے ان تمام اسباب سے محروم کر دیا ہے، جن کے ذریعے بھلائی حاصل کی جاتی ہے اور سعادت سے ہمکنار ہوا جاتا ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) دین میں تفقہ حاصل کرنے کی ترغیب، اور اس کی عظمت وفضیلت کا بیان۔

۲) دین میں تفقہ کی فضیلت دین کے کسی بھی مسئلہ کے حصول کو شامل ہے، چاہے اس کا تعلق عقیدہ سے ہو، یا فقہ سے، یا حدیث سے، یا دیگر علومِ شرعیہ سے۔

۳) دین میں تفقہ کی فضیلت ان جدید وسائل کے ذریعہ بھی حاصل ہو سکتی ہے جو اللہ کے فضل سے آج کے دور میں متوفر ہیں، جیسے کہ: انٹرنیٹ، موبائل فون اور کمپیوٹر، ویب سائٹس، اور معتبر آن لائن پلیٹ فارم جو اس میں معاون ہیں۔

۴) دینی علم میں تفقہ نہ حاصل کرنے کی سنگینی، اور یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ نے اس بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ نہیں فرمایا۔

منگل: مجلس عقیدہ

کلمہ شہادت "لاالہ الااللہ" کے شروط

شہادت "لاالہ الااللہ" کے سات شرائط ہیں، جو شرعی دلائل سے ثابت ہیں، لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان شرائط کو پورا کرنے کی کوشش کرے، تاکہ یہ کلمہ اس کے حق میں اللہ کے ہاں فائدہ مند ثابت ہو۔

یہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱) علم: یعنی اس کلمہ شہادت کے معنی کو سمجھنا، اور اس میں موجود نفی اور اثبات کو جاننا؛ تاکہ بندہ اس کے مطابق عمل کرے اور اپنی زندگی میں اسے نافذ کرے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (پس اے نبی، خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے[محمد:۱۹]، اور فرمایا: ﴿إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (الا یہ کہ کوئی علم کی بنا پر حق کی شہادت دے)[الزخرف:۸۶]۔

۲) یقین: کلمہ شہادت پڑھتے وقت دل سے اس کے معنی پر پختہ یقین رکھے، اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس کی سچائی کا عقیدہ رکھے۔ اور یقین کا ضد: شک اور تردد ہے، لہذا شک وشبہ اور تردد کرنے والے کسی شخص سے یہ کلمہ درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا﴾ (مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں پھر شک وشبہ نہ کریں)[الحجرات:۱۵]، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوء کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جس بندے نے بغیر کسی شک کے ان دونوں شہادت کے ساتھ اللہ سے ملاقات کی، تو وہ جنت سے محروم نہ ہوگا"(مسلم:۲۷)۔

۳) قبول: یعنی انسان اس شہادت کے تقاضوں کو بغیر کراہت اور تکبر کے قبول کرے، اور دل سے اس پر راضی ہو، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ (یہ وہ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے)[الصافات:۳۵]۔

۴) فرمانبرداری: یعنی اس کلمہ شہادت کے تقاضوں کے سامنے جھک جانا، خود سپردگی کرنا اور اور تابع ہو جانا، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ (اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ)[الزمر:۵۴]۔

۵)صدق: بندہ اس کلمہ شہادت کو سچے دل سے ادا کرے،اس طرح کہ اس کا دل زبان کا ساتھ دے، وہ ظاہر و باطن دونوں طرح سے اس پر ایمان رکھے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دل کی سچائی کے ساتھ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،اور محمد اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے" (بخاری: ۱۲۸، مسلم: ۳۲)۔اور اگر کسی نے اس کلمہ کو بغیر دل کے تصدیق کے محض زبان سے ادا کیا تو وہ منافق شمار ہوگا؛ نہ تو یہ کلمہ اسے نفع دے گا،اور نہ ہی نجات؛ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ * يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ایمان والے نہیں۔ وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور انہیں شعور نہیں) [البقرۃ:۸-۹]۔

۶)اخلاص: یعنی اس کلمہ کو صرف اللہ کی رضا کے لیے ادا کرے،اس سے کسی طرح کی ریاکاری، نام و نمود، شہرت یا دنیاوی مفاد مقصود نہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ نے اس شخص کو جہنم پر حرام کر دیا جس نے "لاالہ الا اللہ" صرف اللہ کی رضا کے لیے کہا" (بخاری: ۴۲۵، مسلم: ۶۵۷)۔

۷)محبت: بندہ اس کلمہ سے،اس کے مفہوم سے محبت کرے،اور اس کی محبت کو تمام محبوب چیزوں پر مقدم رکھے، اللہ تعالی نے ایمان والوں کی یوں تعریف کی ہے کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں، فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾ (اور جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں) [البقرۃ:۱۶۵]۔

بدھ: مجلس فقہ

وضو

❖ وضو کے فضائل:

۱- اللہ عز وجل کی محبت کا حصول؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے)[البقرۃ:۲۲۲]۔

۲- قیامت کے دن اعضاء وضو کا چمکنا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میری امت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اس حال میں کہ ان کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں وضو کے اثر سے چمک رہے ہوں گے، لہٰذا تم میں سے جو اپنی چمک کو بڑھانا چاہے، تو وہ ایسا کرلے" (بخاری:۱۳۶، مسلم:۲۴۶)۔

۳- گناہوں کا مٹایا جانا اور درجات کی بلندی؛ رسول ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹادیتا ہے اور درجات کو بلند کردیتا ہے؟" صحابہ نے کہا: ضرور، یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: "مشقت کے باوجود خوب اچھی طرح مکمل وضو کرنا، مسجد کی طرف زیادہ سے زیادہ قدم چل کر جانا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اور یہی رباط ہے (یعنی سرحد کی پاسبانی کے برابر عمل ہے)" (مسلم:۲۵۱)۔

۴- جنت کے اندر اعضاء وضو میں زیور اور کنگن پہنا کر عزت افزائی: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مومن کے زیور وہاں تک پہنچیں گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا" (مسلم:۲۵۰)۔

❖ وضو کا حکم:

وضو بعض اوقات مستحب ہوتا ہے اور بعض اوقات واجب:

مستحب یہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ باوضو رہے، اور یہ زیادہ کامل حالت ہے؛ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے، اور رسول ﷺ نے فرمایا: "وضو کی پابندی صرف مؤمن ہی کرتا ہے" (احمد:۲۲۴۱۴)۔

لیکن مندرجہ ذیل امور میں وضو کا استحباب مزید مؤکد ہو جاتا ہے:

۱. اللہ جل جلالہ کے ذکر اور قرآنِ کریم کی تلاوت کے وقت؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ناپسند کرتا کہ بغیر وضو اللہ کا ذکر کروں'' (ابن حبان: ۸۰۶)۔

۲. سونے سے پہلے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنے بستر پر جاؤ، تو اس طرح وضو کرو جیسے نماز کے لیے کرتے ہو" (بخاری: ۲۴۷)۔

۳. جنابت کی حالت میں وضو کرنا مستحب ہے اگر انسان کھانا، پینا، سونا، یا دوبارہ جماع کرنا چاہے؛ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: جب رسول اللہ ﷺ جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے، تو نماز کی طرح وضو فرماتے" (مسلم: ۳۰۵)، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی دوبارہ جماع کرنا چاہے تو وضو کرلے" (مسلم: ۳۰۸)۔

۴. غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کیا ہے (مسلم: ۳۱۶)۔

درج ذیل چیزوں کے لیے وضو کرنا واجب ہے:

۱. نماز پڑھنے کے لیے؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو بے وضو ہو، جب تک وضو نہ کرلے" (مسلم: ۲۲۳)۔

۲. طواف کرنے کے لیے؛ نبی کریم ﷺ نے طواف سے پہلے وضو کیا، جیسا کہ حدیث میں ہے: آپ نے وضو کیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ (بخاری: ۱۶۱۴، مسلم: ۱۲۳۵)۔

۳. قرآن مجید کو بغیر کسی حائل کے چھونے کے لیے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (اسے صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں) [الواقعہ: ۷۹]۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: "قرآن کو صرف پاک (باوضو) شخص ہی چھوئے" (موطا: ۱/۱۹۹، دار قطنی: ۱/۱۲۱)۔

جمعرات: مجلس سیرت

وحی کی ابتدا

جب ہمارے نبی محمد ﷺ چالیس سال کے قریب ہوئے، تو نبوت کی نشانیاں اُن پر ظاہر ہونے لگیں، سب سے پہلی علامت یہ تھی کہ خواب میں جو کچھ دیکھتے، وہ صبح صادق کے اجالے کی طرح سچ ثابت ہوتا، اس دوران آپ ﷺ غارِ حراء میں عبادت و تنہائی اختیار فرماتے اور اپنی قوم کی گمراہی اور لہو ولعب سے کنارہ کش رہتے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایک عظیم کام کے لیے تیار کر رہا تھا۔

پیر کے دن، رمضان کی اکیسویں تاریخ کو حق آپ پر نازل ہوا، اس وقت آپ غار میں تھے، جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زور سے بھینچا، یہاں تک کہ آپ پر شدید دباؤ پڑا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: "پڑھیے!" آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے پڑھنا نہیں آتا!" جبرائیل نے یہ عمل دو بار دہرایا، ہر بار آپ وہی جواب دیتے جو پہلی بار دے چکے تھے، پھر جبرائیل نے کہا: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ • خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ • اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ • الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ • عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے، اور آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا) [العلق: ۱-۵]۔ اس طرح یہ پہلی وحی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اپنے گھر لوٹے، دل لرز رہا تھا، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: "مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اُوڑھاؤ!"، چنانچہ انہوں نے آپ کو چادر اُوڑھائی، یہاں تک کہ آپ کا خوف ختم ہوا۔

پھر آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجرا سنایا اور ان سے کہا: "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے!" خدیجہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "ہر گز نہیں! خوش ہو جائیے! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے سلسلے میں آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں"۔

پھر وہ آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں، جو عمر رسیدہ تھے اور اہلِ کتاب کی کتابوں میں مہارت رکھتے تھے۔ خدیجہ نے ان سے کہا: "اے چچازاد، اپنے بھتیجے کی بات سنو۔" آپ ﷺ نے ورقہ کو اپنا

واقعہ بیان کیا۔ ورقہ نے کہا: "یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا! کاش میں اُس وقت جوان ہوتا، کاش میں اُس وقت زندہ رہتا جب تمہیں تمہاری قوم نکال دے گی!" آپ ﷺ نے حیرانی سے پوچھا: "کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟!" ورقہ نے کہا: "جی ہاں! جو شخص بھی ایسی بات لے کر آیا جیسی تم لائے ہو، اسے دشمنی کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر میں نے اس دن کو پالیا، تو تمہاری بھرپور مدد کروں گا!" مگر کچھ ہی دنوں بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا۔ (یہ قصہ بخاری: ۴۹۵۳، اور مسلم: ۱۶۰ میں مذکور ہے۔)

ہفتہ: مجلس صحابہ

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب اور ولادت:

زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب، ان کا نسب رسول اللہ ﷺ سے قُصَيّ بن کِلاب پر جا کر ملتا ہے۔

آپ کی پیدائش بعثتِ نبوی سے سترہ (۱۷) سال قبل ہوئی۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، کیونکہ آپ کے والد عوّام "حرب فجار" میں مارے گئے تھے۔

❖ سیرت اور فضائل

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا، قد لمبا تھا، چہرے پر ہلکی داڑھی تھی۔

آپ اسلام قبول کرنے والے اوّلین لوگوں میں سے تھے، اسی طرح حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے، آپ اُن دس صحابہ میں سے ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی۔

آپ کم عمری میں مسلمان ہوئے، آپ کا چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیتا اور دھواں دیتا اور کہتا: "اپنے دین سے پھر جاؤ!" لیکن زبیر کہتے: "میں کبھی بھی کفر اختیار نہیں کروں گا!" (طبرانی: ۲۳۹)۔

آپ نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی، مگر وہاں زیادہ دن قیام نہیں کیا۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، اور وہاں عبد اللہ بن زبیر کی پیدائش ہوئی، اور یہ مدینہ میں مہاجر مسلمانوں میں پیدا ہونے والے پہلے مولود بن گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور فرمایا: "ہر نبی کا ایک حواری (خاص مددگار) ہوتا ہے، اور میرا حواری زبیر ہے" (بخاری: ۳۷۱۹، مسلم: ۲۴۱۵)۔ سو زبیر رسول اللہ ﷺ کے حواری ہیں، اور آپ ﷺ کی چچی صفیہ کے لڑکے، اسماء بنت ابی بکر جو "ذات النطاقین" کے لقب سے مشہور تھیں ان کے شوہر ہیں۔ آپ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کے دین کی خاطر تلوار اٹھائی۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی، غزوہ بدر میں میمنہ (دائیں دستے) کے کمانڈر تھے، فتح مکہ کے موقع پر مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا، جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کے لیے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے لشکر بھیجا، تو زبیر اس میں شامل تھے، آپ اُن چھ صحابہ کرام میں بھی شامل تھے جنہیں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے مشورے کے لیے منتخب کیا تھا۔

زبیر رضی اللہ عنہ عبادت گزار اور زاہد تھے، آپ کی ایک نصیحت یہ ہے: "جس سے ممکن ہو کہ وہ اپنے لیے خفیہ نیکیاں رکھے، تو وہ ضرور ایسا کرے" (کتاب الزہد، احمد: ۱۱۹)۔

❖ وفات

زبیر رضی اللہ عنہ کی وفات رجب سنہ ۳۶ھ کو، بصرہ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر چونسٹھ (۶۴) برس تھی، اور وہیں آپ دفن ہوئے۔

	ساتویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: ”مسد“ کا کیا معنی ہے؟		ب
	[ا]نرم ریشم	[ب] کھردری چھال کی رسی	[ج]لوہے کی زنجیر
مجلس حدیث	سوال: اللہ کا اپنے بندے کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرنے کی علامت میں سے یہ ہے کہ وہ اسے:		ج
	[ا]بہت مال دیتا ہے	[ب] اونچا عہدہ دیتا ہے	[ج] دین کی سمجھ عطا کرتا ہے
مجلس عقیدہ	سوال: ”لا الہ الا اللہ“ کی شہادت میں اخلاص کا معنی کیا ہے؟		ب
	[ا] یہ کہ اس کا دنیا میں آخری کلام یہی ہو	[ب] یہ کہ اس سے صرف اللہ کی رضا کا طالب ہو	[ج] یہ کہ ہر نماز کے بعد اسے کہے
مجلس فقہ	سوال: وضو کے فضائل میں سے ہے:		ا
	[ا]گناہ مٹانا	[ب]زیادہ روزی ملنا	[ج]اولاد کا نیک ہونا
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ کی بعثت کے وقت عمر تھی:		ب
	[ا]۳۰سال	[ب]۴۰سال	[ج]۵۰سال
مجلس صحابہ	سوال: زبیر بن عوام مشہور تھے کہ وہ:		ج
	[ا]رسول اللہ ﷺ کے خطیب ہیں	[ب] اس امت کے امین ہیں	[ج] نبی ﷺ کے حواری ہیں

آٹھواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواىٔد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ قریش

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ﴿١﴾ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ﴿٢﴾ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ﴿٣﴾ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ﴿٤﴾

قریش کے مانوس کرنے کے لئے (۱) (یعنی) انہیں جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے لئے۔ (۲) (اس کے شکریہ میں) پس انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں (۳) جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (وامان) دیا (۴)۔

❖ سورہ کا مضمون:

قریش پر اللہ تعالی کی نعمت اور ان پر اس کے حق کا بیان۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

إیلاف: یہ "أَلِفَ الشيءَ إيلافًا" سے ہے؛ کسی چیز کا عادی ہو جانا یہاں تک کہ اس کی مشقت ختم ہو جائے۔

رِحْلَةَ الشِّتَاءِ: یمن کی جانب سردیوں کا سفر۔

وَالصَّيْفِ: شام کی جانب گرمیوں کا سفر۔

❖ اجمالی مفہوم:

سورہ قریش مکی سورتوں میں سے ہے، اور اس کا "سورہ اِلایلاف" بھی نام، یہ سورہ قریش پر اللہ تعالی کے احسان کو جتلاتی ہے، اور انہیں اللہ کی نعمتوں کی یاددہانی کراتی ہے، اور یہ بتلاتی ہے کہ ان نعمتوں کے مقابل میں ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے انھیں حرم کی ہمسائیگی میں کامل امن عطا فرمایا، اور شام ویمن کے درمیان تجارتی سفر کو آسان بناکر روزی کی فراوانی بخشی۔ گرچہ وہ ایک غیر زرعی وادی میں آباد تھے، پھر بھی عرب کے امیر ترین لوگوں میں سے ہوگئے، اور ان کے دل ان دو محفوظ و نفع بخش سفر کے عادی ہوگئے، یہاں تک کہ یہ دونوں سفر

ان کے معمول اور عادت کا حصہ بن گئے۔ اور اگر یہ دونوں نعمتیں نہ ہوتیں، تو نہ وہ اپنی سرزمیں باقی رہتے اور نہ ہی انہیں قبائل کے درمیان کوئی عزت و مقام حاصل ہوتا!

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا، ان کو اللہ ہی کی طرف منسوب کرنا، اور ناشکری و انکار سے بچنا واجب ہے۔

۲) موسموں کی تبدیلی بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے، کیونکہ اس میں انسانوں، جانوروں اور کھیتی باڑی کے لیے مختلف قسم کے فوائد پائے جاتے ہیں۔

۳) اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے نزدیک بیت اللہ کی عظمت، حرمت اور مقام و مرتبہ کا بیان۔

۴) امن و امان کی اہمیت، اور یہ سب سے عظیم نعمتوں میں سے ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا لازمی ہے۔

۵) جس شخص کو امن اور رزق دونوں نعمتیں حاصل ہوں، اسے اللہ کی طرف مزید توجہ کرنا اور اس کی عبادت کرنا چاہیے۔

سوموار: مجلس حدیث

نفع بخش نبوی وصیتیں

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: "میرے خلیل (نبی کریم ﷺ) نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی: ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنا، چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنا، اور سونے سے پہلے وتر ادا کرنا" (بخاری: ۱۹۸۱، مسلم: ۷۲۱)۔

❖ شرح:

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی جانب سے روزہ اور نماز میں تین نہایت اہم نفلی عبادات کی وصیت آئی ہے:

پہلی وصیت: ہر قمری مہینے میں تین دن روزے رکھنا، یہ روزے پورے مہینے کے روزوں کے برابر اجر رکھتے ہیں، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے، اس طرح یہ عمل پورے سال کے روزوں کے برابر ہو جاتا ہے، افضل یہ ہے کہ یہ روزے مہینے کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو رکھے جائیں، تاہم ان تاریخوں کے علاوہ بھی رکھنا جائز ہے۔

دوسری وصیت: چاشت کی نماز، اس کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، اور اس کا وقت سورج کے تھوڑا بلند ہونے کے بعد سے لے کر زوالِ آفتاب سے قبل تک ہے، اس کا افضل وقت آخری وقت ہے جب کہ شدید گرمی کا وقت ہوتا ہے۔ یہ نماز بہت سے اعمال جیسے صدقہ اور ذکر وغیرہ کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے، اور اس کی ادائیگی میں جسم کے اعضاء اور جوڑوں کی سلامتی پر اللہ کا شکر ادا ہے۔

تیسری وصیت: نمازِ وتر، یہ سنت مؤکدہ ہے، جس پر رسول اللہ ﷺ نے زور دیا اور سفر و حضر دونوں حالتوں میں اس کی پابندی فرمائی، وتر کم از کم ایک رکعت ہے، اگر کوئی چاہے تو تین، یا پانچ، یا سات، یا نو، یا گیارہ رکعتیں بھی پڑھ سکتا ہے، اس کا وقت: نمازِ عشاء کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے، اگر کسی سے وتر نیند یا بھول کی وجہ سے رہ جائے، تو دن میں جفت رکعتوں کی صورت میں قضا کرنا مستحب ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں اور احباب کو نفع بخش وصیتیں کرتا رہے۔

۲)رسول اللہ ﷺ کا کسی ایک فرد کو کیا گیا خطاب دراصل پوری امت کے لیے ہدایت اور پیغام ہوتا ہے۔

۳)بعض تقرب کا عمل ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑا ہونے باوجود اس پر زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے۔

۴)اگر کسی شخص کو غالب گمان ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھ نہیں سکے گا، تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لے، لیکن اگر کسی کو پختہ یقین ہو کہ وہ رات کے آخری پہر بیدار ہو جائے گا، تو بہتر ہے کہ وہ وتر کو مؤخر کرے۔

منگل: مجلس عقیدہ

"محمد رسول اللہ" کی گواہی

❖ "محمد رسول اللہ" کی گواہی کا مقام:

یہ کلمہ شہادت کا دوسرا رکن ہے، ان دونوں شہادتوں میں سے ایک بھی دوسری کے بغیر کافی نہیں، بلکہ دونوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے: "أشھد أن لاإلہ إلا اللہ، وأشھد أن محمداً رسول اللہ "یعنی ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں''؛ اور قطعی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کے بغیر کسی کا اسلام درست نہیں ہو سکتا؛ اسی لیے جب نبی اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف دعوتِ دین کے لیے روانہ کیا، تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: "تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو، تو تم انہیں سب سے پہلے جس بات کی دعوت دو، وہ ''لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ'' کی گواہی ہو (بخاری: ۱۴۲۵، مسلم: ۱۹)۔

❖ "محمد رسول اللہ" کی گواہی کا مفہوم:

"أشھد أن محمداً رسول اللہ" کا مطلب یہ ہے کہ پورے یقین سے اس بات کی تصدیق اور اقرار کیا جائے کہ: محمد بن عبد اللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو وحی اور رسالت کے لئے منتخب فرمایا، آپ کو تمام جن وانس کی طرف حق ودین کی دعوت دینے کے لیے مبعوث کیا، اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں)[الاعراف: ۱۵۸]، اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا * وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ (اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا، اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے)[الاحزاب: ۴۵-۴۶]، اور فرمایا: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں)[الاحزاب: ۴۰]۔

❖ "محمد رسول اللہ" کی گواہی کے تقاضے:

"محمد رسول اللہ" کی گواہی کے چار لازمی تقاضے ہیں، جن کے بغیر یہ گواہی صحیح اور معتبر نہیں ہو گی، وہ تقاضے درج ذیل ہیں:

۱) آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت۔

۲) آپ ﷺ کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق۔

۳) جن باتوں سے آپ ﷺ نے روکا اور منع کیا، ان سے اجتناب۔

۴) اللہ کی عبادت صرف اسی طریقے پر کرنا جو آپ ﷺ نے مقرر کیا۔

بدھ: مجلس فقہ

وضو کے فرائض

وضو کے فرائض: یہ وضو کے وہ ارکان ہیں جن کے بغیر وضو درست نہیں ہوتا، اور یہ چھ (٦) ہیں، جن کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید کی آیتِ وضو میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

(اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو (یعنی ارادہ کرو)، تو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لیا کرو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو) [المائدۃ، آیت: ٦]۔

اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

١) پورے چہرے کو دھونا: چہرے کے دھونے میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا شامل ہے، کیونکہ منہ اور ناک چہرے کا حصہ ہیں، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے وضو میں کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، لمبائی میں چہرے کی حدود: پیشانی کے اوپر سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک، اور چوڑائی میں: ایک کان سے دوسرے کان تک۔

داڑھی بھی چہرے کا حصہ ہے، اس لیے اس کا دھونا واجب ہے، گرچہ داڑھی لمبی ہو، اس کو دھونے کا طریقہ یوں ہے: اگر داڑھی ہلکی ہو تو اس کا ظاہری حصہ کا دھونا اور اندرونی حصے کا خلال کرنا واجب ہے، اور اگر داڑھی گھنی ہو (یعنی جلد ظاہر نہ ہو)، تو صرف ظاہری حصے کو دھونا واجب ہے، اور اندرونی حصے کا خلال کرنا مستحب ہے۔

٢) دونوں ہاتھوں کو دھونا: انگلیوں کے سرے سے لے کر کہنیوں تک؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی کہنیوں پر پانی پہنچایا (دار قطنی: ١/٨٣)۔

٣) پورے سر کا دونوں کانوں سمیت ایک بار مسح کرنا: سر کے بعض حصے کا مسح کرنا کافی نہیں ہے، اسی طرح سر کے مسح میں کانوں کو چھوڑ دینا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "دونوں کان سر کا حصہ ہیں" (ترمذی: ٣٧)۔ اور کسی طرح بھی سر کا مسح کرنا کافی ہوگا۔

تاہم سر کے مسح کی بہترین شکل یہ ہے کہ: آدمی دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے سر کے اگلے حصے پر رکھے، پھر انہیں پیچھے کی جانب گُدی تک لے جائے، پھر انہیں اسی جگہ تک لوٹائے جہاں سے آغاز کیا تھا، پھر دونوں شہادت کی انگلیاں کانوں کی سوراخ میں ڈالے اور انگوٹھوں سے کانوں کی پچھلی طرف کا مسح کرے۔

عورت کا حکم بھی وہی ہے جو مرد کا ہے، لیکن عورت اپنے بال کے لٹکے ہوئے حصے یا چوٹیوں پر مسح نہیں کرے گی۔

۴) دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا؛ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاؤں دھوئے یہاں تک کہ پنڈلی تک پانی پہنچایا (مسلم: ۲۴۶)۔

۵) ترتیب: سب سے پہلے چہرہ، پھر ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر پاؤں دھوئے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے وضو کی آیت میں ترتیب کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے بھی وضو ترتیب کے ساتھ کیا (مسلم: ۲۳۵)۔

۶) تسلسل: اس طرح کہ وضو کے ایک عضو سے دوسرے عضو کو دھونے میں زیادہ وقفہ نہ کرے، بلکہ مسلسل ایک کے بعد دوسرا عضو دھوتا جائے، نبی کریم ﷺ پے در پے اعضا کو دھل کر وضو کرتے تھے (مسلم: ۲۳۵)۔

وضو میں ان مخصوص اعضا کے چُننے کی حکمت:

۱. یہ اعضاء بدن کا ظاہری حصہ ہیں، اور عام طور پر یہی گرد و غبار اور میل کچیل کے زیادہ اثر میں آتے ہیں۔

۲. یہی اعضاء گناہوں کے کام میں سب سے زیادہ استعمال ہوتے ہیں؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے خوب اچھی طرح وضو کیا، اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی“ (مسلم: ۲۴۵)۔

جمعرات: مجلس سیرت

نبی ﷺ کی خفیہ دعوت

جب غارِ حراء میں نبی کریم ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا، اور جبریل علیہ السلام کی پہلی بار اچانک تشریف آوری ہوئی، تو اس کے بعد جتنی مدت اللہ تعالی نے چاہی، آپ ﷺ پر کچھ نازل نہ ہوا، نہ آپ کو کچھ دکھائی دیا۔

پھر دوبارہ وحی نازل ہوئی، مگر اس بار آپ ﷺ کو دعوت دینے اور ڈرانے کا مکلف بنایا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ * قُمْ فَأَنْذِرْ * وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ * وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ * وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (اے چادر اوڑھنے والے!، اٹھو، اور خبردار کرو، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑے پاک رکھو، اور (شرک کی) گندگی سے دور رہو) [المدثر: ١—٥]۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو شرک سے ڈرائیں، اور انہیں توحید کی دعوت دیں۔

آپ ﷺ دعوت کے لئے کمربستہ ہوگئے، اور اللہ کے دین کے لئے پورے طور پر اٹھ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے خفیہ طور پر دعوت کا آغاز کیا، تو ان افراد نے اسلام قبول کیا جن کے دل اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیے تھے: آپ کے گھرانے میں سب سے پہلے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ پر ایمان لائیں، اسی طرح آپ کے زیرِ کفالت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام لائے، جن کی عمر اس وقت تقریباً دس برس تھی، وہ آپ کی کفالت میں تھے آپ ﷺ نے انہیں قحط سالی میں اپنے چچا کی مالی مدد کے لیے ان سے علی کو لے لیا تھا، اور آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا۔

گھر سے باہر جو شخصیت اسلام قبول کرنے میں بازی لے گئی وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے اسلام لاتے ہی دین کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی بھرپور مدد کی، اور دعوتِ دین میں آپ کو تقویت پہنچائی، چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر یہ عظیم شخصیات ایمان لائیں: عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوام، اور ابو عبیدہ عامر بن الجراح۔ اسی دوران اسلام میں یہ لوگ بھی داخل ہوئے: عمار بن یاسر، بلال بن رباح، جعفر بن ابی طالب، اور ارقم بن ابی الارقم جن کے گھر کو مسلمانوں نے اپنے اجتماعات کا مرکز بنایا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ دعوت تین سال تک خفیہ انداز میں جاری رہی، اور دن بدن مومنین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اب دین کو علانیہ ظاہر کریں اور لوگوں کو کھلے عام اسلام کی طرف بلائیں۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

سعد بن ابی وقاص

❖ نام ونسب اور ولادت:

ان کا نام سعد بن ابی وقاص القرشی الزہری ہے، ان کے والد "ابو وقاص" کا نام مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھا۔

سعد رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں بعثتِ نبوی سے چودہ سال قبل ہوئی۔

❖ سیرت اور فضائل:

سعد رضی اللہ عنہ کم عمری میں ہی اسلام لائے، بعض روایات کے مطابق: اسلام لانے والے وہ تیسرے شخص تھے، اور بعض کے مطابق: ساتویں شخص، وہ عشرہ مبشرہ اور اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانے والوں میں سے ایک ہیں۔

انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی، وہ اللہ کے راستے میں تیر چلانے والے سب سے پہلے صحابی تھے، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب وہ اسلامی تاریخ کی پہلی سریہ میں شامل ہوئے، جسے نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال قریش کے قافلے کے خلاف روانہ فرمایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: "یہ میرے ماموں ہے، پس کوئی شخص مجھے ان جیسا اپنا ماموں لا کر دکھائے!" (ترمذی: ۳۷۵۲)، کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتے تھے، اور نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔

غزوۂ اُحد کے دن نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "تیر چلاؤ! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں!" (بخاری: ۲۹۰۵، مسلم: ۲۴۱۱)۔

اور نبی ﷺ نے ان کے حق میں خصوصی دعا کی کہ: "اے اللہ! ان کے نشانے کو درست کر دے، اور ان کی دعا کو قبول فرما!" (حاکم: ۳/۵۰۰)۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کسری سے جنگ کرنے والے لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا، چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو جنگِ قادسیہ میں شکست دی، اور عراق میں کسریٰ کے شہروں کو فتح کیا۔

جب سنہ ۱۷ھ میں عمر کے حکم سے سعد نے کوفہ کی بنیاد رکھی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا، مزید برآں، عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے جن چھ لوگوں کو خلیفہ چننے کے لئے متعین کیا تھا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

سعد رضی اللہ عنہ زہد، ورع والے اور فتنوں سے دوری بنانے والے شخص تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک وصیت یہ بھی کی تھی کہ: "اے میرے بیٹے! جب تم نماز کا ارادہ کرو، تو وضو کو خوب اچھی طرح کرو، اور ایسی نماز پڑھو گویا کہ تمہیں نماز پڑھنے کا موقع پھر نہیں ملے گا، اور حرص و طمع سے بچو، کیونکہ وہ فوراً ملنے والی محتاجی ہے، اور دنیا سے بے نیازی اختیار کرو، کہ یہی اصل مالداری ہے، اور ایسے قول و فعل سے دور رہو جس پر بعد میں معذرت کرنی پڑے، اور جو تمہیں درست نظر آئے کرو۔" (زہد امام احمد: ۱۴۹)۔

❖ وفات:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات سنہ ۵۵ھ میں عقیق میں ہوا، اور آپ کو مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا، آپ مہاجرین میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی تھے۔

	آٹھویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: ٹھنڈی کے موسم میں قریش کہاں کا سفر کرتے تھے؟		ا
	[ا] یمن	[ب] شام	[ج] حبشہ
مجلس حدیث	سوال: چاشت کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟		ج
	[ا] فجر کے بعد سے	[ب] طلوع آفتاب سے	[ج] ایک نیزہ کے برابر سورج کے بلند ہونے سے
مجلس عقیدہ	سوال: ''محمد رسول اللہ'' کی شہادت کا مطلب کیا ہے؟		ب
	[ا] نبی ﷺ کی زندگی اور سیرت کی تفصیلات کا علم ہونا	[ب] یہ اقرار کہ آپ حقیقت میں اللہ کے رسول ہیں وحی اور رسالت کے لئے اللہ نے آپ کو چنا ہے	[ج] ان کے صحابہ کی تعظیم اور ان کی بیویوں کی عزت کرنا
مجلس فقہ	سوال: وضو کے فرائض کتنے ہیں؟		ج
	[ا] چار	[ب] پانچ	[ج] چھ
مجلس سیرت	سوال: خفیہ دعوت کتنے سالوں تک رہی؟		ا
	[ا] تین سال	[ب] چار سال	[ج] پانچ سال
مجلس صحابہ	سوال: سعد بن ابی وقاص کی خصوصیت میں سے ہے کہ وہ:		ا
	[ا] سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلانے والے ہیں	[ب] اسلام کے سب سے پہلے شہید ہیں	[ج] انصار میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں

نواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الماعون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ (١) فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ (٢) وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ (٣) فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ (٤) الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (٥) الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (٦) وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (٧)﴾

[کیا تونے (اسے بھی) دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ (١) یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (٢) اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (٣) ان نمازیوں کے لئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے (٤) جو اپنی نماز سے غافل ہیں (٥) جو ریاکاری کرتے ہیں (٦) اور برتنے کی چیز روکتے ہیں (٧)]

❖ سورہ کا مضمون:

اس سورہ میں قیامت کو جھٹلانے والے لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں، ان کا تعارف کرایا گیا ہے، ان کے افعال کی مذمت کی گئی، اور ان جیسے دیگر لوگوں کو ان سے خبر دار کیا گیا ہے۔

❖ سببِ نزول:

اس سورہ کا ابتدائی حصہ: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ * فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ * وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوا، جبکہ باقی حصہ: ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ﴾ سے آخر تک عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول منافق کے بارے میں نازل ہوا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

يُكَذِّبُ بِالدِّينِ: قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے۔

يَدُعُّ الْيَتِيمَ: یتیم کو سختی اور بے رحمی سے دھکیل کر اس کے حق سے محروم کرتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ: اور دوسروں کو اس کی ترغیب نہیں دیتا ہے۔

فَوَيْلٌ: پس سخت عذاب ہے۔

سَاھُونَ: نماز کی پرواہ نہیں کرتے ہیں، اسے اس کے وقت سے موخر کرتے ہیں، اور اس کے صحیح طریقے پر اسے ادا نہیں کرتے ہیں۔

یُرَاءُونَ: وہ لوگ اپنے اعمال صرف دکھاوے کے لیے کرتے ہیں۔

وَیَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ: وہ دوسروں کو وہ معمولی چیز بھی عاریۃ (عارضی طور پر) نہیں دیتے جس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسے برتن وغیرہ۔

❖ اجمالی مفہوم:

سورہ الماعون اس شخص کے اوصاف کی شدید مذمت کرتی ہے جو قیامت اور جزاو سزا کے دن کو جھٹلاتا ہے، اس کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ یتیم کو دھتکارتا اور اس پر ظلم کرتا ہے، نہ تو اس پر رحم کرتا ہے، اور نہ اسے اس کا حق دیتے ہیں، اسی طرح اس کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ نہ خود کو مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ کرتا ہے اور نہ کسی کو ترغیب دیتا ہے۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے ایسے نمازیوں کو ''ویل'' کی دھمکی دی ہے جو نماز سے غافل ہوتے ہیں؛ چنانچہ وہ یا تو اسے اس کے معینہ وقت سے موخر کردیتے ہیں، یا تو کبھی اسے چھوڑ دیتے ہیں اور پڑھتے ہی نہیں، یہی لوگ دراصل منافق ہیں جو عبادات اور نیکیوں کے کام صرف اس لیے کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں دیکھیں، یہ لوگ دوسروں کے ساتھ بھلائی نہیں کرتے اور نہ ہی نفع بخش سامان سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں جیسے ہانڈی، کلہاڑی اور ڈول وغیرہ۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) قیامت پر ایمان رکھنے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کرے۔

۲) یتیم کی عزت کرنے، مسکین کو کھانا کھلانے، اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی فضیلت۔

۳) نماز کی پابندی کا وجوب، اور اس کے وقت سے اسے موخر کرنے کی وعید۔

۴) عمل میں اخلاص کا وجوب، اور ریاکاری اور شہرت طلبی پر وعید۔

۵) بھلائی کے کاموں کی ترغیب، جیسے کہ مال سے کسی کی مدد کرنا، یا زائد سامان کسی کو عاریۃ دینا۔

سوموار: مجلس حدیث

مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے تنبیہ

ابو صرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے، اللہ اسے نقصان پہنچائے گا، اور جو کسی مسلمان کے لیے سختی پیدا کرے، اللہ اس پر سختی کرے گا" (ابو داود: ۱۹۴۰، ابن ماجہ: ۲۳۴۲)۔

❖ شرح:

یہ حدیث دو اہم معنی پر دلالت کرتی ہے:

پہلا: مسلمانوں کو ان کے بدن، اہل وعیال، مال، اولاد میں، تکلیف اور نقصان پہنچانے، اور انہیں مشقت میں ڈالنے کی حرمت۔ اور جو شخص ایسا کرے گا اللہ خود اسے اس کا بدلہ اور اس کی سزا دے گا۔

مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے کی مثالوں میں سے ہے: مکر وفریب، کاروباری معاملات میں دھوکہ دینا، عیب چھپانا، غلط بیانی کرنا، ساجھی دار کا دوسرے ساتھی کو، اور پڑوسی کا دوسرے پڑوسی کو ضرر پہنچانا، اسی طرح شوہر کا ناحق طلاق کا خوف دلا کر بیوی کو مال کے عوض علیحدگی پر مجبور کرنا، یا اسے لٹکا کر رکھنا کہ نہ طلاق دے اور نہ ساتھ نبھائے، یا نقصان پہنچانے کی غرض سے اس سے رجوع کر لینا، یا دو بیویوں میں سے ایک کی طرف میلان رکھنا، وغیرہ۔

دوسرا: جزا وسزا میں عمل کے مطابق بدلہ: چنانچہ جو شخص ایسا عمل کرے جو اللہ کو محبوب ہو تو اللہ اس سے محبت رکھے گا، اور جو ایسا عمل کرے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے تو اللہ اسے ناپسند کرے گا، جو کسی مسلمان کے ساتھ آسانی برتے گا اللہ اس کے ساتھ دنیا اور آخرت میں آسانی برتے گا، جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے گا اللہ اسے نقصان پہنچائے گا، اور جو کسی کو مشقت میں ڈالے گا اللہ اسے مشقت میں ڈالے گا، اسی طرح ہر عمل کے مطابق اس کا بدلہ ہوگا۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ کے عدل ورحمت کا کمال یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کی آپسی ایذا رسانی، اور ایک دوسرے کو مشقت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے، اور انہیں مہربانی اور بھائی چارے کا حکم دیا ہے۔

۲) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جس پر اس کی حمد بیان کرنا چاہیئے کہ اس نے ہر عمل کے مطابق اس کا بدلہ مقرر کیا ہے: چاہے وہ اچھا عمل ہو یا برا۔

۳) کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے۔

۴) اللہ کے نزدیک مسلمان کی ایک عزت و حرمت ہے، اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ اسے پامال کیا جائے۔

منگل: مجلس عقیدہ

رسول اللہ ﷺ کی محبت واجب ہے

سب سے عظیم محبت جو بندے پر سب سے پہلے واجب ہے وہ اللہ عزوجل کی محبت ہے؛ کیونکہ یہ محبت کی تمام اقسام میں سب سے عظیم ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (اور جو لوگ ایمان لائے، وہ اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں) [البقرہ: ۱۶۵]؛ کیونکہ وہی ساری مخلوقات کا پیدا کرنے والا رب ہے، اور اپنے بندوں کو تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازنے والا ہے۔

پھر اللہ کی محبت کے بعد، اس کے رسول محمد ﷺ کی محبت ہے؛ کیونکہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی طرف بلایا، اللہ کی معرفت کروائی، اس کی شریعت کو پہنچایا، اور اس کے احکام کو بیان فرمایا، چنانچہ جو بھی خیر اہلِ ایمان کو دنیا و آخرت میں حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے وہ سب اسی رسول کے ذریعے ان تک پہنچایا، اور کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی ﷺ کی پیروی اور ان کی سنت کی اقتدا نہ کرے۔

پس انہیں وہ بلند مرتبہ ملا جسے اللہ نے خود ان کے لیے مقرر فرمایا؛ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس کی مخلوق میں سے چنیدہ، تمام رسولوں میں سب سے کامل، تمام مخلوقات میں سب سے افضل، اور خاتم الانبیاء ہیں، اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے، اور اس کا سب سے زیادہ تقویٰ رکھنے والے ہیں، اللہ نے انہیں تمام جنّ و انس کی طرف بھیجا، اور ان سب پر ان کی اطاعت اور پیروی کو فرض کیا، اللہ نے ان کا سینہ کشادہ فرمایا، ان کا ذکر بلند کیا، اور جو ان کے حکم کی مخالفت کرے اللہ نے ذلت اور پستی اس کے مقدر میں لکھ دی۔

اور وہی ہیں جنہیں "مقام محمود" عطا کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (امید ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے گا) [اسراء: ۷۹]، اور یہ وہ مقام ہے جس میں اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن لوگوں کے لیے شفاعت کے لیے کھڑا کرے گا تاکہ وہ قیامت کی ہولناکی سے انہیں راحت دیں۔

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے مقام کو بلند فرمایا، اس نے خود نبی ﷺ پر درود بھیجا، اور اس کے فرشتوں نے بھی، اور اس نے اپنے بندوں کو نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ

وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو)[الاحزاب:٦٥]۔

اور نبی ﷺ سے محبت کرنا فرض ہے اور ایمان ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں جس میں ہوں، وہ ایمان کی مٹھاس پا لیتا ہے: یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، یہ کہ وہ کسی شخص سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے، اور یہ کہ کفر میں واپس جانا اسے اتنا ہی ناپسند ہو جتنا آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے" (بخاری:١٦، مسلم:٤٣)۔اور نبی ﷺ کی محبت کو اللہ کی محبت کے سوا تمام محبتوں پر فوقیت دینا ضروری ہے ؛جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے بیٹے، اس کے والد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" (بخاری:١٥، مسلم:٤٤)۔

بدھ: مجلس فقہ

وضو کی سنتیں

وضو کی سنتیں: یہ وہ اعمال ہیں جن کا وضو کے وقت کرنا مستحب ہے، جو شخص انہیں انجام دے اسے ثواب ملے گا،اور جو انہیں ترک کردے اس پر کوئی گناہ نہیں، یہ سنّتیں درج ذیل ہیں:

۱)وضو کے آغاز میں بسم اللہ کہنا؛ کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے(احمد:۴۱۸/۲،ابوداود:۱۰۱)۔

۲)مسواک کرنا: کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی، تو میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا" (بخاری نے تعلیقاروایت کیا ہے:۱۹۳۴)۔

۳) وضو کے آغاز میں دونوں ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھونا: نبی ﷺ یہ عمل وضو کرتے ہوئے کرتے تھے(مسلم:۲۳۵)۔

۴) غیر روزے دار کا کلی کرنااور ناک میں خوب پانی چڑھانا؛ نبی ﷺ نے فرمایا:’’(وضو کرتے ہوئے) ناک میں خوب پانی چڑھاؤ، سوائے اس کے کہ تم روزے سے ہو‘‘ (ابوداود:۱۴۲،نسائی:۸۷)۔

۵)اعضاءِ وضو کو دھوتے وقت ہاتھ سے رگڑنا: یہ نبی ﷺ کا عمل تھا کہ جب وضو کرتے، تو اپنے دونوں ہاتھ کو رگڑتے تھے(ابن حبان:۱۰۸۲، بیہقی:۱۹۶/۱)۔

۶) گھنی داڑھی کا خلال کرنا تاکہ پانی اندر تک پہنچ جائے: حدیث میں کہ "نبی ﷺ اپنی ٹھوڑی کے نیچے پانی داخل کرتے اور اس سے داڑھی میں خلال کرتے" (ابوداود:۱۴۵)۔اور اگر داڑھی ہلکی ہو تو اس کا خلال کرنا واجب ہے۔

۷)دائیں جانب سے آغاز کرنا: اس سے مراد دائیں ہاتھ اور پاؤں کو بائیں سے پہلے دھونا ہے۔ حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ اپنی استطاعت کے مطابق ہر معاملے میں دائیں جانب سے آغاز کرنا پسند فرماتے تھے؛ جیسے جوتے پہننے، کنگھی کرنے اور اپنے تمام کاموں میں (بخاری:۴۲۶، مسلم:۲۶۸)۔

٨) چہرے، دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو تین تین بار دھونا: البتہ واجب صرف ایک بار دھونا ہے۔ حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ نے وضو میں اعضاء کو کبھی ایک بار، کبھی دو بار، اور کبھی تین بار دھویا(بخاری: ١٥٧، مسلم: ٢٢٦)۔

٩)وضو کے بعد وارد شدہ دعا پڑھنا: رسول ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور اس کے بعد کہے: «أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله» تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے" (مسلم: ٢٣٤)۔ امام ترمذی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: «اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين» (ترمذی: ٥٥)۔

وضو کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی مناسبت:

وضو کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی مناسبت یہ ہے کہ جب بندہ وضو کے ذریعہ ظاہری طہارت مکمل کر لیتا ہے، تو اس کے بعد توحید اور توبہ کے ذریعہ باطنی طہارت حاصل کرنا مناسب ہو جاتا ہے، لہذا جب انسان کے لیے یہ دونوں طہارتیں (پاکیزگیاں) جمع ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے، اس کے سامنے کھڑے ہونے اور اس سے سرگوشی کرنے کے لائق بن جاتا ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

اعلانیہ دعوت

نبی کریم ﷺ تین سال تک خفیہ دعوت دیتے رہے؛تاکہ مشرکین کی ایذارسانی سے محفوظ رہیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ آپ حق کا واضح اعلان کر دیں اور دعوت کو اعلانیہ پیش کریں، چنانچہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ (پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے! اور مشرکوں سے منھ پھیر لیجئے)[الحجر:۹۴]۔اور حکم ہوا کہ خاص طور پر اپنے گھرانے اور قریبی رشتہ داروں کو اعلانیہ دعوت دیں، اللہ نے فرمایا: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (اپنے قریبی رشتہ والوں کو ڈرا دیں) [الشعراء:۲۱۴]۔

اس پر آپ ﷺ نے بنو ہاشم اور ان کے ساتھ بنو مطلب کے افراد کا رخ کیا، اور آپ صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو آواز دینے لگے یہاں تک کہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ تب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر نکلنے والا ہے جو تم پر حملہ کر دے گا، تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟" انہوں نے جواب دیا: "ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تو جان لو کہ میں تمہیں ایک سخت عذاب آنے سے پہلے خبردار کرنے والا ہوں۔" یہ سن کر ابولہب نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت ہو! کیا تُو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا ہے؟" (بخاری:۴۹۷۳، مسلم:۲۰۸)۔

پھر رسول اللہ ﷺ صبر و تحمل اور ثواب کی امید کرتے ہوئے لوگوں کو مسلسل دعوت دیتے رہے، نہ کوئی روکنے والا آپ کو روک سکا، نہ کوئی اس کام سے آپ کو پھیر سکا، اور نہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا آپ پر اثر ہوا، آپ ﷺ دن ورات، خفیہ اور اعلانیہ اللہ کی طرف بلاتے رہے؛ بڑوں اور چھوٹوں، مردوں اور عورتوں، کالے اور گورے سب کو دعوت دیتے رہے۔

آپ کی اعلانیہ دعوت اور مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ مشرکین کو ناگوار گزرا، آپ ﷺ کا ان کے بتوں کو برا کہنے اور انہیں بے نفع و نقصان بتانے نے مشرکین کو غصہ میں مبتلا کر دیا، چنانچہ انہوں نے آپ سے دشمنی کا اعلان کر دیا، اور کھلم کھلا آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے لگے، گالی گلوچ کرنے لگے، اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے انہیں تکلیف، اذیت اور بائیکاٹ کا نشانہ بنایا۔

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی حفاظت فرمائی اور آپ کو آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعے تحفظ فراہم کیا؛ کیونکہ ابو طالب قریش کے درمیان معزز تھے اور ان کی بات مانی جاتی تھی، وہ ابو طالب کے احترام میں محمد ﷺ کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانے کی جرأت نہ کرتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ابو طالب آپ سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

سعید بن زید رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ولادت:

آپ کا نام: سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن رِیاح ہے۔

آپ کی ولادت بعثتِ نبوی سے تیرہ سال قبل ہوئی، آپ کے والد "زید بن عمرو" دینِ حنیف کے پیروکار تھے، جو سرزمینِ شام میں ابراہیم علیہ السلام کے دین کی تلاش میں سفر کرتے ہوئے، حق کی جستجو میں تھے، بتوں کے نام پر قربانی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی مردار اور خون کھاتے تھے، تاہم وہ اسلام کا زمانہ نہ پاسکے اور بعثت سے پہلے ہی انتقال کر گئے (سیر اعلام النبلاء: ۱/۱۲۶)۔

سیرت اور فضائل:

سعید بن زید رضی اللہ عنہ سابقین اولین مسلمانوں میں سے تھے، ابتدائی مہاجرین میں سے تھے، اور اُن دس صحابہ میں شامل تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

آپ نے غزوہ بدر میں (مال غنیمت میں) حصہ اور ثواب کے اعتبار سے شرکت کی، پھر آپ بدر کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بھرپور ساتھ رہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم جنگ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہوتے تھے، اور نماز میں آپ کے پیچھے ہوتے تھے۔" (اسد الغابہ: ۲/۲۳۷)۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن زید کی بہن عاتکہ سے شادی کی، اور سعید بن زید نے عمر کی سگی بہن فاطمہ بنت خطاب سے شادی کی، آپ نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، لیکن حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی، کیونکہ آپ قریش کے معزز لوگوں اور سرداروں میں سے تھے، اس لیے آپ کو وہ اذیت نہیں پہنچی جو دیگر کمزور مسلمانوں کو پہنچتی تھی۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ انتہائی متقی، پرہیز گار اور مستجاب الدعوات صحابی تھے، اس سلسلے میں مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت نے مدینہ کے گورنر مروان بن حکم کے پاس آپ کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ سعید نے میری زمین پر ظالمانہ قبضہ کر لیا ہے۔ مروان نے انہیں طلب کیا تو سعید نے فرمایا: "کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں نے اس پر ظلم کیا ہے؟ جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ”جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلم سے حاصل کی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک کا طوق پہنایا جائے گا“۔ اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی بینائی چھین لے اور اسی کی زمین پر اسے موت دے۔" راوی کہتے ہیں: "وہ عورت مرنے سے پہلے نابینا ہو گئی، میں نے اسے دیکھا کہ وہ دیواریں ٹٹولتی پھرتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھے سعید بن زید کی بد دعا لگ گئی ہے۔ پھر ایک دن وہ اپنی زمین پر چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر ہلاک ہو گئی۔" (مسلم: ۱۶۱۰)۔

وفات:

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات عقیق کے مقام پر سنہ ۵۱ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ستر برس سے کچھ زیادہ تھی، آپ کو مدینہ منورہ لے جایا گیا اور وہیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنایا، آپ کی نمازِ جنازہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، اور قبر میں عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم نے آپ کو اتارا۔ اہلِ مدینہ آپ کی وفات پر بہت زیادہ غمزدہ ہوئے۔

	نویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:[ماعون سے منع کرتے ہیں]اس کا مفہوم کیا ہے؟		ب
	[ا] مستحقین کو زکات نہیں دیتے	[ب]عاریۃ ایسی چیز نہیں دیتے جوان کے لئے نقصان کا باعث نہیں جیسے برتن وغیرہ	[ج] میراث کو ہڑپ کرجاتے ہیں
مجلس حدیث	سوال:حدیث: جو کسی مسلم کو نقصان پہنچائے گا اللہ اسے نقصان سے دوچار کرے گا،یہ دلیل ہے اس پر کہ:		ب
	[ا]ایمان گھٹتا بڑھتا ہے	[ب] عمل کے مطابق بدلہ ہے	[ج]خوش بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت لے
مجلس عقیدہ	سوال:ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں کیونکہ:		ج
	[ا] عرب کے سب سے بہتر قبیلہ سے آپ کا تعلق تھا	[ب] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں باپ دونوں اعتبار سے یتیم تھے	[ج] آپ ہی نے اللہ کی طرف دعوت دی، اس کی معرفت کرائی، اس کی شریعت پہنچائی، اس کے احکام کو بیان کیا
مجلس فقہ	سوال:وضو کی سنتوں میں سے ہے:		ب
	[ا]پے درپے دھلنا	[ب]مسواک کرنا	[ج]پورے سر کا مسح کرنا
مجلس سیرت	سوال:کس نے کہا تھا:"تیرے لیے ہلاکت ہو!کیاتُو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا ہے":؟		ب
	[ا]ابوجہل	[ب]ابولہب	[ج]ابوسفیان
مجلس صحابہ	سوال:سعید بن زید نے...............سے شادی کی تھی؟		ج
	[ا]فاطمہ بنت قیس	[ب]فاطمہ بنت اسد	[ج]فاطمہ بنت خطاب

دسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

ساؤنڈ کلاؤڈ یوٹیوب ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الکوثر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ(١) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ(٢) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ(٣) ﴾

[یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر دیا ہے (۱) پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر (۲) یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے (۳)]

❖ سورہ کا مضمون:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ کو بہت زیادہ بھلائی (کوثر) عطا فرمانا، اور آپ ﷺ کا دفاع کرنا۔

❖ شانِ نزول:

روایت میں آتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے قاسم کا انتقال ہوا تو عاص بن وائل اور مشرکین کے ایک گروہ نے کہا: "محمد بے اولاد ہو گئے! "یعنی آپ کے بعد آپ کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی جس میں مشرکین کو جواب دیا گیا، اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی، نیز آپ ﷺ اور آپ کی امت کو خیرِ کثیر (کوثر) کی بشارت سنائی گئی۔

❖ مشکل الفاظ کی تشریح:

الْكَوْثَرَ: بہت زیادہ خیر و بھلائی، اسی میں سے جنت کا حوض کوثر ہے۔

وَانْحَرْ: اپنی قربانی صرف اللہ کے لیے ذبح کرو۔

شَانِئَكَ: آپ سے بغض رکھنے والا اور آپ کو ناپسند کرنے والا۔

الْأَبْتَرُ: جس کا نام ونشان مٹ جائے، ہر قسم کی خیر سے کٹا ہوا شخص۔

❖ اجمالی معنی:

سورہ الکوثر مکی سورتوں میں سے ہے، اور یہ قرآنِ کریم کی سب سے مختصر سورہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں اپنے رسول ﷺ پر خیرِ کثیر اور دنیا و آخرت کی عظیم نعمتیں عطا فرما کر احسان کیا ہے، ان نعمتوں میں سے جنت کی ایک نہر بھی ہے جسے "الکوثر" کہا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الکوثر جنت میں ایک نہر ہے، جس کے دونوں

کنارے سونے کے ہیں،اس کی روانی موتیوں اور یاقوت پر ہے،اس کی مٹی مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے،اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا،اور برف سے زیادہ سفید ہے۔"(ترمذی:۳۳۶۱)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اس ربانی اعزاز پر اس کا شکر ادا کریں،اس طرح کہ خالص اس کی رضا کے لیے نماز قائم کریں،اور اس کے تقرب کے لئے اپنے بہترین مال سے قربانی پیش کریں۔

پھر سورہ کے خاتمے میں آپ ﷺ کو بشارت دی گئی کہ آپ کا دشمن ہر بھلائی سے کٹ جائے گا،اس کا نام مٹ جائے گا،اور اس کا ذکر ہر زبان سے ختم ہو جائے گا۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱)نبی ﷺ کی اپنے رب کے نزدیک عزت،آپ کا تحفظ،اور دنیا و آخرت میں آپ کی تکریم۔

۲)جس شخص نے نبی ﷺ یا آپ کی لائی ہوئی کسی بات سے بغض رکھا،وہ کافر ہے۔

۳)اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر فوراً شکر ادا کرنا ضروری ہے،اور یہ کہ شکر کرنے سے نعمتیں باقی رہتی ہیں اور بڑھتی ہیں۔

۴)قربانی،ہدی(حج کی قربانی)،یا عقیقہ میں اللہ کی عبادت کی غرض سے خون بہانے کی ترغیب۔

۵)نماز کی ادائیگی پر ہمیشگی برتنا اور اللہ کے لیے قربانی کرنا نعمتوں کے تئیں سب سے عظیم شکر ہے۔

سوموار: مجلس حدیث

طاقتور مومن کی بہتری

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "طاقتور مومن، اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے، اور دونوں میں خیر ہے۔ ایسی چیز کے حاصل کرنے کی کوشش کرو جو تمہیں نفع دے، اور اللہ سے مدد مانگو، اور عاجز مت بنو، اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ مت کہو: اگر میں یوں کرتا تو ایسا ہو جاتا، بلکہ یہ کہو: اللہ کا فیصلہ (مقدر) تھا، اور جو اس نے چاہا وہی کیا؛ کیونکہ 'اگر مگر' شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔" (مسلم: ۲۶۶۴)۔

❖ شرح:

رسول اللہ ﷺ اس حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ مومن خیر و بھلائی، ایمان کی قوت، اللہ سے محبت اور دین پر عمل میں مختلف ہوتے ہیں، ان تمام اعمال میں ان کے مختلف درجات ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ﴾ (اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے الگ الگ درجے ہیں)[آل عمران: ۱۶۳]۔ اور یہ کہ ایمان میں قوی مومن اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے، تاہم کمزور مومن سے بھلائی کا انکار نہیں کیا گیا، کیونکہ وہ بھی ایمان رکھتا ہے، البتہ قوی مومن کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے، جبکہ ضعیف مومن کا فائدہ صرف خود اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے۔

پھر نبی ﷺ نے اپنی امت کو ایک جامع وصیت فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ جو چیز ان کے دین اور دنیا کے لیے نفع بخش ہو اس میں محنت کریں، ساتھ ہی اللہ سے مدد طلب کریں، اور سستی، کاہلی سے بچیں، کوشش اور پوری طاقت صرف کرنے کے بعد بھی اگر کوئی چیز نہ حاصل ہو تو دل اللہ کی قضا و قدر پر مطمئن رہے، نفس میں راحت ہو، اور اسے ان اسباب کو ترک کرنے سے منسوب نہ کرے جن کے بارے میں اس کا گمان تھا کہ اگر وہ انہیں اپناتا تو وہ نفع دیتے؛ کیونکہ "اگر، مگر کرنا" اس حال میں شیطان کے لئے دروازہ کھولتا ہے کہ وہ وسوسہ، پچھتاوہ، غم اور اللہ کی تقدیر پر ایمان و رضا کو کمزور کر کے حاوی ہو جائے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱)ایمان،اہلِ ایمان کے درمیان درجات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے،اور لازم ہے کہ اس کی تکمیل کی جائے اور اسے مضبوط کیا جائے۔

۲) نفع بخش اعمال میں قوت، سرگرمی مستحب ہے۔

۳)جس شخص کا ایمان میں کمزوری ہو،اسے حقیر جاننے یا اس کی اہانت کرنے کی ممانعت۔

۴)مسلمان کو چاہیے کہ دین کے نفع بخش امور میں دلچسپی رکھے؛جیسے: علم نافع حاصل کرنا،نیک عمل کرنا۔

۵) مسلمان کو چاہئے کہ نفع بخش دنیاوی امور کے لئے کوشش کرے؛ جیسے: اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پوری کرنے کے لئے روزی کمانا۔

۶)تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور صرف اسی پر بھروسا کرنا واجب ہے۔

۷) نفع بخش اسباب کو اختیار کرنا واجب ہے، مگر ان پر یا خود پر اعتماد نہ کرلے۔

۸)اللہ کی قضاوقدر پر ایمان رکھنے کا وجوب،اور مسلمان کی زندگی کی پائیداری میں اس کا اثر۔

منگل: مجلس عقیدہ

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے

رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ان کی تعظیم کی عظیم ترین صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی سنت کی تعظیم کی جائے اور اس پر عمل کیا جائے؛ کیونکہ سنتِ نبوی رتبے، تعظیم اور عمل میں قرآنِ کریم کے بعد ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى * إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو صرف وحی ہے جو اُن پر نازل کی جاتی ہے)۔[النجم:۳-۴]۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں چالیس سے زائد مقامات پر آپ کی اطاعت کرنے اور آپ کے اسوہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو)[النساء:۵۹]۔ اور فرمایا: ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی)[النساء: ۸۰]۔ اور فرمایا: ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)[النور:۵۶]۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ آپ ﷺ میں ان کی امت کے لیے بہترین نمونہ ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (یقیناً رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے، اُس کے لیے جو اللہ سے اور یومِ آخرت سے امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے)[الاحزاب:۲۱]۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ آیتِ کریمہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال میں ان کی پیروی کے حوالے سے ایک عظیم اصول ہے۔" (تفسیر ابن کثیر: ۶/۳۵۰)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ اور گناہوں کی مغفرت کا سبب قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (کہہ دو: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے)[آل عمران:۳۱]۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول کی نافرمانی کو گمراہی قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا

يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾(پھر اگر وہ آپ کی بات نہ مانیں تو جان لو کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور اُس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا)[(القصص:۵۰]۔

اور اللہ تعالی نے رسول کی نافرمانی کو عذاب کے آنے اور فتنے کے برپا ہونے کا سبب قرار دیا ہے، فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(پس وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی فتنہ نہ آجائے یا کوئی دردناک عذاب نہ آپڑے)[النور:۶۳]۔یعنی ان کے دلوں میں فتنے آسکتے ہیں، جیسے: کفر، یا نفاق، یا بدعت، یا انہیں دنیا یا آخرت میں دردناک عذاب پہنچ سکتا ہے۔

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا مطلب ہے اُن کے احکام کو ماننا اور اُن کی منع کردہ چیزوں سے بچنا، اسی طرح یہ بھی اطاعت میں شامل ہے کہ عبادات کو ویسے ہی ادا کیا جائے جیسے رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا۔" (بخاری:۶۳۱، مسلم:۶۷۴)۔ اور فرمایا: "مجھ سے اپنے مناسک (حج وعمرہ کے اعمال) سیکھ لو۔" (مسلم:۱۲۹۷)،اور فرمایا: "جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، وہ مردود ہے۔" (بخاری:۲۶۹۷، مسلم:۱۷۱۸)۔

بدھ: مجلس فقہ

وضو کے متعلق عام غلطیاں اور خلاف ورزیاں

وضو کرتے وقت لوگوں میں بعض عام غلطیاں اور خلاف ورزیاں پائی جاتی ہیں، جن سے بچنا لازم ہے۔ ان خلاف ورزیوں میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱. نیت کو زبان سے ادا کرنا: یہ غلط ہے؛ کیونکہ مطلوبہ نیت کا مقام دل ہے، اور زبان سے اسے ادا کرنا مشروع نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے ایک بھی مرتبہ زبان سے نیت کرنے کا ثبوت نہیں ملتا، اور ایسا کرنے میں جو مشقت اور تشدد ہے وہ ظاہر ہے۔

۲. وضو مکمل طور پر نہ کرنا: یعنی تمام اعضاء وضو پر پانی نہ پہنچانا، نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ناخن کے برابر پاوں میں جگہ کو خشک چھوڑ دیا تھا، تو فرمایا: "لوٹ جاؤ اور اچھے طریقے سے وضو کرو" (مسلم: ۲۴۳)۔ اور اس شخص سے کہا جس نے پورے پاوں پر پانی پہنچانے میں کوتاہی کی تھی: "ایڑیوں کے لیے آگ کی وعید ہے۔" (بخاری: ۱۶۵، مسلم: ۲۴۲)۔

۳. فضول خرچی، اور بہت زیادہ پانی بہانا، اس سے منع کیا گیا ہے، اور ایسا کرنے کا شمار اچھی طرح وضو کرنے میں نہیں ہوتا، بلکہ اچھی طرح سے وضو کرنے کا مطلب ہے: سارے اعضاء وضو پر مکمل طور سے پانی پہنچانا، نہ کہ زیادہ پانی بہانا۔ اور روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ ایک "مد" سے وضو اور ایک "صاع" سے غسل فرمایا کرتے تھے (بخاری: ۲۰۱، مسلم: ۳۲۵)۔

۴. ایسی چیزوں کو زائل نہ کرنا جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکتی ہیں: جیسے موم، آٹا، پینٹ، نیل پالش جو عورتوں کے درمیان معروف ہے۔

۵. صرف وضو کے شروع میں ہتھیلیوں کو دھونے پر اکتفا کرنا، اور بعد میں ہاتھوں کے ساتھ انہیں نہ دھونا: صحیح یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو انگلیوں کے سروں سے کہنیوں تک دھویا جائے، یاد رہے کہ ہتھیلیوں کو وضو کے شروع میں دھونا مستحب ہے، لیکن ہاتھوں کے ساتھ انہیں دھونا واجب ہے۔

۶. سانس کے ساتھ ناک کے اندر پانی نہ کھینچنا، اور ناک کا صرف باہری حصہ دھونا۔

۷. وضو کے اعضاء کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔

۸. پورے سر کا مسح نہ کرنا، اور صرف آگے کے بالوں کا مسح کرنا اس ڈر سے کہ بالوں کی ترتیب خراب نہ ہو۔

9. بعض لوگوں کا یہ گمان کرنا کہ استنجا وضو کا حصہ ہے چنانچہ جب وہ نماز کے لئے وضو کرنا چاہتے ہیں تو پہلے استنجا کرتے ہیں، جو کہ غلط ہے؛ کیونکہ استنجا وضو کا حصہ نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق قضاء حاجت سے ہے، اور وضو کے وقت دوبارہ استنجا کی ضرورت نہیں۔

۱۰. وضو کے دوران انگوٹھی یا گھڑی کو حرکت نہ دینا، تاکہ پانی اس کے نیچے تک پہنچ جائے، اور وضو کے پورے عضو کو پانی سے بھگویا جائے۔

۱۱. کھیت میں یا تفریح میں ہونے کی وجہ سے پانی ہونے کے باوجود تیمم کرنا، جبکہ مسجد یا بازار وغیرہ سے اپنی گاڑی کے ذریعہ پانی حاصل کرنا ممکن ہو۔

۱۲. پانی اور مٹی دونوں نہ ہونے کی صورت میں نماز ترک کرنا: واجب یہ ہے کہ وہ اپنی حالت کے مطابق نماز پڑھ لے، چاہے بغیر وضو اور بغیر تیمم کی حالت میں ہو؛ کیونکہ اللہ تعالی نے کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

قریش کا مسلمانوں کو اذیت دینا

جب کفار قریش نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے، تو ہر قبیلہ اپنے اپنے افراد میں جو مسلمان ہو چکے تھے، ان پر ٹوٹ پڑا، ان کو سخت سزائیں دینے لگا تاکہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں۔ قریش کے سردار، کمزور مؤمنین کو خاص طور پر نشانہ بناتے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا وہ سات افراد تھے: رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمار، عمار کی والدہ سُمیّہ، صہیب، بلال، اور مقداد؛ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اللہ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعے کی، اور ابو بکر کی ان کی قوم نے، لیکن باقی سب کو مشرکوں نے پکڑا، لوہے کی زرہیں پہنا کر سخت دھوپ میں تپایا۔" (احمد: ۳۸۲۳، ابن ماجہ: ۱۵۰)۔

عمار بن یاسر اور ان کے والدین ان لوگوں میں شامل تھے جو ظلم و ستم کے شکار ہوئے۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گزرتے جب وہ اذیت دیے جا رہے ہوتے، تو فرماتے: "اے آلِ یاسر! صبر کرو، تمہارا وعدہ جنت ہے۔" (طبرانی: ۱۵۰۸، حاکم: ۵۶۶۶)۔

ایک دن ابو جہل عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ سمیّہ کے پاس سے گزرا جبکہ ان پر ستم جاری تھا، اس نے ان کی شرمگاہ پر برچھے سے مارا اور انہیں شہید کر دیا، یوں وہ اسلام کی پہلی شہیدہ بنیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱/۱۶۷)۔

ستم زدہ لوگوں میں خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جنہیں کفار شدید اذیتیں دیتے تھے، ان کی پیٹھ کو ننگا کر کے انھیں دہکتے ہوئے کوئلوں پر ڈال دیتے، یہاں تک کہ ان کی کمر کی چربی پگھل کر آگ بجھا دیتی (حلیۃ الاولیاء: ۴۷۲)۔

اسی طرح بلال بن رباح رضی اللہ عنہ بھی ہیں، کہ جھلسا دینے والی سورج کی تپش میں جب اذیت حد سے بڑھ جاتی تو وہ پکار اٹھتے: اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے (ابن ماجہ: ۱۵۰)۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے کئی دیگر مظلوم غلاموں کو خرید کر آزاد کیا، اور اللہ نے ان کے ذریعے انہیں غلامی اور ظلم و ستم سے نجات دی۔

خود ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی ایذاء پہنچی، ایک دن مسجدِ حرام میں ان پر شدید تشدد کیا گیا، یہاں تک کہ انہیں اٹھا کر ان کے گھر لایا گیا اور ان کے قبیلے والوں نے سمجھا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔(البدایہ والنہایہ: ۳/۳۰)۔

قریش کا ظلم نبی کریم ﷺ تک بھی پہنچا، انہوں نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں، ایک مرتبہ آپ سجدے میں تھے تو کسی نے اونٹ کی اوجھڑی اور خون لا کر آپ کی گردن پر ڈال دیا (بخاری: ۳۸۵۴، مسلم: ۱۷۹۴)۔

ایک اور موقع پر جب آپ ﷺ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے عُقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر سختی سے گلا گھونٹا، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ دوڑ کر آئے، اسے ہٹایا، اور کہا: ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ﴾ (کیا تم ایک شخص کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے؟)[غافر:۲۸]۔

لیکن ان سب کے باوجود، رسول اللہ ﷺ نے صبر کیا، اپنی دعوت جاری رکھی، اور پہاڑوں کی طرح ڈٹے رہے، نہ کسی اذیت نے آپ کو پسپا کیا، نہ کسی لالچ نے آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا۔

ہفتہ: سیرت صحابہ

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب اور ولادت:

آپ کا نام: ابو عبیدہ، عامر بن عبد اللہ بن الجراح ہے۔

آپ کی ولادت ہجرت سے ۴۰ سال قبل ہوئی۔

❖ سیرت وفضائل:

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ دبلے پتلے تھے، داڑھی ہلکی تھی، قد لمبا تھا، زہد و تقویٰ، حلم، خوش اخلاقی، علم و فہم رکھنے والے متواضع شخص تھے، اور کتاب و سنت کی گہری معرفت رکھتے تھے۔

آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

آپ نے حبشہ کی دوسری ہجرت کی، اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔

غزوہ احد کے دن، جب نبی ﷺ کے چہرہ مبارک میں خود کی دو کڑیاں پیوست ہو گئیں، تو ابو عبیدہ نے اپنے منہ سے وہ کڑیاں نکالیں، جس کی وجہ سے ان کے سامنے کے دونوں دانت شہید ہو گئے، وہ ٹوٹے ہوئے دانت والوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۸/۱)۔

نبی کریم ﷺ نے آپ کو "اس امت کا امین" کے لقب سے ملقب کیا، اس لقب کا سبب یہ بنا کہ اہلِ یمن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیج دیجئے جو ہمیں سنت اور اسلام سکھائے۔ نبی ﷺ نے ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔" (بخاری: ۴۴۷۳، مسلم: ۲۴۱)۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ان چار کمانڈروں میں سے تھے جنہیں ابو بکر نے ملک شام کی فتوحات کے لیے مقرر کیا تھا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ اسلامی افواج کا سپہ سالار بنے، آپ دمشق سمیت شام کا کئی علاقہ فتح کرنے میں کامیاب ہوئے۔

عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "کاش یہ گھر ابو عبیدہ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہوتا۔" (سیر اعلام النبلاء: ۱/۱۴)۔

❖ آپ کی وفات:

سنہ ۱۸ھ میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعونِ عمواس سے دوچار ہو کر انتقال کر گئے، اور آپ کو شام کے علاقے غورِ اردن میں دفن کیا گیا۔

مجلس	دسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [شانئک] کا معنی کیا ہے؟			ج
	[ا] آپ ﷺ کا رشتہ دار	[ب] آپ ﷺ سے محبت کرنے والا	[ج] آپ ﷺ کا دشمن	
مجلس حدیث	سوال: طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے، کیوں کہ:			ا
	[ا] وہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے	[ب] اس کا فائدہ صرف اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے	[ج] وہ اپنے دشمن کی سخت پکڑ کرتا ہے	
مجلس عقیدہ	سوال: رسول ﷺ سے محبت کی عظیم ترین شکل میں سے ہے:			ب
	[ا] آپ کا یوم ولادت منانا	[ب] آپ ﷺ کی سنت کی تعظیم اور اس پر عمل کرنا	[ج] آپ ﷺ کی کنیت اختیار کرنا	
مجلس فقہ	سوال: وضو کی خلاف ورزیوں میں سے ہے:			ا
	[ا] یہ گمان کرنا کہ استنجا وضو کا حصہ ہے	[ب] ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا	[ج] اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھلنا	
مجلس سیرت	سوال: پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں:			ب
	[ا] سعد بن ابی وقاص	[ب] عمار بن یاسر	[ج] ابوسفیان بن حرب	
مجلس صحابہ	سوال: "کاش یہ گھر ابوعبیدہ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہوتا" یہ قول کس کا ہے:			ج
	[ا] رسول ﷺ	[ب] ابوبکر صدیق	[ج] عمر بن خطاب	

گیارہواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام	یوٹیوب	ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ العصر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالْعَصْرِ(١) إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ(٢) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ(٣) ﴾

[زمانے کی قسم(۱) بیشک (بالیقین) انسان سراسر نقصان میں ہے(۲) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی(۳)]

❖ سورہ العصر کا مضمون:

نقصان سے نجات کے اسباب۔

❖ مشکل الفاظ کے معانی:

الْعَصْرِ: تمام زمانہ

الْإِنْسَانَ: ہر انسان

خُسْرٍ: نقصان اور ہلاکت

وَتَوَاصَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی

بِالْحَقِّ: ہر خیر کی، اعتقاد، قول اور عمل کے لحاظ سے۔

بِالصَّبْرِ: یعنی اطاعت پر صبر، معصیت سے اجتناب پر صبر، اور اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی تکلیف دہ تقدیروں پر صبر۔

❖ اجمالی معنیٰ:

سورہ العصر مکی سورہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا آغاز قسم سے فرمایا، چنانچہ پورے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہر انسان یقینی خسارے میں ہے، مگر اس سے ایمان والے مستثنیٰ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اور ایک دوسرے کو حق کی یعنی اعتقاد، قول اور عمل کی تلقین کی، اور صبر اور اس پر موت تک جمے رہنے کی وصیت کی، یہی لوگ نقصان سے مستثنی ہیں، اور فوز و سعادت والے گھر یعنی جنت میں داخل ہو کر کامیاب ہونے والے ہیں۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) زمانے کی اہمیت؛ کیونکہ اسی میں بندے اعمال کو انجام دیتے اور کد وکاوش کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالی نے اس کی قسم کھائی، اور وہ صرف عظیم چیز ہی کی قسم کھاتا ہے۔

۲) نقصان سے نجات کا راستہ ایمان، عمل صالح، آپس میں حق کی وصیت اور صبر کی وصیت ہے۔

۳) پہلے دو امور (ایمان و عمل صالح) سے انسان اپنی ذات کی اصلاح کرتا ہے، جبکہ بعد کے دو (حق کی وصیت اور صبر کی وصیت) کے ذریعے دوسروں کی اصلاح کرتا ہے، اور جب ان چاروں چیزوں کو مکمل کر لیتا ہے، تو وہ خسارے سے محفوظ ہو کر کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

پیر: مجلس حدیث

پنج وقتہ نمازوں کی فضیلت اوران کاگناہوں کو مٹادینا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ وقت کی نمازیں، جمعہ سے اگلے جمعہ تک، اور رمضان سے اگلے رمضان تک ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں، جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔"

❖ شرح:

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین عبادات کو خاص فضیلت عطا فرمائی ہے: پانچ وقت کی نمازیں، جمعہ کی نماز، رمضان المبارک کے روزے، یہ عبادات اللہ کے یہاں عظیم مقام رکھتی ہیں اور ان کا بڑا ثواب ہے، اور ان کا اچھے طریقے سے ادا کرنا اس بات کا سبب ہے کہ بندے کے ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے معاف فرمادیتا ہے، بشرطیکہ بندہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) پانچوں نمازوں، جمعہ، اور رمضان کے روزوں کی عظیم فضیلت۔

۲) گناہوں کے دو اقسام ہیں: صغیرہ گناہ، کبیرہ گناہ۔

۳) کبیرہ گناہوں کی سنگینی، اور یہ کہ ان میں توبہ کرنا ضروری ہے۔

۴) کبیرہ گناہوں کی تعریف: وہ گناہ جن پر شریعت نے دنیا میں حد مقرر کی ہو، یا آخرت میں وعید سنائی ہو، یا اس کے کرنے کو اللہ کے غضب یا لعنت سے جوڑا گیا ہو۔

۴) کبیرہ گناہوں کی مثالیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، زنا، شراب نوشی، غیبت، چغلی، یتیم کا مال کھانا، ناحق کسی کو قتل کرنا، باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانا۔

منگل: مجلس عقیدہ

نبی ﷺ کی شان میں غلو اور مبالغہ سے ممانعت

غلو کا مطلب ہے: شرعی حد سے تجاوز کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾ (اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو)[النساء:۱۷۱]۔ یعنی: اپنے دین کی حدود سے تجاوز نہ کرو کہ اس میں اضافہ کر بیٹھو۔

اور اطراء (مبالغہ) سے مراد ہے: تعریف میں حد سے بڑھ جانا، اور جھوٹ بولنا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی شان میں غلو اور مبالغہ کرنے سے منع فرمایا ہے، کہ آپ کو بندگی اور رسالت کی حیثیت سے اوپر اٹھا دیا جائے، اور آپ ﷺ کو الہی صفات میں سے کسی صفت سے موصوف مانا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا": مجھے ایسے نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو بڑھایا، میں تو صرف ایک بندہ ہوں، لہٰذا تم یوں کہو: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں" (بخاری: ۳۴۴۵)۔ اور جب بعض صحابہ نے عرض کیا: آپ ہمارے سید ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سید تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہے"۔ اور جب صحابہ نے کہا": آپ ہم میں سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں" تو آپ نے فرمایا: "تم اس طرح کی بات کہہ سکتے ہو۔ مگر کہیں شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنالے (کہ کوئی ایسی بات کہہ گزرو جو میری شان کے مطابق نہ ہو)۔" (ابوداود: ۴۸۰۶)۔

اور کچھ لوگوں نے آپ سے کہا: اے رسول اللہ! اے ہمارے خیر ابن خیر! اے ہمارے سردار، ابن سردار! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اپنے بعض اقوال کو کہو، اور شیطان تم پر حملہ نہ کردے، میں محمد، اللہ کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں، مجھے یہ پسند نہیں کہ تم مجھے میری اس منزلت سے اوپر اٹھاؤ جس پر اللہ عزوجل نے مجھے رکھا ہے۔" (النسائی: ۱۰۰۷۷)

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان تعریفی الفاظ: (آپ ہمارے سردار ہیں، آپ ہمارے بہترین، برتر اور بلند ترین ہیں) کو ناپسند فرمایا، اگرچہ نبی کریم ﷺ حقیقتاً تمام مخلوقات میں سب سے افضل، سب سے برتر، سب سے بلند اور سب سے معزز ہستی ہیں، لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع کیا تاکہ انہیں غلو اور مبالغہ سے دور رکھیں، توحید کا تحفظ کریں، شرک کے دروازے بند کر دیں، آپ ﷺ نے ان کو دو ایسے صفاتی القاب سکھائے جو بندے کے بلند ترین مراتب ہیں جن میں کوئی غلو نہیں اور عقیدے کے لئے کوئی خطرہ نہیں، اور وہ صفات ہیں: اللہ کا بندے اور اس کا رسول۔

بدھ: مجلس فقہ

نواقض وضو

نواقض وضو: وہ چیزیں جو وضو کو توڑ دیتی ہیں اور اسے باطل کر دیتی ہیں، اور وہ چھ ہے:

۱) پیشاب و پاخانے کے راستے سے کسی چیز کا خارج ہونا: جیسے پیشاب، پاخانہ، ہوا وغیرہ، چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ﴾ (یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو)[النساء: ۴۳]۔ اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: "لیکن پاخانہ، پیشاب اور نیند (سے وضو ٹوٹ جاتا ہے)" (نسائی: ۱۵۹)۔

۲) نیند، بیہوشی، یا پاگل پن وغیرہ سے عقل کا زائل ہونا: کیونکہ ان حالتوں میں ہوا نکلنے کا امکان ہے؛ نبی ﷺ نے فرمایا: "لیکن پاخانہ، پیشاب اور نیند (سے وضو ٹوٹ جاتا ہے)" (نسائی: ۱۵۹)۔ وہ نیند جو مکمل طور پر انسان کو بے خبر کر دے، وہ وضو توڑ دیتی ہے، اور ہلکی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اونگھ آتی تھی، پھر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے (مسلم: ۳۷۶)۔

۳) بغیر کسی حائل کے شرمگاہ کو چھونا: کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنا ذکر چھوئے، وہ وضو کرے" (ابو داود: ۱۸۱، نسائی: ۱۶۳)۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے، وہ وضو کرے" (ابن ماجہ: ۴۸۱)۔

۴) اونٹ کا گوشت کھانا: کیونکہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا ہم بکری کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر چاہو تو وضو کرو، اور اگر چاہو تو نہ کرو"، پھر پوچھا گیا: کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، اونٹ کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کرو"۔ (مسلم: ۳۶۰)۔

(۶) اسلام سے مرتد ہو جانا: یہ تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، جن میں وضو بھی شامل ہے؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ﴾ (اور جو ایمان کا انکار کرے، اس کے سب اعمال ضائع ہو گئے)[المائدۃ: ۵]۔

مسئلہ: اگر کسی کو طہارت (وضو) کا یقین ہو، پھر ناپاکی کے بارے میں شک ہو جائے:

رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کو پیٹ میں کچھ محسوس ہو، اور اس کو شک ہو جائے کہ آیا کچھ خارج ہوا یا نہیں، تو جب تک آواز نہ سنے یا بدبو نہ پائے، وہ مسجد سے نہ نکلے" (بخاری: ١٧٦، مسلم: ٣٦٢)۔

یہ حدیث ایک بڑے قاعدہ کلیہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اور وہ یہ ہے: "یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا"۔ اس لیے اگر کسی مسلمان کو وضو کی حالت کا یقین ہو، پھر شک پیدا ہو کہ وضو ٹوٹا یا نہیں؟ تو وہ وضو پر باقی رہے گا؛ کیونکہ طہارت اصل اور یقینی ہے، اور یقین محض ایسے شک کی بنیاد پر ختم نہیں ہوتا جو یقینی نہ ہو۔

لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی حدث (وضو ٹوٹنے) کا یقین ہو، لیکن شک ہو کہ دوبارہ وضو کیا تھا یا نہیں؟ تو اصل یہ ہے کہ حدث باقی ہے، اور طہارت میں شک ہے؛ لہٰذا وہ شخص وضو کرے گا۔

جمعرات: مجلس سیرت

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

ایمان لانے والوں کے لئے مشرکین کی ایذارسانی بڑھ گئی، اوران کی جرأتیں ان کے خلاف زیادہ ہو گئیں، خاص طور پر غلاموں اور کمزوروں کے ساتھ انہوں نے ایذارسانی کے مختلف طریقے اپنانا شروع کر دیے، چنانچہ ان میں سے بعض کو سخت گرمی میں لٹادیا جاتا، اور بعض کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا، اور جب انہیں چھوڑا جاتا تو وہ شدتِ درد کی وجہ سے بیٹھنے کے قابل بھی نہ رہتے، اوراس کے علاوہ ظلم وستم کے بہت سے طریقے آزمائے جانے لگے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی غلام کو دیکھتے کہ وہ ستم جھیل رہا ہے تو اسے خرید کر آزاد کر دیتے۔ آپ نے بلال، ان کی والدہ حمامہ، عامر بن فُہَیرَہ، اُمّ عبیس، وزنیرہ، نَہدیہ اوران کی بیٹی کو آزاد کیا۔ یہاں تک کہ ابو بکر کے والد ابوقحافہ نے کہا: "اے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور غلاموں کو آزاد کر رہے ہو، اگر تمہیں آزاد ہی کرنا ہے تو طاقتور مردوں کو آزاد کرو جو تمہاری حفاظت کریں اور تمہارے دفاع کے لئے کھڑے ہوں!" تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اے میرے والد! میں جو کچھ کر رہا ہوں، وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں"، تب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى، الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى﴾ (اوراس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے، جو پاکی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے)[سورہ اللیل: ۱۷-۱۸]۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے صحابہ ایذارسانی اور ظلم کا شکار ہو رہے ہیں، اور تعداد میں کم ہونے اور قوت کی کمی کے باعث وہ اپنا دفاع نہیں کر پا رہے، تو آپ ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ حبشہ ہجرت کر جائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کا راستہ نکال دے۔

چنانچہ ان میں سے دس مردوں اور پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، انہوں نے دور دراز سرزمین میں اجنبیت کی زندگی کو ترجیح دی، اور دین کی سلامتی کی راہ میں مختلف قسم کی مشقتوں اور ہلاکت خیز امور کو برداشت کیا۔

سب سے پہلے جس شخص نے دین بچانے کی خاطر ہجرت کی، وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، ان کے ساتھ ان کی زوجہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں، وہ حبشہ کی طرف بعثت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں روانہ ہوئے، وہاں وہ تین مہینے ٹھہرے، پھر یہ خبر مشہور ہوئی کہ مکہ کے لوگ اسلام لے آئے ہیں،

تو وہ واپس مکہ لوٹ آئے، لیکن جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو واضح ہوا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ مشرکین کا ظلم و ستم دعوت دین اور اس پر ایمان والوں پر مزید بڑھ گیا ہے، تو ان میں سے بعض نے چپکے سے مکہ میں داخل ہونے کا راستہ اختیار کیا، اور کچھ لوگ کسی کی پناہ میں داخل ہوئے، جبکہ باقی افراد نے دوبارہ حبشہ لوٹ جانے کو ترجیح دی۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

خدیجہ بنت خُوَیلد رضی اللہ عنہا

❖ نام اور ولادت:

ان کا نام: خدیجہ بنت خُوَیلد بن اسد قریشیہ ہے، ان کا نسب نبی کریم ﷺ کے نسب سے چوتھے پشت "قصی بن کلاب" پر جا کر ملتا ہے۔

وہ نبی کریم ﷺ کی ولادت سے پندرہ سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

❖ سیرت اور فضائل:

خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کی معزز خاتون تھیں، وہ قریش کے سب سے معزز اور باعزت خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں دنیا کی بہترین عورتوں میں شمار فرمایا۔ (بخاری: ۳۸۱۵، مسلم: ۲۴۳۰)۔

آپ رضی اللہ عنہا صاحبِ مال، تجارت پیشہ تھیں، عقل، شرافت، اور فہم و فراست میں بہت بلند مقام رکھتی تھیں، اسی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے لیے شوہر کے طور پر منتخب کیا، اور وہ اپنے شوہر کے لیے بہترین بیوی ثابت ہوئیں، وہ نبی کریم ﷺ کی پہلی زوجہ تھیں، اور پہلی خاتون تھیں جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں، اور وہی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے دعوت کے ابتدائی مرحلے میں آپ ﷺ کی مدد اور تائید کی؛ وہ کفارِ قریش کے ظلم سے نبی ﷺ کا دفاع کرتی تھیں، اور اپنے مال اور جان سے آپ کو دلاسا دیتی تھیں۔

جب بنی ہاشم پر معاشی اور سماجی بائیکاٹ مسلط کیا گیا، تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قبیلہ "بنی اسد" کو، جو طاقتور اور بااثر قبیلہ تھا، چھوڑنے کا فیصلہ کیا، اور اپنے شوہر نبی کریم ﷺ اور بنی ہاشم کے ساتھ شامل ہو گئیں، تاکہ وہ بھی بھوک، کمزوری اور مصیبت میں ان کے ساتھ شریک رہیں۔

نبی کریم ﷺ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قاسم اور عبداللہ نامی بیٹے عطا ہوئے، جو دودھ پینے کی مدت ہی میں انتقال کر گئے، اسی طرح بیٹیاں عطا ہوئیں: رقیہ، زینب، اُمّ کلثوم اور فاطمہ۔

ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: "یارسول اللہ! یہ خدیجہ آپ کے پاس ایک برتن لے کر آرہی ہیں، جس میں کچھ سالن ہے، جب وہ آپ کے پاس پہنچیں تو ان پر اللہ تعالی کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے، اور انہیں جنت میں ایک ایسے موتیوں والے محل کی بشارت دیجیے جس میں نہ شور و غل ہو گا اور نہ تھکن!" (بخاری: ۳۸۲۰، مسلم: ۲۴۳۲)۔

❖ وفات:

خدیجہ بنت خُوَیلد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے، رمضان کے مہینے میں ہوا، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال تھی، نبی کریم ﷺ نے انہیں " حَجُون" میں دفن کیا، ان کی وفات نبی ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کے تین ماہ بعد ہوئی، چنانچہ ان دونوں بڑی شخصیات کی موت سے رسول اللہ ﷺ پر غموں اور مصیبتوں کا سلسلہ چل پڑا۔

	گیارہویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [گھاٹے] سے کیا مراد ہے؟		ب
	[ا]موت	[ب] نقصان اور ہلاکت	[ج]مال کی قلت
مجلس حدیث	سوال: کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟		ج
	[ا]تمام چیزیں جن سے اللہ نے منع کیا	[ب] شرک کے علاوہ سارا گناہ	[ج] وہ گناہ جن پر شریعت نے دنیا میں حد مقرر کی ہو، یا آخرت میں وعید سنائی ہو، یا اس کے کرنے کو اللہ کے غضب یا لعنت سے جوڑا گیا ہو
مجلس عقیدہ	سوال: نبی ﷺ نے کیوں ناپسند کیا کہ صحابہ ان الفاظ سے آپ کی تعریف کریں: آپ ہمارے آقا، ہم میں سب سے بہتر، سب سے افضل اور سب سے عظیم ہیں؟		ج
	[ا]تواضع کی بنا پر، اور اپنے حق سے دستبردار ہوتے ہوئے	[ب] صحابہ کو اعزاز دینے کے لئے	[ج] توحید کی حفاظت کے لیے اور شرک کے اسباب کو بند کرنے کے لیے۔
مجلس فقہ	سوال: وہ نیند جو وضو کو ختم کر دیتی ہے...؟		ب
	[ا] ہر نیند، گرچہ جھپکی ہو	[ب] گہری نیند جس میں ہوش نہ ہو	[ج] جس میں دونوں آنکھیں بند ہوں
مجلس سیرت	سوال: کس سال صحابہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی؟		ب
	[ا]بعثت کے تیسرے سال	[ب]بعثت کے پانچویں سال	[ج]بعثت کے ساتویں سال
مجلس صحابہ	سوال: خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟۔		ج
	[ا]بنی مخزوم	[ب]بنی ہاشم	[ج]بنی اسد

بارہواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD

YouTube

Telegram

ساؤنڈ کلاؤڈ | یوٹیوب | ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الھمزۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ (١) الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ (٢) يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ
أَخْلَدَهُ (٣) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (٤) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ (٥) نَارُ اللَّهِ
الْمُوقَدَةُ (٦) الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ (٧) إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ (٨) فِي عَمَدٍ
مُمَدَّدَةٍ (٩)﴾

[بڑی تباہی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو (۱) جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے (۲) وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا (۳) ہر گز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا (۴) اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہو گی؟ (۵) وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہو گی (٦) جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی (۷) وہ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہو گی (۸) بڑے بڑے ستونوں میں (۹)]۔

❖ سورہ کا موضوع:

مال کے غرور میں مبتلا ہو کر مومنین کا مذاق اڑانے پر تنبیہ

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

وَيْلٌ: یعنی سخت دھمکی، بدانجامی اور شدید عذاب۔

هُمَزَة: وہ شخص جو اپنے عمل یا اشاروں سے دوسروں کی تحقیر کرے۔

لُمَزَة: وہ شخص اپنی باتوں سے دوسروں کی تحقیر کرے۔

كَلَّا: معاملہ ایسا نہیں جیسا وہ گمان کرتا ہے۔

لَيُنْبَذَنَّ: یقیناً وہ پھینکا جائے گا۔

الْحُطَمَةَ: ایسی آگ جو ہر اس چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے جو اس میں ڈالی جائے۔

تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ: وہ آگ جسموں میں سرایت ہو کر دلوں تک پہنچ جائے گی۔

مُؤْصَدَةٌ: بند اور مکمل طور پر ڈھانپا ہوا۔

فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ: اس کے دروازے ستونوں کے ساتھ بند کئے جائیں گے تا کہ وہ باہر نہ نکل سکیں۔

❖ اجمالی معنی:

اس سورہ مبارکہ میں رب تبارک و تعالیٰ نے ہر اس شخص کے لیے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے جو دوسروں کی غیبت اور عیب جوئی میں لگا رہتا ہے، جس کی زندگی کا مقصد صرف مال جمع کرنا اور اسے گنتے رہنا ہے، اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اسے موت سے بچا لے گا، تو ایسے شخص کا انجام یہ ہے کہ اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا، ایسی آگ جو ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے، جو بدنوں کو جلا کر دلوں تک پہنچ جاتی ہے، اور ان لوگوں پر اس آگ کے دروازوں کو مکمل طور پر مضبوط ستونوں سے بند کر دیا جائے گا۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) دوسروں کے ساتھ استہزاء کرنا اور ان کا مذاق اُڑانا حرام ہے؛ کیونکہ اس سے لوگوں کے درمیان دشمنی اور نفرت جنم لیتی ہے۔

۲) انسان کو اپنے مال پر غرور نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ دنیا میں ہمیشہ رہنا ممکن نہیں، اور موت اور حساب سے چھٹکارا نہیں ہے۔

۳) بخل اور صرف مال جمع کرنے اور اسے شمار کرنے میں لگے رہنے سے خبردار کیا گیا ہے۔

۴) جن لوگوں میں یہ قبیح صفات پائی جائیں، ان کے لیے سخت ترین جہنم کی وعید بیان کی گئی ہے، جو بھڑکتی ہوئی، بند کی ہوئی اور دلوں تک اثر کرنے والی آگ ہو گی۔

پیر: مجلس حدیث

وہ اعمال جن کا فائدہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب انسان مر جاتا ہے، تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے: جاری صدقہ، ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔" (صحیح مسلم: ۱۶۳۱)۔

❖ شرح:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عمل کی جگہ بنایا ہے، جہاں سے بندے آخرت کے لیے زادِ راہ حاصل کرتے ہیں، جو لوگ اس دنیا میں غفلت برتیں گے اور یہاں سے وہ کچھ نہیں حاصل کریں گے جو آخرت میں ان کی نیک بختی کا ذریعہ بنیں، تو جب وہ اس دارِ فانی سے کوچ کریں گے، تو سخت ندامت کا شکار ہوں گے؛ کیونکہ موت کے ساتھ ہی عمل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، اور توبہ کی مہلت بھی ختم ہو جاتی ہے؛ چنانچہ مرنے کے بعد کسی بندے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا، سوائے اس کے کہ وہ تین اعمال چھوڑ کر گیا ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ ان تین اعمال کا اجر مسلمان کے لئے اس کی وفات کے بعد بھی جاری رکھتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

پہلا: صدقہ جاریہ، یعنی جس کا نفع مسلسل جاری رہے؛ اس میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں: مسلمان کوئی جائیداد وقف کرے جیسے؛ زمین، سامان، جانور، مسجد کی تعمیر، کنواں کھودوانا وغیرہ۔

دوسرا: ایسا شرعی علم جس سے اس کے مرنے کے بعد فائدہ اٹھایا جائے؛ جیسے: وہ کسی کو تعلیم دے، کتاب شائع کرے، قرآن وقف کرے جس سے لوگ اس کی موت کے بعد فائدہ اٹھائیں، یا اس علم کو ایسے جدید ذرائع سے عام کرے جو بمشیت الٰہی مدتوں تک علم کو محفوظ رکھتے ہیں۔

تیسرا: نیک اولاد، چاہے سگی اولاد ہو یا پوتا پوتی، نواسہ نواسی۔ اس نیک اولاد کی نیکی، عبادت اور والدین کے حق میں دعا سے والدین کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اولاد کا خاص طور پر ذکر کیا گیا کیونکہ غالبا اولاد ہی والدین کے لیے مسلسل دعا کرتی ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) صدقہ جاریہ کی فضیلت اور یہ کہ اس کا اجر بندے کے لئے قبر میں بھی جاری رہتا ہے۔

۲)کسی بھی ذریعہ سے علم سکھانے اوراسے عام کرنے کی فضیلت۔

۳)صدقہ کاثواب میت کو پہنچتاہے،اسی طرح دعااور نفع بخش علم کا بھی۔

۴)نکاح کی فضیلت،کیونکہ اس کے ذریعے نیک اولاد کی امید کی جاتی ہے۔

۵)اس بات کی ضرورت کہ اولاد کی نیک تربیت میں بھرپور محنت کرنی چاہیے،تاکہ ان کی نیکی اور دعاسے نفع پہنچے۔

منگل: مجلس عقیدہ

دین اخذ کرنے کے مصادر

اہلِ سنت والجماعت کے لیے ایسے مصادر ہیں جن سے وہ اپنا دین اخذ کرتے ہیں اور انہی کے ذریعے اپنے رب کی مراد کو جانتے ہیں۔

یہ تین مصادر ہیں:

پہلا مصدر: اللہ تعالیٰ کی کتاب۔

دوسرا مصدر: نبی کریم ﷺ کی صحیح سنت۔

تیسرا مصدر: سلفِ صالحین کا اجماع۔

یہی تینوں (قرآن، سنت، اور اجماع سلف) اخذ کا مصدر، شریعت کا سرچشمہ، دینِ اسلام کی بنیاد اور عقائد، عبادات، اخلاق اور آداب کے ثبوت میں حجت ہیں، یہی اہلِ سنت وجماعت کی خصوصیات میں سے ہے کہ: وہ اپنا عقیدہ محض مضبوط بنیاد اور ٹھوس دلیل سے اخذ کرتے ہیں، نہ کہ خواہشاتِ نفس، ذاتی آراء، خوابوں یا ان جیسے دیگر غیر معتبر ذرائع سے۔

❋ ان شرعی مصادر کے ثبوت کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (جس چیز میں تم اختلاف کرو، اس کا فیصلہ اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا) [الشوریٰ: ۱۰]، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ، فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے میں سے ذمہ داروں کی بھی، پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو؛ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے سب سے اچھا) [النساء: ۵۹]

سلف صالحین کے اجماع کی حجیت پر دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے خلاف چلے، تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا، اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے) [النساء: ۱۱۵]۔

اور سلف سے مراد: وہ پہلی تین نسلوں کے اہل ایمان ہیں، جن کا ذکر نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں کیا: "سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے" (صحیح بخاری: ۶۴۲۹)۔

چنانچہ اہل سنت اپنے سلف صالحین کی تعظیم کرتے ہیں، دین اور اس کے نصوص کو سمجھنے میں ان ہی کے اقوال اور فہم کی طرف رجوع کرتے ہیں، خاص طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، کیونکہ وہ سب سے بہترین لوگ ہیں، وحیِ نبوت کے چشمہ صافی کے سب سے قریب تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقاصد کو سب سے بہتر سمجھنے والے تھے، خاص طور پر جبکہ بعد کے دور میں بدعتیں زیادہ ہو گئیں، علم کم ہو گیا، فہم و شعور بگڑ گئے، اور سنت کو چھوڑ دیا گیا۔

❋ دین کے مصادر کو جاننے کے فائدے:

۱. شرعی نصوص کی تعظیم اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا۔

۲. مصادر میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہونے والے تضاد اور انتشار سے نجات۔

۳. نصوصِ شرعیہ کی صحیح سمجھ، اور اللہ و رسول ﷺ کی منشا کا ادراک۔

۴. عقیدے اور عمل میں انحراف سے بچاؤ، جو کہ خواہشاتِ نفس اور شیطان کی پیروی سے پیدا ہوتا ہے۔

بدھ : مجلس فقہ

موزوں پر مسح

❖ موزوں پر مسح کا حکم:

بیشک دینِ اسلام آسانی اور نرمی والا دین ہے، جو ہر حالت کے لیے ایسے احکام وضع کرتا ہے جو مصلحت کو یقینی بناتے ہیں اور مشقت کو دور کرتے ہیں۔

انہی احکام میں سے ایک حکم موزوں پر مسح کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے موزے پر مسح کرنا مشروع فرمایا ہے، خواہ وہ چمڑے سے بنے ہوں، یا اون، یا کپڑے یا کسی اور چیز سے؛ خواہ سفر میں ہو یا حضر میں، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت اور اپنے بندوں پر آسانی ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: "میرے دل میں مسح کے بارے میں کوئی شک نہیں، اس پر نبی ﷺ سے چالیس احادیث وارد ہوئی ہیں۔" (المغنی: ۱/۳۶۰)۔

ان احادیث میں سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں: "میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، پس میں آگے بڑھا تاکہ آپ کے موزے اتار دوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں چھوڑ دو، میں نے انہیں حالتِ طہارت میں پہنا ہے"، پھر آپ ﷺ نے ان پر مسح فرمایا۔" (بخاری: ۲۰۶، مسلم: ۲۷۴)۔

❖ موزوں پر مسح کے شرائط:

۱. انہیں حالتِ طہارت میں پہنا گیا ہو۔

۲. پاؤں کو ڈھانپنے والے ہوں، اگر پاؤں کا کچھ حصہ ظاہر ہو، یا موزہ ٹخنے سے نیچے ہو، تو مسح درست نہ ہوگا۔

۳. حلال ہوں؛ چوری شدہ موزہ، یا مرد کے لیے ریشمی موزہ پر مسح جائز نہیں؛ کیونکہ معصیت کے ذریعے رخصت کو جائز نہیں کیا جاسکتا۔

۴. پہنا ہوا موزہ پاک ہو، ناپاک موزے پر مسح جائز نہیں؛ جیسے مردار کے چمڑے یا کتے کی کھال سے بنا ہوا موزہ۔

۵. مسح مقررہ مدت کے اندر ہو، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن تین راتیں، اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائے۔" (مسلم: ۸۵)۔

❖ مسح کرنے کا طریقہ اور اس کی کیفیت:

موزے کے اوپری حصے پر مسح کرنا واجب ہے، نیچے کا تلوہ یا ایڑی پر مسح کرنا مشروع نہیں؛ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر دین رائے پر مبنی ہوتا، تو موزے کا نچلا حصہ اوپری حصے کی بہ نسبت مسح کے لئے زیادہ لائق ہوتا؛ لیکن میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ موزے کے اوپر والے حصے پر مسح فرماتے تھے۔" (ابو داود: ۱۶۲)۔ مسح کرتے وقت دائیں پاؤں کو دائیں ہاتھ سے، اور بائیں پاؤں کو بائیں ہاتھ سے ایک بار مسح کرے، اور انگلیوں کو پھیلا کر مسح کرے۔

مسئلہ: اگر انسان دو موزے پہنے ہوئے ہو:

اگر کسی نے دونوں موزے ایک ساتھ باوضو ہو کر پہنے ہوں، تو اس کے لئے اوپر والے موزے پر مسح کرنا جائز ہے؛ کیونکہ اس نے طہارت کی حالت میں انہیں پہنا ہے۔

لیکن اگر کسی نے پہلے نیچے والا موزہ پہنا، پھر وضو ٹوٹا، اور بعد میں اوپر والا موزہ پہنا، یا اس نے مسح کا آغاز نیچے والے موزے سے کیا تھا، تو وہ اوپر والے موزے پر مسح نہیں کر سکتا۔

❖ مسح کو باطل کرنے والی چیزیں:

درج ذیل صورتوں میں مسح باطل ہو جاتا ہے اور موزہ اتارنا واجب ہو جاتا ہے:

۱. اگر کوئی غسل واجب کرنے والی ناپاکی لاحق ہو۔

۲. اگر دونوں موزے یا ایک موزہ اتار دے، یا پاؤں کا بڑا حصہ کھل جائے۔

۳. اگر مسح کی مقررہ مدت ختم ہو جائے۔

جمعرات: مجلس سیرت

حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

ایک دن اس اُمت کا فرعون "ابو جہل" جبلِ صفا کے قریب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، تو اس نے آپ کو اذیت دی اور برا بھلا کہا، نبی ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، پھر اس نے ایک پتھر مارا، جس سے نبی ﷺ کے سر پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا، جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اپنے شکار کے سفر سے واپس آئے اور انہیں یہ خبر ملی، تو وہ تیزی سے ابو جہل کی طرف بڑھے، اور راستے میں کسی کے لئے نہ ٹھہرے، انہوں نے ابو جہل سے کہا: "کیا تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے، حالانکہ میں بھی اس کے دین پر ہوں؟!" پھر انہوں نے اپنی کمان سے اس کے سر پر وار کر کے اسے شدید زخمی کر دیا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲/۲۷۳)۔ ابتدا میں حضرت حمزہ کا اسلام غیرت اور حمیت کی بنیاد پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو اسلام کے لیے کھول دیا، اور انہوں نے اپنی جان اسلام کے لیے وقف کر دی۔ مسلمانوں نے ان کے اسلام سے قوت حاصل ہوئی، اور مشرکین ایذا رسانی کی بعض حرکتوں سے باز آ گئے۔

حضرت حمزہ کے اسلام کے تین دن بعد، حضرت عمر اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے نبی ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے، راستے میں ایک شخص نے ان سے پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں! اس نے کہا: "کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات نہ بتاؤں؟ تمہاری بہن اور اس کا شوہر سعید بن زید اسلام لا چکے ہیں، اور تمہارے دین کو چھوڑ چکے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رخ بدل کر غصے میں بہن کے گھر پہنچے، اس وقت وہاں حضرت خباب بن ارت موجود تھے، ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس سے انہیں سورہ طٰہٰ سنا رہے تھے، حضرت عمر نے قرآن کی سرگوشی کی آواز سنی، پھر دروازہ زور سے کھٹکھٹایا، اور اندر آ گئے، انہوں نے سعید سے کہا: "کیا تم لوگ بھی دین سے پھر گئے ہو؟!" سعید نے جواب دیا: "تمہارا کیا خیال ہے اگر حق تمہارے دین کے علاوہ میں ہو تو؟" یہ سن کر عمر ان پر پل پڑے اور انہیں مارا، پھر ان کی بہن (فاطمہ بنت خطاب) بیچ میں آ کر انہیں ہٹایا تو عمر نے انہیں بھی تھپڑ مارا، جس سے ان کے چہرہ سے خون بہنے لگا۔

جسے دیکھ کر جلد ہی عمر کا دل نرم ہو گیا، اور کہا: "مجھے یہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں، جب تک تم غسل نہ کرو۔" پھر عمر نے غسل کیا اور قرآن پڑھا، جب حضرت خباب نے عمر کی زبان سے قرآن کی تلاوت سنی، تو کہا: "اے عمر! خوشخبری ہو تمہیں! مجھے اُمید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا تیرے حق میں قبول ہو گئی ہے کہ: "اے اللہ! ابو جہل یا عمر بن خطاب دونوں میں سے جسے تو زیادہ پسند کرتا ہے اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ دے" (ترمذی: ۳۶۸۱)۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ دارِ ارقم کی طرف روانہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوئے، اور اپنا اسلام ظاہر کیا، تو دار ارقم والوں نے تکبیر بلند کی، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ اس تکبیر کو مسجد (حرام) میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی سنا، اس وقت حضرت عمر کی عمر چھبیس (۲۶) سال تھی۔

حضرت عمر کا اسلام مسلمانوں کے لیے نصرت اور غلبہ کا سبب بنا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "عمر کا اسلام لانا فتح تھا، ان کی ہجرت نصرت تھی، اور ان کی خلافت رحمت تھی، اللہ کی قسم! ہم خانہ کعبہ کے پاس علانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے حتی کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے، انہوں نے مشرکوں سے لڑائی کی، حتی کہ ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہم نے آزادی سے نماز پڑھنا شروع کی۔" (البدایۃ والنہایۃ: ۷۹/۳)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

❖ نام ونسب اور ولادت:

ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس القرشیہ العامریہ، ان کی کنیت "ام الأسود" تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

❖ سیرت اور فضائل:

وہ بہتر اخلاق والی، عمدہ بود وباش والی، باوقار اور شریف خاتون تھیں، آپ وہ پہلی خاتون ہیں جن سے نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کیا، نبی کریم ﷺ انہیں لے کر مدینہ کی طرف ہجرت کی، وہ تقریباً تین سال تک اکیلے نبی ﷺ کی زوجیت میں رہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

سودہ رضی اللہ عنہا حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والی خواتین میں شامل تھیں، اور خیبر کے دن اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہیں، نبی ﷺ کی وفات کے بعد اپنے گھر میں ٹھہری رہیں اور اس کے بعد کوئی حج نہیں کیا، یہاں تک وفات پا گئیں، وہ فرمایا کرتی تھیں: "میں نے حج اور عمرہ ادا کر لیا ہے، اور میں اپنے گھر میں ٹھہری رہوں گی جیسا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔" (الطبقات الکبری لابن سعد: ۸/۵۵)۔

وہ سخی، فیاض تھیں اور صدقہ کرنا پسند کرتی تھیں؛ یہاں تک کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب ان کو دراہم بھیجا کرتے تھے، تو وہ ان کو مساکین میں تقسیم کر دیا کرتی تھیں۔ (البدایہ والنہایہ: ۲/۲۶۵)۔

ان کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمنا کی کہ کاش! وہ ان جیسی طور طریقے والی ہوتیں۔ (مسلم: ۱۴۶۳)۔

ان کے نمایاں کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ جب وہ عمر رسیدہ ہو گئیں تو نبی کریم ﷺ کے دل کا خیال رکھتے ہوئے انہوں نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو خوش دلی سے ہبہ کر دی۔ (بخاری: ۵۲۱۲، مسلم: ۱۴۶۳)۔

❖ وفات:

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی وفات عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں، مدینہ منورہ میں ہوئی،انہوں نے وفات سے پہلے اپنے گھر کی وصیت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کر دی۔

	بارہویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:آیت میں [اللمزة] وہ شخص ہے جو:		ا
	[ا] اپنے قول سے لوگوں کی تحقیر کرتا ہے	[ب] اپنے فعل سے لوگوں کی تحقیر کرتا ہے	[ج] اپنے فریب سے لوگوں کے لئے ریشہ دوانی کرتا ہے
مجلس حدیث	سوال: موت کے بعد انسان کے لئے نفع بخش چیزوں میں سے ہے:		ج
	[ا] بھاری مالیت کا ترکہ	[ب] بڑا منصب	[ج] نفع بخش علم
مجلس عقیدہ	سوال: اہل سنت کے نزدیک دین کے مصادر میں سے ہے:		ب
	[ا] رائے اور خواب	[ب] سلف صالحین کا اجماع	[ج] عقل
مجلس فقہ	سوال: موزے پر مسح کی شرطوں میں سے ہے:		ب
	[ا] نماز کا وقت داخل ہونا	[ب] موزے کا پاک ہونا	[ج] فرض نماز کا ہونا
مجلس سیرت	سوال: عمر بن خطاب نے حمزہ کے اسلام لانے کے کتنے دن کے بعد اسلام قبول کیا؟		ج
	[ا] ایک مہینہ	[ب] ایک ہفتہ	[ج] تین دن
مجلس صحابہ	سوال: سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ہے کہ:		ج
	[ا] وہ امہات المومنین میں سب سے زیادہ علم والی تھیں	[ب] آپ کے علاوہ کسی باکرہ سے نبی ﷺ نے نکاح نہیں کیا	[ج] وہ نبی ﷺ کی زوجیت میں اکیلے تین سال رہیں

تیرھواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الفیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (١) أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ (٢) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ (٣) تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ (٤) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ (٥)﴾

[کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ (۱) کیا ان کے مکر کو بے کار نہیں کر دیا؟ (۲) اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے (۳) جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے (۴) پس انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا (۵)]۔

❖ سورہ کا مضمون:

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے سخت گرفت کا بیان، جو اس نے اپنے پاک گھر (کعبہ) کے خلاف سازش کرنے والوں پر نازل فرمایا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

أَلَمْ تَرَ: کیا تمہیں معلوم نہیں؟

أَصْحَابِ الْفِيلِ: ابرہہ حبشی اور اس کا لشکر، جو کعبہ کو تباہ کرنے آئے تھے۔

كَيْدَهُمْ: کعبہ کو ڈھانے کے لیے ان کی چال اور سازش۔

تَضْلِيل: ناکامی، بربادی اور خسارہ۔

أَبَابِيلَ: جھنڈ در جھنڈ۔

سِجِّيل: پکی ہوئی مٹی۔

كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ: کھایا ہوا سوکھا بھوسا جسے جانور کھا کر چھوڑ دیں۔

❖ اجمالی معنی:

سورہ الفیل مکی سورہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی اپنے گھر (کعبہ) کی حفاظت اور اس کے دفاع پر اس کی قدرت کا بیان ہے، قصہ یوں ہے کہ ابرہہ حبشی، جو عیسائی تھا اور یمن کا بادشاہ تھا، اسے خیال آیا کہ صنعا (یمن) میں ایک عظیم گرجا گھر تعمیر کرے تا کہ بیت اللہ کو چھوڑ کر عربوں کو وہاں حج کے لیے بلائے، اور اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے علاقے (یمن) کی عظمت و حرمت کو بڑھائے، اور تجارت و منافع کا رخ مکہ سے ہٹا کر یمن کی طرف موڑ دے، جب ابرہہ نے اپنا گرجا گھر (کنیسہ) تعمیر کر لیا، تو ایک قریشی شخص آیا اور اس کے دیواروں کو گندگی سے آلودہ کر کے فرار ہو گیا، جب ابرہہ کو اس واقعے کی خبر ملی، تو وہ انتہائی غصے سے بھر گیا، اور اس نے حبشیوں کا ایک لشکر تیار کیا جس کا مقابلہ عربوں کے بس میں نہ تھا، اور وہ مکہ پر حملہ کرنے اور کعبہ کو گرانے کے ارادے سے روانہ ہوا۔

جب وہ لوگ مکہ کے قریب پہنچے، تو اللہ تعالیٰ نے جھنڈ در جھنڈ پرندے ان پر بھیجے، یہ سیاہ رنگ کے پرندے تھے، جو سمندر کی جانب سے جُھنڈ در جُھنڈ آئے، ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں: دو ان کے پاؤں میں اور ایک ان کی چونچ میں، انہوں نے ان کنکریوں کے ذریعے لشکر کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی چال انہی پر پلٹ دی، اور وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ اس واقعے میں لوگوں کے لیے ایک نشانی تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود اپنے مقدس گھر (کعبہ) کا دفاع کرتا ہے، یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت سے پچاس دن قبل پیش آیا، چنانچہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی پیدائش کی ابتدائی نشانیاں اور نبوت کی تمہید میں سے تھا۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ کا اپنے پاک گھر (کعبہ) کی حفاظت فرمانا اور اس کے خلاف سازش کاروں کی سخت گرفت کرنا۔

۲) قریش کو اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد دلانا؛ کیونکہ خانہ کعبہ کے پڑوس میں ان کا رہنا ان کے لیے مزید امن کا باعث اور عزت و رفعت کا ذریعہ تھا۔

۳) ہر ناحق چال یا سازش اپنے سازش کار کے لیے وبال بنتی ہے۔

پیر: مجلس حدیث

عفوودرگزراور تواضع کی ترغیب

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور جو بندہ معاف کرتا ہے، اللہ اس کو عزت ہی عطا فرماتا ہے، اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ عزو جل اسے بلندی عطا کرتا ہے"۔(مسلم:۲۵۸۸)۔

❖ شرح:

اس حدیث میں تین عظیم عبادات کے فضائل بیان کیے گئے ہیں:

پہلی عبادت: صدقہ دینا، اور اس سے مال میں کمی نہیں آتی؛ بلکہ یہ مال میں برکت اور اضافے کا، نیز آفتوں سے بچاؤ اور حفاظت کا سبب ہے۔

دوسری عبادت: برا سلوک کرنے والوں کو معاف کرنا، اور یہ ذلت کا باعث نہیں، بلکہ یہی اصل عزت ہے، چنانچہ جو شخص عفوودرگزر سے کام لینے، اور مواخذہ وملامت نہ کرنے میں معروف ہو، وہ لوگوں کا سردار اور ان کے دلوں میں معزز بن جاتا ہے، اور دنیا وآخرت میں اس کی عزت وشرف میں اضافہ ہوتا ہے۔

تیسری عبادت: تواضع اختیار کرنا، اور یہ تواضع کوئی ذلت نہیں، جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس کے ذریعے بلند مقام عطا فرماتا ہے، چنانچہ جو شخص اللہ کے لیے عاجزی وانکساری اختیار کرے، اور مخلوق کے ساتھ نرم مزاجی سے پیش آئے، ان سے قربت اختیار کرے اور حسنِ سلوک کا معاملہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بلند مرتبہ، لوگوں کے دلوں میں محبت، اور جنت میں اعلیٰ درجات عطا فرماتا ہے۔

اس طرح اس حدیث نے احسان کے تمام پہلوؤں کو جمع کر دیا ہے: جیسے صدقہ کرنا، عفوودرگزر سے کام لینا اور تواضع اختیار کرنا، سو ایک شخص اپنے مال میں اور محتاجوں کی حاجت روائی میں احسان کرنے والا ہے، دوسرا شخص برا سلوک کرنے والے کو معاف کرکے احسان کرنے والا ہے، تیسرا شخص تمام لوگوں کے ساتھ حلم، تواضع اور حسنِ

اخلاق کے ذریعہ احسان کرنے والا ہے۔اوران تینوں اشخاص کے اخلاق اور احسان سارے لوگوں کو شامل ہیں، تو اللہ تعالٰی نے انہیں دنیا میں رفعت عطا فرمائی،اور آخرت میں ان کے لئے اجر وثواب کا عظیم ذخیرہ اکٹھا کر رکھا ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱)صدقے کی فضیلت،اور مسلمان کی جان اور مال پر اس کے اثر کا بیان۔

۲)عفو،درگزر اور حسنِ سلوک کی فضیلت،اور یہ کہ یہ عزت اور شرف کا سبب ہے۔

۳)تواضع کی فضیلت،اور یہ دنیا میں بندوں کے درمیان بلندی،اور آخرت میں عظیم اجر کا باعث ہے۔

۴)وعدہ کے گئے فضائل اسی کو ملیں گے جو ان اعمال کو خالص اللہ کے لیے کرے گا،نہ کہ ریا کے لیے؛کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:"جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے"۔

۵)عزت اور سربلندی اللہ تعالٰی کے ہاتھ میں ہے،وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

اسلامی عقیدے کے اصول

اسلامی عقیدے کے اصول: یہ ایمان چھ بنیادی اصول اور اس کے ارکان ہیں، جنہیں اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی سنت میں ذکر کیا ہے۔

اور وہ ہیں: اللہ پر ایمان، اس کے فرشتوں پر ایمان، اس کی کتابوں پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، آخرت کے دن پر ایمان، اور اچھی بری تقدیر پر ایمان۔

یہ چھ ارکان دین کی بنیاد اور اصل ہیں، اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ: بندے کا ایمان اُس وقت تک درست نہیں ہو سکتا، جب تک وہ ان تمام ارکان پر ایمان نہ لائے۔

دوسری وجہ: عقیدے کے تمام مسائل اور تفصیلات انہی چھ اصولوں سے نکلتے ہیں۔

❁ اس کے دلائل:

ان ارکانِ ایمان کے اثبات میں کتاب وسنت میں کئی دلائل وارد ہوئے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆اللہ تعالیٰ کا فرمان:﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾(نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو، بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو اللہ، یومِ آخرت، فرشتوں، کتاب، اور نبیوں پر ایمان لائے)[البقرۃ:۱۷۷]۔

☆اور اللہ کا فرمان:﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (یقیناً ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے)[القمر:۴۹]۔

☆اسی طرح فرمایا:﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾(اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور اس کی صحیح تقدیر مقرر کی)[الفرقان:۲]۔

اور حدیث میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں کہا: ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر دکھائی دیتا تھا نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا، حتی کہ وہ آ کر نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے، اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیے، اور کہا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز کا اہتمام کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت ہو تو اس کا حج کرو۔'' اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے پوچھ رہا ہے اور خود ہی آپ کی تصدیق بھی کر رہا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور آخری دن (یوم قیامت) پر ایمان رکھو اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان لاؤ۔'' اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ (پھر) اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' اس نے کہا: تو مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے اس (قیامت) کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔'' اس نے کہا: تو مجھے اس کی نشانیاں بتا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نشانیاں یہ ہیں کہ) لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے گی، اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج، بکریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ وہ اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں گے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ سائل چلا گیا، اور میں کچھ دیر اسی عالم میں رہا، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ''اے عمر! تمہیں معلوم ہے کہ پوچھنے والا کون تھا؟'' میں نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جبرئیل تھے، تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔'' (مسلم: ۸)۔

بدھ: مجلس فقہ

غسل کرنا

بعض مخصوص حالتوں میں غسل واجب ہوتا ہے،اور بعض حالتوں میں مستحب۔

❖ وہ حالات جن میں غسل واجب ہے:

۱. منی خارج ہونے پر؛اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ (اگر تم جنبی ہو تو طہارت حاصل کرو)[المائدۃ: ٦]۔اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:"جب تُو پانی (منی) کو خارج کرے، تو غسل کر۔"(بخاری:۲۶۹،مسلم:۳۰۳)۔

۲. جماع؛ گرچہ انزال نہ ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جب مرد عورت کے چار اعضاء کے درمیان بیٹھ جائے، پھر اس سے جماع کرے،تو غسل واجب ہو گیا۔"(بخاری:۲۸۷)۔

۳. کافر کا اسلام لانا؛کیونکہ نبی ﷺ نے قیس بن عاصم کو اسلام لانے پر غسل کا حکم دیا تھا۔(ابو داود: ۳۵۵، نسائی:۱/۱۰۹)۔

۴. عورت کا حیض یا نفاس سے پاک ہونا؛اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ﴾(اور جب وہ طہارت حاصل کریں)[البقرۃ: ۲۲۲]۔اور نبی ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا:"جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو،اور جب وہ ختم ہو جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔"(بخاری:۳۲۰،مسلم:۳۳۳)۔

۵. موت؛نبی ﷺ نے فرمایا:"اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔"(بخاری:۱۲۶۶،مسلم:۱۲۰۶)۔

❖ وہ حالات جن میں غسل مستحب اور مسنون ہے:

۱. جمعہ کے لئے غسل کرنا: یہ مستحب غسل میں سب سے زیادہ موکد ہے؛اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:"جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے،تو غسل کرے۔"(بخاری:۸۷۷)۔

۲. دو جماعوں کے درمیان غسل: اس کی دلیل نبی ﷺ کا ارشاد ہے:"یہ زیادہ پاکیزہ، بہتر اور طہارت والا ہے۔"(ابوداود:۲۱۶)۔

۳. عیدین کے لئے غسل کرنا؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ ثابت ہے۔(موطا مالک: ۴۲۸)۔

۴. عمرہ اور حج کے احرام کے وقت غسل؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے احرام کے وقت غسل فرمایا۔(ترمذی: ۸۳۰)۔

۵. بیہوشی سے افاقہ حاصل کرنے کے بعد غسل کرنا: جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنی بیماری کے دوران کیا۔(بخاری:۶۸۷، مسلم:۴۱۸)۔

۶. میت کو غسل دینے والے کا غسل کرنا: نبی ﷺ نے فرمایا:"جس نے میت کو غسل دیا، وہ غسل کرے۔"(ابن ماجہ:۱۴۶۳)۔

❖ جنبی وغیرہ کے لیے حرام کام:

۱. جنبی کے لئے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں، سوائے گزرنے کے لیے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا﴾"اور جنابت کی حالت میں (نماز کے قریب نہ ہو) جب تک کہ غسل نہ کرلو" [النساء:۴۳]۔ لیکن اگر جنبی وضو کرلے تو وہ مسجد میں بیٹھ سکتا ہے؛ جیسا کہ صحابہ سے ثابت ہے۔(سنن سعید بن منصور:۱۵۵۷)۔

۲. قرآن کی تلاوت کرنا جنبی کے لیے جائز نہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"نبی ﷺ کو قرآن پڑھنے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی، سوائے جنابت کے۔"(احمد:۱۰۱۴)۔

جمعرات: مجلس سیرت

قریش کی طرف سے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا بائیکاٹ

جب حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما اسلام لے آئے، اور مختلف قبائل میں اسلام پھیل گیا، اور بنی ہاشم نے رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کے حوالے کرنے اور ان کی حفاظت سے ہاتھ کھینچنے سے انکار کر دیا، تو یہ بات قریش پر گراں گزری۔

چنانچہ انہوں نے بعثت کے ساتویں سال، محرم کے آغاز میں، اس بات پر اتفاق کیا کہ: بنی ہاشم اور بنی المطلب سے بائیکاٹ کریں، نہ ان سے خرید و فروخت کریں، نہ ان سے نکاح کریں، نہ ان سے بات کریں، نہ ان کے ساتھ بیٹھیں، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ آپ ﷺ کو قتل کر سکیں! انہوں نے ان باتوں کو ایک تحریری معاہدے میں لکھوایا، اور اسے کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا۔

اس صحیفے کو منصور بن عکرمہ بن عامر نے لکھا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر بد دعا کی، چنانچہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔

بنی ہاشم اور بنی المطلب شعبِ ابی طالب میں منتقل ہو گئے، سوائے ابو لہب کے، جس نے قریش کا ساتھ دیا۔

وہ لوگ تین سال تک اسی حالت میں رہے، اور ان تک کوئی بھی چیز صرف چھپ چھپا کر ہی پہنچتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کی حالت خراب ہو گئی، اور بھوک کے سبب گھاٹی کے اندر بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیتیں۔ انہیں درختوں کے پتے اور چمڑے تک کھانے پڑے، وہ صرف حرمت والے مہینوں میں گھاٹی سے نکل پاتے، تاکہ مکہ میں آنے والے تجارتی قافلوں سے کچھ خرید سکیں، لیکن اہلِ مکہ قیمتیں اتنی بڑھا دیتے کہ وہ کچھ خرید نہ پاتے!

پھر بعثت کے دسویں سال، قریش کے چند افراد نرم پڑے اور انہوں نے اس صحیفے کو منسوخ کرنے کی کوشش کی، ان میں ہشام بن عمرو بن ربیعہ اور مطعم بن عدی شامل تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو خبر دی کہ: "اللہ نے دیمک کو اس صحیفے کو کھانے کے لئے بھیج دیا ہے، جس نے اس میں اللہ کے ذکر کے سوا سب کچھ کھا لیا ہے۔"، چنانچہ ابو طالب قریش کے پاس گئے اور انہیں صحیفہ کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی بات بتائی؛ اور کہا: "اگر محمد ﷺ جھوٹے نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے، اور اگر

سچے نکلے، تو تمہیں ہماری بائیکاٹ اور ظلم سے باز آنا ہوگا۔" چنانچہ جب صحیفہ کھولا گیا تو وہ ویسا ہی تھا جیسا نبی ﷺ نے کہا تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ۳/۹۷)۔اس طرح معاہدہ منسوخ کر دیا گیا، اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی، اس طویل محاصرے اور ظالمانہ بائیکاٹ کے بعد شعبِ ابی طالب سے باہر نکلے۔

هفتہ: مجلس صحابہ

عائشہ رضی اللہ عنہا

❖ نام اور ولادت:

اُم المؤمنین عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما، ان کی کنیت "اُم عبد اللہ" ہے، اور یہ کنیت ان کی بہن اسماء کے لڑکے اور ان کے بھانجے عبد اللہ بن زبیر پر پڑی۔

ان کی پیدائش نبی کریم ﷺ کی بعثت کے چوتھے سال مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

❖ سیرت اور فضائل:

وہ صدیقہ بنتِ صدیق ہیں، جن کی براءت سات آسمانوں کے اوپر سے آئی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی طہارت کی شہادت دی، اور ان کے بارے میں قیامت تک تلاوت کی جانے والی آیات نازل فرمائیں۔

وہ صحابہ میں سے سب سے زیادہ دین کی سمجھ، سب سے زیادہ علم، سب سے زیادہ حدیث کی روایت، اور سب سے بہتر رائے رکھنے والوں میں سے تھیں، بڑے بڑے صحابہ کرام کسی دینی مسئلے میں الجھتے تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ دریافت کرتے؛ جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمیں جب بھی کسی معاملے میں اشکال ہوتا اور ہم حضرت عائشہ سے پوچھتے، تو ضرور ان کے پاس اس کا علم پاتے" (ترمذی: ۳۸۸۳)، اور زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کو تمام امہات المؤمنین اور تمام عورتوں کے علم کے ساتھ جمع کیا جائے، تو حضرت عائشہ کا علم سب سے بڑھ کر ہوگا۔" (موطأ امام مالک، الاعظمی: ۱۲۴/۶)۔

نبی کریم ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کے ساتھ نکاح سے پہلے ہی بشارت دی گئی؛ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تین راتوں تک تمہیں خواب میں دیکھا، فرشتہ تمہیں ریشمی کپڑے میں لے کر آتا، اور کہتا: یہ تمہاری بیوی ہے، میں جب تمہارا چہرہ کھولتا، تو تم ہی ہوتی، تو میں کہتا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گا" (بخاری: ۳۸۹۵، مسلم: ۲۴۳۸)۔

نبی ﷺ نے مکہ میں ان سے نکاح کیا اور اس وقت وہ چھ برس کی تھیں، اور یہ ہجرت سے چند مہینے پہلے کی بات ہے۔ پھر ان کے والدین انہیں لے کر مدینہ ہجرت کر گئے، اور نبی ﷺ کے پاس ان کی رخصتی مدینہ میں شوال کے

مہینے میں، غزوہ بدر کے بعد، سنہ دو ہجری میں ہوئی، اس وقت وہ نو برس کی تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

آپ ﷺ ان سے بہت شدید محبت رکھتے تھے؛ چنانچہ جب آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "عائشہ۔" پوچھا گیا: اور مردوں میں سے؟ تو آپ نے فرمایا: "اس کا باپ۔" (بخاری: ۳۶۶۲)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید (روٹی گوشت والا کھانا) کی باقی تمام کھانوں پر۔" (بخاری: ۳۷۶۹، مسلم: ۲۴۳۱)۔

ان کی فضیلتوں میں سے ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے ذریعے انہیں سلام بھیجا (بخاری: ۳۷۶۸)۔

اور ان کی فضیلتوں میں سے ہے کہ نبی ﷺ جب بیمار ہوتے تو یہ خواہش کرتے کہ ان کی تیمارداری عائشہ کے گھر میں ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ شرف بخشا کہ نبی ﷺ کی آخری گھڑیاں ان کے حجرے میں، ان کی گود میں گزریں؛ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں، میری باری میں، اور میری ٹھوڑی اور سینے کے درمیان فوت ہوئے۔" (بخاری: ۴۴۴۹)۔

❖ وفات:

عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں سنہ ۵۷ھ، منگل کی رات، رمضان کی سترہویں تاریخ، وتر کی نماز کے بعد فوت ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر ۶۶ برس تھی۔

اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں رات ہی کو دفن کیا جائے، چنانچہ انہیں اُسی رات بقیع میں دفن کیا گیا، اور نمازِ جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

	تیرہویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [ابابیل] کا معنی کیا ہے؟		ا
	[ا]جھنڈ در جھنڈ	[ب]الگ تھلگ ٹکڑیاں	[ج]خوفناک ٹولیاں
مجلس حدیث	سوال: اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع اختیار کرنے والے کا ثواب کیا ہے؟		ج
	[ا]رزق کی کشادگی	[ب]چہرے کی رونق	[ج] اللہ کی طرف سے سربلندی
مجلس عقیدہ	سوال: اسلامی عقیدہ کے اصولوں میں سے ہے:		ب
	[ا]زبان کی حفاظت	[ب]تقدیر پر ایمان	[ج]ایذارسانی سے باز رہنا
مجلس فقہ	سوال: جس حالت میں غسل واجب ہے، وہ ہے:		ب
	[ا]بے ہوشی	[ب]کافر کا اسلام لانا	[ج]گناہ کرنا
مجلس سیرت	سوال: جس نے بائیکاٹ کا پروانہ لکھا تھا اس کا نام ہے:		ا
	[ا] منصور بن عکرمہ بن عامر	[ب]عکرمہ بن ابی جہل	[ج]ابولہب بن عبدالعزی
مجلس صحابہ	سوال: عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ہے کہ:		ا
	[ا]ان کے علاوہ کسی باکرہ سے آپ ﷺ نے شادی نہیں کی	[ب] خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی ہیں	[ج] امہات المومنین میں سب سے آخر میں وفات پانے والی ہیں

چودھواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ القارعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿الْقَارِعَةُ (١) مَا الْقَارِعَةُ (٢) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ (٣) يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (٤)
وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (٥) فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (٦) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ (٧) وَأَمَّا مَنْ
خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (٨) فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (٩) وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ (١٠) نَارٌ حَامِيَةٌ(١١)﴾

[کھڑ کھڑا دینے والی(١) کیا ہے وہ کھڑ کھڑا دینے والی(٢) تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑ کھڑا دینے والی کیا ہے(٣) جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے(٤) اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (٥) پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے(٦) وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا(٧) اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے(٨) اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے(٩) تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے(١٠) وہ تند و تیز آگ (ہے)(١١)]

❖ سورہ کا مضمون:

قیامت کی ہولناکیوں اور انسانوں کے میزان کے احوال بیان کر کے دلوں کو جھنجھوڑنا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

الْقَارِعَةُ: قیامت؛ اسے "قارعہ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ہولناک مناظر سے دلوں کو دھڑکا دے گی اور سراسیمہ کر دے گی۔

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ: پھیلے ہوئے پروانوں کی مانند، جو ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہونگے۔

كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ: دھنے ہوئے اون کی طرح، یہ ابتدا میں ایسا ہوگا، پھر وہ رفتہ رفتہ غبار میں تبدیل ہو جائیں گے، جیسے کہ کچھ بھی نہ تھا۔

ثَقُلَتْ مَوْزِينُهُ: اس کی نیکی کے پلڑے بھاری ہوں گے۔

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ: اس کا ٹھکانا اور مسکن جہنم ہوگی جس میں وہ سر کے بل گرے گا۔

❖ اجمالی معنی:

سورہ القارعہ مکی سورہوں میں سے ہے، جس میں گیارہ آیات ہیں جو دوبارہ زندہ کیے جانے، جزاء وسزا اور اعمال کے ترازو میں انسانوں کے احوال کو بیان کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں خبر دی ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو وہ اپنے ہولناک مناظر اور عظیم واقعات کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو دھڑکا دے گی۔ اُس دن لوگ اپنی کثرت اور عقلوں کی حیرانی میں ٹڈیوں کی طرح ہوں گے، جیسے وہ اکٹھا ہوتے، اوپر نیچے ہوتے اور بکھرتے ہیں، اس حال میں کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر گر رہے ہوں گے، اور حال یہ ہوگا کہ پہاڑ اپنی پائیداری، بلندی اور عظمت کے باوجود اُس دن دھنے ہوئے اون کی طرح ادھر ادھر اڑ رہے ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ قیامت کے بعد لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے: جس کے نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہ جہنم سے نجات پائے گا اور پسندیدہ زندگی میں ہوگا، یعنی ہمیشہ کی نعمتوں والی جنت میں۔ اور جس کی نیکیاں کم اور برائیاں زیادہ ہوں گی، اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جو بربادی کا گھر ہے، وہ اس میں الٹا کر کے سر کے بل پھینک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) قیامت کے دن کی شدتوں اور ہولناکیوں کی یاد دہانی۔

۲) متقیوں کے انجامِ خیر کا بیان اور اس کی ترغیب دینا، اور کافروں کے انجامِ بد سے ڈرانا اور اس سے خبردار کرنا۔

۳) اہل سنت والجماعت کے عقیدے میں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن میزان قائم ہوگا، اور اس میں نیک وبد اعمال تولے جائیں گے۔

۴) آخرت کی آگ نہایت تیز اور گرم ہوگی، اس کی حرارت دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔

پیر: مجلس حدیث

ظلم سے انتباہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا" (متفق علیہ، بخاری: ۲۴۴۷، مسلم: ۲۵۷۹)۔

❖ شرح:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ظلم سے بچیں اور اس میں پڑنے سے ڈریں، خواہ وہ ظلم انسان پر ہو یا جانور پر، دوست پر ہو یا دشمن پر، مسلمان پر ہو یا کافر پر، پھر آپ ﷺ نے ظلم سے ڈرانے کی وجہ بھی بیان فرمائی: ظلم کرنے والا قیامت کے دن تاریکیوں میں ہوگا، جن میں وہ راستہ نہ پا سکے گا، جبکہ مؤمنین کا نور ان کے آگے اور دائیں جانب چمک رہا ہوگا۔

ظلم سے ڈرانا، عدل وانصاف ع کی ترغیب دینا ہے؛ کیونکہ شریعت عدل کا حکم دینے اور ظلم سے منع کرنے آئی ہے۔ سب سے بڑا اور بنیادی عدل: اللہ کی توحید کا اقرار اور اس کے لئے عبادت کو خالص کرنا ہے۔ اور سب سے بڑا اور بھیانک ظلم: اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

اس کے بعد عدل کے مرتبے میں نبی کریم ﷺ کے حقوق ادائیگی ہے، یعنی آپ پر ایمان لانا، آپ سے محبت کرنا، اور آپ کی محبت کو تمام مخلوق کی محبت پر مقدم رکھنا۔

عدل میں والدین سے حسن سلوک، صلہ رحمی، خرید و فروخت میں سچائی، خادموں اور ملازمین کے حقوق ادا کرنا، میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری ہے، اور جو ان میں سے کسی چیز میں کوتاہی کرے، وہ ظالم ہے۔

ہر قسم کا ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا، ظالموں کو ان کے ظلم کے مطابق سزا دی جائے گی، اور مظلومین کو ظالموں کی نیکیاں دے کر بدلہ چکایا جائے گا، اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ ظالموں پر ڈال دیے جائیں گے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) ظلم اور اس کے انجام کے خطرے سے ڈرایا گیا ہے۔

۲) دینی نصوص نے واضح کیا ہے کہ ظلم کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسا ظلم جسے اللہ ہر گز معاف نہیں کرے گا، اور وہ اللہ کے ساتھ شرک ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ (بیشک اللہ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے) [النساء: ۴۸]۔

دوسری قسم: ایسا ظلم جسے اللہ کسی صورت نہیں چھوڑے گا، بلکہ مکمل طور پر اس کا بدلہ لے گا، اور وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم ہے۔

تیسری قسم: ایسا ظلم جو اللہ کی مشیت کے تابع ہے؛ اگر چاہے تو معاف کر دے، اور اگر چاہے تو سزا دے، اور یہ وہ گناہ ہیں جو بندے اور اللہ کے درمیان ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ شرک تک نہ پہنچیں۔

منگل: مجلس عقیدہ

ایمان کے چھ ارکان میں سے پہلا رکن: اللہ عزوجل پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان چار امور کو شامل ہے:

پہلا: اللہ کے وجود پر ایمان۔

دوسرا: اس کی ربوبیت پر ایمان۔

تیسرا: اس کی الوہیت پر ایمان۔

چوتھا: اس کے اسماء وصفات پر ایمان۔

پہلا امر: (اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان)؛ اللہ تعالیٰ کے وجود پر چار قسم کے دلائل ہیں: فطری، عقلی، شرعی اور حسی۔

۱) **فطری دلیل:** ہر مخلوق کو اس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے کہ وہ بغیر کسی سابقہ غور وفکر یا تعلیم کے اپنے خالق پر ایمان رکھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے) [الروم: ۳۰]۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے"۔ (بخاری: ۱۳۵۸، مسلم: ۲۶۵۸)۔

۲) **عقلی دلیل:** ہر حادث (پیدا ہونے والی چیز) کا کوئی محدث (پیدا کرنے والا) ہوتا ہے، اور ہر مخلوق کا لازمی کوئی خالق ہوتا ہے، اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی چیز خود کو پیدا کرلے، اور نہ ہی یہ کہ وہ محض اتفاقاً وجود میں آجائے؛ تو یہ بات یقینی ہوگئی کہ مخلوقات کا کوئی پیدا کرنے والا رب ہو، اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کائنات ایک منظم نظام پر چل رہی ہے، جس کا اتفاقاً اس طرح ہونا محال ہے؛ کیونکہ اتفاقاً وجود میں آنے والی چیز کسی نظام پر نہیں ہوسکتی؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ (کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کئے گئے ہیں یا وہ خود خالق ہیں) [لطور: ۳۵]۔ اسی لئے جب جُبیر بن مطعم نے یہ آیتیں سنیں تو کہا: "میرا دل اُڑنے کے قریب تھا، اور یہی وہ لمحہ تھا جب میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا۔" (بخاری: ۴۸۵۳)۔

۳) شرعی دلیل: آسمانی کتابیں سب کی سب اللہ کے وجود پر گواہ ہیں، اسی طرح ان میں موجود عادلانہ احکام، مخلوق کے لیے مفید مصلحتیں، اور سچّی خبریں جن کے وقوع کا انسانوں نے مشاہدہ کیا، یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ احکام اور کتابیں علیم وحکیم رب کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔

۴) حسی دلیل: اللہ کے وجود پر حسی دلائل کے دو پہلو ہیں:

پہلا پہلو: انبیاء ورسل اور نیک لوگوں میں سے دعا کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول کرنا، اور غمزدوں کی فریاد سننا، یہ سب ان کے رب کے وجود کی قطعی دلیل ہیں، اور دعا کرنے والوں کی دعا کا قبول ہونا آج تک مشاہدے سے ثابت ہے بشرطیہ کہ وہ سچے دل سے اللہ سے التجا کریں۔

دوسرا پہلو: انبیاء کی نشانیاں اور ان کے معجزات، جنہیں لوگوں نے براہِ راست دیکھا اور تواتر سے نقل کیا؛ جیسے حضرت نوح، صالح، موسیٰ، اور عیسیٰ علیہم السلام کے معجزے، اور ہمارے نبی محمد ﷺ کے معجزے جیسے: چاند کا دو ٹکڑے ہونا، آپ کی ہتھیلی میں کنکریوں کا تسبیح کرنا، آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔

بدھ: مجلس فقہ

غسل کا طریقہ اور پٹی پر مسح

❖ غسل کا طریقہ:

جنابت سے غسل کے دو طریقے ہیں:

کفایتی طریقہ، اور مستحب طریقہ۔

● **کفایتی طریقہ:** وہ ہے جو صرف واجبات پر مشتمل ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ: دل میں نیت کرے، پھر پورے بدن پر پانی بہائے، کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھائے۔

● **مستحب طریقہ:** یہ واجبات اور مسنونات دونوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس کی صورت یہ ہے: دل میں نیت کرے، پھر ہاتھوں کو دھوئے، پھر شرمگاہ اور ناپاکی کی جگہ دھوئے، پھر وضو کرے جیسے نماز کے لیے کرتا ہے، پھر ہاتھ میں پانی لے کر سر کے بالوں میں خلال کرے، اس طرح کہ انگلیاں بالوں کی جڑوں میں ڈالے تاکہ پانی جلد تک پہنچ جائے، پھر تین چلو پانی سر پر ڈالے، پھر پورے بدن پر پانی بہائے؛ یہ طریقہ عائشہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما کی روایتوں میں آیا ہے۔(بخاری:۲۴۸–۲۴۹، مسلم:۳۱۶–۳۱۷)۔

✵ **دونوں طریقوں میں غسل کرنے والے پر واجب ہے کہ:** وہ بالوں کی جڑوں اور بدن کے چھپے ہوئے حصوں کا خیال رکھے، جیسے: بغلیں، ناف، گھٹنوں کے اندرونی جوڑ، اگر وہ گھڑی یا انگوٹھی پہنے ہو تو لازم ہے کہ اُسے ہلائے تاکہ پانی نیچے تک پہنچ جائے۔

❖ پٹی پلاسٹر وغیرہ پر مسح کرنا:

پٹی: ایسے مواد کو کہتے ہیں جو ہڈی کے ٹوٹنے پر باندھا جاتا ہے تاکہ وہ ٹھیک ہو جائے اور جڑ جائے، جیسے پلاسٹر وغیرہ۔اسی طرح زخموں پر چپکائی جانے والی پٹیاں، ڈریسنگ پٹیاں بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

✵ وضو اور غسل میں ان پر مسح کا حکم:

فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل میں پٹی اور اس جیسی اشیاء پر مسح کرنا جائز ہے، لیکن دو شرطوں کے ساتھ:

١. اس پٹی کی واقعی ضرورت ہو، بایں طور کہ اگر اُسے نکالا جائے تو نقصان کا اندیشہ ہو۔

٢. پٹی اتنی ہی مقدار میں ہو جتنی ٹوٹے ہوئے حصے یا زخم کو ضرورت ہو، اگر وہ ضرورت سے زائد ہو تو جو زائد حصہ ہے، اُسے نکالنا واجب ہو گا۔

✵ پٹی وغیرہ پر مسح کے احکام:

١. پوری پٹی پر مسح کرنا واجب ہے۔

٢. پٹی پر مسح کی کوئی مخصوص مدت نہیں، بلکہ جب تک پٹی بندھی رہے یا زخم ٹھیک نہ ہو جائے، تب تک اس پر مسح کرنا جائز ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

جب نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی دشمنی دیکھی کہ وہ مسلمانوں کو اور زیادہ اذیتیں پہنچانے لگے،، تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کا مشورہ دیا۔ چنانچہ اس بار تراسی (۸۳) مرد اور ان کے ساتھ سترہ (۱۷) عورتیں مملکت حبشہ کی طرف نجاشی اصحمہ کے ملک میں مہاجرین کر روانہ ہوئے۔ نجاشی نے انہیں پناہ دی، عزت دی، اور امان عطا کی۔

جب قریش کو اس ہجرت کا علم ہوا، تو انہوں نے ان کے پیچھے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو روانہ کیا، وہ دونوں تحفے تحائف کے ساتھ نجاشی کے پاس آئے تاکہ وہ مسلمانوں کو واپس کر دے، نجاشی نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا، تب انہوں نے تہمت لگائی کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت بڑی بات کہتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔

نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا، جن کے قائد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، ان سے ان کے دین کے بارے میں سوال کیا، پس جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہایت وضاحت کے ساتھ گفتگو کی، اور نجاشی کے سامنے اسلام سے قبل اپنی حالت اور اب جہاں وہ پہنچے ہیں اس کو بیان کیا، نیز جعفر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کو خالص اسی کے لیے مخصوص کرنے، اور بتوں کی پوجا کو چھوڑنے کا حکم لایا ہے، اور بلند اخلاق کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ پھر انہوں نے نجاشی کے سامنے سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کیں، جن میں مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ مذکور ہے۔

جب انہوں نے اپنی بات مکمل کی تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: "یہ جو کچھ انہوں نے کہا، وہ انجیل کی تعلیمات سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں!" پھر اُس نے فرمایا: "جاؤ! تم میری زمین میں محفوظ ہو، جو تمہیں برا کہے گا، وہ بھگتے گا!" پھر اس نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہا: "اللہ کی قسم! اگر تم مجھے سونے کا پہاڑ بھی دو، تب بھی میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا!" پھر اس نے ان کے تحفے واپس کر دیے، اور وہ

رسوا ہو کر نہایت ہزیمت کے ساتھ لوٹ گئے، جبکہ مسلمان حبشہ میں امن و عزت کے ساتھ رہتے رہے۔(البدایہ والنہایہ ۱/٦٩)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

حفصہ رضی اللہ عنہا

❖ نام ونسب اور ولادت:

ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل، ان کا نسب نبی کریم ﷺ سے "کعب بن لؤی" پر جا کر ملتا ہے۔

ان کی ولادت نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پانچ سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

❖ سیرت اور فضائل:

حفصہ رضی اللہ عنہا، پہلے خُنیس بن حذافہ سَہمی کے نکاح میں تھیں، جو اسلام لانے میں سبقت کرنے والے لوگوں میں سے تھے، ان دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور خنیس رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی، پھر اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۳۰/۸)۔

ان کے شوہر کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے تیسرے سال ان سے نکاح فرمایا، اس وقت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً بیس سال تھی، اس طرح وہ نبی کریم ﷺ کی چوتھی زوجۂ مطہرہ بنیں۔

وہ روزہ رکھنے والی، رات میں قیام کرنے والی، تقویٰ شعار اور پرہیز گار، سمجھ دار، اور عقل مند خاتون تھیں، ان کی بلاغت وفصاحت معروف تھی، اور ان سے خطبے اور اشعار بھی منقول ہیں۔ وہ ان چند خواتین میں شامل تھیں جو اُس وقت لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، اور انہوں نے کتابت کا فن شفاء بنت عبد اللہ سے سیکھا تھا۔ (ابو داود: ۳۸۸۷)۔

ان کے فضل وشرف کے لئے اتنا کافی ہے کہ قرآن کریم کا پہلا نسخہ جسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے جمع کیا گیا تھا ان کے پاس تھا، وہ اس طرح کہ ابو بکر کی وفات کے بعد یہ نسخہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور پھر جب حضرت عمر کی وفات کا وقت آیا، تو انہوں نے وصیت کی کہ یہ قرآن حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا جائے (بخاری: ۴۶۷۹)۔ چنانچہ وہ نسخہ ان کے پاس محفوظ رہا، یہاں تک کہ خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب قرآن کو جمع کرنے اور اس کے نسخے تیار کروانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے وہ نسخہ منگوالیا۔

❖ وفات:

حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور، شعبان ۴۱ھ میں، مدینہ میں ہوئی، ان کی نمازِ جنازہ اس وقت کے مدینہ کے گورنر مروان بن حکم نے پڑھائی، اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

	چودھویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:آیت میں [العہن المنفوش] کا معنی کیا ہے؟		ج
	[ا] گرم مٹی	[ب] جلا ہوا چمڑا	[ج] دھنی ہوئی روئی
مجلس حدیث	سوال: وہ ظلم جس میں سے اللہ کچھ نہ چھوڑے گا بلکہ پورا بدلہ لے گا؟		ج
	[ا] سود خوری	[ب] نفس پر ظلم	[ج] بندوں کا آپسی ظلم
مجلس عقیدہ	سوال: اللہ کے وجود پر عقلی دلائل میں سے ہے:		ا
	[ا] مخلوقات کا کوئی نہ کوئی خالق ہے	[ب] آسمانی کتابیں	[ج] دعاوں کی قبولیت اور پریشان حال کی دادرسی
مجلس فقہ	سوال: غسل جنابت میں واجب ہے:		ب
	[ا] اس سے پہلے وضو کرنا	[ب] سارے بدن پر پانی بہانا	[ج] تین تین بار دھونا
مجلس سیرت	سوال: حبشہ کے بادشاہ کے سامنے مسلمانوں کا قائد جنہوں ان کی طرف سے گفتگو کی، وہ تھے:		ب
	[ا] عبداللہ بن عباس	[ب] جعفر بن ابی طالب	[ج] عمر بن خطاب
مجلس صحابہ	سوال: حفصہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ نے کس سنہ میں شادی کی؟		ا
	[ا] ۳ھ	[ب] ۵ھ	[ج] ۷ھ

پندرھواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ التکاثر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (١) حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (٢) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (٣) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (٤) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ (٥) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (٦) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (٧) ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (٨)﴾

[زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا(١) یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے(٢) ہر گز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے(٣) ہر گز نہیں پھر تمہیں جلد علم ہو جائے گا(٤) ہر گز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو(٥) تو بیشک تم جہنم دیکھ لو گے(٦) اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے(٧) پھر اس دن تم سے ضرور بہ ضرور نعمتوں کا سوال ہو گا(٨)]

❖ سورہ کا مضمون:

دنیا میں مال ومتاع کی زیادتی میں مشغول لوگوں کو قبر اور آخرت کے حساب کی یاددہانی۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

أَلْهَاكُمُ: اللہ کی اطاعت سے تمہیں غافل کر دیا۔

التَّكَاثُرُ: مال، اولاد اور دنیاوی سامان کی کثرت پر فخر کرنا۔

عِلْمَ الْيَقِينِ: دل میں راسخ یقینی علم، جس میں کوئی شک نہ ہو۔

عَيْنَ الْيَقِينِ: یعنی تم جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، بالکل یقینی طور پر جس میں شک نہیں۔

النَّعِيمِ: ہر قسم کی نعمتیں، جیسے: صحت، امن، اہل وعیال، کھانا، وغیرہ۔

❖ اجمالی معنی:

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ملامت کر رہا ہے جو مال جمع کرنے اور اس کی زیادتی پر فخر کرنے میں مشغول ہیں، اور جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے تھے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت؛ اس سے غافل ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ اسی غفلت میں مسلسل جی رہے ہیں یہاں تک ان کو موت آجائے اور وہ قبروں میں پہنچا دیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمارہا ہے: "ہر گز نہیں!" یعنی: ایسا طرزِ عمل ہر گز درست نہیں۔ پھر فرمایا: ''تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا'' کہ اللہ کی اطاعت سے غفلت برتنے اور آخرت کے لئے زادراہ لینے سے اعراض کاانجام کیاہوتاہے۔

اگر تم یقینی طوراس چیز کو جان لو جسے تم قبروں میں اور حشر ونشر کے دن اپنے سامنے پاوگے، تو تم ہر گز مال واولاد کی کثرت میں مقابلہ آرائی نہ کروگے، بلکہ تم نیک اعمال کی طرف سبقت کروگے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسم کے انداز میں خبر دی گئی کہ تمام انسان قیامت کی سرزمین میں جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، مشرک اس لیے دیکھے گا کہ وہ اس میں داخل ہوگا، اور مؤمن اسے دیکھے گا لیکن اللہ اسے نجات عطافرمائے گا۔ اسی وقت لوگوں سے پوچھا جائے گا ان نعمتوں کے بارے میں جو انہیں دنیا میں صحت، فراغت، امن، کھانے، پینے کی صورت میں عطاکی گئی تھیں، سو جنھوں نے ان نعمتوں پر اللہ کا شکراداکیااوران سے اللہ کی اطاعت میں مددلی وہ نجات پاجائیں گے۔ اور جنھوں نے شکرادانہ کیا، بلکہ ان نعمتوں کے ذریعے نافرمانی کی، تو وہ اس کی سزاپائیں گے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) ان لوگوں کے لیے شدید وعید جو مال کو جمع کرنے اور اولاد پر فخر کرنے میں مشغول ہو کر اللہ کی عبادت سے غافل ہو جاتے ہیں۔

۲) قبر محض ایک گزرگاہ عارضی پڑاؤ ہے، جہاں سے لوگ جلد آخرت کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

۳) دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر اس طرح ہوگا کہ اس کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہی حقیقی انعام کرنے والا ہے، اور زبان سے شکر اس طرح ہوگا کہ ان نعمتوں کو اللہ سے منسوب کیا جائے، اور اللہ کی حمد وثنا کے طور پر ان کا ذکر کیا جائے، اور اعضاء سے شکر اس طرح ہوگا کہ اللہ کی واجب کردہ چیزوں کو کیا جائے اور حرام کردہ چیزوں سے بچا جائے۔

پیر: مجلس حدیث

اللہ تعالی کی نعمتوں پر شکر لازم ہے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے سے کم تر لوگوں کی طرف دیکھو، اور اپنے سے برتر کی طرف نہ دیکھو، یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔" (متفق علیہ: بخاری: ۶۴۹۰، مسلم: ۲۹۶۳)۔

❖ شرح:

نبی کریم ﷺ ہمیں اس حدیث میں اس طرح شکر کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، کہ اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے، ان کا زبان سے تذکرہ کیا جائے، اور ان سے اللہ کی اطاعت میں مدد لی جائے، اسی کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک کارگر نفع بخش نسخہ بھی بتایا کہ: آدمی ہمیشہ اُن لوگوں کو دیکھے جو اُس سے عقل، مال اور تمام قسم کی بقیہ نعمتوں میں کم تر ہوں؛ تاکہ یہ چیز اسے اس بات پر ابھارے کہ وہ اپنے رب کا شکر ادا کرے اس کی تعریف کرے، اور ان لوگوں کو نہ دیکھے جنہیں دنیاوی لحاظ سے اس پر برتری حاصل ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو حقیر جانے۔ چنانچہ جو شخص یہ طریقہ اختیار کرے گا وہ اپنے رب کا شکر گزار ہوگا، اس کا دل پر سکون رہے گا، اور وہ اطمینان بھری، خوشحال زندگی گزارے گا۔

یہی مفہوم اللہ تعالی کے کلام میں بھی واضح طور پر موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ، وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ (اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمالیں تیرے رب کا دیا ہوا رزق ہی (بہت) بہتر اور باقی رہنے والا ہے) [طہ: ۱۳۱]۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) مسلمان کو ان بہترین طریقوں کی طرف رہنمائی دی گئی ہے جو اسے رضا اور قناعت کی طرف لے جاتے ہیں۔

۲)دنیاوی امور میں اپنے سے کم تر لوگوں سے عبرت لینا جائز ہے؛تاکہ وہ بندہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر راضی ہو اور شکر گزار بنے۔البتہ عبادت و دین کے معاملے میں اُسے چاہیے کہ وہ اپنے سے بہتر لوگوں کو دیکھے تاکہ وہ بھی نیکیوں میں بڑھنے اور مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔

۳)دنیا سے بے رغبتی اور اسے نظر انداز کرنے کی فضیلت۔

۴)اس حدیث میں دل کی بہت سی بیماریوں: جیسے حسد، کینہ کپٹ وغیرہ سے بچاؤ کا نسخہ ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

اللہ عزوجل کی ربوبیت پر ایمان

اللہ کی ربوبیت پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ہی کوئی اس کا مددگار ہے۔

"رب" وہ ہے جس میں تین صفات ہوں: (پیدا کرنا، مالک ہونا، انتظام وتدبیر کرنا)، یہ تینوں صفات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں؛ چنانچہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں، اس کے سوا کوئی حقیقی مالک نہیں اور اس کے سوا کوئی تدبیر کرنے والا نہیں۔

❃اس کے دلائل:

●اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (خبردار! پیدا کرنا بھی اسی (اللہ) کے لیے ہے اور حکم دینا بھی اسی کا حق ہے) [الاعراف: ۵۴]۔

●اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ، وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ﴾ (یہی ہے تمہارا ربّ اللہ، اسی کے لیے بادشاہی ہے، اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے کے بھی مالک نہیں) [فاطر: ۱۳]۔

●اور اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کردینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔) [البقرۃ: ۱۶۴]۔

● نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ، هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ؟ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں روزی دی، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے؟ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں)۔ [الروم: ۴۰]۔

● اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ (٢٠) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (٢١) وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ (٢٢) وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (٢٣) وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (٢٤)﴾

(اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب انسان بن کر (چلتے پھرتے) پھیل رہے ہو (۲۰) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں (۲۱) اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں (۲۲) اور (بھی) اس کی (قدرت کی) نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل (یعنی روزی) کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے۔ جو لوگ سننے کے عادی ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں (۲۳) اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اس میں (بھی) عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں (۲۴)) [سورہ الروم: ۲۰-۲۴]۔

تمام مخلوقات نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی توحید کا اقرار کیا ہے، اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہی اپنی مخلوق کے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے؛ وہی انہیں پیدا کرتا ہے، وہی انہیں رزق دیتا ہے، وہی انہیں زندہ کرتا ہے، اور وہی انہیں

موت دیتا ہے۔لوگ اللہ کے ان افعال میں کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ان میں سے مثال کے طور پر نبی ﷺ کے زمانے کے مشرکین بھی ہیں؛وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو تسلیم کرتے تھے،حالانکہ وہ الوہیت میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾ (اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟تو ضرور کہیں گے:زبردست اور علم والے(اللہ)نے)[الزخرف:۹]۔

مخلوقات میں سے کسی نے اللہ کی ربوبیت کا انکار نہیں کیا،سوائے اُس کے جو ضدی اور ہٹ دھرم ہو،وہ جو زبان سے کہہ رہا ہے دل میں اس کا اعتقاد نہیں رکھتا،جیسا کہ فرعون کا حال تھا:اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا،لیکن وہ دل سے اس کا قائل نہ تھا،بلکہ صرف تکبر اور عناد کی بنیاد پر اس نے ایسا کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی بات نقل کی ہے جو انہوں نے فرعون کو مخاطب کرکے کہی تھی:﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنزَلَ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ﴾(موسیٰ نے(فرعون سے)کہا:تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ سب نشانیاں آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے نازل فرمائی ہیں،واضح دلائل کے طور پر)[الاسراء:۱۰۲]۔اور فرمایا:﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾(اور انہوں نے ان(نشانیوں)کا انکار کیا،حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے،ظلم اور تکبر کی وجہ سے)[النمل:۱۴]۔

بدھ: مجلس فقہ

تیمم کا بیان

ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو ایسے حالات پیش آئیں جہاں یا تو پانی موجود نہ ہو، یا پانی تو ہو لیکن اس کا استعمال ممکن نہ ہو، ایسی صورت میں اللہ تعالی نے پانی کے متبادل چیز مشروع فرمائی ہے، جسے تیمم کہا جاتا ہے، تیمم اللہ تعالی کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے ایک رخصت ہے، یہ اس شریعت کے محاسن میں سے ہے اور امت محمدیہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اللہ نے اسے بطور رحمت، وسعت اور احسان کے پچھلی امتوں کے بجائے اسی امت کے لیے خاص کیا۔

تیمم کا حکم:

تیمم کی مشروعیت پر علمائے امت کا اجماع ہے اور یہ کہ اور یہ چھوٹی ناپاکی اور بڑی ناپاکی میں پانی سے طہارت کا متبادل ہے۔

دلیل:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو اللہ تعالی تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے، تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو) [المائدۃ:٦]۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان: "میرے لیے پوری زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے۔" (بخاری: ٣٣٥)۔

تیمم کا طریقہ:

نیت کرے، بسم اللہ کہے، دونوں ہاتھوں سے زمین یا پاک مٹی پر ایک بار مارے، پھر ان میں پھونک مارے، پھر چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کرے، دائیں ہاتھ کی پشت کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے، اور بائیں ہاتھ کی پشت کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے۔ (بخاری: ٣٤٧، مسلم: ٣٦٨)۔

تیمم دو حالتوں میں درست اور کافی ہوتا ہے:

پانی نہ ہونے کی صورت میں: اللہ نے فرمایا: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو) [المائدہ:٦]۔ اور نبی ﷺ کا فرمان: ''پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے، خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے، لیکن جب پانی مل جائے تو اسے اپنی جلد پر لگانا چاہیے (یعنی وضو یا غسل کرنا چاہئے''۔ (ترمذی: ١٢٤)۔ اسی میں وہ حالت بھی شامل ہے جب کسی کے پاس تھوڑا پانی ہو، جو اسے پینے یا کھانے پکانے کے لیے درکار ہو؛ اگر وہ اس پانی سے وضو کرے تو وہ اپنی ضرورت نہیں پوری کر سکتا اور اسے یا اس کے ساتھی کو پیاس لگ سکتی ہے۔

پانی کے استعمال سے عاجز ہونے کی صورت میں: جیسے کہ: بیماری ہو، یا شدید سردی ہو اور پانی استعمال کرنے کی صورت میں نقصان یا ہلاکت کا خطرہ ہو، اور اس کے پاس پانی گرم کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہ ہو، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِن كُنتُم مَّرْضَى﴾ (اگر تم بیمار ہو) [المائدہ:٦]۔ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: جب وہ غزوۂ ذات السلاسل میں بھیجے گئے، تو اس وقت کا واقعہ انہوں نے بیان کیا: "میں ایک سرد رات میں جنابت کی حالت میں ہو گیا، اور مجھے خوف تھا کہ اگر میں غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا، چنانچہ میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔" (احمد: ۴/۲۰۳، ابوداود: ۳۳۴)۔ نبی ﷺ نے ان پر کوئی نکیر نہیں کی۔

تیمم کو باطل کرنے والی چیزیں:

وہ تمام چیزیں ہیں جس سے تیمم فاسد ہو جاتا ہے، اور وہ ہیں:

وضو کو باطل کرنے والی اور توڑنے والی تمام چیزیں؛ کیونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے، تو جو چیز وضو کو باطل کر دیتی ہے، وہی تیمم کو بھی باطل کر دیتی ہے۔

پانی کا مل جانا یا پانی استعمال کرنے پر قادر ہو جانا؛ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب پانی میسر ہو جائے تو انسان کو چاہیے کہ پانی سے طہارت حاصل کرے''(ترمذی: ١٢٤)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غم کا سال

بعثت کے دسویں سال، یعنی شعب ابی طالب سے نکلنے کے چھ ماہ بعد، ابو طالب بیمار ہو گئے، اور بیماری شدید ہو گئی، ابو طالب ایک مضبوط پناہ گاہ تھے جس کے ذریعہ نبی ﷺ قریش کے مکر اور ظلم وستم سے اپنا بچاو کرتے تھے، جب ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، جبکہ ان کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے چچا! صرف لا الہ الا اللہ، کہہ دیں، یہ ایک ایسا کلمہ ہے جس کے ذریعے میں آپ کے حق میں اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکوں گا۔" مگر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ نے کہا: "اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے منہ موڑ رہے ہو؟!" وہ دونوں برابر انہیں کہتے رہے، یہاں تک کہ ابو طالب نے اپنی آخری بات یہ کہی: "میں عبد المطلب کے دین پر ہوں!" اور وہ اسی حالت میں مر گئے، نبی کریم ﷺ کو بہت سخت رنج ہوا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: "میں آپ کے لیے ضرور استغفار کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے۔" (بخاری: ۴۷۷۲، مسلم: ۲۴)، اس پر اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ، وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى، مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں) [التوبہ: ۱۱۳]۔ اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ، وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ﴾ (آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے) [القصص: ۵۶]۔

ابو طالب کی وفات کے تین ماہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا، اس طرح نبی کریم ﷺ پر مصیبتیں مسلسل آپڑیں، اور غموں کا سلسلہ جاری ہو گیا، خدیجہ رضی اللہ عنہا: آپ ﷺ کی نیک سیرت بیوی، بڑی معاون اور مددگار، آپ ﷺ کی اولاد کی ماں تھیں، آپ مشکل وقتوں میں نبی ﷺ کو اپنے مال اور جان سے دلاسا دیتیں، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: "اس نے اس وقت مجھ پر ایمان لایا جب لوگوں نے کفر کیا، اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اس نے اپنے مال میں میرا ساتھ دیا جب لوگوں نے مجھے محروم رکھا، اور اللہ نے مجھے اس کے ذریعے اولاد عطا کی، اور کسی اور بیوی سے نہیں۔" (بخاری: ۳۸۲۱، مسلم: ۲۴۳۷)۔

هفتہ: مجلس صحابہ

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب اور ولادت:

ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمرو، اور وہ ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث کی ماں شریک بہن ہیں۔

ان کی پیدائش مکہ مکرمہ میں بعثت سے ۱۳ سال قبل ہوئی۔

سیرت اور فضائل:

زینب رضی اللہ عنہا: پاکدامن، پاکباز، حسب ونسب والی خاتون تھیں، سخاوت، فیاضی، اور مسکینوں پر خرچ کرنے، ان کی نگہبانی کرنے اور ان پر شفقت برتنے میں مشہور تھیں، حتی کہ دورِ جاہلیت ہی میں ان کا لقب "ام المساکین" پڑ گیا تھا؛ کیونکہ وہ بہت احسان کرنے والی تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴۷۶/۳)۔ نبی کریم ﷺ سے نکاح کے بعد ان کی نیکی اور سخاوت میں مزید اضافہ ہوا؛ ان کے پاس کوئی دینار یا درہم آتا، تو وہ فوراً مسکینوں کے کھانے اور کپڑے پر خرچ کر دیتی تھیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان سے رمضان المبارک، سنہ ۳ھ میں نکاح فرمایا، جب ان کے پہلے شوہر عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ: ۹۰/۴)۔ اس طرح ان کی ترتیب امہات المومنین میں پانچویں نمبر پر تھی۔

وفات:

زینب رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ ۴ھ میں ہوئی، اور اس وقت ان کی عمر تیس برس تھی، نبی کریم ﷺ سے نکاح کے دو یا تین مہینے بعد ہی ان کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴۷۶/۳)۔

رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا، وہ پہلی ام المؤمنین تھیں جنہیں بقیع میں دفن کیا گیا، اور وہ دوسری بیوی تھیں جن کا انتقال نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہوا۔

مجلس	پندرہویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [الھاکم] کا معنیٰ کیا ہے؟		ا
	[ا] اللہ کی اطاعت سے تمہیں غافل کردیا	[ب] عمل سے تمہیں موخر کردیا	[ج] تمہیں گھمنڈی بنادیا
مجلس حدیث	سوال: بعض لوگ اللہ کی نعمتوں کو حقیر سمجھتے ہیں اس کے اسباب میں سے ہے:		ب
	[ا] لمبی آرزو کرنا	[ب] اپنے سے برتر کو دیکھنا	[ج] گھمنڈی لوگوں کے ساتھ بیٹھنا
مجلس عقیدہ	سوال: رب وہ ہے جس کے تین اوصاف ہوں:		ب
	[ا] سمع، بصر، کلام	[ب] پیدا کرنا، مالک ہونا، تدبیر کرنا	[ج] استواء، رحمت، رضا
مجلس فقہ	سوال: تیمم کو باطل کرنے والی چیزوں میں سے:		ج
	[ا] لمبے عرصے تک پانی نہ ہونا	[ب] نماز سے فارغ ہونا	[ج] پانی کے استعمال پر قادر ہونا
مجلس سیرت	سوال: وہ لوگ جنہوں ابوطالب کو مرنے کے وقت کفر پر قائم رکھا ان میں سے ہے:		ا
	[ا] ابوجہل	[ب] ابولہب	[ج] ابوسفیان
مجلس صحابہ	سوال: زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا لقب جاہلیت میں کیا تھا؟		ج
	[ا] ام الطیبین	[ب] ام البنین	[ج] ام المساکین

سولہواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الزلزلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (١) وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (٢) وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا (٣) يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿ (٤) بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا (٥) يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (٦) فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (٧) وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (٨) ﴾

[جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی (1) اور وہ اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی (2) انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟ (3) اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی (4) اس لئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہو گا (5) اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (واپس) لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں (6) پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا (7) اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا (8)]۔

سورہ کا مضمون:

قیامت کے دن کی ہولناکی اور اس دن باریک بینی سے ہونے والے حساب و کتاب کی یاددہانی۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

زُلْزِلَتْ: جھنجھوڑ دی جائے گی اور زور سے ہلا دی جائے گی قیامت قائم ہونے کے لئے۔

زِلْزَالَهَا: یعنی اس کو شدت کے ساتھ ہلانا۔

مَا لَهَا: اسے کیا ہو گیا ہے؟ اور کس چیز نے اسے اتنے زور سے ہلا دیا ہے؟

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا: اس دن زمین اس پر ہونے والی نیکی یا برائی سب بتائے گی اور اس پر گواہی دے گی۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ: ایک چھوٹی چیونٹی کے برابر وزن؛ "ذرّ" چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔

اجمالی مفہوم:

یہ مدنی سورہ ہے، اس میں قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن باریک بینی سے ہونے والے حساب کی یاد دہانی ہے، اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اس دن زمین ہلے گی اور اس میں زبردست جنبش ہوگی، اس کی پشت پر موجود ہر چیز پہاڑ، عمارتیں وغیرہ گرجائیں گی، اور اس کے اندر کی تمام چیزیں مردے اور خزانے باہر نکل آئیں گے، ہر دیکھنے والا حیرت زدہ ہو جائے گا، اور ہر انسان سوال کرے گا: اسے کیا ہو گیا ہے؟

پھر رب تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا، اور ان کے تمام اعمال کا حساب لے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دے گا تو وہ بولے گی اور گواہی دے گی کہ اس پر کیا نیکیاں اور برائیاں کی گئیں، پھر جب اللہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا تو وہ فیصلے کے میدان سے جدا جدا، مختلف حالتوں میں واپس لوٹیں گے، تاکہ وہ اپنے اعمال کا بدلہ دیکھیں، ان کے اعمال میں سے کوئی چیز ضائع نہ ہوگی، چاہے وہ چیونٹی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور جزا و سزا کے عقیدہ کا اثبات، اور قیامت کے دن کی سخت ہولناکیوں کا بیان۔

نیکی کے کاموں کو مسلسل کرنے کی ترغیب خواہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ قیامت کے دن وہ ضرور پیش ہوں گے۔

برے کاموں سے خبردار کیا گیا ہے خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ وہ بھی قیامت کے دن پیش ہوں گے۔

زمین گواہی دے گی کہ انسان نے اس پر کیا نیک یا برے اعمال کیے۔

پیر: مجلس حدیث

اللہ تعالی کی نگاہ اپنے بندوں کی کس چیز پر ہوتی ہے؟

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالی نہ تو تمہارے جسموں کو دیکھتاہے اور نہ ہی تمہاری شکلوں کو، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتاہے۔" (مسلم: ۲۵۶۴)۔

شرح:

اس حدیثِ مبارکہ میں ایک بات کی نفی کی گئی ہے اور ایک بات کا اثبات کیا گیاہے، نفی والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے جسموں اور ان کی شکلوں کی طرف نظر نہیں فرماتاہے یا ان کی بنیاد پر جزاوسزا نہیں دیتاہے۔ اور اثبات اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر اُن کے دلوں میں رہنے والے اخلاص اور ایمان پر ہوتی ہے، اسی طرح اللہ دیکھتاہے کہ اُن کے اعمال نیک ہیں یا برے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

مخلوق کی برتری جسم کی طاقت اور کمزوری کی بنیاد پر نہیں ہے اور نہ ہی چہرے کی خوبصورتی اور بدصورتی پر ہے، بلکہ دل میں موجود ایمان، سچائی، اخلاص، اور تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دل کی حالت اور درستگی، اور ہر مذموم صفت سے دل کی پاکی پر دھیان دے؛ کیونکہ دل ہی اعضاء کے عمل کو درست کرتاہے۔

اعمال کے قبول ہونے کا انحصار دو شرطوں پر ہے: باطنی شرط جس کا تعلق دل سے ہے، اور وہ یہ ہے کہ نیت کو اللہ کے لیے خالص کیا جائے، ظاہری شرط جس کا تعلق عمل سے ہے، اور وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق عمل کو درست انجام دینا۔

منگل: مجلس عقیدہ

اللہ عز وجل کی الوہیت پر ایمان

توحید الوہیت: اللہ عز وجل کو تمام عبادات کی تمام اقسام میں تنہا معبود ماننا۔

اس لیے کہ "الٰہ" کا مطلب ہے "مألوہ"، یعنی وہ ذات جس کی محبت اور تعظیم کے ساتھ عبادت کی جائے۔

اور اللہ کی اُلوہیت پر ایمان کا مطلب ہے: بندہ یہ عقیدہ رکھے کہ صرف وہی برحق معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شرعی اور عقلی دلائل سے اپنی اُلوہیت کو ثابت کیا ہے اور اپنے سوا دوسروں کی الوہیت کو باطل قرار دیا ہے۔

شرعی دلائل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ (اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی رحمٰن اور رحیم ہے) [البقرہ:۱۶۳]۔

اور فرمایا: ﴿وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ (اور اللہ نے فرمایا: دو معبود مت بناؤ، وہ تو ایک ہی معبود ہے، پس صرف مجھ ہی سے ڈرو) [النحل:۵۱]۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوم سے یہی کہا: ﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ (اللہ کی عبادت کرو، تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں) [الاعراف:۵۹]۔

اور اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اللہ کے سوا ہر معبود جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس کی الوہیت باطل ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے، اور وہ سب جنہیں لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ باطل ہیں، اور بے شک اللہ ہی سب سے بلند و برتر ہے) [الحج:۶۲]۔

عقلی دلائل:

ان معبودوں میں اُلوہیت کی کوئی خصوصیت نہیں، کیونکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے، یہ پیدا نہیں کرتے، نہ ہی کسی کو نفع دے سکتے ہیں، نہ کسی نقصان کو روک سکتے ہیں، نہ تو ان کے اختیار میں زندگی ہے، اور نہ موت؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾ (اورانہوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، اور وہ نہ اپنے لیے نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے، اور نہ ہی وہ موت، زندگی یا دوبارہ جی اٹھنے کا اختیار رکھتے ہیں) [الفرقان: ۳]۔ اسی طرح فرمایا: ﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ * وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ﴾ (کیا وہ ان چیزوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتیں بلکہ خود پیدا کی جاتی ہیں، اور وہ نہ ان کی مدد کر سکتی ہیں اور نہ اپنی مدد آپ کر سکتی ہیں) [الاعراف: ۱۹۱-۱۹۲]۔ جب ان معبودوں کا یہ حال ہے تو ان کی عبادت کرنا بدترین حماقت اور صریح باطل ہے!

مشرکین کا اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ ہی رب ہے، وہی پیدا کرنے والا، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اسی کو صرف معبود مانیں، کیونکہ جس نے پیدا کر کے، وجود بخش کر اور رزق عطا کر کے انعام کیا ہے وہی شکر، عبادت اور اخلاص کا مستحق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ * الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ اسی نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، آسمان کو چھت بنایا، آسمان سے پانی برسایا، اور اس کے ذریعے تمہارے لیے پھلوں کو بطور رزق نکالا۔ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو!) [البقرۃ: ۲۱-۲۲]۔

بدھ: مجلس فقہ

پانچوں نمازیں

نماز کا مقام:

نماز دینِ اسلام کا ستون ہے، اور شہادتین کے بعد اسلام کے ارکان میں سب سے اہم رکن ہے، اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نماز کو معراج کی رات سات آسمانوں کے اوپر فرض فرمایا، برخلاف بقیہ عبادتوں کے۔ اسی طرح نماز تمام جسمانی عبادات کی اصل وبنیاد ہے؛ کیونکہ اس میں کئی قسم کی عبادتیں یکجا ہوجاتی ہیں: جیسے اللہ کا ذکر، اس کی کتاب کی تلاوت، اس کے حضور کھڑا ہونا، رکوع، سجدہ، دعاء، تسبیح، تکبیر۔

نماز کی فضیلت:

نماز کی فضیلت اور اس کی ترغیب دینے کے سلسلے میں بہت ساری آیتیں اور احادیث آئی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ، فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾ (نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور پر درمیانی نماز کی، اور اللہ کے لیے ادب وخشوع کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اور اگر تمہیں خوف لاحق ہو تو پیدل یا سوار ہو کر (نماز پڑھ لو)) [البقرۃ: ۲۳۸-۲۳۹]۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد: ''پانچوں فرض نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ، اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان، ان کے درمیان کے گناہوں کو مٹادیتے ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے'' (مسلم: ۲۳۳)۔

آپ ﷺ کا فرمان: ''تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے، کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا؟'' صحابہ نے عرض کیا: "نہیں، کچھ بھی باقی نہ رہے گا" تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے'' (بخاری: ۵۲۸، مسلم: ۶۶۷)۔

آپ ﷺ کا ارشاد: ''دین کی اصل اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے''۔(ترمذی: ۲۶۱۶)۔

نماز ترک کرنے یا اس میں کوتاہی کرنے والے کے حق میں سخت وعید آئی ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے، سو عنقریب وہ (گمراہی و عذاب میں) غرق کیے جائیں گے)[مریم:۵۹]۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾ (تمہیں دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے)[المدثر:۴۲-۴۳]۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور ان (منافقین) کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے، جس نے اسے ترک کیا اُس نے کفر کیا''(مسلم:۱۳۴)۔

جمعرات: مجلس سیرت

نبی ﷺ کا طائف کی طرف نکلنا

رسول اللہ ﷺ پر مصائب کا سلسلہ آپ کے چچا ابو طالب اور زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد برابر جاری رہا، آپ ﷺ کے خلاف مشرکین کی جرات میں مزید اضافہ ہو گیا، اور ان کی اذیت بڑھ گئی، یہاں تک کہ مکہ کی زمین آپ ﷺ پر تنگ ہو گئی، اور آپ ان لوگوں سے مایوس ہو گئے، چنانچہ آپ ﷺ نے طائف جانے کا ارادہ فرمایا، اس امید سے کہ شاید وہاں قبیلہ ثقیف میں سے کوئی آپ کی مدد کرنے والا مل جائے۔ یہ سفر بعثت کے دسویں سال، ماہ شوال میں پیش آیا، آپ ﷺ کے ہمراہ آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ تھے۔

جب آپ ﷺ طائف پہنچے اور اُنہیں اسلام کی دعوت دی، تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور انکار کیا، اور اپنی قوم کے اوباشوں کو آپ پر بھڑکا دیا، وہ لوگ آپ پر پتھر برسانے لگے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں مبارک پاؤں کو لہولہان کر دیا، اور سرِ مبارک کو زخمی کر دیا، آپ کے خادم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان کے حملوں سے آپ ﷺ کو بچاتے رہے، یہاں تک کہ شیبہ اور عتبہ بن ربیعہ کے ایک باغ میں انہوں نے پناہ لیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۳/۱۳۵)۔

پھر وہ دونوں طائف سے واپس روانہ ہوئے، آپ ﷺ شدید رنجیدہ تھے۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے، اور ایک عظیم دعا کی، جس میں آپ ﷺ نے اپنے رب کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار فرمایا، آپ نے دعا کی:
"اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِينَ، وَأَنْتَ رَبِّي، إِلَى مَنْ تَكِلُنِي؟ إِلَى بَعِيدٍ يَتَجَهَّمُنِي، أَوْ إِلَى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي؟! إِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا أُبَالِي، غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ أَوْسَعُ لِي، أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، أَنْ يَحِلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ، أَوْ يَنْزِلَ بِي سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبَى حَتَّى تَرْضَى، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ"۔

"اے اللہ! میں تجھ ہی سے اپنی قوت کی کمزوری، اپنی تدبیر کی کمی، اور لوگوں کے درمیان اپنی بے توقیری کی شکایت کرتا ہوں، اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے، اور تُو ہی میرا رب ہے، تو مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے؟ کسی دور دراز دشمن کے جو مجھ سے ترش رو ہو؟ یا کسی ایسے دشمن کے جسے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہو؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے، تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے، میں تیرے چہرۂ مبارک کے

نور کی پناہ مانگتا ہوں، جس سے تاریکیاں روشن ہو گئیں، اور جس سے دنیا و آخرت کے تمام معاملات درست ہو گئے، کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل نہ کرے، یا تیرا کوئی قہر مجھ پر نہ اترے، تیرا ہی حق ہے کہ تیری رضا تک میں عاجزی کرتا رہوں۔ اور تیری مدد کے بغیر نہ تو کسی کے پاس طاقت ہے اور نہ قوت۔" (معجم کبیر طبرانی: ۱۳۹/۱۴)۔

راستے میں آپ ﷺ نے جب اپنا سر اٹھایا تو ایک بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ فگن تھا، جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود تھے، انہوں نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے، اور جو جواب انہوں نے دیا ہے وہ بھی جان لیا ہے، پس اللہ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے، آپ جو چاہیں اُسے حکم دیں۔" پھر پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا: "اے محمد! اگر آپ چاہیں تو میں ان کو مکہ کے دو پہاڑوں سے کچل دوں"، لیکن نبی ﷺ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں گے، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے" (بخاری: ۳۲۳۱، مسلم: ۱۷۹۵)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نام اور ولادت:

ان کا نام: ام سلمہ ہند بنت ابی اُمیہ مخزومیہ ہے، وہ اپنی کی کنیت "اُمِّ سلمہ" سے مشہور ہوئیں، جو کہ ان کے بیٹے "سلمہ" کی طرف منسوب ہے۔

ان کی پیدائش بعثتِ نبوی سے سترہ (۱۷) سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

سیرت اور فضائل:

اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت حسین، معزز نسب رکھنی والی خاتون تھیں، صبر کرنے اور قربانی دینے میں مشہور تھیں، آپ ابتدائی زمانے میں اسلام لانے والی خواتین میں سے تھیں، اور پہلی ہجرت کرنے والیوں میں سے بھی۔

اُنہوں نے اپنے شوہر ابو سلمہ (جو رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے) کے ساتھ ابتدائی دور ہی میں اسلام قبول کیا، پھر حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں اُن کے ساتھ رہیں، جب مکہ واپس آئیں، تو آپ اور آپ کے شوہر کو مشرکین کی طرف سے سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

بعد ازاں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، پھر جلد ہی سنہ ۴ھ میں شوہر کا انتقال ہو گیا، جس کے بعد نبی ﷺ نے ان سے شادی کی، اس سے قبل ابو بکر نے نکاح کا پیغام دیا، تو اُمّ سلمہ نے انکار کر دیا، پھر عمر بن خطاب نے پیغام دیا، تو اُنہیں بھی رد کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام دیا، تو انہوں نے آپ سے شادی کر لی۔

اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اس واقعے کے بارے میں فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "کوئی مسلمان جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو، اور وہ وہی کہے جو اللہ نے حکم دیا ہے: "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اَللّٰهُمَّ أَجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا"": بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! مجھے میری مصیبت پر اجر دے، اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما(، تو اللہ تعالیٰ اسے اُس سے بہتر عطا فرماتا ہے۔" ام سلمہ کہتی ہیں: جب میرے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا، تو میں نے کہا: مسلمانوں میں ابو سلمہ

سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ وہ پہلا گھر تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ پھر بھی میں نے وہ دعا پڑھی، تو اللہ نے مجھے اس کا بہترین بدل رسول اللہ ﷺ کی صورت میں عطا فرمایا۔ (مسلم: ۹۱۸)۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا علم و فقہ میں ممتاز، عقل و دانائی میں نمایاں، اور حکمت و فہم میں مشہور تھیں، نبی ﷺ نے حدیبیہ کے دن ان سے مشورہ طلب کیا، جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ وہ قربانی کریں اور حلق کروائیں، مگر کسی نے عمل نہ کیا، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ وہ یہ عمل کریں؟ تو آپ باہر تشریف لے جایئے، اور ان میں سے کسی سے کچھ نہ کہیے، بلکہ پہلے اپنی قربانی کا جانور ذبح کر دیجئے، پھر اپنے حجام کو بلا کر اپنا حلق کروا لیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی رائے پر عمل کیا: آپ باہر تشریف لے گئے، کسی صحابی سے کوئی بات نہ کی، پھر اپنا قربانی کا جانور ذبح کیا، اور حجام کو بلا کر حلق کروایا۔ جب صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا، تو وہ سب اُٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے بھی قربانیاں کیں، اور آپس میں ایک دوسرے کا حلق کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ بعض جوش و جذبے میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچا بیٹھتے۔ (بخاری: ۲۷۳۱)۔

نبی ﷺ سے ان کی بہت سی روایتیں ہیں، وہ ان خوش نصیب خواتین میں شامل ہیں جنہوں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا، جب وہ دِحیہ کلبی کی صورت میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اور اس وقت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں موجود تھیں۔ (بخاری: ۳۶۳۴)۔

وفات:

آپ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سب سے آخر میں وفات پانے والی تھیں۔ آپ نے سنہ ٦١ ھ کے آخر میں وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر نوے ۹۰ برس تھی، آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

مجلس	سولہویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [تحدث اخبارھا] کا معنی کیا ہے؟		ب
	[ا] اپنے اندر کی چیزیں نکال دے گی	[ب] اس پر جو اچھا برا عمل ہوا ہے اس کی خبر دے گی	[ج] اپنے اوپر نئے بسنے والے لائے گی
مجلس حدیث	سوال: عمل کی قبولیت کے شروط میں سے ہے:		ج
	[ا] کثرت اور تنوع	[ب] اجتہاد	[ج] اللہ کے لئے اخلاصِ نیت
مجلس عقیدہ	سوال: توحید الوہیت کہتے ہیں:		ا
	[ا] عبادت کی تمام انواع کے ساتھ اللہ کو ایک ماننا	[ب] اللہ کے اسماء وصفات میں اسے ایک ماننا	[ج] اللہ کے افعال میں اسے ایک ماننا
مجلس فقہ	سوال: اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر نماز کب فرض کی؟		ب
	[ا] ہجرت کی رات	[ب] معراج کی رات	[ج] فتح مکہ کے بعد
مجلس سیرت	سوال: کس سنہ میں نبی ﷺ اہل طائف کی دعوت کے لئے گئے؟		ا
	[ا] سنہ ۱۰ نبوی	[ب] سنہ ۸ھ	[ج] سنہ ۵ھ
مجلس صحابہ	سوال: ام سلمہ کا وہ موقف جو ان کی عقلمندی پر دلالت کرتا ہے، وہ ہے:		ج
	[ا] غزوہ بدر میں ان کا موقف	[ب] اسراء اور معراج کے واقعہ میں ان کا موقف	[ج] حدیبیہ کے دن ان کا موقف

سترہواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ساؤنڈ کلاؤڈ یوٹیوب ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ العادیات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا (١) فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا (٢) فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا (٣) فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا (٤) فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا (٥)إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (٦) وَ إِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ (٧) وَ إِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (٨) أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ(٩) وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ(١٠) إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيرٌ (١١)﴾

[ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! (۱) پھر ٹاپ مار کر آگ نکالنے والوں کی قسم! (۲) پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم (۳) پس اس وقت گرد و غبار اڑاتے ہیں (۴) پھر اسی کے ساتھ فوجیوں کے درمیان گھس جاتے ہیں (۵) یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (۶) اور یقیناً وہ خود بھی اس پر گواہ ہے (۷) یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے (۸) کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب قبروں میں جو (کچھ) ہے نکال لیا جائے گا (۹) اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی (۱۰) بیشک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہے (۱۱)]۔

سورہ کا مضمون:

انسان کو ناشکری اور حرص و طمع سے خبردار کرنا، اور اُسے آخرت کی یاددہانی کرانا۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

الْعَادِيَاتِ: وہ گھوڑے جو جنگ میں دوڑتے ہیں۔

ضَبْحًا: تیز دوڑنے کے وقت اس کے سینے سے نکلنے والی سانس کی آواز۔

فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا: جو اپنے کھروں سے چنگاریاں نکالتے ہیں۔

فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا: جو صبح کے وقت دشمن پر اچانک حملہ کرتے ہیں۔

نَقعًا: غبار۔

فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا: وہ اپنے سواروں کے ساتھ دشمن کے لشکر کے بیچ میں جا گھستے ہیں۔

لَكَنُودٌ: بے حد ناشکرا۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ: دلوں کے اندر کا ایمان و کفر کھول دیا جائے گا اور ظاہر کر دیا جائے گا۔

اجمالی معنی:

ان مبارک آیات میں اللہ تعالی نے خطرناک اور پُر ہیبت انداز میں ان گھوڑوں کی قسم کھائی ہے جو جہاد کے میدان میں بے مثال صفات کی حامل ہوتے ہیں، یہ گھوڑے پوری قوت اور تیزی سے دوڑتے ہیں، دوڑنے کے وقت ان کے سانسوں کی آواز سنائی دیتی ہے، رات کے وقت جب ان کے کھر پتھروں سے ٹکراتے ہیں تو چنگاریاں نکلتی ہیں، یہ گھوڑے دشمن کی طرف گرد و غبار اڑاتے ہوئے لپکتے ہیں، اور صبح کے وقت اچانک حملہ آور ہو کر دشمن کے لشکر کو چیرتے پھاڑتے ہوئے درمیان میں جا گھستے ہیں۔

یہ عظیم الشان قسم ایک بڑی حقیقت پر دلالت کرتی ہے؛ وہ یہ کہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے؛ وہ اپنے حق کا مطالبہ تو کرتا ہے لیکن دوسروں کا حق روک لیتا ہے، مصیبتوں کو شمار تو کرتا ہے لیکن نعمتوں کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس دن اس کی حالت کیا ہو گی جس دن قبریں اُلٹ دی جائیں گی، ان میں سے مردے نکالے جائیں گے، وہ سب اللہ کے حضور حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے پیش ہوں گے، اور دلوں کے اندر چھپے ہوئے اعتقادات اور نیتوں کو آشکارا کیا جائے گا، اللہ تعالی علیم و خبیر پر کچھ بھی مخفی نہ رہے گا۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور جزا و سزا کے عقیدے کا اثبات۔

انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے، سوائے اس کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔

انسان کی سرشت میں دوسروں کے حقوق کو جھٹلانا اور انہیں ہڑپنا ہے، خواہ وہ خالق کا حق ہو یا مخلوق کا، سوائے اس شخص کے جسے اللہ ہدایت دے۔

قیامت کے دن راز ظاہر ہو جائیں گے۔

آخرت سے غفلت کے اسباب میں سے مال کی محبت اور اس سے شدید وابستگی ہے۔

پیر: مجلس حدیث

والدین کی رضامندی کا وجوب اور ان کی ناراضگی سے تنبیہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے“ (ترمذی: ۱۸۹۹)۔

شرح:

یہ حدیث والدین کے ساتھ حسن سلوک کے وجوب اور اس کی فضیلت پر دلیل ہے، اور یہ کہ وہ اللہ کی رضا کا سبب ہے، اور والدین کی نافرمانی اور اس کی حرمت پر تنبیہ ہے اور یہ کہ وہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے، پس جس نے ان دونوں کو راضی کیا، تو اس نے اللہ کو راضی کیا، اور جس نے ان دونوں کو ناراض کیا، تو اس نے اللہ کو ناراض کیا۔

جس حسن سلوک کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا اس سے مراد: ہر قولی یا فعلی احسان ہے، جیسے کہ: ان کے ساتھ نرمی و شفقت، ان کے لئے انکساری و عاجزی، ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو) [النساء: ۳۶]۔ یہ حسن سلوک اس شرط سے مقید ہے کہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو؛ کیونکہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، لیکن اس حالت میں بھی ان کے ساتھ اچھا معاملہ اور حسن سلوک کیا جائے گا۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

نگہداشت، توجہ، اور عاجزی کے ذریعے والدین کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے، اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا سبب ہے۔

والدین کی نافرمانی حرام ہے، اور وہ انسان پر اللہ کے غضب کا موجب ہے۔

بدلہ عمل کی جنس سے ہوتا ہے، پس جس نے اپنے والدین کو راضی کیا، اللہ اس سے راضی ہوا، اور جس نے اس کے برعکس کیا تو بدلہ بھی اس کے برعکس ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ رضا اور غضب کا اثبات۔

منگل: مجلس عقیدہ

اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان

اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر ایمان یہ ہے کہ: اللہ تعالی کے لئے ان تمام اسماء وصفات کو ثابت کرنا جنہیں اللہ نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے، یا جنہیں اُس کے رسول ﷺ نے اللہ کے لیے ثابت کیا ہے، اسی طرح ان چیزوں کی نفی کرنا جس کی نفی اللہ نے اپنی ذات کے تعلق سے کی ہے یا اس کے رسول ﷺ نے کی ہے، اور اس میں کسی طرح کی تکییف، تشبیہ، تحریف اور تعطیل نہ ہو۔

اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ: ہم اللہ تعالی کے لیے ان تمام ناموں اور صفات کو تسلیم کریں جنہیں اللہ نے خود اپنی ذات کے لیے بیان کیا ہے، یا جنہیں اُس کے رسول ﷺ نے اللہ کے لیے ثابت کیا ہے، اور اُن چیزوں کا انکار کریں جن کا انکار اللہ تعالی نے خود اپنی ذات کے تعلق سے کیا ہے یا اُس کے رسول ﷺ نے کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس طرح ہو کہ ان صفات کے بارے میں نہ کوئی کیفیت مقرر کی جائے، نہ کسی مخلوق سے تشبیہ دی جائے، نہ ان کا مطلب بدلا جائے، اور نہ ہی ان کا انکار کیا جائے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (اور اللہ ہی کے لیے بہترین نام ہیں، پس تم اسی کو ان ناموں سے پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، وہ جلد ہی اپنے اعمال کی سزا پائیں گے) [الاعراف: ۱۸۰]۔ اور فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (اس جیسی کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے) [الشوری: ۱۱]۔

اللہ تعالی کے اسماء وصفات توقیفی ہیں؛ یعنی ان میں کسی بھی صفت یا نام کا اثبات صرف قرآن یا صحیح سنت کی صریح دلیل سے ممکن ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی خود اپنی ذات کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والا ہے، اور اس کے رسول ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہے، وہی اللہ کے متعلق خبر دینے والے ہیں۔

اللہ تعالی کے ناموں اور صفات کے بارے میں بہت سی واضح دلیلیں آئی ہیں، لہٰذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم انہیں ثابت کریں اور مانیں، ان دلیلوں میں سے کچھ یہ ہیں:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ، لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ (اللہ، جس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، وہ زندہ ہے، قائم ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے، نہ نیند)[البقرہ:۲۵۵]۔

اور اللہ تعالی نے فرمایا:﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، الْمَلِكُ، الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهَيْمِنُ، الْعَزِيزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زور آور، اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں)[الحشر:۲۳]۔

- نیز فرمان ربانی ہے:﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ (رحمٰن عرش پر مستوی ہوا)[طہ:۵]۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے، جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، پھر وہ فرماتا ہے: "کون ہے جو مجھے پکارے، کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے، کہ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے، کہ میں اسے بخش دوں؟"(بخاری: ۱۱۴۵، مسلم: ۷۵۸)۔

جب امام مالک رحمہ اللہ سے اللہ تعالی کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں پوچھا گیا، توانہوں نے کہا: استواء معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔(اللالکائی: ۳۹۸/۲)۔یعنی عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، اور اہلِ سنت والجماعت کا تمام صفاتِ الٰہی کے بارے میں یہی موقف ہے۔

صفاتِ الٰہی کے بارے میں دو فرقے گمراہ ہوئے:

پہلا فرقہ: (مُعَطِّلَةٌ) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے تمام اسماء وصفات یا ان میں سے کچھ کا انکار کیا، اور یہ گمان کیا کہ ان کے اثبات سے اللہ کو مخلوق کے مشابہ بنانا لازم آتا ہے، حالانکہ یہ باطل ترین دعوی ہے۔

دوسرا فرقہ: (مُشَبِّهَة) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی صفات کو اس کی مخلوقات کی صفات کے مشابہ قرار دیا، اور کہا کہ یہی مفہوم نصوصِ أسماء وصفات سے ظاہر ہوتا ہے۔

دونوں فرقے گمراہ ہوگئے، قرآن وسنت سے ہٹ گئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے فہم میں اس امت کے سلف کی مخالفت کی۔ امام ابن رجب فرماتے ہیں: سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ صفاتِ الٰہی کی نصوص کو بغیر کمی بیشی کے جوں کا توں مانا جائے، اوران میں سے جو بات سمجھ میں نہ آئے، یا عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہو تو اسے ان کے جانکار کے سپرد کردیا جائے (فتح الباری: ۲/۳۳۴)۔

بدھ: مجلس فقہ

نمازوں کے اوقات

فرض نمازوں کے لیے شریعتِ اسلامیہ میں مخصوص اوقات ہیں، جن کا جاننا اور ان کا اہتمام کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (بے شک نماز مؤمنوں پر وقت مقرر کے ساتھ فرض کی گئی ہے) [النساء:۱۰۳]۔

اور جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: "اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا" (بخاری:۵۲۷، مسلم:۸۵)۔

نمازوں کے اوقات درج ذیل ہیں:

(فجر کا وقت): اس کا آغاز فجرِ صادق کے طلوع سے ہوتا ہے، اگر آپ کھلے میدان میں ہوں اور آس پاس روشنی یا گرد و غبار نہ ہو، تو جب آپ مشرق کی طرف آسمان پر شمال سے جنوب تک سیدھی اور پھیلی ہوئی سفیدی دیکھیں، تو یہ طلوعِ فجر کی علامت ہے۔ فجر کا وقت طلوعِ آفتاب کے وقت ختم ہوتا ہے، نمازِ فجر کو اس کے ابتدائی وقت میں جلدی ادا کرنا افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (نیکیوں کی طرف سبقت کرو) [البقرہ: ۱۴۸]۔

(ظہر کا وقت): اس کا آغاز زوالِ آفتاب سے ہوتا ہے، اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کسی چیز کا سایہ اس کے برابر نہ ہو جائے۔ زوال کا مطلب: سورج کا آسمان کے وسط سے مغرب کی طرف مائل ہونا۔ اسے اس طرح پہچانا جا سکتا ہے کہ: زمین میں کوئی لکڑی یا چھڑی گاڑ دیں؛ جب تک اس کا سایہ کم ہو رہا ہو، سورج زوال سے پہلے ہے؛ جب سایہ کم ہونا بند ہو جائے اور بڑھنے لگے، تو زوال ہو چکا اور نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔

گھڑی سے زوال کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ؛ سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان کے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں، تو درمیانی وقت زوال کا ہو گا، مثلاً اگر ہم مان لیں کہ سورج صبح ۶ بجے طلوع ہوتا ہے اور شام ۶ بجے غروب ہوتا ہے، تو زوال دوپہر ۱۲ بجے ہو گا۔

نمازِ ظہر کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے، سوائے شدید گرمی کے، ایسی صورت میں سنت ہے کہ نماز کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں عصر کی نماز کے قریب ادا کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب گرمی بہت شدید ہو، تو نماز ٹھنڈک وقت میں پڑھو، کیونکہ سخت گرمی جہنم کی تپش سے ہے۔" (بخاری: ۵۳۳، مسلم: ۶۱۵)۔

(عصر کا وقت): نمازِ عصر کا وقت ظہر کے وقت کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور سورج کے زرد ہونے تک رہتا ہے، ضرورت کے وقت غروب آفتاب تک بھی جائز ہے، لیکن سنت یہ ہے کہ اسے ابتدائی وقت میں جلدی ادا کیا جائے۔

(مغرب کا وقت): نمازِ مغرب کا وقت سورج کے غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے، اور جب تک آسمان سے سرخی اور شفق غائب نہ ہو جائے، تب تک رہتا ہے، یہ وقت موسموں کے لحاظ سے کبھی طویل اور کبھی مختصر ہوتا ہے، عام طور پر اس کا دورانیہ ڈیڑھ گھنٹے سے ایک گھنٹہ پندرہ منٹ تک ہوتا ہے، اسے جلدی ادا کرنا سنت ہے۔

(عشاء کا وقت): اس کا وقت شفقِ احمر کے غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور آدھی رات تک جاری رہتا ہے، گھڑی کے حساب سے آدھی رات کی علامت: سورج کے غروب اور فجر کے طلوع کے درمیان کے وقت کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو درمیانی وقت عشاء کا آخری وقت ہوگا، مثلاً اگر سورج شام ۵ بجے غروب ہوتا ہے، اور فجر صبح ۵ بجے طلوع ہوتی ہے، تو آدھی رات ۱۱ بجے ہوگی، اس وقت کے بعد عشاء کا وقت ختم ہو جاتا ہے، البتہ ضرورت کے تحت طلوعِ فجر تک عشاء کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔

نمازِ عشاء کو آدھی رات سے پہلے تک، اس کے آخری وقت میں پڑھنا مستحب ہے، جب تک کہ اس میں کوئی مشقت نہ ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا پسند فرماتے تھے۔ (بخاری: ۵۲۲، مسلم: ۶۴۳)۔ لیکن اگر مقتدیوں کے لیے تاخیر میں مشقت ہو، تو پھر نماز کو جلدی ادا کرنا مستحب ہے، تاکہ مشقت کو دور کیا جائے اور سب لوگ باجماعت نماز ادا کر سکیں؛ کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے، جبکہ عشاء میں تاخیر کرنا مستحب ہے، اور مستحب کی وجہ سے واجب نہیں چھوڑا جا سکتا۔

جمعرات: مجلس سیرت

اسراءاور معراج

عام الحزن (غم کے سال) میں جب رسول اللہ ﷺ پر سخت ترین غم وصدمے سے دوچار ہوئے، پھر آپ نے اہل طائف کے رسواکن رویہ کا سامنا کیا، تو اس کے بعد اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور آپ کو سفرِ اسراء و معراج کے ذریعہ بڑے اعزاز واکرام سے نوازا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ، لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا، إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، اس (اقصیٰ) کے گرد ونواح کو ہم نے برکت دی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے)[الاسراء:١]۔

رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک براق نامی سفید جانور پر سوار کر کے لے جایا گیا، اور آپ ﷺ کے ہمراہ جبریل علیہ السلام تھے، آپ مسجد اقصی پہنچے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔

پھر رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک لے جایا گیا، تو جبریل علیہ السلام نے آپ کے لئے دروازہ کھلوایا، چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا، اور نبی ﷺ نے آسمان دنیا پر آدم علیہ السلام کو دیکھا۔

پھر آپ ﷺ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا، تو وہاں یحییٰ بن زکریا اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا۔
پھر آپ ﷺ کو تیسرے آسمان پر لے جایا گیا، تو وہاں یوسف بن یعقوب علیہما السلام کو دیکھا۔

پھر آپ ﷺ کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا، تو وہاں ادریس علیہ السلام کو دیکھا۔

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا، تو وہاں ہارون بن عمران علیہ السلام کو دیکھا۔

پھر چھٹے آسمان پر لے جایا گیا، تو وہاں موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا۔

اور جب ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، تو وہاں ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔

جن جن انبیاء کو نبی ﷺ نے دیکھا، اُن سب نے آپ کا خیر مقدم کیا اور آپ کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔

پھر نبی کریم ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، جہاں آپ نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔(مسلم: ۱۶۲)۔

وہیں آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اس اصل شکل میں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا، آپ ﷺ نے اہلِ جنت کی نعمتوں اور اہلِ دوزخ کے عذاب کے مناظر کا مشاہدہ کیا، آپ پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں؛ جو کہ عمل میں پانچ ہیں، لیکن ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہیں۔(بخاری:۳۲۹۷، مسلم: ۱۶۴)۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو اس واقعے کی خبر دی، تو انہوں نے آپ کو شدت سے جھٹلایا، اور آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ بیت المقدس کے اوصاف بیان کریں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بیت المقدس کو ظاہر فرما دیا، تو آپ ﷺ نے نہایت تفصیل سے اس کے اوصاف بیان کئے، پھر آپ ﷺ نے اپنے سفر کے دوران گزرنے والے ان کے قافلوں کے بارے میں بھی انہیں خبر دی، اور ان کے واپس پہنچنے کا وقت بتایا، مگر ان سب سے ان کے تکذیب میں اور اضافہ ہوا۔(البدایۃ والنہایۃ،:۱۳۹/۳)۔

لیکن ایمان والوں کے لیے اسراء اور معراج کا سفر آزمائش واقع ہوا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی کتنی جلدی تصدیق کرتے ہیں، اور غیب پر ان کا ایمان کتنا قوی ہے، اسی لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب ملا، کیونکہ انہوں نے بغیر کسی تردد کے اس واقعے کی تصدیق کی۔(دلائل النبوۃ بیہقی:۳۶۱/۲)۔اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کے بارے میں فرمایا:﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾(اور ہم نے جو خواب(یعنی رؤیا۔معراج) آپ کو دکھایا، اسے لوگوں کے لیے بس ایک آزمائش بنایا)[الاسراء:۶۰]۔(تفسیر طبری:۱۴۳/۱۴)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام اور ولادت:

زینب بنت جحش بن رباب بن خزیمہ۔ آپ ام المؤمنین اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔

ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں بعثتِ نبوی سے ۱۷ سال قبل ہوئی۔

سیرت اور فضائل:

زینب رضی اللہ عنہا خوبصورت، پاکدامن، روزہ رکھنے والی، قیام کرنے والی، اور خیر، صدقہ، اور بھلائی کو پسند کرنے والی خاتون تھیں، وہ اپنے ہاتھ سے چمڑا دباغت دینے، اور موتیاں پرونے کا کام کرتی تھیں، نیز جو چیزیں بناتیں، انہیں فروخت کر کے فقراء ومساکین پر صدقہ کرتیں۔ (حاکم: ۲۶/۴)۔

ایک بار عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس بیت المال سے عطیہ بھیجا، تو انہوں نے کہا: "اللہ عمر کو معاف کرے!" پھر اس مال کو اپنے رشتہ داروں اور یتیموں میں بانٹ دیا۔ (الطبقات الکبری لابن سعد: ۱۰۹/۸)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "میں نے زینب سے بہتر، ان سے زیادہ صدقہ کرنے والی، ان سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور آپ سے زیادہ اللہ کے تقرب کے ہر کام میں خود کو پیش کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی۔ (بخاری: ۲۵۸۱، مسلم: ۲۴۴۱)۔

یہی وہ خاتون ہیں جنہیں آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں مراد لیا تھا: «تم میں سب سے پہلے وہ خاتون میرے ساتھ آملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا» (یعنی خیرات وصدقہ میں سب سے بڑھ کر ہوگی) (مسلم: ۲۴۵۳)۔

اللہ تعالی نے خود ان کا نکاح نبی ﷺ سے فرمایا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾ (پھر جب زید نے اس (بیوی) سے اپنی حاجت پوری کرلی (اور اسے طلاق دے دی)، تو ہم نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا) [الاحزاب: ۳۷]۔ اسی اعزاز پر وہ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر فخر کیا کرتی تھیں

اور کہتی تھیں: "تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا، اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کیا" (بخاری: ۷۴۲۰)۔ زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح ہی کے موقع پر آیاتِ حجاب نازل ہوئیں۔ (بخاری: ۷۴۲۱)۔

زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث روایت فرمائیں، اور وہی تھیں جنہوں نے واقعہ افک کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زیادہ ساتھ دیا اور انہیں دلاسا دیا۔ (بخاری: ۴۱۴۱، مسلم: ۲۷۷۰)۔

وفات:

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ ۲۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی، وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں میں سے سب سے پہلے وفات پانے والی تھیں، ان کی نمازِ جنازہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

	سترہویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [عادیات] سے کیا مراد ہے؟			ج
	[ا] جنگجو شہسوار	[ب] رحمت کے فرشتے		[ج] جنگ میں دوڑنے والے گھوڑے
مجلس حدیث	سوال: والدین کی فرمانبرداری مشروط ہے کہ وہ:			ج
	[ا] خالی اوقات میں ہو	[ب] دن میں ہو رات میں نہیں		[ج] اللہ کی معصیت میں نہ ہو
مجلس عقیدہ	سوال: اللہ کے اسماءاور صفات:			ب
	[ا] اجتہادی ہیں، ان میں کمی اور اضافہ ہو سکتا ہے	[ب] توقیفی ہیں، صرف نص سے ثابت ہوں گے		[ج] زمانے کے اعتبار سے وہ مختلف ہوں گے
مجلس فقہ	سوال: نماز عصر کا وقت ختم ہوتا ہے:			ج
	[ا] زوال کے وقت	[ب] آسمان میں سرخی اور شفق کے غائب ہونے کے وقت		[ج] غروب سے پہلے سورج کے زرد ہونے کے وقت
مجلس سیرت	سوال: رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصی.....پر سوار کرا کے لے جایا گیا؟			ا
	[ا] براق پر	[ب] قصواء پر		[ج] جدعاء پر
مجلس صحابہ	سوال: زینب بنت جحش تمام عورتوں پر فخر کرتی تھیں کہ:			ج
	[ا] اللہ نے ان کی براءت ساتوں آسمانوں کے اوپر سے نازل کی	[ب] اللہ نے انہیں ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سلام بھیجا		[ج] اللہ نے ان کی شادی ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کرائی

اٹھارہواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام

یوٹیوب

ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ القدر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (١) وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (٢) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ(٣) تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ (٤) سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (٥) ﴾

[یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا(۱) اور تمھیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟(۲) شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے(۳) اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں(۴) یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)(۵)]۔

سورہ کا مضمون:

شب قدر کی فضیلت کا بیان

مشکل الفاظ کی وضاحت:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ: ہم نے اس (قرآن) کا نزول شروع کیا۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ: عزت وشرف، عظمت اور تقدیروں کے لکھنے کی رات۔

وَالرُّوحُ فِيهَا: جبرائیل علیہ السلام۔

مِّن كُلِّ أَمْرٍ: ہر اُس حکم کے ساتھ جس کا اللہ تعالی نے اس سال فیصلہ کیا ہے۔

سَلَامٌ هِيَ: امن وسلامتی۔

اجمالی معنی:

یہ سورہ مکی سورتوں میں سے ہے،اللہ تعالیٰ اس میں ہمیں ایک عظیم، بابرکت رات کے فضل کی خبر دے رہا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام عطا فرمایا اور تمام سال کی راتوں پر فضیلت دی۔ یہ فیصلہ اور تقدیر کی رات ہے، جس میں اللہ تعالیٰ دنیا کے حالات، رزق، موت اور تمام امور کے متعلق آئندہ سال کے لیے جو چاہے فیصلہ فرماتا ہے۔

یہ وہ رات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے افضل کتاب، قرآن مجید، کے نزول کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ وہ رات ہے جس میں عمل کی فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل کر دیا۔ اس رات فرشتے، اور اُن کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام، اللہ کے حکم سے ہر اس امر کو لے کر نازل ہوتے ہیں جو اس سال کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا اور جس کا فیصلہ فرمایا ہے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) وحی کی سچائی کا اثبات، اور یہ کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

۲) قضاء وقدر کے عقیدے کا اثبات۔

۳) قرآن کے نزول کا آغاز رمضان کے مہینے میں شب قدر میں ہوا۔

۴) شب قدر کی فضیلت اور اس کے فضل کے حصول کی ترغیب۔

۵) شب قدر میں عبادت کی فضیلت، اور یہ کہ اس رات میں کی جانے والی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، جو شخص اسے پالے، گویا اس کی عمر کئی گنا بڑھ گئی۔

پیر: مجلس حدیث

وہ صفات جن کے ذریعے دلوں کی اصلاح ہوتی ہے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں ہیں کہ ان پر کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: اللہ کے لیے عمل کو خالص کرنا، حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا، مسلمانوں کی جماعت سے جُڑے رہنا؛ کیونکہ ان کی دعا انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوتی ہے۔(ابن ماجہ: ۲۳۰، ۳۹۵۶، احمد: ۱۶۷۸۴)۔

شرح:

نبی ﷺ کا قول: کسی مسلمان کا دل ان باتوں کے بارے میں خیانت نہیں کرتا؛ کا معنی ہے: کہ یہ تین خصلتیں دل کی اصلاح کرتی ہیں اور خیانت و شر سے اس کو پاک کرتی ہیں، ایک سچا مؤمن ان تین باتوں میں خیانت نہیں کرتا، نہ ہی ان کے بارے میں ایسے شر کا ارادہ رکھتا ہے جو اسے ان کے بارے میں حق سے دور کر دے۔

وہ تین صفات جو دل کو خیانت اور شر سے پاک کرتے ہیں، درج ذیل ہیں:

پہلی صفت: اللہ کے لیے عمل کو خالص کرنا؛ یعنی مسلمان اپنے ہر عمل میں صرف اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا طلب کرے، اس سے کوئی دوسرا دنیاوی مقصد نہ ہو۔

دوسری صفت: مسلم حکمرانوں کے لئے نصح و خیر خواہی کرنا؛ نصح یہ ہے کہ جس کو نصیحت کی جا رہی ہو، اس کے لیے بھلائی کا ارادہ کیا جائے، اور مسلمان اماموں اور حکمرانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ: حق بات میں ان کی اطاعت کی جائے، ان کے لیے دعا کی جائے، اور ان کے خلاف خروج کو روا نہ رکھا جائے۔

تیسری صفت: مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا؛ یعنی صحیح عقیدہ، نیک عمل جیسے جمعہ اور باجماعت نمازوں میں ان کے ساتھ رہنا۔

اور نبی ﷺ کے فرمان: "ان کی دعا انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوتی ہے"؛ کا معنی ہے: مسلمانوں کی دعا ان کو گھیرے میں لئے رہتی ہے، پس وہ انہیں شیطانوں کے مکر و فریب سے، اور گمراہی کے راستوں سے بچاتی ہے۔ اس میں

اس بات کی طرف تنبیہ ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہو گیا، تو وہ ان کی برکت اور ان کی دعاؤں کی برکت سے محروم رہا؛ کیونکہ وہ اس چیز کے دائرے سے باہر ہو گیا جو ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

اعمال کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے خالص کرنا واجب ہے؛ کیونکہ یہ عمل کے قبول ہونے کی دو شرطوں میں سے ایک ہے، اور دوسری شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع ہے۔

حق بات میں حکمرانوں اور اماموں کی اطاعت واجب ہے، اور ان کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں۔

مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا واجب ہے؛ یعنی صحیح عقیدہ اور عمل صالح میں ان کی موافقت کرنا۔

جو شخص ان تین صفات کو مضبوطی سے تھام لے، اس کا دل درست ہو جائے گا، اور خیانت و شر سے پاک ہو جائے گا۔

منگل: مجلس عقیدہ

فرشتوں پر ایمان

فرشتے: غیبی مخلوق ہیں، جنہیں نور سے پیدا کیا گیا ہے، اللہ نے انہیں اپنی کامل عبودیت، اپنے حکم کی فرمانبرداری، اور اس کو نافذ کرنے کی طاقت عطا فرمائی؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اور فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے، جو دو دو، تین تین، اور چار چار پروں والے ہیں)[فاطر: ۱]۔

ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، انہیں اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا؛ اور معراج کے واقعہ میں ثابت ہے کہ: "نبی ﷺ کو آسمان میں بیت المعمور دکھایا گیا، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، اور جب وہ نکلتے ہیں تو دوبارہ کبھی لوٹ کر اس میں داخل نہیں ہوتے" (بخاری: ۳۶۷۴، مسلم: ۴۰۹)۔

فرشتوں پر ایمان چار امور کو شامل ہے:

پہلا: ان کے وجود پر ایمان لانا۔

دوسرا: ان میں سے جن کا نام معلوم ہے، ان کے نام پر ایمان رکھنا؛ جیسے: جبرائیل، میکائیل؛ اور جن کے نام معلوم نہیں، ان پر اجمالی ایمان رکھنا۔

تیسرا: ان کی جن صفات کا ہمیں علم ہے ان پر ایمان لانا؛ جیسے: جبرائیل علیہ السلام کی وہ صفت جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں ان کی اصلی شکل میں دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے، جس نے سارے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔(: بخاری: ۳۲۳۲، مسلم: ۱۷۴)۔

چوتھا: ان کے جن عمومی اور خصوصی اعمال اور ذمہ داریوں کا ہمیں علم ہے ان پر ایمان رکھنا؛ جیسا کہ ان کے عمومی اعمال میں سے ہے: اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا اور رات و دن اس کی عبادت کرتے رہنا۔

بعض فرشتوں کے کچھ مخصوص کام ہوتے ہیں، جیسے جبریل علیہ السلام: اللہ کے امین اور اس کے رسولوں کی طرف وحی پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔ میکائیل علیہ السلام: بارانِ رحمت اور نباتات کے انتظام پر مامور ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام: قیامت قائم ہونے کے وقت صور پھونکنے پر مقرر ہیں۔ ملک الموت: روحیں قبض کرنے پر مامور ہیں۔ مالک علیہ السلام: دوزخ پر مقرر ہیں۔

فرشتوں پر ایمان کے عظیم فوائد اور ثمرات ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

پہلا فائدہ: اللہ تعالی کی عظمت اور اس کی قوت کا علم؛ کیونکہ مخلوق کی عظمت اس کے خالق کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

دوسرا فائدہ: اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا، کہ اس نے انسانوں پر خصوصی عنایت فرمائی، اور ان کی حفاظت و نگہبانی کے لیے فرشتوں کو مقرر فرمایا۔

تیسرا فائدہ: بدلے کے طور پر فرشتوں سے محبت رکھنا، کہ وہ اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں، اور اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کرتے ہیں۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز کے لئے جانے کے آداب

مسلمان کو اس بات کی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ان شرعی آداب کو جانے جو نماز سے پہلے ہوتے ہیں، تاکہ وہ اس عظیم عبادت کے لیے تیار ہو سکے، اور اس کا اہتمام کر سکے۔

ان آداب میں سے ہے:

نماز کے لیے جلدی نکلنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر لوگ جان لیں کہ تہجیر - یعنی نماز کے لیے جلدی آنے - میں کیا اجر ہے، تو وہ اس کی طرف سبقت کریں" (بخاری: ٦٥٢، مسلم: ٤٣٧)۔

مسجد کے لئے پیدل جانا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے، پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف نکلے تاکہ اللہ کی فرض کردہ نماز ادا کرے، تو اس کے ہر قدم پر ایک گناہ مٹایا جاتا ہے، اور دوسرے قدم سے ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے" (مسلم: ٦٦٦)۔

سکون اور وقار کے ساتھ جانا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نماز کی طرف دوڑتے ہوئے نہ آؤ، بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ آؤ۔ نماز کا جو حصہ پالو، اسے ادا کر لو، اور جو چھوٹ جائے اسے مکمل کر لو؛ کیونکہ تم میں سے جو شخص نماز کی طرف جا رہا ہوتا ہے، وہ درحقیقت نماز ہی میں ہوتا ہے" (بخاری: ٩٠٨، مسلم: ٦٠٢)۔

سنت ہے کہ جب مسجد آئے تو دائیں پاؤں کو پہلے رکھے، اور یہ دعا پڑھے: (أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) "میں عظیم اللہ، اُس کے باعزت چہرے، اور اُس کی قدیم سلطنت کی پناہ لیتا ہوں، مردود شیطان سے" (ابوداود: ٤٦٦)۔ پھر کہے: (اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ) "اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔ اور جب مسجد سے نکلے تو بائیں پاؤں کو پہلے نکالے اور پڑھے: (اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ) "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں"۔ (مسلم: ٧١٣)۔

جب مسجد میں داخل ہو، تو کوشش کرے کہ پہلی صف میں جگہ پائے، پھر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر لوگ اذان دینے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کے اجر کو جان لیں، اور پھر ان کے پاس

اس میں شریک ہونے کے لیے قرعہ اندازی کے سوا کوئی چارہ نہ رہے، تو وہ ضرور قرعہ ڈالیں گے"۔(بخاری: ۶۵۲، مسلم: ۴۳۷)۔

ذکرِ الٰہی، قرآن کی تلاوت، اور نفل نمازوں میں مشغول رہے، اور فضول مشاغل سے بچے؛ جیسے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا وغیرہ؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی وضو کرے، پھر عمداً مسجد کی طرف نکلے، تو وہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں نہ داخل کرے، کیونکہ وہ نماز ہی میں ہے"۔(ابوداود: ۵۶۲)۔

دنیاوی باتوں، اور قیل وقال میں مشغول نہ ہو؛ کیونکہ نماز کا انتظار کرنا بھی نماز کی طرح ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ جب تک نماز کے لیے اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے، وہ نماز ہی میں ہوتا ہے، اور فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما"۔(مسلم: ۶۴۹)۔

جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو امام اور مقتدی، دونوں کے لیے ضروری ہے کہ صفوں کو سیدھا کریں، فاصلہ ختم کریں، اور خلا پُر کریں؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنی صفوں کو درست کرو، کیونکہ صفوں کا درست کرنا نماز کی تکمیل میں سے ہے"۔(بخاری: ۷۲۳، مسلم: ۴۳۳)۔ اور فرمایا: "ضرور اپنی صفوں کو درست کرو، ورنہ اللہ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا"۔(بخاری: ۷۱۷، مسلم: ۴۳۶)۔ صف کی درستی سے مراد: کندھوں اور ایڑیوں کو برابر کرکے صف درست کرنا۔

نماز کے اندر خشوع کے اسباب اختیار کرے، کیونکہ خشوع ہی نماز کا سب سے بڑا مقصود ہے؛ اللہ تعالیٰ نے خشوع اختیار کرنے والے نمازیوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (مومن کامیاب ہوگئے، وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں)[المؤمنون: ۱-۲]۔ خشوع اس طرح حاصل ہوگا کہ: اللہ کی عظمت کو مستحضر کرے، اس کے لئے عاجزی اختیار کرے، اور جو کچھ پڑھ رہا ہو یا سن رہا ہو اس میں تدبر کرے۔

جمعرات: مجلس سیرت

پہلی بیعت عقبہ

رسول اللہ ﷺ ہر سال موسمِ حج میں باہر نکلتے اور مکہ میں آنے والے قبائل پر اپنی دعوت پیش کرتے، باوجود اس کے کہ مشرکین آپ کو روکتے اور آپ کے لئے تنگی پیدا کرتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے: "کیا کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے چلے؟ بے شک قریش نے مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے" (ابوداود: ۴۷۳۴، ترمذی ۲۹۲۵)۔ آپ ﷺ یہ سب کچھ اس حال میں کر رہے ہوتے کہ آپ کا چچا ابو لہب آپ کے پیچھے پیچھے لوگوں سے کہتا: اس کی بات نہ سنو، یہ جھوٹا ہے (طبرانی: ۴۵۸۲)۔

اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کے لیے آسانی یوں فرمائی کہ وہ یہودِ مدینہ سے سنتے رہتے تھے کہ اس زمانے میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، جب بھی ان کے اور یہود کے درمیان لڑائی ہوتی، تو یہودی ان سے کہتے: "ہم تمہیں اس نبی کے ساتھ مل کر قوم عاد اور ارم کی طرح قتل کریں گے۔ انصار (اوس و خزرج) خانہ کعبہ کا حج کرتے تھے، جیسا کہ عرب کا دستور تھا، جب کہ یہود حج نہیں کرتے تھے۔ جب انصار نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف دعوت دیتے دیکھا اور آپ میں صدق و سچائی کے آثار پائے، تو انہوں نے آپس میں کہا: "اے قوم! اللہ کی قسم، یہی وہ نبی ہے جس کا ذکر یہود کیا کرتے تھے، تو تم اسے پہچاننے میں ان سے پیچھے نہ رہ جانا!" (البدایۃ والنہایۃ: ۴/۳۷۱)۔

پھر انصار میں سے خزرج کے چھ افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے: ابو امامہ اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر، جابر بن عبد اللہ، سو رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے اپنی دعوت رکھی، تو انہوں نے خیر میں سبقت کی، اسلام قبول کیا، اور آپ ﷺ سے عہد کیا کہ وہ اپنی قوم کو بھی یہ دعوت پہنچائیں گے، یہ واقعہ بعثت کے گیارہویں سال کا ہے۔ پھر وہ مدینہ واپس لوٹے اور اپنی قوم میں اسلام کی دعوت شروع کر دی۔ (البدایہ والنہایہ: ۴/۳۷۲)۔

جب اگلا سال آیا، تو ان میں سے بارہ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے منیٰ میں گھاٹی کے پاس ان سے ملاقات کی، اور فرمایا: "میرے ہاتھ پر بیعت کرو اس بات پر کہ: اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، نہ کوئی جھوٹا بہتان باندھو گے جسے تم

نے گھڑا ہو، اور نیکی کے معاملے میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ پس تم میں سے جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے" (بخاری:۱۸)۔

چنانچہ انہوں نے ان تمام باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کی، اور بعثت کے بارہویں سال میں پہلی بیعتِ عقبہ مکمل ہوئی۔

پھر جب حج کا موسم ختم ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن اُم مکتوم کو روانہ فرمایا، تاکہ وہ انہیں قرآن سکھائیں اور دین کی باتیں سمجھائیں۔ (بخاری: ۳۹۵۲)۔ چنانچہ اسلام مدینہ میں پھیل گیا اور غالب ہو گیا، یہاں تک کہ مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نام ونسب اور ولادت:

اُم المؤمنین جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار، قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی ہیں۔ان کا پہلا نام "بَرَّة " تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام "جویریہ" رکھا۔(مسلم: ۲۱۴۰)۔ان کی ولادت ہجرت سے تقریباً پندرہ سال پہلے ہوئی تھی۔

سیرت اور فضائل:

جویریہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے خوبصورت، تقویٰ شعار، اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تسبیح و تحمید کرنے والی تھیں۔کم مال ہونے کے باوجود کثرت سے صدقہ وخیرات کیا کرتی تھیں۔

انہوں نے نبی ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کیں،اور ابن عباس، جابر،ابن عمر اور دیگر صحابہ نے ان سے حدیثیں روایت کی۔

جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے عظیم برکت کا باعث بنیں، جیسا کہ نبی ﷺ کے ساتھ ان کے نکاح کے واقعے سے ظاہر ہے۔وہ بنی مصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں، تو نبی ﷺ کے پاس آئیں تاکہ فدیہ دے کر آزادی حاصل کرلیں۔نبی ﷺ نے انہیں خریدا، آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا۔اس پر مسلمانوں نے کہا": یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہوگئے ہیں"! چنانچہ جویریہ کے احترام میں تمام مسلمانوں نے بنو مصطلق کے باقی قیدیوں کو بھی آزاد کردیا۔(ابو داود:۳۹۳۱)۔

وفات:

جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔یہ واقعہ ربیع الاول سنہ ۵۶ھ معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں پیش آیا۔

مجلس	اٹھارہویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: سورہ القدر میں [روح] سے کیا مراد ہے؟		ا
	[ا]جبریل	[ب] محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	[ج]ملک الموت
مجلس حدیث	سوال: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان: "ثلاث لا یغل علیهن قلب مسلم" اغلال کا مطلب کیا ہے؟		ج
	[ا]چوری	[ب]غلو	[ج]خیانت اور کینہ
مجلس عقیدہ	سوال: صور میں پھونک مارنے والے فرشتے کا نام:		ج
	[ا]جبریل	[ب]میکائیل	[ج]اسرافیل
مجلس فقہ	سوال: مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:		ب
	[ا]اللھم افتح لی ابواب رحمتک	[ب]اللھم انی اسالک من فضلک	[ج]غفرانک
مجلس سیرت	سوال: پہلی بیعت عقبہ سنہ..........میں ہوئی؟		ج
	[ا]سنہ ٦ نبوی	[ب]سنہ ۹ نبوی	[ج]سنہ ١١ نبوی
مجلس صحابہ	سوال: جویریہ بنت حارث کا نسب.......سے ملتا ہے؟		ا
	[ا]بنی مصطلق	[ب]بنی نضیر	[ج]بنی قریظہ

انیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ البینہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (١) رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً (٢) فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (٣) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (٤) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ(٥)﴾

[اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ جب تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آجائے باز رہنے والے نہ تھے (وہ دلیل یہ تھی کہ) (۱) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھے (۲) جن میں صحیح اور درست احکام ہوں (۳) اہل کتاب اپنے پاس ظاہر دلیل آجانے کے بعد ہی (اختلاف میں پڑ کر) متفرق ہو گئے (۴) انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا (۵)]

سورہ کا مضمون:

رسالت محمدی کے کمال اور اس کے واضح ہونے کا بیان

مشکل الفاظ کی وضاحت:

مُنفَكِّينَ: اپنے کفر کو چھوڑنے والے۔

الْبَيِّنَةُ: روشن علامت اور واضح دلیل، جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا، اور اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

صُحُفًا مُطَهَّرَةً: باطل سے پاک، شیطانوں سے محفوظ صحیفے۔

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ: سچی خبریں اور عدل پر مبنی احکام۔

تَفَرَّقَ: اختلاف کیا، تفرقہ میں پڑ گئے۔ حالانکہ وہ پہلے آپ کی نبوت پر متفق تھے۔

مُخْلِصِينَ: اللہ کی رضا کا قصد کرنے والے۔

حُنَفَاءَ: تمام باطل ادیان سے پھر کر دینِ اسلام کی طرف مائل۔

دِينُ الْقَيِّمَةِ: سیدھے اور درست راہ کا دین۔

اجمالی معنیٰ:

اللہ رب العزت خبر دے رہا ہے کہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ اور بت پرست مشرکین اُس دین سے الگ ہونے والے نہ تھے جس پر وہ قائم تھے، اور نہ ہی اسے چھوڑنے والے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس واضح دلیل آ گئی، اور وہ دلیل ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں، جو انہیں اللہ کی کتاب کی آیات سناتے ہیں۔ مگر جب یہ روشن دلیل آ گئی، جو کہ دراصل ان کے درمیان اتحاد و اجتماعیت کو لازم کرنے والی تھی، تو وہ آپس میں اختلاف کا شکار ہو گئے۔ کچھ ایمان لائے اور کچھ انکار کرنے لگے، حالانکہ بعثتِ نبوی سے پہلے وہ سب نبی ﷺ کے آنے کے منتظر تھے اور آپ پر ایمان لانے کے لیے تیار تھے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

اسلام کے سوا تمام ادیان میں انحراف پایا جاتا ہے، ان میں حق و باطل گڈمڈ ہو چکے ہیں، اور وہ انسانیت کی ہدایت کے لیے مناسب نہیں رہے۔

تمام انبیاء کی کتابیں ایک ہی اصول اور ایک ہی دین لے کر آئیں: یعنی صرف اللہ کی عبادت کرنا، اور شرک سے دور رہنا۔

تمام انبیاء نے نبی کریم محمد ﷺ کی آمد کی بشارت دی اور اپنی امتوں کو آپ کی پیروی کا حکم دیا۔

سیدھی راہ، درست دین، اور سعادت مندی کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے، نماز قائم کی جائے، اور زکوٰۃ دی جائے۔

نماز اور زکوٰۃ کا ذکر خصوصیت سے اس لیے کیا گیا ہے کہ ان دونوں عبادتوں کو دین میں شرف حاصل ہے اور ان کی بڑی منزلت ہے۔

پیر: مجلس حدیث

پیراور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(انسانوں کے نیک و بد) اعمال پیر اور جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں، تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے ہوں"۔(ترمذی:۷۴۷)۔

شرح:

روزہ ان افضل عبادتوں میں سے ہے جن کے ذریعے بندہ اپنے رب کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس کی ترغیب دیتے تھے اور بکثرت نفلی روزے رکھتے تھے۔ کچھ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنے کی زیادہ فضیلت اور ترغیب وارد ہوئی ہے، ان میں سے پیر اور جمعرات کے دن ہیں؛ کیونکہ ان دونوں دنوں میں انسانوں کے اچھے، برے، فرمانبرداری اور نافرمانی سب اعمال اللہ تعالی کے حضور ہفتہ واری پیش کیے جاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی خواہش تھی کہ جب ان کا عمل اللہ تعالی کے حضور پیش ہو، تو وہ حالتِ روزہ میں ہوں؛ کیونکہ جب نیک اعمال کے ساتھ روزہ ہو تو اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے، اور وہ اللہ تعالی کے لیے زیادہ خالص ہو جاتا ہے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

عبادتِ صوم کی فضیلت، اور اس بات کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ بکثرت روزے رکھتے تھے۔

پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت اور اس کی ترغیب۔

اس بات کا ثبوت کہ بندوں کے اعمال ہفتہ واری طور پر پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالی کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا نیک کاموں میں سبقت کرنا، حالانکہ آپ کے تمام گناہ معاف کر دیے گئے تھے؛ کیونکہ آپ کی عبودیت اپنے رب کے لئے کامل تھی، آپ کو احساس تھا کہ اس کا آپ پر عظیم حق ہے، اس کے احسان پر آپ اس کا شکر ادا کرتے، اور آپ اس کے ذریعہ اپنی امت کی رہنمائی کرتے اور انہیں ہدایت کی راہ دکھاتے۔

منگل: مجلس عقیدہ

کتابوں پر ایمان

کتابوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وہ کتابیں ہیں جنہیں اس نے مخلوق کے لئے بطور رحمت اور ہدایت کے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں، تاکہ لوگ ان کے ذریعے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کا تذکرہ اور ان کے ذریعہ احسان قرآن کی کئی آیات میں جتلایا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الم (١) اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (٢) نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ (٣) مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ (٤)﴾ (الم(١) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جو زندہ ہے اور سب کا نگہبان ہے (٢) جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے، جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے، اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا (٣) اس سے پہلے، لوگوں کو ہدایت کرنے والی بنا کر، اور قرآن بھی اسی نے اتارا، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے (٤)) [آل عمران: ١-٤]۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا (١) قَيِّمًا لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا (٢)﴾ (تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی (١) بلکہ ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک رکھا تاکہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کردے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنادے کہ ان کے لئے بہترین بدلہ ہے (٢)) [الكهف: ١-٢]۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (١)﴾ (بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے خبردار کرنے والا بنے) [الفرقان: ١]۔

کتابوں پر ایمان چار امور کو شامل ہے:

پہلا: اس بات پر ایمان رکھنا کہ یہ تمام کتابیں حقیقت میں اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں، اور یہ حقیقتاً اللہ کا کلام ہیں، جو اس نے اپنے فرشتے کے ذریعے انبیاء کرام میں سے جسے چاہا، اس پر نازل فرمایا۔

دوسرا: ان کتابوں کے ان ناموں پر ایمان لانا جو ہمیں معلوم ہیں؛ جیسے: قرآن، تورات، انجیل، زبور، اور جن کتابوں کے نام ہمیں معلوم نہیں، ان پر اجمالی طور پر ایمان لانا۔

تیسرا: ان کتابوں کی اُن خبروں کی تصدیق کرنا جو صحیح ہیں؛ جیسے: قرآن مجید کی خبریں، اور پچھلی آسمانی کتابوں کی وہ خبریں جو تحریف سے محفوظ ہیں۔

چوتھا: اس کتاب کے احکام پر عمل کرنا جو ہم پر نازل کی گئی ہے ــــ یعنی قرآن کریم ــــ اور اس پر راضی ہونا اور اسے تسلیم کرنا؛ اس لیے کہ قرآن تمام پچھلی آسمانی کتابوں کو منسوخ کرنے والی کتاب ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (اور ہم نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان پر نگہبان ہے)[المائدۃ: ۴۸]۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے اس آیت میں "مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ" (ان پر نگہبان ہے) کی تفسیر یوں کی: "یعنی قرآن ان کتابوں پر حاکم ہے۔" (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۶)۔

کتابوں پر ایمان لانے کے عظیم فوائد ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

پہلا: اللہ کی اپنے بندوں پر مہربانی کا علم، کہ اس نے ان کی ہدایت کے لیے اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔

دوسرا: اللہ کی شریعت میں اس کی حکمت کا علم، کہ اس نے ہر قوم کے حالات کے مطابق ان کے لیے شریعتیں مقرر فرمائیں، جیساکہ فرمایا: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کیا)[المائدۃ:۴۸]۔

تیسرا: اس بات پر اللہ کا شکر کہ اس نے اپنا کلام اور اپنی شریعت نازل کرکے اپنی مخلوقات پر کرم فرمایا۔

چوتھا: کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنا، اس کی تلاوت کرنا، اس پر عمل کرنا، کیونکہ اسی میں ہدایت ہے، روشنی ہے، اور دنیا و آخرت کی سعادت اسی سے وابستہ ہے۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز کے ارکان

نماز ایک عظیم عبادت ہے جو اقوال وافعال پر مشتمل ہے، ان اقوال وافعال کی تین قسمیں ہیں:

ارکان، واجبات اور سنن۔

ارکان: وہ افعال ہیں جن پر نماز کے حصے مشتمل ہیں، اور رکن نہ تو قصداً ساقط ہوتا ہے، نہ سہواً اور نہ ہی جہالت کی وجہ سے۔

لہٰذا جو شخص کسی رکن کو جان بوجھ کر چھوڑ دے، اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر کوئی رکن بھول کر رہ جائے: تو اگر وہ ابھی اسی رکعت میں ہو تو وہیں واپس جا کر اس رکن کو ادا کرے اور اس کے بعد کے تمام افعال بھی دوبارہ انجام دے؛ اور اگر اگلی رکعت میں داخل ہو چکا ہو تو وہ پچھلی رکعت جس میں رکن چھوٹا ہے باطل ہو جائے گی اور موجودہ رکعت اس کی جگہ لے گی، دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہو گا۔

واجبات: اگر واجبات میں سے کسی چیز کو جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز باطل ہو جاتی ہے، لیکن اگر بھول کر چھوڑ دے تو نماز باطل نہیں ہوتی، اور اس واجب کو دوبارہ ادا بھی نہیں کیا جاتا، بلکہ سجدۂ سہو کے ذریعے اس کمی کو پورا کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ارکان، واجبات سے زیادہ اہم ہیں؛ کیونکہ رکن کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی، جبکہ واجب کے بدلے سجدۂ سہو کافی ہو جاتا ہے۔

سنن: نماز کی وہ چیزیں جو سنن میں شمار ہوتی ہیں، ان کے ترک سے نماز باطل نہیں ہوتی، خواہ عمداً چھوڑ دی جائیں یا سہواً۔ البتہ ان کو کرنے سے نماز زیادہ مکمل ہوتی ہے اور زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

نماز کے چودہ (۱۴) ارکان ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

بحال قدرت قیام کرنا (کھڑے ہونا): کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "نماز کھڑے ہو کر پڑھو، اگر استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر۔" (بخاری: ۱۱۱۷)۔

تکبیرِ تحریمہ (اللہ اکبر) کہنا: نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو۔" (بخاری: ۶۲۵۱، مسلم: ۳۹۷)۔

سورہ الفاتحہ پڑھنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔" (بخاری: ۷۵۶، مسلم: ۳۹۴)

رکوع کرنا: نبی ﷺ کا فرمان ہے: "پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان سے ٹھہر جاؤ۔" (بخاری: ۶۲۵۱، مسلم: ۳۹۷)

رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا: نبی ﷺ کا فرمان ہے: "پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" (بخاری: ۶۲۵۱، مسلم: ۳۹۷)۔

سات اعضاء پر سجدہ کرنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی- اور آپ ﷺ نے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا)، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، اور دونوں پاؤں کے کنارے۔" (بخاری: ۸۰۹، مسلم: ۴۹۰)۔

سجدے سے اٹھنا۔

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا: نبی ﷺ کا فرمان ہے: "پھر اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔" (بخاری: ۶۲۵۱، مسلم: ۳۹۷)۔

ہر رکن میں اطمینان: نبی ﷺ نے اُس شخص سے فرمایا جو جلدی جلدی نماز پڑھ رہا تھا: "واپس جاؤ، نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" (بخاری: ۶۶۲۵۱، مسلم: ۳۹۷)۔

آخری تشہد پڑھنا: نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا۔ (نسائی: ۲/۲۴۰)۔

۱۱. آخری تشہد کے لیے بیٹھنا۔

آخری تشہد میں نبی ﷺ پر درود بھیجنا: افضل یہ ہے کہ درودِ ابراہیمی ہو، مگر کسی بھی درست صیغے سے ادا کرنا کافی ہے۔

نماز کے تمام ارکان کو ترتیب سے ادا کرنا۔

سلام کے ذریعے نماز ختم کرنا: نبی ﷺ نے فرمایا: "نماز کو سلام کے ذریعہ ختم کیا جائے گا۔"(ابو داود: ٦١، ترمذی: ٣)۔

جمعرات: مجلس سیرت

دوسری بیعت عقبہ

جب مدینہ میں اسلام پھیل گیا اور اس کا غلبہ ہو گیا، تو بعثت کے تیرہویں سال حج کے موسم میں انصار کے بہت سے لوگ آئے، جن کی قیادت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، انصار کے ان افراد نے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ سے خفیہ رابطہ کیا، اور یہ طے پایا کہ وہ ایامِ تشریق کے درمیانی دن، رات کے اندھیرے میں عقبہ کے مقام پر، رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کریں گے۔

چنانچہ جب اس رات کا پہلا تہائی حصہ گزر گیا، تو انصار میں سے تہتر (۷۳) مرد اور دو عورتیں چپکے سے نکلے، رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس بھی تھے، جو بیعت کو پختہ اور مضبوط کرنے کے لیے موجود تھے، حالانکہ اُس وقت وہ اپنی قوم کے دین پر تھے۔ عباس سب سے پہلے بولے، اور کہنے لگے: "اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اس ذمہ داری کو نبھاؤ گے جس کی طرف تم نے انہیں بلایا ہے، اور ان کے مخالفین سے ان کا دفاع کرو گے، تو پھر یہ تمہارا فیصلہ ہے اور تمہیں اس کے نتائج کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ تم انہیں اپنے ہاں لے جا کر ان کو چھوڑ دو گے اور ان کی مدد سے دستبردار ہو جاؤ گے، تو بہتر ہے کہ ابھی سے انہیں چھوڑ دو۔" (البدایہ والنہایہ: ۳/۱۶۰)۔

اس پر انصار نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس بات پر کہ چستی اور سستی ہر حال میں میری بات سنو گے اور اطاعت کرو گے، تنگی اور فراخی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے، اور جب میں تمہارے پاس یثرب (مدینہ) آ جاؤں تو میری مدد کرو گے، اور میری حفاظت ایسے کرو گے جیسے تم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہو، اور (اس کے بدلے) تمہارے لیے جنت ہے۔ (مسند احمد: ۱۴۴۵۶)۔

اس موقع پر اسعد بن زرارہ نے انصار سے کہا: "ٹھہر واے اہلِ یثرب! ہم بڑی مشقت سے یہاں آئے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں، یاد رکھو! آج ان (ﷺ) کو اپنے ہاں لانا، تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے، تمہارے بہترین لوگوں کا قتل ہو سکتا ہے، اور تم پر تلواریں چل سکتی ہیں، پس اگر تم اس پر صبر کرنے کے لیے تیار ہو، تو

انہیں قبول کر لو، اور تمہارا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ لیکن اگر تمہیں اپنے بارے میں خوف لاحق ہے، تو بہتر ہے کہ انہیں ابھی چھوڑ دو، یہی تمہارے لیے اللہ کے سامنے زیادہ معذرت کی بات ہو گی۔ تو وہ سب کہنے لگے: "اے اسعد بن زرارہ! اللہ کی قسم! نہ ہم اس بیعت کو چھوڑیں گے، نہ اس سے پیچھے ہٹیں گے۔" پھر سب لوگ اٹھے اور ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اس بیعت کو "بیعتِ عقبہ کبریٰ" نام دیا گیا۔ (ابن حبان: ۷۰۱۲)۔

اس رات رسول اللہ ﷺ نے انصار میں سے بارہ نقیب (سردار) منتخب فرمائے: اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک، براء بن معرور، عبداللہ بن عمرو بن حرام (جابر رضی اللہ عنہ کے والد، جنہوں نے اسی رات اسلام قبول کیا)، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، عبادہ بن صامت، ان سب کا تعلق خزرج سے تھا۔

اور تین نقیب اوس سے تھے: اسید بن حضیر، سعد بن خیثمہ، رفاعہ بن عبدالمنذر۔

جب یہ بیعت مکمل ہو گئی تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی، چنانچہ لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کا آغاز کر دیا۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نام اور ولادت:

میمونہ بنت حارث، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ، عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام الفضل کی بہن، اور خالد بن ولید اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

عباس رضی اللہ عنہ ان کے سرپرست تھے، چنانچہ انہوں نے میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کیا، یہ نکاح ان کے پہلے شوہر ابورُہم بن عبدالعزیٰ کی وفات کے بعد ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح مکہ کے قریب مقامِ سَرِف میں کیا، اور یہ نکاح عمرۂ قضاء سے واپسی کے بعد، سنہ ۷ ھ میں ہوا۔ میمونہ رضی اللہ عنہا وہ آخری خاتون تھیں جن سے نبی کریم ﷺ نے نکاح فرمایا۔

سیرت اور فضائل:

میمونہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں شامل تھیں جنہوں نے مکہ میں ہجرت سے قبل نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ تقویٰ، زہد، اور نیکی میں معروف تھیں۔ آپ کے بھانجے یزید بن اصم کہتے ہیں: "وہ ہم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی، اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں۔" (حاکم: ۴/۳۴)۔

نبی کریم ﷺ نے ان کے دل میں سچے ایمان کے استقرار کی گواہی دی، اور فرمایا: "یہ بہنیں مومنہ ہیں: میمونہ، ام الفضل، اور اسماء۔" (سنن نسائی: ۸۳۸۷)۔

میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۷۶ احادیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کیں، اور ان سے بہت سے صحابہ نے روایات نقل کیں۔

وفات:

آپ کی وفات ۶۱ ھ میں یزید بن معاویہ کے دورِ خلافت میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ۸۰ برس تھی، آپ کا انتقال اور تدفین اسی مقام سَرِف میں ہوئی، جہاں نبی کریم ﷺ نے آپ سے نکاح فرمایا تھا۔

	انیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:آیت میں [حنفاء] کا معنی کیا ہے؟		ج
	[ا] دین پر ثابت قدم	[ب] اپنے رب کے مطیع	[ج] تمام ادیان سے کٹ کر اسلام کی طرف آنے والے
مجلس حدیث	سوال: پیر کے دن کے روزے کی خصوصیت میں سے ہے کہ :		ا
	[ا] اس دن اعمال پیش ہوتے ہیں	[ب] اس دن فرشتے نازل ہوتے ہیں	[ج] اس دن قیامت قائم ہوگی
مجلس عقیدہ	سوال: کتابوں سے مراد ہے:		ب
	[ا] صرف قرآن	[ب] تمام کتابیں جنہیں اللہ نے اپنے رسولوں پر نازل کئے	[ج] صرف توریت، انجیل اور قرآن
مجلس فقہ	سوال: نماز کا جو عمل عمدا یا سہوا یا لاعلمی کی بنا پر ساقط نہیں ہوتا، وہ ہے:		ج
	[ا] سنت	[ب] واجب	[ج] رکن
مجلس سیرت	سوال: دوسری بیعت عقبہ میں انصار کے قائد تھے:		ج
	[ا] براء بن معرور	[ب] سعد بن معاذ	[ج] مصعب بن عمیر
مجلس صحابہ	سوال: میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی ﷺ سے کس نے کرائی؟		ا
	[ا] خالد بن الولید	[ب] اسعد بن زرارہ	[ج] عباس بن عبدالمطلب

بیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواىٔد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ساؤنڈ کلاؤڈ | یوٹیوب | ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ البینہ (۲)

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (۶) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۷) جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (۸)﴾

بیشک جو لوگ اہل کتاب میں کافر ہوئے اور مشرکین سب دوزخ کی آگ میں (جائیں گے) جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں (۶) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں (۷) ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے (۸) (البینہ: ۶-۸)

آیت کا مضمون:

رسالت محمدی کی تصدیق کرنے والوں کا ثواب، اور اس کا انکار کرنے والوں کی سزا

مشکل الفاظ کی وضاحت:

الْبَرِيَّةِ: مخلوقات؛ کیونکہ اللہ نے انہیں پیدا کیا اور وجود بخشا ہے۔

عَدْنٍ: مستقل رہائش۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: یعنی اللہ ان سے راضی ہوا، ان کے ایمان اور طاعت کے سبب۔

وَرَضُوا عَنْهُ: یعنی وہ اللہ سے راضی ہوئے اس کے ثواب اور جنت سے۔

اجمالی معنیٰ:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے کفر کرنے والوں کے بارے میں فیصلہ فرما رہا ہے کہ وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے؛ کیونکہ انہوں نے اللہ کا انکار کیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا، اور وہ تمام مخلوقات میں بدترین ہیں؛ اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچانا، مگر پھر بھی اس سے منہ موڑ لیا۔

اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے بہترین بدلہ ہے اور سب سے خوبصورت اوصاف ہیں، وہ نعمتوں والی جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیش کے لیے ان میں مقیم ہوں گے، وہ تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں، اللہ اُن سے ان کے ایمان اور خشیت کی وجہ سے راضی ہو گیا، اور وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے، کہ اللہ نے دائمی نعمتیں اور عطائیں انہیں بخشیں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

اُس شخص کے بدلے کا بیان جو ایمان لایا اور دین پر ثابت قدم رہا، اور وہ بدلہ ہے: اللہ کی رضا اور جنت میں ہمیشہ ہمیش رہنا۔

اُس شخص کے انجام کا بیان جس نے کفر کیا اور دین سے منہ موڑا، اور وہ انجام ہے: اللہ کا غضب اور جہنم میں دائمی رہائش۔

اہلِ ایمان اللہ کی تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں، اور کفار اللہ کی تمام مخلوقات میں سب سے بدتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی فضیلت، اور یہ کہ وہ بندے سے اللہ کی رضا کا ایک سبب ہے۔

پیر: مجلس حدیث

وتر کی فضیلت

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے اہلِ قرآن! وتر پڑھا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر (یعنی اکیلا) ہے، اور وہ وتر کو پسند فرماتا ہے۔" (ابوداود: ۱۴۱۶)۔

شرح:

نمازِ وتر سنت مؤکدہ ہے، نبی کریم ﷺ نے اسے نہ سفر میں چھوڑا، نہ حضر میں، نہ صحت کی حالت میں، اور نہ مرض کی حالت میں؛ لفظ "وتر" اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، کیونکہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں اکیلا ہے، جبکہ اللہ کی مخلوقات جفت ہیں، انہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ کو وہ عمل پسند ہے جو اس کے اسماء وصفات کے موافق ہو؛ چنانچہ وہ علیم ہے علم کو پسند کرتا ہے، وہ محسن ہے احسان کو پسند کرتا ہے، وہ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے، اور وہ وتر ہے وتر کو پسند فرماتا ہے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو وتر پڑھنے کی ترغیب دی، اور خاص طور پر اہلِ قرآن کو اس کی تلقین فرمائی — یعنی وہ لوگ جو قرآن کا حفظ کرتے ہیں اور اس کی تلاوت کرتے ہیں، ان کا الگ ذکر اس لیے کیا گیا کیونکہ انہیں ایک خاص شرف حاصل ہے، اور ان کی اہمیت زیادہ ہے، اور اس لیے بھی کہ ان کا مقام دوسروں سے بڑھ کر ہے؛ کیونکہ وہی لوگوں کے لیے نمونہ ہیں، اور وہی اللہ والے اور اُس کے خاص بندے ہیں، ان کے پاس علم ہوتا ہے، جو انہیں نیکیوں اور عبادتوں پر ابھارتا ہے، لہٰذا ان کے حق میں اس حکم کی اور زیادہ تاکید ہے، اگرچہ وتر تمام مسلمانوں سے مطلوب ہے۔

مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ وتر رات کے کسی بھی حصے میں ادا کرے: اس کے ابتدا میں، یا درمیان میں، یا آخر میں، جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ سونے کے بعد بیدار نہیں ہو سکے گا، تو بہتر ہے کہ وہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لے، خواہ ایک رکعت ہی کیوں نہ ہو، اور جو شخص یقین رکھتا ہو کہ وہ آخری رات میں جاگ جائے گا، تو اس کے لیے آخری حصے میں وتر پڑھنا افضل ہے؛ کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے، اور وہ اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

وتر سنت موکدہ ہے،اسے چھوڑنا یا اس میں کوتاہی کرنا مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالی کے لئے صفت محبت کا اثبات۔

وتر کی نماز نوافل میں سب سے اہم اور افضل ہے۔

بندوں پر اللہ کی رحمت اور ان کے لئے اس کی آسانی ہے کہ اس نے وتر کی مختلف رکعت اور اسے ادا کرنے کے مختلف طریقے مشروع کئے ہیں۔

منگل: مجلس عقیدہ

رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان کا مطلب ہے: بندہ پختہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے جو اسے صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ: اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)[النحل:۳۶]۔اور فرمایا: ﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ آیا ہو)[فاطر:۲۴]۔

رسول، اللہ کی مخلوقات میں سے سب سے افضل اور چیدہ ہستیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں چُنا اور اپنی رسالت کی ذمہ داری اٹھانے اور اپنا دین پہنچانے کے لیے منتخب فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ (اللہ فرشتوں میں سے بھی پیغام رساں چُنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی، یقیناً اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے)[الحج:۷۵]۔سب سے پہلے رسول: نوح علیہ السلام تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (بے شک ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی کی، جس طرح نوح اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی تھی)[النساء:۱۶۳]۔اور آخری رسول: محمد مصطفی ﷺ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں)[الاحزاب:۴۰]۔

رسول بشر ہیں جنہیں پیدا کیا گیا ہے، ان کے پاس ربوبیت یا الوہیت کی کوئی خاصیت نہیں ہوتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (کہہ دو: میں اپنی ذات کے لیے نہ کوئی نفع کا مالک ہوں، نہ نقصان کا، سوائے اس کے جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بہت سا بھلا اپنے لیے جمع کر لیتا، اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا، میں تو محض خبردار کرنے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں، اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں)[الاعراف:۱۸۸]۔

رسولوں پر ایمان چار امور کو شامل ہیں:

پہلا: یقین اور تصدیق کہ تمام رسول واقعی اللہ تعالی کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔

دوسرا: جن رسولوں کے نام ہمیں معلوم ہیں، ان کے ناموں پر ایمان لانا؛ اور جن کے نام ہمیں معلوم نہیں، ان پر اجمالی ایمان رکھنا۔

تیسرا: ان سے وارد تمام صحیح خبروں اور احادیث کی تصدیق کرنا۔

چوتھا: جس رسول کو ہماری طرف بھیجا گیا ان کی شریعت پر عمل کرنا، یعنی ہمارے نبی محمد ﷺ، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (پس قسم ہے آپ کے رب کی! وہ ہر گز مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ آپ کو اپنے جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمائیں، اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں، اور پورے طور پر اسے قبول نہ کریں) [النساء:٦٥]۔

رسولوں پر ایمان کے عظیم فوائد ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلا: بندوں پر اللہ تعالی کی رحمت وعنایت کا علم، اس طرح کہ اس نے ان کی ہدایت کے لیے رسولوں کو بھیجا، تاکہ وہ انہیں اللہ کا راستہ دکھائیں، اور عبادت کا طریقہ بتائیں؛ کیونکہ انسانی عقل اکیلے ان امور کا صحیح ادراک نہیں کرسکتی۔

دوسرا: سب سے بڑی اس نعمت پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا۔

تیسرا: تمام رسول علیہم الصلاۃ والسلام سے محبت کرنا، ان کی تعظیم کرنا اور ان کے شایان شان ان کی تعریف کرنا۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز کے واجبات اور سنن

❖ نماز کے واجبات:

نماز کے وجبات آٹھ ہیں، اور وہ درج ذیل ہیں:

تمام تکبیریں سوائے تکبیرِ تحریمہ کے۔

"سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ" کہنا، امام اور منفرد کے لئے۔(بخاری:۷۹۶)

"رَبَّنَاوَلکَ الْحَمْدُ" کہنا۔(بخاری:۷۹۶)۔

رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" کہنا، کم از کم ایک مرتبہ کہنا واجب ہے، اور تین مرتبہ تک کہنا سنت ہے۔(مسلم:۷۷۲)۔

سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" کہنا، ایک بار کہنا واجب ہے، اور تین بار تک کہنا سنت ہے،(مسلم:۷۷۲)۔

دو سجدوں کے درمیان "رَبِّ اغْفِرْلِي" کہنا، ایک مرتبہ کہنا واجب ہے، تین بار کہنا سنت ہے، (نسائی: ۱۱۴۴)۔اور بخشش کی دعا کسی بھی لفظ سے کرنا کافی ہوگا۔

پہلے تشہد کے لیے بیٹھنا،(بخاری:۶۲۳۰، مسلم:۴۰۲)۔

پہلا تشہد پڑھنا، اور وہ یہ ہے:"التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"(بخاری:۶۲۳۰، مسلم:۴۰۲)۔

نماز کے سنن:

نماز کی سنتیں دو قسم کی ہیں: قولی سنتیں اور فعلی سنتیں۔

✦**پہلی قسم:** قولی سنتیں،ان کی تعداد بہت ہے،ان میں سے چند یہ ہیں: دعائے استفتاح (ثناء)، تعوّذ (أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا)، بسم اللہ پڑھنا، "آمین" کہنا، پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن سے کوئی آسان سورہ یا آیات پڑھنا، پہلی رکعت میں قراءت کو دوسری رکعت سے طویل کرنا، جہری نمازوں میں بلند آواز سے اور سری نمازوں میں آہستہ قراءت کرنا، رکوع سے اٹھنے کے بعد کہنا: "مِلْءَ السَّمَاءِ، وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ" پڑھنا، آخری تشہد کے بعد سلام سے پہلے تعوّذ پڑھنا: "اللَّهُمَّ إني أعوذُ بك من عذاب جهنم، ومن عذاب القبر، ومن فتنة المحيا والممات، ومن فتنة المسيح الدجال"،اس کے بعد حسبِ منشا دعا کرنا۔

✦**دوسری قسم:** فعلی سنتیں، جیسے: تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا، رکوع میں جاتے وقت، اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا، قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینے پر رکھنا، نماز کے دوران سجدے کی جگہ پر نگاہ رکھنا، رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا، رکوع کی حالت میں پیٹھ کو سیدھا رکھنا، سر کو پیٹھ کے برابر رکھنا، نہ جھکانا نہ بلند کرنا، سجدے میں پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھنا، آخری تشہد میں "تورُّک" کرنا (یعنی سرین کو زمین پر لگا کر بیٹھنا)،اس کے علاوہ جلسوں میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا۔

جمعرات: مجلس سیرت

نبوی ہجرت کی تمہید

بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی، چنانچہ لوگوں نے اس میں جلدی کی، حالانکہ اس ہجرت میں انہیں اپنے مال، گھر، اور دنیاوی مفادات کی قربانی دینا پڑی، سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں ابو سلمہ اور ان کی اہلیہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما تھے، اس کے بعد مسلمان گروہ در گروہ مکہ سے نکلنے لگے، یکے بعد دیگرے جاتے رہے، یہاں تک کہ مکہ میں کوئی باقی نہ رہا سوائے ان کے جنہیں مشرکین نے زبردستی روک رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ اس وقت تک اللہ کے حکم کے منتظر تھے کہ آپ کو کب ہجرت کی اجازت ملتی ہے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی تھے، جنہیں آپ ﷺ نے رکنے کا حکم دیا تھا۔

ان لوگوں میں سے جنہوں نے ہجرت کے وقت مال کی قربانی دی، صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہیں، جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا، تو کفار قریش نے ان سے کہا: "تم ہمارے پاس خالی ہاتھ آئے تھے، تمہارا مال ہمارے یہاں بڑھا، تمہاری حیثیت بڑھی، اور اب تم چاہتے ہو کہ اپنی جان اور مال لے کر یہاں سے نکل جاؤ؟! اللہ کی قسم، ایسا ہرگز نہ ہوگا!" صہیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اچھا بتاؤ، اگر میں تمہیں اپنا سارا مال دے دوں، تو کیا تم مجھے جانے دو گے؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" تو صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: "تو سن لو! میں اپنا سارا مال تمہیں دیتا ہوں!"، یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سودا کامیاب رہا! سودا کامیاب رہا! سودا کامیاب رہا!"۔ (حاکم، ۳/۴۵۰)۔

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ہجرت کی اجازت مانگی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جلدی نہ کرو، شاید اللہ تمہارے لیے ایک ہمسفر مقرر کرے۔" چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں تیار کیں، انہیں اپنے گھر میں باندھ کر انہیں چارہ کھلاتے رہے، اور انتظار کرتے رہے کہ اللہ عزوجل اپنے رسول ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے۔ (البدایہ والنہایہ، ۴/۴۴۴)۔

جب مشرکینِ مکہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اپنے بال بچوں، عورتوں، اور اہل و عیال کے ساتھ نکل رہے ہیں، تو ان میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا؛ کیونکہ محمد ﷺ قیادت، اثر، اور مقبولیت کی انتہا پر تھے، اور

آپ کے صحابہ جانثاری، اور عزیمت میں بے مثال، اور مدینہ میں اوس اور خزرج کی جماعت قوت و شوکت سے مالامال تھی، اور مدینہ کا محلِ وقوع بھی حساس تھا، کیونکہ وہ مکہ کے قریب واقع تھا اور قریش کی تجارتی قافلے اسی راستے سے گزرتے تھے۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر قبیلوں کے سردار جمع ہونے لگے اور دارُالندوہ میں اکٹھے ہوئے، اس مجلس میں ابلیس بھی نجد کے ایک بوڑھے کے روپ میں شریک ہوا، ان میں سے بعض نے یہ رائے دی کہ (محمد ﷺ کو) جلاوطن کر دیا جائے، اور بعض نے مشورہ دیا کہ انہیں قید کر دیا جائے، لیکن وہ ان دونوں آراء پر متفق نہ ہو سکے۔

پھر وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے، اس طرح کہ ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی شریک ہو، وہ سب مل کر تلوار سے ایک ہی دفعہ وار کریں، تاکہ خون تمام قبیلوں میں بٹ جائے، اور بنو عبد مناف (یعنی آپ ﷺ کا قبیلہ) سب قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں، اور وہ دیت قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ وہ اپنی چال کی کامیابی کو یقینی سمجھ بیٹھے تھے، لیکن اللہ اپنے حکم پر غالب ہے، چنانچہ جبریل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر نازل ہوئے، اور نبی ﷺ کو قریش کی سازش کی خبر دی، اور یہ بھی بتایا کہ اللہ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی ہے (البدایہ والنہایہ: ۴۳۹/۴)؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ (اور یاد کرو جب کافر آپ کے خلاف چالیں چل رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں، یا قتل کر دیں، یا جلاوطن کر دیں؛ اور وہ مکر کر رہے تھے، اور اللہ بھی اپنی تدبیر فرما رہا تھا؛ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے) [الانفال: ۳۰]۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

نام اور ولادت:

صفیہ بنت حییّ بن اخطب، بنی نضیر کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں، اور ان کا نسب ہارون بن عمران علیہ السلام سے ملتا ہے۔

سیرت اور فضائل:

صفیہ رضی اللہ عنہا کا شمار عبادت، عقل، پرہیزگاری، زہد، نیکی، اور صدقہ میں معزز خواتین میں ہوتا ہے۔ آپ شریف، حسب ونسب والی اور خوبصورت خاتون تھیں۔

آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث روایت کیں، اور آپ سے روایت کرنے والوں میں معروف صحابہ شامل ہیں، جیسے: عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، علی بن حسین۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے خیبر کے موقع پر سنہ ۷ھ میں نکاح کیا، اس وقت ان کی عمر سترہ (۱۷) سال تھی، وہ خیبر کے قیدیوں میں شامل تھیں، نبی اکرم ﷺ نے انہیں اختیار دیا کی اگر وہ چاہیں تو آزاد ہو کر اپنے گھر لوٹ جائیں، اور اگر چاہیں تو اسلام قبول کر لیں اور نبی ﷺ کی زوجیت میں آجائیں، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چُنا، اسلام قبول کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۱۶/۴)۔

صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس شادی کے بارے پہلے ہی ایک خواب دیکھا تھا، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھ پر زخم کا نشان دیکھا، تو آپ ﷺ نے وجہ پوچھی، انہوں نے جواب دیا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند میرے دامن میں آ گرا، جب میں نے یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا، تو اس نے مجھے تھپڑ مارا اور کہا: کیا تم یثرب (مدینہ) کے بادشاہ سے نکاح کا ارادہ رکھتی ہو؟!" (طبرانی، ۱۷۷)۔

نبی کریم ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف فرمائی اور ان کے نسب کی مدح سرائی کی، ایک مرتبہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ رو رہی تھیں، تو آپ ﷺ نے پوچھا: "تمھیں کس چیز نے رُلایا؟" انہوں

نے عرض کیا: "مجھے کسی نے کہا کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا بھی نبی ہے، اور تم نبی کی زوجہ ہو!" (ترمذی: ۳۸۹۴)، یعنی: تمہارے والد حضرت ہارون علیہ السلام، چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور شوہر محمد ﷺ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی محبت ان کے لئے یوں تھی کہ آپ انہیں اونٹ پر سوار کرنا چاہتے تھے تو آپ ﷺ نے اپنا ران آگے کر دیا تاکہ وہ اس پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جائیں، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں پاؤں رکھنے کے بجائے آپ کی ران پر اپنا گھٹنا رکھا اور اونٹ پر سوار ہوئیں۔

جب نبی کریم ﷺ اپنی مرض الموت کی حالت میں تھے، تو تمام ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں، ان لمحوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اللہ کی قسم! اے اللہ کے نبی! میری خواہش ہے کہ آپ کی بیماری مجھے لاحق ہو جائے (اور آپ صحت مند ہو جائیں)۔" تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! یہ سچ کہہ رہی ہے!" (حاکم: ۲۹/۴)۔

وفات:

صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ ۵۰ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی، اور آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

	بیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [فی جنات عدن] کا معنیٰ کیا ہے؟		ا
	[ا] نعمت اور دائمی رہائش کی جنت	[ب] جنت الفردوس	[ج] جنت کے بازار
مجلس حدیث	سوال: نماز وتر کا حکم کیا ہے؟		ج
	[ا] فرض عین	[ب] فرض کفایہ	[ج] سنت موکدہ
مجلس عقیدہ	سوال: سب سے پہلے رسول کون ہیں؟		ب
	[ا] ادریس	[ب] نوح	[ج] ابراہیم
مجلس فقہ	سوال: نماز کے واجبات میں سے ہے:		ا
	[ا] ربنا ولک الحمد کہنا	[ب] سورہ فاتحہ پڑھنا	[ج] رکوع سے اٹھنا
مجلس سیرت	سوال: مدینہ کی طرف ہجرت سب سے پہلے کس نے کی؟		ج
	[ا] ابو بکر صدیق	[ب] علی بن ابی طالب	[ج] ابو سلمہ
مجلس صحابہ	سوال: صفیہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ نے کس سن میں شادی کی؟		ا
	[ا] ۷ھ	[ب] ۸ھ	[ج] ۹ھ

اکیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD | YouTube | Telegram

ساؤنڈ کلاؤڈ | یوٹیوب | ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ التین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (١) وَطُورِ سِينِينَ (٢) وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (٣) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (٤) ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ (٥) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (٦) فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ (٧) أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ (٨)﴾

[قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی (1) اور طور سینین کی (2) اور اس امن والے شہر کی (3) یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا (4) پھر اسے نیچوں سے نیچا کر دیا (5) لیکن جو لوگ ایمان لائے اور (پھر) نیک عمل کیے تو ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا (6) پس تجھے اب روز جزا کے جھٹلانے پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے (7) کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے (8)]۔

سورہ کا موضوع:

اللہ کا انسان پر اس کی خلقت کی درستگی اور آخری رسالت کی تکمیل کے ذریعے احسان کا بیان۔

مشکل الفاظ کی تشریح:

وَطُورِ سِينِينَ: طورِ سینا کا پہاڑ، جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ: مکہ مکرمہ۔

فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ: بہترین شکل میں۔

أَسْفَلَ سَافِلِينَ: جہنم۔

غَيْرُ مَمْنُونٍ: نہ ختم ہونے والا۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ: یہ معقول نہیں کہ وہ اپنے بندوں کو یوں ہی چھوڑ دے، کہ نہ انہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے، نہ کسی چیز سے روکا جائے، اور نہ انہیں ثواب دیا جائے اور نہ سزا۔

اجمالی معنیٰ:

یہ سورہ مکی ہے، جو قسم سے شروع ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل نے ان دو درختوں ـــــ انجیر اور زیتون ـــــ کی قسم کھائی؛ کیونکہ ان میں بے شمار فوائد ہیں، اور یہ سرزمینِ شام میں بکثرت پائے جاتے ہیں، جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کی جگہ ہے، پھر اللہ نے طورِ سینا کی قسم کھائی، جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی، اور اس کے بعد بلد امین یعنی مکہ مکرمہ کی قسم کھائی، کیونکہ یہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی بعثت کی جگہ ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تینوں مقامات مقدس ہیں اور یہیں تین اولوالعزم انبیاء کو نبوت ملی۔

اور جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے: انسان میں اللہ کی انوکھی کاریگری کہ اس نے انسان کو کامل خلقت میں پیدا کیا، اُس کے اعضا کو باہم موزوں بنایا، اسے سیدھی قامت عطا کی، اور اُسے ظاہری و باطنی طور پر ہر وہ چیز عطا کی جس کی اُسے ضرورت تھی۔ مگر ان عظیم نعمتوں کے باوجود، زیادہ تر لوگ اپنے رب کا شکر ادا کرنے سے غافل ہو گئے، اور لہو ولعب میں مشغول ہو گئے، وہ گھٹیا چیزوں اور پست اخلاق پر راضی ہو گئے، چنانچہ اللہ نے انہیں جہنم میں سب سے نیچے درجہ میں لوٹا دیا، جو کہ اپنے رب کی نافرمانی کرنے اور سرکشی کرنے والوں کی جگہ ہے، اور جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ ایمان لانے والا اور نیک عمل کرنے والے بن گیے، تو ایسے لوگوں کے لیے بلند درجات اور ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

انجیر اور زیتون ـــــ ان دونوں درختوں کی عظمت اور ان کے بڑے فوائد کا بیان۔

مکہ مکرمہ کی حرمت و عظمت کا بیان اور یہ کہ وہ امن وامان والا اور معظم شہر ہے۔

بلادِ شام کے شرف کا بیان، اور یہ کہ وہ مبارک سرزمین ہے۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا بیان کہ اسے بہترین صورت اور متوازن ساخت میں پیدا فرمایا۔

یہ کہ اللہ عزوجل اپنی تقدیر اور تشریع میں سب سے بڑا فیصل اور سب سے زیادہ عدل والا ہے۔

پیر: مجلس حدیث

قطع تعلق اور کینہ رکھنے کی ممانعت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس شخص کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ اور دشمنی ہو، (فرشتوں سے) کہا جاتا ہے: 'ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کر لیں'، 'ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کر لیں'، 'ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کر لیں'" (مسلم: ۲۵۶۵)۔

شرح:

اہلِ جنت کی نمایاں صفات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دل صاف اور وہ کینہ، بغض، دشمنی اور حسد سے پاک ہوتے ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ان سب چیزوں کو نکال دے گا تاکہ وہ جنت میں آپس میں بھائی بھائی بن کر محبت کے ساتھ رہیں۔

اور اس حدیث میں نبی کریم ﷺ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ خوبی مومنوں سے دنیا میں بھی میں مطلوب ہے؛ جنت کے دروازے ہر پیر اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں، اس لیے کہ ان دنوں میں اللہ کی رحمتیں زیادہ نازل ہوتی ہیں، گناہوں کی مغفرت اور مخلوقات کی معافی زیادہ ہوتی ہے، تو ہر اُس بندے کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، سوائے اُس شخص کے جس کے اور اُس کے مسلمان بھائی کے درمیان دشمنی، قطع تعلقی یا جھگڑا ہو۔ فرشتوں سے کہا جاتا ہے: ان دونوں کو مہلت دو، ان کی مغفرت کو مؤخر کر دو، یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور ان کے دلوں سے کینہ و دشمنی دور ہو جائے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

پیر اور جمعرات کے دنوں کی فضیلت۔

مسلمانوں کے درمیان کینہ، بغض، قطع تعلقی کی ممانعت۔

آپسی صلح کی طرف جلدی کرنا ضروری ہے،اور تین دن سے زیادہ ناراضگی یا قطع تعلق کی اجازت نہیں۔

قطع تعلق ختم کرنے کا آسان ترین طریقہ سلام کرنا ہے، اگر ایک مسلمان دوسرے کو سلام کر دے تو قطع تعلق کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرد کی مغفرت اس کے دل کی صفائی اور دشمنی کے زوال پر موقوف ہے، چاہے دوسرا بھائی اپنا دل صاف کرے یا نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندوں کے دل باہم جُڑے ہوئے ہوں، منتشر نہ ہوں، محبت کرنے والے ہوں، بغض و عداوت رکھنے والے نہ ہوں۔

منگل: مجلس عقیدہ

آخرت کے دن پر ایمان

آخرت کا دن: قیامت کا دن ہے، اسے "آخرت" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی دن نہیں آئے گا؛ کیونکہ اُس دن جنتی ہمیشہ کے لیے اپنے ٹھکانے میں اور دوزخی ہمیشہ کے لیے اپنے ٹھکانے میں ٹھہر جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے لیے ایک ایسا دن مقرر فرمائے، جس میں وہ ان کے اعمال کا حساب لے اور ان کو اُن کے عمل کے مطابق جزا و سزا دے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا، اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟) [المؤمنون: ۱۱۵]۔

آخرت پر ایمان میں چار امور شامل ہیں:

پہلا: قبر میں پیش آنے والی چیزوں پر ایمان لانا، جیسے: دونوں فرشتوں کا سوال، قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر یہ نہ ہوتا کہ تم (عذاب قبر کو سن کر) ایک دوسرے کو دفنانا چھوڑ دو، تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمھیں وہ عذاب سنا دے جو میں سن رہا ہوں..." پھر متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اللہ کی پناہ طلب کرو عذاب جہنم سے"، صحابہ نے کہا: ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جہنم کے عذاب سے، پھر فرمایا: "اللہ کی پناہ مانگو عذابِ قبر سے"، صحابہ نے کہا: ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں قبر کے عذاب سے (مسلم: ۷۱۴۲)۔

دوسرا: بعث پر ایمان؛ یعنی مردوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ * ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ﴾ (پھر یقیناً تم مرنے والے ہو* اور پھر قیامت کے دن تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے) [المؤمنون: ۱۵-۱۶]۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، اور غیر مختون حالت میں اٹھائے جائیں گے" [بخاری: ۶۵۲۷، مسلم: ۲۸۵۹]۔

تیسرا: اعمال کے حساب وکتاب اور جزا پر ایمان لانا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾ (اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی جان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا، اور اگر رائی کے

دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا، ہم اسے بھی لے آئیں گے، اور ہم ہی حساب لینے کے لیے کافی ہیں)[الانبیاء:۴۷]۔
اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کرے گا، اور اُسے اپنی رحمت کی چادر میں چھپائے گا، پھر فرمائے گا: کیا تُو جانتا ہے کہ تُو نے فلاں فلاں گناہ کیے؟ وہ کہے گا: جی ہاں، اے میرے رب! یہاں تک کہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلے گا اور سمجھ لے گا کہ اب وہ ہلاک ہو گیا۔ تو اللہ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تم پر پردہ ڈالے رکھا، اور آج میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ پھر اس کو نیکیوں کا نامہ اَعمال دیا جائے گا۔ اور کافروں اور منافقوں کے بارے میں گواہ کہیں گے: ﴿هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے)[ھود:۱۸]۔(بخاری:۲۴۴۲)۔

چوتھا: جنت و جہنم پر ایمان، اور یہ کہ جنت اور جہنم دونوں مخلوق کے لیے ہمیشہ کی رہائش گاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ * وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ * يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ (یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے *اور بدکار لوگ جہنم میں *جس میں وہ جزا و سزا کے دن داخل کیے جائیں گے)[الانفطار: ۱۳—۱۵]۔

یوم آخرت پر ایمان کے بڑے عظیم فوائد ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلا فائدہ: یوم آخرت کے دن ثواب کی امید سے نیکی کرنے کی ترغیب دینا، اور اس دن کے عذاب سے خوف کھاتے ہوئے گناہ کرنے سے ڈرانا۔

دوسرا فائدہ: دنیا کی فانی چیزوں کے فوت ہو جانے پر مومن کی تسلی و دلجوئی، کیونکہ وہ امید کرتا ہے کہ اُسے آخرت کی نعمتیں اور اجر حاصل ہوں گے۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز کے مکروہات

نماز میں کچھ افعال ایسے ہوتے ہیں جو اگرچہ نماز کو فاسد نہیں کرتے، لیکن اس کے کمال اور ثواب میں کمی کر دیتے ہیں؛اس لیے ان سے کراہت کے طور پر منع کیا گیا ہے:

ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ آدمی کو پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہو، یا اس کے سامنے کھانا رکھا ہو جس کی اسے رغبت ہو؛ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "نماز درست نہیں اس وقت جب کھانا موجود ہو، اور نہ اس حال میں جب پیشاب یا پاخانے کی حاجت" (مسلم: ۵٦۰)۔

بغیر ضرورت کے نماز میں ادھر اُدھر متوجہ ہونا؛ نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ شیطان کی طرف چوری ہے جو شیطان بندے کی نماز سے چوری کرتا ہے" (بخاری: ۷۵۱)۔

نماز میں آنکھیں بند کرنا؛ کیونکہ یہ مجوسیوں کے عمل سے مشابہت رکھتا ہے جو آگ کی پوجا کرتے وقت آنکھیں بند کرتے ہیں۔

بغیر ضرورت کے منہ کو ڈھانپنا؛ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنا منہ ڈھانپے۔ (أبو داود: ٦۴۳، ترمذی: ۳۷۹)۔

انگلیوں کو آپس میں پھنسانا؛ کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا، (حاکم: ۱/۲٦)۔

نماز میں کپڑا سمیٹنا یا بال سنوارنا؛ نبی ﷺ نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات اعضا پر سجدہ کروں، اور میں نہ تو بال سمیٹوں اور نہ کپڑا"، (بخاری: ۸۱۵، مسلم: ۴۹۰)۔

سجدے میں کہنیوں کو زمین پر بچھانا؛ نبی ﷺ نے فرمایا: "سجدے میں اعتدال اختیار کرو، اور تم میں سے کوئی شخص اپنی دونوں کہنیاں اس طرح نہ بچھائے جیسے کتا بچھاتا ہے"، (بخاری: ۸۲۲)۔

نماز میں "اِقعاء" کے انداز میں (کتے کی طرح) بیٹھنا؛ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کتے کے بیٹھنے کی طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے"، (مسند أحمد: ۸۰۹۱)۔

اقعاء کی دو صورتیں: پہلی صورت: آدمی دونوں پاؤں کو بچھائے، اس طرح کہ اوپر والا حصہ زمین پر رکھے، اور اپنی ایڑیوں پر بیٹھ جائے۔ دوسری صورت: آدمی اپنی رانوں اور پنڈلیوں کو کھڑا رکھے، اور اپنے سرین کے بل بیٹھے۔ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔

جمعرات: مجلس سیرت

ہجرت

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی، تو آپ دوپہر کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اجازت طلب کی، تو اجازت دی گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "گھر میں جو موجود ہے، اُسے باہر نکال دو"۔ ابو بکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو آپ کے اہل خانہ ہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ہجرت کی اجازت مل چکی ہے"، ابو بکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ساتھ چلوں گا؟، آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"۔

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے گھر لوٹ گئے اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگے (البدایہ والنہایہ: ۴/۴۴۴)، علی بن ابی طالب کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے بستر پر سوئیں اور سبز یمنی چادر اوڑھ لیں، اور آپ ﷺ نے تسلی دی کہ مشرکین کی طرف سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جب رات آئی تو مشرکین اپنے منصوبے کے تحت نبی ﷺ کے دروازے پر پہنچے تاکہ قتل کا منصوبہ پورا کریں، انہوں نے پہرہ بٹھا دیا کہ اگر آپ ﷺ نکلیں تو فوراً انہیں قتل کر دیں۔

آپ ﷺ رات کے سناٹے میں، اپنے گھر کے سامنے سے ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے باہر نکل گئے، اللہ نے ان کی نگاہیں اچک لیں، آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈال دی (البدایہ والنہایہ: ۴/۴۴۱)، اور آپ ﷺ اللہ کے اس قول کی تلاوت فرما رہے تھے: ﴿وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی، جس سے ہم نے ان کو ڈھانک دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔ [یٰس:۹]۔

آپ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور دونوں روانہ ہوئے، ایک قابل اعتماد راہنما، عبداللہ بن اُریقط، کو مزدوری پر ساتھ لیا، جو راستوں کا ماہر تھا، اسے اس منصوبے میں امین سمجھا، حالانکہ وہ ابھی ایمان نہ لایا تھا۔ انہوں نے دو اونٹنیاں اسے دے کر غارِ ثور کے مقام پر تین دن بعد ملنے کا وعدہ کیا۔ (بخاری: ۲۲۶۳)۔

نبی کریم ﷺ اور ابو بکر غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے، جو مکہ کے جنوب میں چار کلو میٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑ کی اونچائی پر واقع ہے، اور وہاں چھپ گئے۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بچ نکلے ہیں، تو وہ پاگل ہو گئے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد ﷺ اور ابو بکر کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے، اُسے سو اونٹنیاں انعام دی جائیں گی، گھڑ سوار اور سراغ رساں دونوں کی تلاش میں لگ گئے۔

پس وہ وادیوں، میدانوں اور پہاڑوں میں تلاش کرتے پھرے، یہاں تک کہ ان کے قدم غار کے دہانے تک جا پہنچے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی نگاہیں آپ ﷺ کو دیکھنے سے اندھی کر دیں، اس موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اگر ان میں سے کوئی نیچے جھانک کر دیکھتا تو وہ ہمیں دیکھ لیتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے اپنا مشہور جملہ ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر! تم ان دو (ساتھیوں) کے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو؟"۔ (بخاری: ۳۶۵۳، مسلم: ۲۳۸۱)۔ چنانچہ کفار قریش ذلت وپسپائی کے ساتھ واپس لوٹ گئے، کیونکہ نبی ﷺ ان کے بیچ سے نکل گئے، اور وہ آپ ﷺ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوئے۔

عبداللہ بن ابی بکر رات کو مکہ کے حالات سن کر غار میں آکر اطلاع دیتے، اسماء بنت ابی بکر ان کے لئے کھانا اور پانی پہنچاتیں، عامر بن فُہَیرَہ (حضرت ابو بکر کے غلام) بکریاں چرایا کرتے تاکہ قدموں کے نشانات مٹ جائیں۔ (بخاری: ۵۸۰۷)۔

جب تین دن گزر چکے، تو ابن اریقِط دو سواریاں لے کر آیا، رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں ان پر سوار ہو گئے، اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عامر بن فہیرۃ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا، ابن اُرَیقِط ان دونوں کے آگے اپنی سواری پر چل رہا تھا، اور ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ پر خوف کھاتے ہوئے بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہے تھے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے بلکل مڑ کر نہ دیکھا۔

جب وہ لوگ قبیلہ مُدلج کے علاقے سے گزرے، تو مدلج کا سردار سُراقہ بن مالک نے انہیں دیکھ لیا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے تعاقب میں روانہ ہوا، یہاں تک کہ اتنا قریب آگیا کہ نبی ﷺ کی تلاوت کی آواز سننے لگا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ سُراقہ بن مالک ہے، وہ ہم تک پہنچ چکا ہے، تو رسول اللہ ﷺ

نے اس کے حق میں بددعا فرمائی، جس کے نتیجے میں اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ کہنے لگا: مجھے جو مصیبت پہنچی ہے، وہ آپ دونوں کی دعا کی وجہ سے ہے، اللہ سے میرے لیے دعا کیجیے، اور میری طرف سے یہ عہد ہے کہ میں آپ دونوں کے پیچھے آنے والوں کو واپس لوٹا دوں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی، تو اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی تحریر اس کے لیے لکھ دیں، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر اسے لکھ کر دیا۔ پھر سراقہ لوگوں سے کہتا پھرتا رہا: تمھیں یہاں کی طرف سے کچھ نہیں ملے گا، میں نے دیکھ لیا ہے!۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس سفر کے دوران اُمِّ مَعبد کے خیمے کے پاس سے گزرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاں قیلولہ کیا، اُمّ معبد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی نشانیاں ایک بکری میں مشاہدہ کیں، کہ قحط سالی کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت زیادہ دودھ دوہا، جس نے عقلوں کو حیران کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۴/۲۷۶)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام اور ولادت:

آپ "اُمّ حبیبہ" کے لقب سے مشہور تھیں، آپ کا نام: رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بن اُمیہ تھا۔

آپ کی ولادت ہجرت سے تیس سال قبل ہوئی۔ ازواجِ مطہرات میں سے نسب کے لحاظ سے آپ ﷺ کی قریبی ترین بیوی تھیں، اور سب سے زیادہ مہر والی تھیں، اسی طرح وہ ایسی بیوی تھیں جن سے آپ ﷺ نے سب سے دور دراز مقام پر نکاح فرمایا۔

سیرت اور فضائل:

آپ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی خواتین میں سے تھیں۔ آپ اور آپ کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے ابتدائی دور میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ لیکن بعد میں عبید اللہ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا، جب کہ امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ثابت قدمی سے اسلام پر قائم رہیں، اللہ تعالی نے اس کے بدلے میں انہیں خیر البشر نبی کریم ﷺ عطا کر دیا (سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۱۹)۔

نبی کریم ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو آپ سے نکاح کا پیغام بھیجا، نجاشی نے اپنی خادمہ کے ذریعے امّ حبیبہ کو یہ خوشخبری پہنچائی، جب خادمہ نے نکاح کی بشارت دی تو امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی خوشی میں خادمہ کو چاندی کے کنگن اور انگوٹھیاں تحفے میں دیں، اس نکاح سے قبل امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا جس میں کسی نے انہیں "اُمّ المؤمنین" کہہ کر پکارا۔ بعد میں یہ خواب حقیقت بن گیا، اور وہ امّ المؤمنین بن گئیں (سیر اعلام النبلاء: ۱/۴۴۲)۔

حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کی موجودگی میں خود رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا، جن میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ان کا مہر چار سو دینار ادا کیا (سیر اعلام النبلاء: ۱/۴۴۲)۔ فتح خیبر کے بعد امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ تشریف لائیں تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

ایک مرتبہ ابو سفیان (ان کے والد) رسول اللہ ﷺ سے صلحِ حدیبیہ میں مہلت بڑھانے کی درخواست کے لیے مدینہ آئے، جب وہ امّ حبیبہ کے گھر پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا، تو امّ حبیبہ نے فوراً بستر لپیٹ دیا اور انہیں اس پر بیٹھنے نہ دیا، ابو سفیان نے حیرت سے پوچھا: "اے بیٹی! کیا تُو نے مجھ سے بیزاری اختیار کی، یا بستر سے؟" انہوں نے کہا: "یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے، اور آپ مشرک ہیں!" (سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۲۳)۔

امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث روایت کیں، ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی، جن میں ان کے دو بھائی معاویہ اور عنبسہ، نیز انس بن مالک اور زینب بنت ابی سلمہ شامل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امّ حبیبہ نے خود کو عبادت کے لیے وقف کر دیا، وفات کے وقت انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا: ام حبیبہ نے مجھے اپنی وفات کے وقت بلایا اور کہا: ہمارے درمیان وہ کچھ ہوا تھا جو سوکنوں کے درمیان ہوا کرتا ہے، تو اللہ مجھے اور تمہیں اُس معاملے میں معاف فرمائے"، تو میں نے جواب دیا: اللہ تمہیں اُس سب پر معاف کرے، در گزر فرمائے، اور تمہیں اُس سے بری کر دے۔ تو ام حبیبہ نے کہا: "تم نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تمہیں خوش رکھے!" پھر امّ حبیبہ نے امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی یہی پیغام بھیجا (حاکم: ۴/۲۴)۔

وفات:

امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ ۴۴ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی، انہیں مدینہ میں دفن کیا گیا۔

	اکیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [البلد الامین] سے کیا مراد ہے؟		ب
	[ا] طور سیناء	[ب] مکہ	[ج] بیت المقدس
مجلس حدیث	سوال: جنت کے دروازے دو دن کھولے جاتے ہیں:		ب
	[ا] جمعرات اور جمعہ کو	[ب] پیر اور جمعرات کو	[ج] ہفتہ اور اتوار کو
مجلس عقیدہ	سوال: یوم آخرت پر ایمان میں شامل ہے:		ا
	[ا] دونوں فرشتوں کے سوال پر ایمان	[ب] فرشتوں کے اوصاف پر ایمان	[ج] انبیاء کے معجزات پر ایمان
مجلس فقہ	سوال: نماز کے مکروہات میں سے ہے:		ج
	[ا] قراءت فاتحہ چھوڑ دینا	[ب] سلام پھیرنے سے پہلے دعا کرنا	[ج] کتے کی طرح بیٹھنا
مجلس سیرت	سوال: ہجرت کے راستے میں جس نے آپ ﷺ اور ابو بکر کو تلاش کر لیا تھا، اس کا نام ہے:		ب
	[ا] عکرمہ بن ابی جہل	[ب] سراقہ بن مالک	[ج] ابو سفیان بن حرب
مجلس صحابہ	سوال: نبی ﷺ کی بیوی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے:		ج
	[ا] تماضر بنت عمرو	[ب] فاطمہ بنت اسد	[ج] رملہ بنت ابی سفیان

بائیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة" چینل پر جائیں:

ساؤنڈ کلاؤڈ یوٹیوب ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ العلق(۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (١) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (٢) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (٣) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (٥) كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى (٦) أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى (٧) إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَى (٨) ﴾

[پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا(۱) جس نے انسان کو خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا(۲) تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے(۳) جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا(۴) جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا(۵) سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے(۶) اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پروا (یا تونگر) سمجھتا ہے(۷) یقیناً لوٹنا تیرے رب کی طرف ہے(۸)]

سورہ کا مضمون:

وحی کے ذریعہ ہدایت کے درمیان اور تکبر اور جہل کی وجہ سے گمراہی کے درمیان انسان کی حالت کا بیان

مشکل الفاظ کی وضاحت:

عَلَقٍ: گاڑھے خون کا لو تھڑا۔

كَلَّا: حقیقت میں۔

لَيَطْغَى: معصیت اور تکبر میں حد سے تجاوز کرے گا۔

أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى: یعنی جب خود کو دیکھتا ہے کہ وہ مال، اولاد یا اقتدار کے ذریعہ بے نیاز ہو گیا ہے۔

اجمالی معنی:

سورہ العلق مکی سورتوں میں سے ہے، اور اسے سورہ "اقرأ" بھی کہا جاتا ہے، یہ قرآنِ مجید کی سب سے پہلی نازل ہونے والی سورہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کی ابتدا اپنے نبی کریم ﷺ پر وحی کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے کی، اور سورہ کا اختتام اللہ کے حضور سجدہ کرنے اور اس سے قرب حاصل کرنے کے حکم پر کیا۔

اس سورہ کا آغاز اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے ہوا کہ رسولِ اللہ ﷺ پڑھیں، اور اپنی قراءت کا آغاز اپنے رب کے نام سے کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک عظیم نعمت کا ذکر فرمایا، اور وہ یہ کہ اس نے قلم کی تحریر کے ذریعے انسان کو علم عطا فرمایا، چنانچہ انسان کو وہ علوم و معارف عطا کیا جن سے وہ پہلے ناآشنا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عینی حقیقت اور انسان کے اندر پیوست ایک صفت کا ذکر فرمایا، اور وہ یہ ہے کہ انسان، اپنی جہالت اور ظلم کی وجہ سے، جب اپنے آپ کو مال، اولاد یا اقتدار کے ذریعے مالا مال پاتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ اب اسے کسی کی حاجت نہیں رہی؛ تو وہ سرکشی پر اُتر آتا ہے، تکبر کرتا ہے، ظلم ڈھاتا ہے، حقوق کو ہڑپ کر لیتا ہے، کمزوروں کو حقیر سمجھتا ہے، اور دوسروں کا مذاق اُڑاتا ہے، جبکہ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اسے اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی کی طرف اس کا ٹھکانا ہے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

اللہ کے نام سے قراءت کا آغاز کرنا مشروع ہے؛ اسی لیے سوائے سورہ توبہ کے قرآن کی تمام سورتوں کی ابتدا بِسْمِ اللہ سے کی گئی ہے۔

اقوال و افعال، کھانے پینے اور ہر چیز میں اللہ کا نام ذکر کرنے میں برکت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انسان پر احسان ہے کہ اُسے خون کے لوتھڑے سے وجود بخشا، پھر مختلف مراحل سے گزار کر اُسے پیدا کیا، اور بے شمار نعمتوں سے نواز کر اسے پالا۔

قلم سے لکھنا بنی آدم پر اللہ کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے؛ کیونکہ اس کے ذریعے علوم و معارف محفوظ ہوتے ہیں، اور دینی و دنیوی مصالح قائم ہوتے ہیں۔

مال و دولت کا فتنہ بڑا خطرناک ہے، اگر یہ انسان کو تکبر اور حق سے دوری میں مبتلا کر دے۔

پیر: مجلس حدیث

اللہ کی بارگاہ میں توبہ واجب ہے

اَغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو، یقیناً میں خود ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں"۔ (مسلم: ۲۷۰۲)۔

شرح:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ اللہ سے توبہ اور استغفار کی عمومی ندا دے رہے ہیں، اور اپنی امت کو ترغیب دینے کے لئے بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ خود روزانہ سو مرتبہ توبہ و استغفار کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے ہیں، یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی، اس کے ذکر سے دائمی تعلق، اس کے حق کی عظمت کا احساس ہے، اور یہ کہ بندہ کتنا ہی عمل کر لے وہ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا، جب اللہ کے نبی ﷺ کی یہ حالت تھی، تو ہمیں تو بدرجہ اولیٰ اس کی ضرورت ہے کہ ہم رجوع ہوں، توبہ اور استغفار کریں اور اس کی طرف لوٹیں۔ جو شخص کثرت سے توبہ و استغفار کرے گا؛ اس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے، اس کا دل روشن اور صاف ہو جائے گا، اور اس سے غفلت کے بادل چھٹ جائیں گے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کا حکم ہے، اور حکم وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

اس حکم میں بغیر استثناء کے تمام انسان شامل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی عبادت، ان کا اپنے رب کے لئے انکسار میں غور و فکر کرنا انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی پیروی کرے، اور نیک اعمال زیادہ کرے۔

منگل: مجلس عقیدہ

تقدیر پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بہت سی ایسی نصوص وارد ہوئی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہی واقع ہوتے ہیں، جیسا کہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ازل ہی سے تمام اشیاء کا علم ہے، اس نے ان کی تقدیریں مقرر کیں، اور تمام امور اُسی انداز پر ہوں گے جیسا اللہ نے مقدر فرمایا ہے۔ان دلائل میں سے درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (ہم نے ہر چیز کو ایک مقرر اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے)۔[القمر:۴۹]۔

اور فرمایا: ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا﴾ (اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ اندازے پر ہی واقع ہوتا ہے)[الاحزاب:۳۸]۔

اور حدیثِ جبریل میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اور تو تقدیر پر ایمان لائے، اس کے خیر و شر دونوں پہلوؤں پر" (مسلم:۸)۔

تقدیر پر ایمان لانے میں چار امور شامل ہیں:

پہلا: اللہ تعالیٰ کا علم؛ یعنی اس بات پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اجمالی اور تفصیلی طور پر جانتا ہے، اور یہ علم اُسے ازل سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

دوسرا: تحریر؛ یعنی اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر کو لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔

ان دونوں امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ، إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے؟ بے شک یہ سب کچھ ایک کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے)[الحج:

۷۰]۔اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا" (مسلم: ٦٦٩٠)۔

تیسرا: مشیت؛ یعنی اللہ کی نافذ ہونے والی مشیت پر ایمان رکھنا، اور یہ کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ﴾ (اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کرتا ہے) [القصص: ٦٨]۔

چوتھا: تخلیق؛ یعنی اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ ہی نے تمام کائنات کو پیدا کیا اسی نے انہیں عدم سے وجود بخشا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے) [الزمر: ٦٢]۔ اور فرمایا: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾ (اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کے لیے (مناسب) اندازہ مقرر کر دیا) [الفرقان: ٢]۔

تقدیر پر ایمان لانے کے عظیم فائدے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

پہلا فائدہ: کسی کام کے لیے سبب اختیار کرتے وقت اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا، نہ کہ سبب پر؛ کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر کے مطابق ہی ہوتی ہے۔

دوسرا فائدہ: مقصد حاصل ہونے پر بندہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے؛ کیونکہ اُس کا وہ مقصد اللہ تعالیٰ کے آسان کرنے سے اسے حاصل ہوا ہے۔

تیسرا فائدہ: دلی اطمینان اور راحت؛ یعنی مومن کو کسی محبوب چیز کے فوت ہو جانے یا کسی ناپسندیدہ چیز کے پیش آنے پر گھبراہٹ یا بے چینی نہیں ہوتی، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب اللہ کی تقدیر سے ہے۔

اسی بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ، لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان

ہے(۲۲)تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ، اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا(۲۳))[الحدید: ۲۲-۲۳]۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مومن کا معاملہ تعجب خیز ہوتا ہے! یقیناً اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر ہی ہوتا ہے، اور یہ کسی کو حاصل نہیں سوائے مومن کے؛ اگر اسے خوشی حاصل ہو، تو وہ شکر کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے، اور اگر اسے مصیبت پہنچے، تو وہ صبر کرتا ہے، تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے" (مسلم: ۴۷۲۵)۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز میں پائی جانے والی عمومی غلطیاں

کچھ ایسی متعدد خلاف ورزیاں اور غلطیاں ہیں جو لوگوں میں نماز کے دوران عام ہو چکی ہیں، جن سے خبر دار رہنا اور اجتناب کرنا ضروری ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا، یہ فعل نماز میں حرام ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگ نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا بند کریں، ورنہ ان کی نگاہیں چھین لی جائیں گی" (صحیح مسلم: ۴۲۹)۔

تکبیرات کو ان کی جگہ سے مقدم یا موخر کرنا، ان کی جگہ جھکنے اور اٹھنے کے درمیان ہے، پس مشروع یہ ہے کہ تکبیر دونوں ارکان کے درمیان کہی جائے، مثلاً: رکوع کی حالت میں تکبیر اس وقت کہی جائے جب نمازی رکوع کے لئے جھک رہا ہو، نہ تو اس سے پہلے کہے اور نہ ہی اس کے بعد۔

نماز میں بے جا حرکت کرنا اور کھلواڑ کرنا، اسی طرح بلا ضرورت ناک، داڑھی یا کپڑوں کو بار بار چھونا، یا بار بار کھنکارنا اور دیگر غیر ضروری آوازیں نکالنا، یہ سب فضول حرکتوں میں شمار ہوتا ہے، اور اگر یہ زیادہ ہوں تو نماز کو باطل کر دیتی ہیں۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کر رہا تھا، تو انہوں نے اس سے کہا: ''تم نے نماز نہیں پڑھی، اگر تم اس حالت میں مر جاؤ، تو محمد ﷺ کے اُس طریقے پر نہیں مرو گے جس پر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پیدا فرمایا''۔ (صحیح البخاري: ۷۵۸)۔

ران کا کچھ حصہ کھولے رکھنا، جیسے کہ ہاف پینٹ وغیرہ پہننا، تو یہ نماز کو باطل کر دیتا ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ران کو ڈھانپ لو، بے شک ران عورہ (یعنی ستر) ہے'' (ترمذي: ۲۷۹۶، مسند احمد: ۲۴۹۳)۔

بعض مریضوں کا عذر کی حالت میں نماز کو مؤخر کرنا ـــــ مثلاً مریض اگر بستر پر ہو اور نیچے نہیں اُتر سکتا، یا اس کے جسم پر نجاست ہے جسے ہٹا نہیں سکتا، یا اس کے پاس تیمم کے لیے مٹی نہیں، یا اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ـــــ تو وہ نماز مؤخر کر دیتا ہے اور کہتا ہے: جب عذر ختم ہو گا تب پڑھوں گا۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے اور نماز کو ضائع کرنے والا عمل ہے، مریض کے لیے واجب ہے کہ وہ نماز اپنی موجودہ حالت کے مطابق مقررہ وقت پر ادا کرے، اس کی نماز

ہو جائے گی گرچہ وہ تیمم کے بغیر، یاناپاک کپڑے کے ساتھ، یابغیر قبلہ کی طرف رخ کئے ہوئے ادا کرے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾(اللہ سے ڈرو جتنی تم میں استطاعت ہو)[التغابن:۱۶]۔

امام سے سبقت کرنا؛ کیونکہ امام کی اقتدااور اس کی پیروی کرنا نماز کے واجبات میں سے ہے،اور یہ پیروی اس طرح پوری ہو گی کہ وہ انتظار کرے یہاں تک کہ امام کی تکبیر مکمل ہو جائے پھر اس کے بعد اس کی اقتدا کرے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام کو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے؛ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو،اور اُس وقت تک تکبیر نہ کہو جب تک وہ تکبیر نہ کہہ لے،اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، لیکن اُس وقت تک رکوع میں نہ جاو جب تک وہ رکوع میں نہ چلا جائے" (ابوداود:۶۰۳)۔اور آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی نہیں ڈرتا کہ اگر وہ امام سے پہلے سر اُٹھائے تو اللہ اُس کا سر گدھے کا سر بنادے یا اُس کی شکل گدھے جیسی کر دے؟!" (بخاری:۶۹۱، مسلم:۴۲۷)۔

مقتدی کی امام کے ساتھ چار حالتیں ہیں:

متابعت (پیروی): یعنی مقتدی کے افعال امام کے افعال کے فوراً بعد ہوں۔یہی مطلوب ہے،اور اسی سے شرعی اقتداء حاصل ہوتی ہے۔

موافقت (ساتھ ساتھ عمل کرنا): یعنی مقتدی اور امام کی حرکتیں ایک ساتھ ہوں،تو یہ مکروہ عمل ہے۔

مخالفت: یعنی مقتدی اتنی دیر کرے کہ امام ایک رکن سے دوسرے رکن میں داخل ہو جائے،تو یہ جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں امام کی اقتدا چھوٹ جاتی ہے۔

مسابقت (آگے بڑھ جانا): یعنی مقتدی امام سے پہلے تکبیر کہہ دے، یا رکوع، سجدہ، سلام وغیرہ میں امام سے آگے ہو جائے،تو یہ فعل جائز نہیں۔اور جس نے ایسا کیا اور وہ لاعلم ہے یا بھول گیا تھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ واپس لوٹے اور امام کے بعد وہ عمل کرے۔

جمعرات: مجلس سیرت

مدینہ میں طرزِ زندگی

مدینہ منورہ کو اسلام سے پہلے "یثرب" کہا جاتا تھا، پھر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے اسے "المدینۃ" کا نام دیا، اس شہر میں ایک ہی وقت میں مختلف گروہ کے لوگ آباد تھے:

پہلا گروہ: مسلمان، اور وہ بھی دو اقسام پر مشتمل تھے: مہاجرین اور انصار۔

مہاجرین: وہ لوگ ہیں جو مکہ سے اپنے دین کی خاطر ہجرت کر کے مدینہ آئے، ان کی تعداد کم نہ تھی، بلکہ دن بدن ان کے آنے کا سلسلہ جاری تھا، اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کا مدینے کی طرف ہجرت کا سلسلہ برقرار رہا، شروع میں ان کے پاس نہ روزگار کے لئے کوئی عمل تھا اور نہ ہی مال۔

انصار: یہ مدینہ کے اصل باشندے تھے، جو دو بڑے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے: اوس اور خزرج۔ یہ اپنی زمین، گھروں اور مال و دولت کے ساتھ وہیں مقیم تھے، اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں کے درمیان جنگیں اور قدیم دشمنی تھی، لیکن اسلام نے یہ سب مٹا دیا، اور اللہ کی نعمت سے وہ سب بھائی بھائی بن گئے۔

دوسرا گروہ: ان مشرکین کا تھا جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے، اور وہ مدینہ کی اصل قبائل سے تعلق رکھتے تھے، یہ دو قسموں پر مشتمل تھے: پہلی قسم: وہ لوگ جو اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑنے میں تذبذب کے شکار تھے، لیکن ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے کوئی دشمنی نہ تھی، ایسے لوگ جلد ہی اسلام میں داخل ہو گئے اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر لیا۔ دوسری قسم: وہ مشرکین مدینہ جو دل میں مسلمانوں کے لیے بغض و نفرت رکھتے تھے، لیکن حالات کی مجبوری کے تحت وہ ظاہری طور پر دوستی اور خیر خواہی کا اظہار کرتے تھے، یہی لوگ منافقین تھے، اور ان میں سر فہرست عبد اللہ بن اُبَیّ بن سلول تھا، اس شخص کی سرداری پر اوس اور خزرج کا اتفاق تھا، تاکہ بعد میں یہ ان کا بادشاہ بنے، مگر ان دونوں قبیلوں نے اس سے منہ موڑ لیا اور اسلام قبول کر لیا، چنانچہ عبد اللہ بن اُبَیّ نے غزوۂ بدر کے بعد ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا، لیکن وہ کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف چالبازی کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا!

تیسرا گروہ: یہود کے تینوں قبیلے (بنو قینقاع، بنو نضیر، اور بنو قریظہ) کا تھا، بنو قینقاع اور بنو نضیر، قبیلہ خزرج کے حلیف تھے، اور ان کی آبادیاں مدینہ کے اندر تھیں، جبکہ بنو قریظہ، قبیلہ اوس کے حلیف تھے، اور ان کی آبادیاں مدینہ

کے نواحی علاقوں میں تھیں، یہ یہودی مختلف پیشہ ورانہ فنون میں ماہر تھے: وہ کھجور، شراب، اناج اور کپڑوں کی تجارت کرتے، اور سود خور تھے، عربوں کی مال و دولت کو ناجائز طور پر ہڑپ کرتے تھے، اسی طرح وہ فریب کاریوں، سازشوں، اور خیانتوں میں مشہور تھے، اوس و خزرج کے درمیان جنگیں بھڑکاتے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان کے عالم عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے، لیکن ان کی اکثریت کافر ہی رہی، اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا سامنا بغض وعداوت کی نظر سے، اور عہد شکنی سے کیا۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ولادت:

جلیل القدر صحابی خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ نجاری انصاری خزرجی۔

سیرت وفضائل:

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وحی لکھنے والے صحابہ میں شامل تھے اور حدیث کے راوی بھی تھے، فقر ومحتاجگی کے باوجود سب سے زیادہ سخاوت وفیاضی کرنے والے اور مضبوط ہمت وقوت والے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

یہی وہ عظیم صحابی ہیں جن کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی رات قیام فرمایا، پس جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کی اونٹنی قصواء ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی، تو نبی ﷺ نے وہیں قیام فرمایا۔ ابو ایوب اور ان کی اہلیہ نے رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی اور خدمت کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/۴۰۶)۔

پہلے پہل نبی کریم ﷺ نچلی منزل پر تھے اور ابو ایوب بالائی منزل پر، مگر ایک رات ابو ایوب رضی اللہ عنہ نیند سے جاگے اور کہا: "ہم رسول اللہ ﷺ کے اوپر کیسے چل سکتے ہیں!" تو انہوں نے ایک کونے میں دبک کر رات گزاری۔ اور جب صبح ہوئی تو نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نیچے رہنے میں میرے لیے زیادہ سہولت ہے" لیکن ابو ایوب نے عرض کیا: "میں اس چھت کے اوپر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ ہوں"، چنانچہ نبی ﷺ بالائی منزل پر، اور ابو ایوب نچلی منزل پر منتقل ہو گئے۔

ابو ایوب نبی کریم ﷺ کے لیے کھانا تیار کرتے، اور جب کھانا بچ کر واپس آتا، تو پوچھتے کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں سے کھایا ہے، تو خود بھی وہیں سے کھاتے۔ (مسلم: ۲۰۵۳)۔

انہوں نے بیعت عقبہ، بدر، احد، خندق اور تمام دیگر غزوات میں شرکت کی، اور اپنی جان ومال کا اللہ رب العالمین سے سودا کر لیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی کوئی معرکہ ایسا نہ تھا جس سے وہ پیچھے رہے ہوں، خواہ راستہ کتنا ہی دور اور مشقت کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو۔

وفات:

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قسطنطنیہ کی فتح میں شریک ہوئے۔ اس وقت آپ کافی بوڑھے ہو چکے تھے، آپ کی عمر اسی برس ہو چکی تھی، وہ قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے: ﴿انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ (نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل) [سورہ التوبہ: ۴۱]، اور فرماتے: "میں تو صرف دو حال پر ہوں: ہلکا یا بوجھل" (ابن سعد: ۳/۴۸۵)۔ پھر انہوں نے قتال کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں سنہ ۵۰ھ میں شہید ہو گئے، اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

	بائیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [العلق] کا کیا معنی ہے؟		ا
	[ا] گاڑھے خون کا لوتھڑا	[ب] گوشت کا ٹکڑا	[ج] حقیر پانی (منی)
مجلس حدیث	سوال: نبی ﷺ ایک دن میں کتنی بار توبہ کرتے تھے؟		ج
	[ا] دس بار	[ب] پچاس بار	[ج] سو بار
مجلس عقیدہ	سوال: تقدیر پر ایمان میں شامل ہے:		ج
	[ا] فرشتوں میں جن کا نام معلوم ہے ان ناموں پر ایمان لانا	[ب] قبر کے عذاب اور اس کی نعمت پر ایمان لانا	[ج] جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے اس پر ایمان لانا
مجلس فقہ	سوال: نمازی کا آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم کیا ہے؟		ب
	[ا] جائز	[ب] حرام	[ج] مکروہ
مجلس سیرت	سوال: اسلام سے پہلے مدینہ کا نام تھا:		ج
	[ا] طابہ	[ب] بکہ	[ج] یثرب
مجلس صحابہ	سوال: ابوایوب انصاری کس چیز میں مشہور ہوئے؟		ب
	[ا] قباء میں آپ ﷺ کے موذن تھے	[ب] نبی ﷺ کی اپنے گھر میں مہمان نوازی کی	[ج] اسلام سے پہلے خزرج کے سردار تھے

تیئسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD | YouTube | Telegram

ساؤنڈ کلاؤڈ | یوٹیوب | ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ العلق (۲)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى (٩) عَبْدًا إِذَا صَلَّى (١٠) أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى (١١) أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى (١٢) أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (١٣) أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى (١٤) كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (١٥) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (١٦) فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ (١٧) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (١٨) كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ (١٩)﴾

[(بھلا) اسے بھی تو نے دیکھا جو بندے کو روکتا ہے (۹) جبکہ وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے (۱۰) بھلا بتلا تو اگر وہ ہدایت پر ہو (۱۱) یا پرہیزگاری کا حکم دیتا ہو (۱۲) بھلا دیکھو تو اگر یہ جھٹلاتا ہو اور منہ پھیرتا ہو تو (۱۳) کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے (۱۴) یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے (۱۵) ایسی پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے (۱۶) یہ اپنی مجلس والوں کو بلالے (۱۷) ہم بھی (دوزخ کے) پیادوں کو بلالیں گے (۱۸) خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدہ کر اور قریب ہو جا (۱۹)]۔

سورہ کا مضمون:

وحی کے ذریعہ ہدایت کے درمیان اور تکبر اور جہل کی وجہ سے گمراہی کے درمیان انسان کی حالت کا بیان۔

شانِ نزول:

جب نبی کریم ﷺ مسجدِ حرام میں نماز پڑھ رہے تھے، ابو جہل آپ ﷺ کے پاس آیا اور ارادہ کیا کہ آپ کو نماز سے روک دے، اور کہا: اگر میں نے اُسے نماز پڑھتے دیکھا تو اُس کی گردن روند ڈالوں گا!۔ لیکن جیسے ہی قریب جانے لگا، سخت خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا، لوگوں نے اس سے پوچھا: تُو پیچھے کیوں ہٹ گیا؟، کہنے لگا: میرے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک آگ کی خندق آگئی تھی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اُس کا ایک ایک عضو نوچ ڈالتے"۔ (بخاری: ۴۹۵۸، مسلم: ۲۷۹۷)۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى، عَبْدًا إِذَا صَلَّى: اس سے مراد ابو جہل عمرو بن ہشام ہے جو نبی ﷺ سے سخت دشمنی رکھتا تھا۔

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ: یعنی ہمارے رسول محمد ﷺ کو اذیت دینے اور انہیں مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے سے۔

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ: ہم اس کی پیشانی اور سر کے ابتدائی حصہ کو پکڑ کر اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ: اپنے مجلس اور گروہ کے لوگوں کو وہ بلائے۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ: جہنم کے خازن۔

اجمالی معنی:

ان آیات میں اُس شخص کے لیے سخت وعید ہے جس نے اللہ کے نبی ﷺ کو اذیت دی، اُن سے دشمنی کی اور اُنہیں نماز سے روکنے کی کوشش کی، اس کا یہ شرمناک اور ناپسندیدہ رویہ ہر عقل مند کو حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ: کیا ہدایت کے راستے پر چلنے والے اور تقویٰ کی دعوت دینے والے سے دشمنی اور لڑائی کی جاتی ہے، اسے مارا جاتا ہے، اسے دھمکایا جاتا ہے؟۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سخت تنبیہ اور دھمکی دی کہ اگر وہ باز نہ آیا اور نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے اور نماز سے روکنے کا سلسلہ نہ چھوڑا؛ تو ہم سب کے سامنے ضرور اُس کی پیشانی کو پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹ لے جائیں گے۔

پھر سورہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ہدایت دی کہ: اُس کی باتوں پر کان نہ دھریں، بلکہ اپنے رب کی اطاعت میں لگے رہیں، نماز جاری رکھیں، اور اللہ کے قریب ہوتے رہیں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) جب سجدے والی آیت تلاوت کی جائے تو سجدہ کرنا مشروع ہے، اور اس سورہ میں انہیں آیات سجدہ میں سے یہ آیت ہے: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾۔

۲) اگر انسان کا نفس ایمان اور تقویٰ کے ذریعے تربیت نہ پائے تو اس کی فطرت میں تکبر اور جہالت گہرائی سے رچ بس جاتے ہیں۔

پیر: مجلس حدیث

بکثرت قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھے، اُس کے لیے ایک نیکی ہے، اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا تک ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ: 'الم' ایک حرف ہے، بلکہ 'الف' ایک حرف ہے، 'لام' ایک حرف ہے، اور 'میم' ایک حرف ہے"، (ترمذی: ۲۹۱۰)۔

شرح:

قرآنِ کریم کی تلاوت بڑے اجر و ثواب کے ذرائع میں سے ایک ہے، جس پر ہر مسلمان کو کوشاں ہونا چاہیے، اور ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ روزانہ قرآن کا ایک حصہ بطور ورد مقرر کرے، جسے وہ ترک نہ کرے؛ کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ: جو شخص اللہ کی کتاب کی تلاوت کرے اسے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

اور آپ ﷺ کا فرمان: "میں یہ نہیں کہتا کہ 'الم' ایک حرف ہے،" یعنی: یہ تینوں حروف (الف، لام، میم) کا مجموعہ ایک حرف نہیں، بلکہ "الف" ایک حرف ہے، "لام" ایک حرف ہے، اور "میم" ایک حرف ہے۔ پس جو شخص "الم" پڑھے گا، اسے تیس نیکیاں ملیں گی، یہ ایک بڑی نعمت اور عظیم ثواب ہے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) قرآنِ کریم کی تلاوت کی فضیلت کا بیان، اور اس کی ترغیب۔

۲) قرآن کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

۳) اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کی وسعت کا بیان، کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے عبادات کے اجر کو کئی گنا بڑھا دیا۔

۴) قرآنِ کریم کو چھوڑنے سے بچنے کی تاکید۔

*امام ابن القیم رحمہ اللہ نے قرآن مجید کو چھوڑنے کے چند اقسام ذکر کئے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: قرآن پر ایمان نہ لانا۔

دوسری قسم: قرآن کی تلاوت اور سماعت ترک کرنا۔

تیسری قسم: قرآن میں تدبر، غور وفکر اور اللہ کے مقصد کی معرفت چھوڑ دینا۔

چوتھی قسم: قرآن پر عمل ترک کرنا، اور اس کے حلال وحرام پر عمل نہ کرنا۔

پانچویں قسم: قرآن کو فیصل اور دین کے اصول وفروع میں اسے حکم نہ ماننا۔

چھٹی قسم: قرآن سے روحانی وجسمانی بیماریوں کا علاج نہ لینا۔

یہ تمام صورتیں اس آیتِ کریمہ کے مفہوم میں داخل ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ (اور رسول (ﷺ) کہیں گے: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا) [الفرقان: ۳۰]۔ (الفوائد از ابن القیم: ۸۲)۔

منگل: مجلس عقیدہ

تقدیر سے متعلق چند مسائل

پہلا مسئلہ: تقدیر پر ایمان لانا بندے کی مشیت اور اختیار ثابت کرنے کے منافی نہیں ہے؛ اس پر شرعی دلیل اور عملی ثبوت ہے۔

*شرعی دلیل: اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بندے کے لیے مشیت کو ثابت کیا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے)[الکہف:۲۹]۔

عملی دلیل: ہر انسان خود ان کاموں میں فرق کرتا ہے جو اس کی اپنی مرضی و ارادے سے ہوتے ہیں، جیسے: چلنا، کھانا، خرید و فروخت کرنا، اور ان کاموں میں جو اس کی مرضی کے بغیر پیش آتے ہیں، جیسے: کانپنا اور گر پڑنا، چنانچہ انسان پہلی قسم کے اعمال کو اپنے اختیار کی طرف منسوب کرتا ہے، اور دوسری قسم کو نہیں۔

دوسرا مسئلہ: بندے کا ارادہ اور اختیار، اللہ تعالیٰ کے ارادے اور قدرت کے ماتحت ہے۔ کیونکہ پوری کائنات اللہ کی ملکیت ہے اور اُس کی ملکیت میں اُس کی مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ، وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (وہی راہِ راست اختیار کرے گا جو تم میں سے چاہے، اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے جب تک کہ اللہ رب العالمین نہ چاہے)[التکویر:۲۸—۲۹]۔

تیسرا مسئلہ:

کسی مکلف شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی نافرمانی اور گناہوں پر تقدیر کو حجت بنائے؛ اس کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ: یہی مشرکین کی حجت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا﴾ (وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا، کہتے ہیں: اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، اسی طرح ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا)۔ [الانعام:۱۴۸]۔

دوسری وجہ: نبی کریم ﷺ نے عمل کا حکم دیا، تقدیر پر بھروسہ کرنے سے صراحت کے ساتھ منع کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا ٹھکانہ (جنت یا جہنم میں) لکھ نہ دیا گیا ہو۔" تو صحابہ میں سے ایک شخص نے پوچھا: کیا ہم تقدیر پر بھروسا نہ کرلیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "نہیں! عمل کرتے رہو، کیونکہ ہر ایک کو وہی کچھ میسر کیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔" (البخاری: ۴۶۶۳، مسلم: ۶۶۷۵)۔

تیسری وجہ: ہم دیکھتے ہیں کہ انسان دنیاوی امور کو پانے کے لئے کوشش کرتا ہے، تقدیر کو بہانہ بنا کر اپنی جد وجہد سے باز نہیں آتا، پھر دینی امور کو ضائع کرنے میں تقدیر کا بہانہ کیوں بناتا ہے؟!

چوتھی وجہ: اگر کوئی اس پر زیادتی کرے اور اس کا مال چھین لے، یا اس کی عزت پامال کرے، تو اپنے اوپر دوسروں کی سرکشی میں تقدیر کا بہانہ وہ قبول نہیں کرتا، تو اللہ کے حقوق کی پامالی میں تقدیر کا بہانہ کیسے قبول کرتا ہے؟!

*تقدیر کے مسئلے میں دو گروہ گمراہ ہو گئے:

پہلا گروہ: جبریہ، انہوں نے کہا: بندہ اپنے عمل میں مجبور ہے، اس کے پاس نہ ارادہ ہے اور نہ ہی قدرت۔

دوسرا گروہ: قدریہ، انہوں نے کہا: بندہ اپنے ارادے اور مشیت میں مکمل طور پر خود مختار ہے، اور اللہ تعالی کی مشیت کا اس میں کوئی اثر نہیں۔

یہ دونوں گروہ گمراہی میں پڑ گئے، اور اللہ کی قضاوقدر کو سمجھنے میں قرآن، سنت، اور صحابہ وسلف صالحین کے راستے سے ہٹ گئے۔

بدھ: مجلس فقہ

سجدہ سہو

چونکہ انسان غفلت اور بھول چوک کا شکار ہو سکتا ہے، اور شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ انسان کی نماز میں تشویش پیدا کرے، اور اس کا دل نماز سے ہٹا دے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نمازی کے لیے مشروع کیا کہ اگر وہ نماز میں بھول جائے تو سجدہ سہو کرے، تاکہ شیطان کو ذلیل کیا جائے، نماز کے نقص کی تلافی کی جائے، اور رحمان کو راضی کیا جائے۔

سجدۂ سہو کے اسباب:

سجدۂ سہو تین وجوہات کی بنا پر واجب ہوتا ہے:

زیادتی، کمی اور شک۔

*زیادتی: جیسے اگر نمازی بھول کر کسی عمل کا اضافہ کر دے، مثلاً قیام، یا رکوع، یا سجدہ، یا چار رکعت والی نماز کو پانچ رکعتیں پڑھ لے، پس اگر نماز کے دوران ہی اسے یہ اضافہ یاد آ جائے تو اسے فوراً اس اضافے کو چھوڑ کر واپس لوٹنا چاہیے، اور اضافے کی وجہ سے سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے۔

*کمی (نقص): اس کی دو قسمیں ہیں: رکن کی کمی، واجب کی کمی۔

اگر نمازی سے نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن چھوٹ جائے، تو اس پر لازم ہے کہ واپس لوٹے، اور اگر وہ اسی رکعت میں ہو تو واپس چھوٹے ہوئے رکن کی طرف لوٹے، اور اُس رکن کو دوبارہ ادا کرے، پھر اُس کے بعد والے تمام افعال کو بھی دوبارہ ادا کرے، اور اگر اُسے بعد والی رکعت میں چھوٹا ہوا رکن یاد آئے تو پچھلی رکعت جس میں رکن چھوٹا تھا باطل ہو جائے گی، اور موجودہ رکعت اس کی جگہ لے لے گی، ایسی صورت میں سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے۔

رہی بات نماز کے واجب کے چھوٹ جانے کی، تو اس کی مثال یہ ہے کہ: نماز کے واجب اعمال میں سے کوئی عمل چھوٹ جائے، جیسے کہ: تشہدِ اوّل بھول جائے، یا رکوع یا سجدہ میں تسبیح چھوٹ جائے، یا "رَبِّ اغْفِرْ لِي" کہنا بھول جائے، یا تکبیر انتقال چھوڑ دے تو ایسی صورت میں چھوٹا ہوا واجب ساقط ہو جائے گا، اور نمازی سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے گا۔

*رہی بات شک کی، تواس کی مثال یہ ہے کہ نمازی کو رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے، یا یہ کہ اس نے کوئی واجب یا رکن ادا کیا یا نہیں، تواس کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اگر شک برابر درجے کا ہو، دونوں احتمالات برابر ہوں، کسی پر غالب گمان نہ ہو، تواس صورت میں یقین پر عمل کرے گا، اور وہ یقینی چیز 'کمی کا ہونا' ہے، گویا جس چیز میں شک ہے اسے کیا ہی نہیں، پھر سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے، اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: "جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار؟ تو شک کو چھوڑ دے، اور یقین پر عمل کرے، پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے" (مسلم: ۵۷۱)۔

دوسری حالت: اگر نمازی کو دونوں احتمالات میں سے کسی پر گمان غالب ہو تو وہ اسی غالب گمان پر عمل کرے گا، اور سلام کے بعد دو سجدے کرے گا، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "پس وہ صحیح کا اندازہ لگائے، پھر اسی کے مطابق نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرے، پھر سلام کے بعد دو سجدے کرے" (مسلم: ۵۷۲)۔

سجدۂ سہو کرنے کی جگہ:

پچھلے بیان سے یہ بات واضح ہوا کہ افضل اور مسنون طریقہ یہ ہے: اگر کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے، اگر اضافہ ہو جائے تو سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے، اگر شک ہو اور کوئی پہلو غالب نہ ہو، تو سلام سے پہلے سجدہ کرے، اور اگر شک میں ایک پہلو غالب ہو تو سلام کے بعد سجدہ کرے، یہی طریقہ زیادہ مکمل ہے، اور واجب سجدۂ سہو ادا ہو جائے گا چاہے سلام سے پہلے کرے یا بعد میں۔

جمعرات: مجلس سیرت

مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کا داخلہ

مدینہ کے لوگوں کو خبر ہو چکی تھی کہ نبی مکرم ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور ان کا رخ مدینہ کی طرف ہے، چنانچہ وہ ہر روز حرّہ کی طرف نکلتے اور رسول اللہ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے، پھر بارہ ربیع الاول، بروز پیر وہ حسبِ معمول باہر نکلے، مگر جب دن زیادہ چڑھ گیا اور دھوپ تیز ہو گئی، تو وہ واپس اپنے گھروں کو لوٹ گئے، اسی وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں پہنچ گئے، اور سب سے پہلے ایک یہودی نے آپ ﷺ کو دیکھا، تو وہ بلند آواز سے پکارنے لگا اور انہیں آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی، یہ سن کر تمام انصار خوشی سے جھومتے ہوئے، بشاشت بھرے دلوں کے ساتھ باہر نکلے۔

رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے قبا میں کلثوم بن ہِدم کے ہاں ٹھہرے۔ انصار آپ ﷺ کے پاس سلام کرنے آتے رہے، ان میں سے اکثر نے آپ ﷺ کو ابھی تک دیکھا نہ تھا، وہ ابو بکر صدیق کو رسول اللہ سمجھ رہے تھے، کیونکہ ان کی داڑھی میں زیادہ سفیدی تھی، مگر جب دھوپ تیز ہوئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ پر کپڑے کا سایہ کیا، تب لوگوں کو آپ ﷺ کی پہچان ہوئی (بخاری: ۳۹۰۶)۔

رسول اللہ ﷺ نے قباء میں چند دن قیام فرمایا، اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی، پھر آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے، آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر مسلسل آگے بڑھتی رہی، جب بھی وہ کسی انصاری کے گھر کے قریب سے گزرتی، تو وہ شخص آپ ﷺ سے خواہش کرتا کہ آپ ان کے ہاں قیام فرمائیں، یہاں تک کہ اونٹنی اُس جگہ آکر بیٹھ گئی جہاں بعد میں مسجد نبوی بنائی گئی، یہ جگہ بنی نجار کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، اور یہ جگہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے واقع تھی، آپ ﷺ اونٹنی سے نیچے اترے، تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ فوراً آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے؛ تاکہ آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ زمین قیمت دے کر خریدی اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی، اور مسجد کے ساتھ اپنے اہل خانہ کے لیے حجرے بھی بنوائے (سیر اعلام النبلاء: ۲/۴۰۶)۔

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کا پہلا عملی قدم مسجد نبوی کی تعمیر تھا، آپ ﷺ نے اس مسجد کو نماز اور عبادت کی جگہ بنائی، اور مسلمانوں کے لئے جامعہ جہاں وہ اپنے دین کے مسائل سیکھیں، مشورے کی مجلس، محبت اُلفت کا مرکز، اور کچھ مہاجرین فقراء کے لیے رہائش بنایا۔

رسول اللہ ﷺ کا دوسرا قدم مدینہ میں یہ تھا کہ آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا، ایسا بھائی چارہ جس میں جاہلیت کی عصبیت مٹ گئی، اور نسب اور رنگ کی تفریق ختم ہو گئی، اور ان کے دل محبت، ایثار اور خلوص سے بھر گئے، یہاں تک کہ انصار نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجور کے باغات تقسیم فرمادیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں"، تو انصار نے کہا: آپ لوگ ہمارے نخلستان کی دیکھ بھال اپنے ذمے لیں تو ہم آپ کو پیداوار میں شریک کر لیں گے۔ مہاجرین نے کہا: ہم نے سنا اور قبول کیا۔ (بخاری: ۲۳۲۵)۔

رسول اللہ ﷺ کا تیسرا قدم یہ تھا کہ آپ ﷺ نے یہود سے معاہدہ اور عہد و پیمان کیا، اس معاہدے کو آپ ﷺ نے تحریری شکل دی، جس میں کئی دفعات تھیں جو مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دیتی تھیں، اور ساتھ ہی یہود کے حقوق کا تحفظ بھی کرتی تھیں۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

نام: ابوذر جُندب بن جُنادہ بن قیس بن عمرو الغِفاری۔

وہ وادی وَدّان میں پیدا ہوئے، جہاں قبیلہ غِفار آباد تھا۔

سیرت وفضائل:

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ لمبے قد، گھنی داڑھی والے شخص تھے، اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لائے، اور جلیل القدر اور فضیلت والے صحابہ میں شمار ہوتے تھے، علم والے، بہادر، فیاض، اور حق بات کہنے والے تھے، اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں کرتے تھے۔

اس سلسلے میں ان کا ایک موقف وہ ہے جو انہوں نے اسلام قبول کرنے کے دن اختیار کیا، جب انہوں نے کہا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ضرور ان کے درمیان چیخ کر شہادت کا اعلان کروں گا!" پھر وہ باہر نکلے یہاں تک کہ مسجدِ حرام پہنچے، اور اونچی آواز سے پکارا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں! تو لوگ اٹھے اور انہیں مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ انہیں زمین پر گرا دیا، اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ آ گئے، اور انہیں اپنے جسم سے ڈھانپ لیا، اور کہنے لگے: "تمہاری بربادی ہو! کیا تم جانتے نہیں کہ یہ قبیلہ غفار سے ہے؟ اور غفار تمہاری شام کی تجارتی راہ پر واقع ہے! تو قریش نے انہیں چھوڑ دیا۔ مگر ابوذر رضی اللہ عنہ دوبارہ اسی طرح کا اعلان کرنے کے لیے نکلے، قریش نے پھر ان پر حملہ کیا، تو عباس رضی اللہ عنہ دوبارہ انہیں بچا کر نکال لے گئے۔ (بخاری: ۳۸۶۱، مسلم: ۲۴۷۴)۔

جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، تو وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے اور وہاں قیام کر کے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے لگے، چنانچہ آدھی قوم مسلمان ہو گئی، پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے؛ تو باقی نصف قوم نے بھی اسلام قبول کر لیا (سیر اعلام النبلاء: ۲/۵۳)۔

اس کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ قبیلہ غفار سے نکلے، اور نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی، پھر وہ ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے، اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔

نبی کریم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی: "زمین نے اپنی پشت پر اور آسمان نے اپنے سائے تلے ابوذرؓ سے زیادہ سچا انسان نہ دیکھا" (ترمذی: ۳۸۰۱)۔

ابوذر رضی اللہ عنہ نے خلافتِ ابو بکر، عمر، اور عثمان کے دور میں فتویٰ دینے کا منصب سنبھالا، اور وہ زہد اور فقراء کی محبت میں ایک مثال تھے۔ جب بھی انہیں بیت المال سے عطیہ ملتا، تو وہ اپنے خادم کو بلاتے، اور کہتے: ہمارے سال بھر کی ضرورت کا سامان خرید لو، پھر جو رقم بچ جاتی، اسے نقدی میں تبدیل کر کے فقیروں میں تقسیم کر دیتے (سیر اعلام النبلاء: ۲/۷۲)۔

وفات:

ابوذر رضی اللہ عنہ کا انتقال "الرَّبَذَة" نامی مقام پر ۳۱ ہجری میں ہوا، اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

	تئیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:[أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى] سے کون مراد ہے؟		ج
	[ا]ابولہب	[ب]عقبہ بن ابی معیط	[ج]ابوجہل
مجلس حدیث	سوال:قرآن چھوڑنے کے اقسام میں سے ہے:		ج
	[ا] مصحف کو نہ سنوارنا	[ب]آیات کو دیوار پر نہ لٹکانا	[ج] اس کے ذریعہ شفا نہ حاصل کرنا
مجلس عقیدہ	سوال:تقدیر کے مسائل میں سے ہے کہ بندے کی مشیت..:		ا
	[ا]اللہ کی مشیت کے تابع ہے	[ب] اللہ کی مشیت سے الگ ہے	[ج]اس پر کسی کازور نہیں
مجلس فقہ	سوال:اگر کوئی بھول کر چار رکعت والی نماز پانچ پڑھ لے تو:		ب
	[ا] سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا	[ب]سلام کے بعد سجدہ سہو کرے گا	[ج]اس پر سجدہ سہو نہیں ہے
مجلس سیرت	سوال:نبی ﷺ کو مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے ایک شخص نے دیکھا جس کا تعلق.............سے تھا۔		ا
	[ا]یہود	[ب]اوس	[ج]خزرج
مجلس صحابہ	سوال:ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق کی خلافت میں.....کی ذمہ داری لی؟		ب
	[ا]صدقات	[ب]فتوی	[ج]بیت المال

چوبیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة" چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام　　یوٹیوب　　ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الضحیٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالضُّحَى (١) وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى (٢) مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى (٣) وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى (٤) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (٥) أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى (٦) وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى (٧) وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى (٨) فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (٩) وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (١٠) وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (١١) ﴾

[قسم ہے چاشت کے وقت کی (۱) اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے (۲) نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے (۳) یقیناً تیرے لئے انجام آغاز سے بہتر ہو گا (۴) تجھے تیرا رب بہت جلد (انعام) دے گا اور تو راضی (وخوش) ہو جائے گا (۵) کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی (۶) اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی (۷) اور تجھے نادار پا کر تونگر نہیں بنا دیا؟ (۸) پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر (۹) اور نہ مانگنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ (۱۰) اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ (۱۱)]۔

شان نزول:

ایک بار نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے، جس کے سبب آپ دو یا تین راتیں نمازِ تہجد کے لیے نہ اٹھ سکے۔ تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی: "اے محمد! مجھے لگتا ہے کہ آپ کا شیطان (نعوذ باللہ) آپ کو چھوڑ گیا ہے، وہ دو تین راتوں سے آپ کے پاس نہیں آیا! اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی۔ (بخاری: ۴۹۸۳، مسلم: ۱۷۹۷)۔

سَجَى: رات نے اپنی تاریکی سے دنیا کو ڈھانپ لیا اور سکون چھا گیا۔

مَا وَدَّعَكَ: آپ کو نہیں چھوڑا۔

وَمَا قَلَى: جب آپ پر دیر تک وحی نہیں آئی، تو اس نے آپ سے نفرت نہیں کی۔

فَآوَى: اس نے آپ کو پناہ دی، اور اپنی حفاظت میں لیا۔

ضَالًّا: نہ آپ وحی جانتے تھے، نہ قرآن کی معرفت رکھتے تھے۔

عَائِلًا: فقیر۔

فَلَا تَقْهَرْ: پس اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو اور اس کا مال نہ لو۔

تَنْهَرْ: جھڑکو

اجمالی معنی:

سورہ الضحیٰ مکی سورہ ہے، اس کا آغاز اللہ تعالیٰ نے دو قسموں سے کیا، جو دن کے حرکت و نشاط اور رات کے سکون و آرام کے وقت کو ظاہر کرتی ہیں، یہ قسمیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو اپنے رسول ﷺ کو چھوڑا ہے اور نہ ان سے ناراض ہوا ہے، اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کے لیے آخرت میں جو بلند درجات اور انعامات تیار کر رہا ہے، وہ اس دنیا کی عزت و کرامت سے کہیں بہتر اور افضل ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔

اور چونکہ گزشتہ نعمتیں آئندہ انعامات کی دلیل ہوتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے (رسول اللہ ﷺ کو) یاد دلایا کہ: آپ یتیم تھے، تو اس نے آپ کو پناہ دی، آپ راہ سے ناواقف تھے، تو اس نے آپ کو ہدایت دی، اور آپ محتاج و نادار تھے، تو اس نے آپ کو غنی کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ ان نعمتوں کے بدلے: یتیم کے ساتھ عزت و احسان کا برتاؤ کریں، مانگنے والے کو نہ جھڑکیں، اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر کریں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) نبی کریم ﷺ کو اپنے رب کے ہاں ایسا بلند مقام حاصل ہے جس کی برابری کوئی اور درجہ نہیں کر سکتا۔

۲) یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی نگہداشت کی فضیلت کا بیان۔

۳) کمزوروں پر رحم کرنا اور ان کے ساتھ نرمی اختیار کرنا واجب ہے۔

۴) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اللہ کا اپنے بندوں پر حق ہے۔

۵)نعمت کو ظاہر کرنااوراس کاذکر کرناجب کہ اس میں نہ فضول خرچی ہواور نہ تکبر، یہ بھی شکر ادا کرنے کی ایک صورت ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے"[ترمذی:۲۸۱۹]۔

سوموار: مجلس حدیث

دعا کی قبولیت کے اسباب

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور اولاد پر والدین کی بد دعا" (ابوداود: ۱۵۳۶، ترمذي: ۳۴۴۸)۔

شرح:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے تین ایسی دعاؤں کا ذکر فرمایا ہے جنہیں اللہ تعالی کبھی رد نہیں کرتا ہے، بلکہ انہیں یقینا قبول کرتا ہے، مظلوم کی بد دعا، چاہے وہ کافر ہو، اگر وہ ظلم کا شکار ہوا اور اللہ سے اپنے ظالم کے لئے بد دعا کرے، تو اللہ اس کی دعا ضرور قبول کرتا ہے، مسافر کی دعا؛ جب وہ اللہ عزوجل سے اپنے سفر میں دعا کرے، ماں باپ کی دعا؛ چاہے وہ اپنی اولاد کے لئے دعا کریں یا بد دعا۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) سفر میں زیادہ دعا کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ اس میں دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے۔

۲) ظلم کرنے سے اجتناب کرنا، اور یہ کہ مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے گرچہ وہ کافر ہو۔

۳) والدین کی نافرمانی سے بچنا، اور ان کی بد دعا سے بچنا؛ کیونکہ وہ رد نہیں ہوتی۔

منگل: مجلس عقیدہ

غیب پر ایمان

غیب اُس چیز کو کہتے ہیں جو غائب ہو اور حواس سے پوشیدہ ہو۔

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو، حال سے ہو یا مستقبل سے، چاہے مخلوق کا مرتبہ جتنا بھی بلند، اور وہ جتنا بھی عظیم، اور طاقتور ہو جائے یا وسائل و صنعتوں کا وہ مالک ہو، تب بھی وہ غیب کی معرفت پر قادر نہیں؛ کیونکہ غیب کا علم صرف رب عزوجل کی خاصیت ہے؛ اللہ نے فرمایا: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (وہی غیب اور ظاہر کا جاننے والا، زبردست حکمت والا ہے)[التغابن:۱۸]۔

ہمارے نبی محمد ﷺ - جو کہ تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں، اور جن کا اللہ کے ہاں بلند مقام اور محمود مرتبہ ہے - وہ بھی غیب کا علم نہیں رکھتے تھے، اور نہ ہی اس کا دعویٰ کرتے تھے، اللہ نے فرمایا: ﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ﴾(اور کہہ دیجیے: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف نازل کی جاتی ہے)[الانعام:۵۰]۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "جس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کل کیا ہونے والا ہے اس کی خبر دیتے تھے، تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا"، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں، ان میں سے کوئی بھی غیب کو نہیں جانتا، سوائے اللہ کے)۔[النمل:۶۵]۔(مسلم:۱۷۷]۔

لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو اپنی کسی حکمت کے تحت کچھ غیبی خبروں پر مطلع فرما دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ، فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾ (وہ غیب کا جاننے والا ہے، اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اُس رسول کے جسے وہ پسند فرماتا ہے، تو وہ (اللہ) اُس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے)[الجن:۲۶-۲۷]۔

پس جو کچھ غیب سے متعلق قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے؛ کیونکہ ایمان بالغیب عقیدے کا ایک بنیادی ستون ہے، اور دین کی اصل بنیادوں میں سے ہے، اس کے بغیر ایمان درست نہیں ہو سکتا، اسی لیے جو شخص غیب کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے، اللہ نے اس کو ایمان اور تقوی سے موصوف کیا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾(یہ کتاب، جس میں کوئی شک نہیں، متقین کے لیے ہدایت ہے؛ وہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں)[البقرۃ: ۲، ۳]۔

غیب پر ایمان لانے کے عظیم اثرات ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱)اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور اس کے فرشتوں کی قربت کا دائمی شعور، اور یہ چیز انسان کے دل میں خوف، خشیت، اور اللہ کے دین پر استقامت کو بڑھا دیتی ہے۔

۲)دار آخرت اور اس میں پیش آنے والے مراحل جیسے: حشر کی سختیاں، حساب و کتاب، پل صراط، اور میزان، کے لئے ہوشیار رہنا اور اس کی تیاری کرنا۔

۳)یہ شعور کہ مخلوق کا علم ناقص و کمزور ہے، اور خالق کا علم کامل و عظیم ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (تمہیں علم میں سے بہت تھوڑا دیا گیا ہے)[الاسراء: ۸۵]۔

۴)اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا۔

بدھ: مجلس فقہ

سجدۂ تلاوت اور شکر

سجدۂ تلاوت:

سجودِ تلاوت: وہ سجدے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بعض آیات کی تلاوت یا سماعت کے وقت مشروع قرار دیا ہے، یہ سجدے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے، اس کی عبادت کرنے، اس کی عظمت کے سامنے جھکنے، اور اس کے سامنے عاجزی وانکساری کے اظہار کے لیے ہیں؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب ابنِ آدم سجدے والی آیت پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے، تو شیطان دور ہٹ جاتا ہے اور روتا ہے، اور کہتا ہے: 'ہائے میری تباہی! ابنِ آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، تو اُس نے سجدہ کیا، پس اُس کے لیے جنت ہے، اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، تو میں نے انکار کیا، اور میرے لیے آگ ہے''(مسلم:۸۱)۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ سجدے والی سورہ کی تلاوت کرتے، تو آپ ﷺ سجدہ کرتے، اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے، یہاں تک کہ ہم میں سے بعض کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ (بخاری:۱۰۷٦، مسلم:۵۷۵)۔

آیاتِ سجدہ:

قرآنِ کریم میں سجدے والی آیات کی دو قسمیں ہیں:

*ایسی آیات جو مسلمان کو صراحت کے ساتھ سجدہ کا حکم دیتی ہیں، تو مسلمان ان آیات کو پڑھ یا سن کر اللہ کی اطاعت میں فوراً سجدہ کرتا ہے۔

*ایسی آیات جن میں عظیم مخلوقات کے بارے میں سجدہ کرنے کی خبر دی گئی ہے، تو مسلمان اُن کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے سجدہ کرتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کا حکم:

سجدۂ تلاوت قاری اور سننے والے، نماز میں یا نماز سے باہر سب کے لئے مستحب ہے، لیکن اگر قاری سجدہ نہ کرے، تو سننے والا بھی سجدہ نہ کرے؛ کیونکہ سننے والا قاری کے تابع ہوتا ہے، اور وہ شخص جو قصداً قرآن نہ سن رہا ہو تو ایسے شخص کے لیے سجدۂ تلاوت مشروع نہیں ہے؛ کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: کہ وہ ایک قاری کے

پاس سے گزرے جو سجدے والی آیت تلاوت کر رہا تھا، لیکن انہوں نے سجدہ نہ کیا، اور کہا: "سجدہ تو اس پر ہے جو قصد سے سن رہا ہو" (مصنف عبدالرزاق: ۳/۳۴۴)۔

سجدۂ تلاوت میں کیا پڑھا جائے:

*(سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى)، جیسا کہ نماز کے سجدوں میں پڑھتے ہیں۔

*(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي)(بخاری: ۷۹۴، مسلم: ۴۸۴)۔

*(سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ)(ابوداود: ۱۴۱۴، ترمذی: ۵۸۰)۔

*(اللَّهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ)(ترمذی: ۳۴۲۴)۔

سجدۂ تلاوت کے اہم احکام:

*سجدۂ تلاوت کے لئے طہارت اور قبلہ رخ ہونا مسنون ہے۔

*نماز کے اندر سجدہ تلاوت میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت تکبیر کہی جائے گی، جبکہ نماز کے باہر سجدہ تلاوت میں صرف جاتے وقت تکبیر کہی جائے گی۔

❖ سجدۂ شکر:

سجدۂ شکر دو حالات میں مستحب ہے:

*کسی نعمت کے ملنے پر: جیسے کسی کی ہدایت کی خوشخبری ملنا، کسی کا مسلمان ہونا، مسلمانوں کا فتح یاب ہونا، یا بچے کی ولادت کی خوشخبری ملنا، وغیرہ۔

*کسی مصیبت کے ٹلنے پر: جیسے: غرق ہونے، جلنے، ہلاکت میں پڑنے، یا چوروں سے بچ جانا۔

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ جب کوئی خوشی پاتے یا آپ کو کوئی خوشخبری دی جاتی، تو فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے۔(ابوداود: ۲۷۷۴)۔

اس سجدے کے وہی احکام ہیں اور وہی طریقہ ہے جو سجدۂ تلاوت کے ہیں۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ بدر کبری

غزوۂ بدر کا تاریخ وقوع:

غزوۂ بدر ۱۷ رمضان سنہ ۲ھ کو پیش آئی، یہ ایک عظیم معرکہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان فرق قائم کر دیا، اسلام اور اہلِ اسلام کو غلبہ دیا، کفر اور کفار کو ذلت و رسوائی دی۔

غزوۂ بدر کے اسباب:

غزوۂ بدر کا سبب یہ تھا کہ: نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ ۳۰ لوگوں پر مشتمل قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابو سفیان کی قیادت میں ملک شام سے مکہ واپس آرہا ہے، یہ ایک بڑا قافلہ تھا جو بہت زیادہ مال و متاع سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس قافلے پر چھاپہ مارنے کی ترغیب دی، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ مال غنیمت عطا کر دے گا، اور اس کے لیے کوئی بڑی تیاری نہیں کی، اور کسی پر اس مہم میں شامل ہونا لازم نہیں کیا، کیونکہ آپ ﷺ کو توقع نہیں تھی کہ قافلے کے بجائے قریش کی فوج سے سامنا ہو جائے گا۔

واقعات:

نبی ﷺ تین سو تیرہ لوگوں کے ساتھ نکلے، ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے: ایک زُبیر بن عوام کے پاس، دوسرا مقداد بن عمرو کے پاس، اور ستر اونٹ تھے، جن پر دو یا تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر اور نماز کی امامت پر عبداللہ بن اُمّ مکتوم کو مقرر فرمایا۔

ابو سفیان کو جب رسول اللہ ﷺ کے نکلنے اور اُس کی طرف آنے کی خبر پہنچی، تو اُس نے ایک آدمی کو کرایے پر رکھا تاکہ وہ مکہ جائے اور تجارتی قافلے کو بچانے کے لیے قریش سے فوج لے کے آنے کی گہار لگائے، چنانچہ مشرکین جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے، اور پوری طرح تیار ہو کر نکلے، اور ان کے سرداروں میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا، انہوں نے ایک ہزار جنگجو، سو گھوڑے، چھ سو زرہوں اور لاتعداد اونٹوں پر مشتمل لشکر تیار کیا۔

اس موقع پر نبی ﷺ نے جنگ سے پہلے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا، تو انہوں نے بہترین جواب دیا، اور ان میں سے سعد بن معاذ کا یہ جواب تھا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں، تو ہم

ضرور آپ کے ساتھ کود جائیں گے، یارسول اللہ! آپ ہمیں لے کر اللہ کی برکت کے سے چل پڑیں۔ (البدایہ والنہایہ: ۳/۲۶۲)۔

تو نبی ﷺ اُن کے پُر جوش الفاظ اور ثابت قدمی پر خوش ہوئے اور فرمایا: "چلو اور خوش ہو جاؤ! بے شک اللہ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک کے ملنے کا وعدہ دیا ہے"، اور آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! گویا میں ابھی ان لوگوں کے قتل کی جگہیں دیکھ رہا ہوں"، پھر آپ ﷺ نے اشارہ کرنا شروع کیا: "کل ان شاءاللہ! یہاں فلاں قتل ہو گا، اور یہاں فلاں قتل ہو گا"، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قسم ہے اُس ذات کی جس نے نبی ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، آپ ﷺ نے جن جگہوں کی نشان دہی کی تھی، اُن میں سے کوئی ایک بھی غلط نہ ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ: ۳/۲۶۲)۔

رسول اللہ ﷺ مسلسل لشکر کی صف بندی اور تنظیم کرتے رہے، آپ ﷺ نے قیادت کا علَم مصعب بن عُمیر کے سپرد کیا، اور لشکر کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا: ایک مہاجرین کی جماعت، جس کا علَم علی بن ابی طالب کے حوالے کیا، اور ایک انصار کی جماعت، جس کا علَم سعد بن معاذ کو دیا، میمنہ (دائیں ٹکڑی) پر زبیر بن عوام کو رکھا، میسرہ ((بائیں ٹکڑی)) پر مقداد بن عمرو کو، اور مکمل قیادت اپنے ہاتھ میں رکھی۔

مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اونچے ٹیلے پر ایک چھپر دار جگہ بنائی، اور آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے ایک جماعت مقرر کی، اور جنگ کی رات مسلمان پُر سکون ہو کر سوئے، ان پر نیند طاری ہو گئی، جبکہ رسول اللہ ﷺ ساری رات نماز میں مشغول رہے اور اپنے رب سے دعا کرتے رہے، پھر جب جنگ شروع ہوئی اور لڑائی شدت اختیار کر گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے دعا میں اور زیادہ محنت کی، اور بڑی گریہ وزاری کی، آپ ﷺ کی چادر مبارک کندھوں سے بار بار گر جاتی، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُسے درست کرتے ہوئے کہتے: "یارسولَ اللہِ! بیشک اللہ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے، وہ ضرور پورا فرمائے گا"۔

نبی کریم ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے: "اے اللہ! اگر مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا گروہ ہلاک ہو گیا، تو زمین پر تیری عبادت نہیں ہو گی" (مسلم: ۱۷۶۳)۔ اللہ تعالی کے اس قول میں اسی ک ذکر ہے: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾ (جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے، تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی، (اور فرمایا:) میں تمہاری مدد کے لیے ایک ہزار فرشتے بھیجنے والا ہوں، جو یکے بعد دیگرے آئیں گے) [الانفال: ۹]۔

غزوہ بدر کے نتائج:

نبی کریم ﷺ پر ہلکی سی غنودگی طاری ہوئی، پھر آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا: "خوش ہو جاؤ اے ابو بکر! اللہ کی مدد آگئی ہے، یہ جبرائیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور گرد و غبار کے بیچ اسے دوڑا رہے ہیں" (سیرت ابن ہشام: ۶۲۶/۱)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی لشکروں سے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی، اور اہل ایمان کو فتح و نصرت نصیب ہوئی، اور کافروں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ ستر (۷۰) مشرکین قتل کئے گئے، اور ان میں سے زیادہ تر سردار اور نامور لوگ تھے؛ جیسے: ابو جہل، امیہ بن خلف وغیرہ۔ اور ستر (۷۰) قیدی بنائے گئے، جبکہ باقی کفار ذلیل و خوار ہو کر بھاگ نکلے۔ اور رسول اللہ ﷺ مدینہ کامیاب و کامران ہو کر واپس تشریف لائے۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

جلیل القدر صحابی عبداللہ بن قیس بن حَضّار، ابو موسیٰ اشعری، جو اپنے نام اور کنیت دونوں سے مشہور ہیں۔
ان کی والدہ کا نام ظَبیہ بنت وہب ہے، جو قبیلہ "عک" سے تعلق رکھتی تھیں، وہ مسلمان ہوئیں اور مدینہ میں وفات پائیں۔

سیرت اور فضائل:

ابو موسیٰ اشعری ائمہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے، جسم میں ہلکے، مگر دلیر، شجاع اور نڈر تھے، فقیہ تھے، اور فتویٰ اور قضا میں دانا اور دور اندیش تھے۔

اسلام کے ظہور کے وقت مکہ آئے اور اسلام قبول کیا، اور دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: "اے اللہ! عبد اللہ بن قیس کے گناہوں کو معاف فرما، اور قیامت کے دن انہیں معزز مقام نصیب فرما"(بخاری: ۴۳۲۳، مسلم: ۲۴۹۸)۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاذ بن جبل کے ساتھ یمن پر گورنر مقرر فرمایا، اور دونوں کو الگ الگ علاقے کا نگران بنایا(بخاری: ۴۳۴۱)۔

علی رضی اللہ عنہ سے ابو موسیٰ اشعری کے علمی مقام کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: "علم میں انہیں پوری طرح ڈبا دیا گیا ہے"۔(سیر اعلام النبلاء: ۲/۳۸۸)

اسی طرح وہ قرآن میں اچھی آواز، تلاوت میں مٹھاس، اور انتہائی خشوع رکھنے والے شخص تھے؛ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا: "اگر تم مجھے دیکھے ہوتے، جب میں گزشتہ رات تمہاری تلاوت سن رہا تھا۔ بے شک تمہیں آلِ داؤد کے خاندان کی بانسریوں میں سے ایک بانسری عطا کی گئی ہے"(بخاری: ۵۰۴۸، مسلم: ۷۹۳)۔ اور عمر رضی اللہ عنہ جب بھی انہیں دیکھتے، تو اُنہیں قران کی تلاوت کرنے کے لیے کہتے، اور فرماتے: "ہمیں ہمارے رب کا مشتاق کردو، اے ابے موسیٰ!"۔(سیر اعلام النبلاء: ۲/۳۹۸)۔

ابو موسی رضی اللہ عنہ فاتح قائدین میں سے تھے؛ انہوں نے شام کی فتوحات میں شرکت کی، اور اھواز واصفہان کو فتح کیا، پھر وہ بصرہ کے گورنر مقرر ہوئے، اس کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی، اور اہل کوفہ نے انہی سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ اور آپ ان دو حکموں میں سے ایک تھے جنہیں علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما نے صفین کی جنگ کے بعد فیصلہ کے لیے منظور کیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل نہایت سخت محنت و مشقت کی، تو ان سے کہا گیا: "کاش آپ تھوڑا رک جاتے، اور اپنے آپ پر رحم کرتے۔ تو انہوں نے کہا: "بیشک گھوڑا جب دوڑ میں چھوڑا جاتا ہے، اور اپنی منزلِ اختتام کے قریب پہنچتا ہے، تو اپنی ساری طاقت جھونک دیتا ہے، اور میری عمر کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے، وہ اس سے بھی کم ہے" (شعب الایمان: ۱۳/۲۰۲)۔

وفات:

ابو موسی رضی اللہ عنہ نے سنہ ۴۲ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اور بعض کے قول کے مطابق کوفہ میں۔

چوبیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [عائلا] کا معنی کیا ہے؟		ب
	[ا] بھٹکے ہوئے	[ب] فقیر	[ج] یتیم
مجلس حدیث	سوال: ظالم کے لئے مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے اگر:		ج
	[ا] مظلوم مسلمان ہو	[ب] ظالم کافر ہو	[ج] اگرچہ مظلوم کافر ہو
مجلس عقیدہ	سوال: غیب کیا ہے؟		ا
	[ا] جو غائب اور حواس سے مخفی ہو	[ب] مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات	[ج] صرف وہ واقعات جو ماضی میں رونما ہوئے
مجلس فقہ	سوال: شیطان کا کیا حال ہوتا ہے جب انسان اللہ کو سجدہ کرتا ہے؟		ا
	[ا] روتا ہے	[ب] ہنستا ہے	[ج] مذاق اڑاتا ہے
مجلس سیرت	سوال: غزوہ بدر کس سنہ میں واقع ہوئی؟		ب
	[ا] ۲ھ	[ب] ۳ھ	[ج] ۴ھ
مجلس صحابہ	سوال: نبی ﷺ نے ابو موسی کے لئے کس بات کی گواہی دی؟		ب
	[ا] تیر اندازی میں درستگی کی	[ب] خوبصورت آواز کی	[ج] کمال عقل کی

پچیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواىد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام — یوٹیوب — ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الشرح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (١) وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (٢) الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (٣) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (٤) فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (٥) إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (٦) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (٧) وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ (٨)﴾

[کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا(۱)اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا(۲) جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی (۳)اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا(۴) پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے(۵) بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے(۶) پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر(۷)اور اپنے پروردگار ہی کی طرف متوجہ ہو(۸)]

سورہ کا مضمون:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر جو انعامات فرمائے ان کا بیان، جیسے: شرح صدر، گناہوں کی مغفرت اور آپ کے ذکر کی بلندی۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

وَضَعْنَا: ہم نے ہلکا کیا، اور معاف کر دیا۔

وِزْرَكَ: آپ کا گناہ۔

أَنْقَضَ: بوجھل کیا۔

فَإِذَا فَرَغْتَ: دنیا کے کاموں سے۔

فَانْصَبْ: عبادت میں خوب محنت کریں۔

فَارْغَبْ: اللہ کی طرف متوجہ ہوں، اس سے دعا کریں، التجا کریں۔

اجمالی معنیٰ:

سورہ الشرح مکی سورہ ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر تین عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا:

پہلی نعمت: شرحِ صدر: اللہ نے آپ ﷺ کا سینہ کھول دیا تاکہ آپ وحی، دین کے احکام کو سمولے، اور لوگوں کی طرف سے ہونے والی بد کلامی اور باطل بات کو برداشت کریں۔

دوسری نعمت: آپ کے گناہوں کو ختم کرنا: جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے)[الفتح:۲]۔

تیسری نعمت: آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرنا: اس طرح کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے نام کو اذان، اقامت، تشہد وغیرہ میں اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا۔

پھر سورہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے عظیم بشارت دی کہ جب بھی تنگی اور مشکل ہوگی، آسانی اور کشادگی اس کے ساتھ آئے گی، اسی سلسلے میں نبی ﷺ نے فرمایا: "بے شک کشادگی تنگی کے ساتھ ہے، اور ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے"(ترمذی:۲۵۱۶)۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ پر انعام اور اس کے نزدیک بلند مقام کا بیان۔

۲) اللہ کی طرف سے کشادگی کی بشارت، اور یہ کہ تنگی کے ساتھ آسانی ہمیشہ اور ہر حال میں ہوتی ہے۔

۳) مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رب ہی سے امید رکھے، صرف اسی کے فضل کا طالب ہو، اور صرف اسی سے امید وابستہ کرے۔

۴) مومن کی زندگی میں کبھی لہو ولعب اور فرصت نہیں ہوتی۔

پیر: مجلس حدیث

مسلمان کا لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے سے باز رہنا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کے اچھے اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن کا اس سے تعلق نہیں" (ترمذي:٢٣١٨)۔

شرح:

یہ حدیث نفس کی تادیب، تربیت اور اسے برائیوں، کمیوں، اور بے فائدہ اور بے کار چیزوں سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں ایک عظیم بنیاد ہے؛ انسان کے اسلام کی خوبیوں اور اس کے ایمان کی تکمیل میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس سے تعلق نہیں رکھتیں، خواہ وہ گفتگو کرنا ہو، نظر ڈالنا ہو، سننا ہو، پکڑنا ہو، چلنا ہو، سوچنا ہو، اور اس کے ظاہری و باطنی تمام معاملات ہوں۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) یہ حدیث مسلمان کے لیے اخلاقی کمال کی بنیاد ہے، اور اس کے گھر والوں اور ہم مرتبہ لوگوں کے درمیان اس کی زینت کا شعار ہے۔

۲) بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دینا انسان کے وقت کی حفاظت اور اس کے دین کی سلامتی کا سبب ہے۔

۳) اس حدیث میں وقت کو نفع بخش چیزوں میں استعمال کرنے کی ترغیب ہے؛ چونکہ کسی شخص کے اسلام کی خوبصورتی اگر یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس سے تعلق نہیں رکھتیں، تو اس کے اسلام کی خوبصورتی میں یہ بھی ہے کہ وہ ان کاموں میں مشغول ہو جو اس سے تعلق رکھتے ہیں۔

۴) مسلمانوں میں اسلام کے مختلف درجات ہوتے ہیں، اور کچھ اعمال کے ذریعے اس میں مزید خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

شرک کا مفہوم اور اس کے اقسام

شرک کے اقسام:

شرک کی دو قسمیں ہیں:

شرک اکبر جو دین سے نکال دیتا ہے، اور شرک اصغر جو دین سے نہیں نکالتا۔

*شرکِ اکبر کہتے ہیں: ان امور میں جو اللہ کے لئے خاص ہیں اللہ کے سوا کسی اور کو اس کے برابر ٹھہرانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قول کے بارے میں خبر دی: ﴿تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (اللہ کی قسم! ہم تو کھلی گمراہی میں تھے، جب ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے) [الشعراء: ۹۷-۹۸]۔

اور یہی قسم ہے جسے اللہ نہیں بخشے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (یقیناً اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے، یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا) [النساء: ۱۱۶]۔

اور اس کی سب سے نمایاں مثالوں میں سے ہے: اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کوئی عبادت کرنا، جیسے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے، یا اللہ کے سوا کسی اور کے لیے قربانی کرے، یا اللہ کے سوا کسی اور کے لیے نذر مانے، یا قبروں والوں، یا عبادت کی کسی قسم کے ذریعے جنات اور شیطانوں کا تقرب حاصل کرے۔

*شرکِ اصغر: ہر وہ چیز ہے جسے شریعت میں "شرک" کہا گیا ہو، مگر وہ شرکِ اکبر تک نہ پہنچ رہی ہو، اس میں ہر وہ وسیلہ اور ذریعہ شامل ہے جو شرک اکبر تک لے جاتی ہو، خواہ ان کا تعلق نیتوں سے ہو، یا اقوال وافعال سے، جیسے: ریاکاری، خود پسندی، اور بدشگونی۔

شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر کے درمیان فرق:

نصوصِ شرعیہ سے واضح ہوتا ہے کہ شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر کے درمیان چند فرق ہیں، جن میں سب سے اہم درج ذیل ہیں:

۱- شرکِ اکبر انسان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے، جبکہ شرکِ اصغر اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

۲- شرکِ اکبر کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا، جبکہ شرکِ اصغر کرنے والا ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

۳- شرکِ اکبر تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، جبکہ شرکِ اصغر سارے اعمال کو باطل نہیں کرتا، بلکہ صرف اسی عمل کو ضائع کرتا ہے جس عمل میں وہ پایا گیا ہو۔

۴- شرکِ اکبر کرنے والے سے مکمل طور پر نفرت کی جائے گی اور اس سے دوستی و محبت نہیں رکھی جائے گی، چاہے وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ جبکہ شرکِ اصغر کرنے والے سے اس کے شرک کے بقدر نفرت کی جائے گی، اور اتنی ہی محبت کی جائے گی۔

۵- شرکِ اصغر ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے، جبکہ شرکِ اکبر ایمان کو بالکل ختم کر دیتا ہے اور مکمل طور پر باطل کر دیتا ہے۔

بدھ: مجلس فقہ

باجماعت نماز

اس کی فضیلت:

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ پانچوں فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ مساجد میں ادا کرنا سب سے بڑی طاعتوں میں سے ہے، اور یہ اسلام کے عظیم شعائر میں سے ایک ہے، جس کے فضائل اور عظیم اجر و ثواب کے بیان میں بہت سی نصوص وارد ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

*اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ (ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی)۔[النور:٣٦-٣٧]۔

*اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾

(اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں)[التوبہ:١٨]۔

*نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز، اکیلے پڑھی جانے والی نماز سے ستائیس درجے زیادہ افضل ہے"(بخاری:٦٤٥، مسلم:٦٥٠)۔

*اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''آدمی کی جماعت کے ساتھ پڑھی گئی نماز، اس کی اپنے گھر یا بازار میں پڑھی گئی نماز پر پچیس گنا زیادہ (ثواب میں) بڑھادی جاتی ہے، اور یہ (فضیلت) اس لیے ہے کہ جب وہ وضو کرے، اور وضو کو خوب

اچھی طرح کرے، پھر مسجد کی طرف نکلے اور اس کا نکلنا صرف نماز کے لیے ہو، تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے، اس کے ذریعے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور ایک گناہ مٹادیا جاتا ہے، پھر جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے، تو فرشتے مسلسل اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جگہ پر رہتا ہے، (وہ کہتے ہیں:) اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما" (بخاری:٦٤٧، مسلم:٦٩٤)۔

باجماعت نماز کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے نمازِ باجماعت کو بہت سی حکمتوں اور مصالح کی خاطر مشروع فرمایا ہے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

*مسلمانوں کے درمیان رابطہ، اور باہمی محبت اور الفت، اور دشمنی، قطع تعلقی، اور کینے کا ازالہ۔

*مسلمانوں کی طاقت، ان کے باہم جڑاؤ، اور ان کی اجتماعیت کا اظہار؛ جس سے ان کے دشمن ان سے جلیں۔

*جب مسلمان اپنے بھائیوں کی چستی کو دیکھے گا تو وہ نیک عمل پر چاق وچوبند رہے گا۔

*تاکہ پڑوسی ایک دوسرے کے حالات جانیں؛ چنانچہ وہ مریض کی عیادت کریں، وفات پانے والے کو جنازے کے لیے لے جائیں، پریشان حال کی مدد کریں، اور جاہل کو علم سکھائیں۔

نماز باجماعت کا حکم:

مسجدوں میں پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مردوں پر واجب ہے، عورتوں اور بچوں پر واجب نہیں۔

اور اس کی دلیل ہے:

*اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ﴾ (اور جب تُو ان کے درمیان ہو اور ان کے لیے نماز قائم کرے، تو چاہیے کہ ان میں سے ایک جماعت

تیرے ساتھ کھڑی ہو)[النساء:۱۰۲]؛تواللہ نے مسلمانوں کو حالتِ خوف میں بھی جماعت چھوڑنے کی رخصت نہیں دی،تو حالتِ امن میں تو بدرجۂ اولیٰ واجب ہے۔

*رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:"منافقین پر سب سے بھاری نماز عشاء اور فجر کی نماز ہے،اور اگر وہ جان لیتے کہ ان دونوں میں کیا فضیلت ہے،تو وہ ضرور ان دونوں میں آتے،اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے۔اور میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کا حکم دوں،پھر ایک شخص کو لوگوں کی امامت کے لیے مقرر کروں،پھر اپنے ساتھ ایسے آدمیوں کو لے کر جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے ہوں،اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو جماعت کی نماز میں شریک نہیں ہوتے،اور اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں"(بخاری:۶۴۴،مسلم:۶۵۱)۔

*نابینا شخص سے نبی ﷺ نے فرمایا جس کے پاس کوئی راہنما نہ تھا جو اسے مسجد تک لائے:"کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟"اس نے کہا:ہاں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:"تو پھر حاضر ہو۔"(مسلم:۶۵۳)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ بنی قینقاع

غزوہ کی تاریخ:

یہ واقعہ ہجرت کے دوسرے سال ماہ شوال کے وسط میں بروز ہفتہ پیش آیا،اور یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے تقریباً ایک مہینے بعد کا واقعہ ہے۔

غزوہ کے اسباب:

یہ غزوہ مدینہ میں ایک یہودی قبیلے "بنو قینقاع" کے خلاف تھا؛ یہ لوگ تاجر اور زیورات بنانے والے تھے،اور ان کے محاصرے کا سبب یہ بنا: کہ مسلمانوں میں سے ایک عورت ایک یہودی سنار کے پاس گئی، تو بازار میں موجود یہودیوں نے اس کے ساتھ چال چلی تاکہ وہ اپنا چہرہ کھولے، لیکن اس نے انکار کر دیا، تو ان میں سے ایک یہودی نے اس کے کپڑے پیچھے سے باندھ دیے، یہاں تک کہ جب وہ اٹھی تو اس کی شرمگاہ کھل گئی،اس پر یہودی ہنسنے لگے، تو بازار میں موجود ایک مسلمان نے اس کا بدلہ لیا اور اس یہودی کو قتل کر دیا جس نے یہ حرکت کی تھی، تو یہودی اس پر غصہ ہوئے اور اس مسلمان کو قتل کر دیا۔(البدایہ والنہایہ: ۳۱۹/۵)۔

غزوہ کے واقعات:

جب نبی کریم ﷺ کو ان کے عہد توڑنے کا علم ہوا،اور ان کے دلوں میں بڑھتی ہوئی دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف عداوت کے اظہار کی خبر ملی؛ تو آپ ﷺ نے لشکر تیار کیا،اور مدینہ پر ابو لبابہ بشیر بن عبد المنذر کو مقرر فرمایا، پھر آپ ﷺ نے ان پر چڑھائی کی،اور ان کا دو ہفتے تک محاصرہ کیا،ان کی تعداد تقریباً سات سو تھی، یہاں تک کہ ذی القعدہ کے شروع میں مسلمانوں کے فیصلے پر انہوں نے ہتھیار ڈال دیا۔

غزوہ کے نتائج:

عبد اللہ بن اُبَیّ بن سلول نبی ﷺ کے پاس آیا،اور اس نے ان لوگوں کے بارے میں سفارش کی،اور ان کی معافی کے سلسلے میں نبی ﷺ پر اصرار کیا؛ کیونکہ وہ خزرج کے حلیف تھے،اور عبد اللہ بن ابی بن سلول خزرج کا سردار تھا، تو نبی ﷺ نے ان سے درگزر کر دیا، لیکن خوف ان کے دلوں میں سرایت کر گیا، تو ان میں سے بہت سے شام اور خیبر کی طرف نکل گئے۔(البدایہ والنہایہ: ۳۲۰/۵)۔

هفتہ: مجلس صحابہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

ابو ہریرہ عبد الرحمن بن صخر دوسی؛ وہ اپنے نام اور کنیت کے بارے میں کہتے ہیں: "میرا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبد الرحمن رکھا، اور میری کنیت ابو ہریرہ اس لئے پڑی کہ میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، تو میرے پاس ایک بلی کا بچہ تھا جس سے میں کھیلا کرتا تھا، تو لوگوں نے مجھے اسی کی نسبت سے کنیت دی۔" (سیر اعلام النبلاء: ۲/۵۸۷)۔

سیرت وفضائل:

آپ رضی اللہ عنہ سفید چہرے والے تھے، ان کی داڑھی سرخ تھی، نرم ملائم، آسان برتاو والے تھے، وہ ہجرت کے ساتویں سال کے آغاز میں، واقعۂ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے، انہوں نے اپنے قبیلے "دوس" کی سرزمین میں، طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا، پھر مدینہ ہجرت کر کے آئے۔

وہ کہتے ہیں": جب میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا، تو میں نے راستے میں کہا:

اے رات! کتنی طویل اور تھکانے والی ہے تُو.... لیکن تونے کفر کے گھرانے سے نجات دلادی

اور میرا ایک غلام راستے میں بھاگ گیا، جب میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو میں نے آپ سے بیعت کی، پھر جب میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، تو وہ غلام نمودار ہوا، تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ہریرہ! یہ تمہارا غلام ہے؟ میں نے کہا: یہ اللہ کے لیے آزاد ہے، اور میں نے اسے آزاد کر دیا۔" (بخاری ۲۵۳۱)۔

آپ رضی اللہ عنہ صفہ کے فقراء میں سے تھے، مسجد ہی میں رہنے والے، پریشانی اور فقر پر صبر کرنے والے تھے؛ آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میں نے خود کو اس حال میں بھی پایا ہے کہ میں نبی ﷺ کے منبر اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا، تو کوئی آنے والا آتا اور اپنا پاوں میری گردن پر رکھ دیتا، اور گمان کرتا کہ مجھے مرگی کی بیماری ہے، حالانکہ مجھے کوئی بیماری نہیں تھی، میں صرف بھوک سے دوچار ہوتا تھا"۔(بخاری: ۷۳۲۴)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو سب صحابہ سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے، اور آپ ﷺ سے سب سے زیادہ احادیث بیان کرنے والے، امام وفقیہ تھے، سنتے تو سمجھتے، اور کان دھرتے تو یاد رکھتے؛ امام بخاری نے ان کے بارے میں کہا: "ان سے تقریباً آٹھ سو اہلِ علم نے روایت کی ہے، اور وہ اپنے زمانے میں حدیث کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے"۔(تذکرہ الذہبی: ۱/۳۳)۔

مسلمان ان کی محبت، تعظیم، مقام ومرتبے پر متفق ہیں؛ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! اللہ نے کوئی مومن ایسا پیدا نہیں کیا جو میرے بارے میں سنے اور وہ مجھ سے محبت نہ کرے۔" ان سے پوچھا گیا: "آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟" تو کہا: "میری ماں مشرکہ تھی، میں اسے اسلام کی دعوت دیتا رہا، اور وہ انکار کرتی رہی، ایک دن میں نے دعوت دی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ ایسا کہا جو مجھے ناپسند تھا، تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس روتا ہوا آیا، اور انہیں معاملہ کی خبر دی، اور ان سے دعا کی درخواست کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے"، پھر میں دوڑتا ہوا انہیں خوشخبری دینے گیا، جب گھر آیا تو دروازہ بند پایا، اور پانی گرنے کی آواز سنی، میری ماں نے میری آہٹ سنی تو کہا: "جہاں ہو، وہیں ٹھہرو"، پھر دروازہ کھولا، انہوں نے قمیص پہن رکھی تھی اور جلدی کی وجہ سے دوپٹہ نہیں لیا تھا، پھر کہنے لگیں: "میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں"۔ وہ کہتے ہیں کہ میں خوشی سے روتا ہوا نبی ﷺ کے پاس واپس آیا، ویسے ہی جیسے غم میں رویا تھا، اور آپ کو خبر دی، اور عرض کیا: "اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اور میری ماں کو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں محبوب بنادے"، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! اپنے اس بندے (ابو ہریرہ) اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں محبوب بنا دے، اور مومنوں کو ان دونوں کے دل میں محبوب بنا دے۔" (مسلم: ۲۴۹۱)۔

وفات:

ان کا انتقال عقیق نامی جگہ میں سنہ ۵۹ھ کو ہوا، اس وقت ان کی عمر اٹھتر (۷۸) سال تھی، انہیں مدینہ لے جایا گیا، اور ان کی نماز جنازہ مدینہ کے امیر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے پڑھائی۔

	پچیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں [انصب] کا معنی کیا ہے؟			ج
	[ا] طلب رزق کی کوشش کرو	[ب] اللہ پر توکل کرو	[ج] عبادت میں محنت کرو	
مجلس حدیث	سوال: انسان کے اسلام کی خوبی میں سے ہے:			ب
	[ا] ان چیزوں کو چھوڑ دینا جن کا تعلق اس سے ہے	[ب] ان چیزوں کو چھوڑ دینا جن کا تعلق اس سے نہیں ہے	[ج] ان سبھی چیزوں کو چھوڑ دینا جن کا تعلق اس سے ہے اور جن کا تعلق اس سے نہیں ہے	
مجلس عقیدہ	سوال: شرک اکبر کرنے والا:			ب
	[ا] اس کے گناہ اور نیکیاں وزن کئے جائیں گے	[ب] اس کی بخشش ہرگز نہیں ہوگی	[ج] اللہ چاہے تو اسے معاف کردے اور چاہے تو سزا دے	
مجلس فقہ	سوال: مرد کا پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت پڑھنا:			ا
	[ا] واجب ہے	[ب] مستحب ہے	[ج] شرط ہے	
مجلس سیرت	سوال: غزوہ بنی قینقاع کس غزوہ کے بعد ہوئی؟			ا
	[ا] بدر	[ب] احد	[ج] خندق	
مجلس صحابہ	سوال: جاہلیت میں ابوہریرہ کا نام تھا:			ج
	[ا] عبدالکعبہ	[ب] عبدالعزی	[ج] عبد شمس	

چھبیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام

یوٹیوب

ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الشمس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (١) وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا (٢) وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا (٣) وَاللَّيْلِ إِذَا
يَغْشَاهَا (٤) وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا (٥) وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا (٦) وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (٧)
فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (٨) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (٩) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (١٠) كَذَّبَتْ
ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا (١١) إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا (١٢) فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا
(١٣) فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا (١٤) وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا
(١٥)﴾

[قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی (۱) قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے (۲) قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے (۳) قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے (۴) قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی (۵) قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی (۶) قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی (۷) پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی (۸) جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا (۹) اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا (۱۰) (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا (۱۱) جب ان میں کا بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا (۱۲) انہیں اللہ کے رسول نے فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو) (۱۳) ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں، پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا (۱۴) وہ نہیں ڈرتا اس کے تباہ کن انجام سے (۱۵)]۔

سورہ کا مضمون:

قرآن میں سب سے طویل قسم سے نفس کو عبادتوں کے ذریعہ پاک وصاف کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، اور جس نے اسے گناہوں سے آلودہ کیا، اس کے خسارے کو بیان کیا گیا ہے۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

تَلَاهَا: طلوع ہونے میں سورج کے پیچھے چلا

جَلَّاهَا: رات کی تاریکی کو چاک کیا اور اسے نمایاں کیا۔

يَغْشَاهَا: اپنی تاریکی سے زمین کو ڈھانپ دیتا ہے

طَحَاهَا: اسے بچھایا۔

سَوَّاهَا: اس کی خلقت کو مکمل کیا۔

فَأَلْهَمَهَا: اس کے لئے واضح کیا۔

فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا: خیر کا راستہ اور شر کا راستہ۔

زَكَّاهَا: طاعت کے ذریعے اسے پاک کیا اور ترقی دی۔

خَابَ: خسارے میں پڑ گیا۔

دَسَّاهَا: اپنے نفس کو گناہوں سے چھپایا اور گھٹایا۔

بِطَغْوَاهَا: اپنی سرکشی اور گناہوں میں حد سے گزرنے کے سبب۔

نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا: اللہ کی اونٹنی کو نقصان پہنچانے سے بچو اور اس کے پانی پر زیادتی نہ کرو۔

فَعَقَرُوهَا: اسے ذبح کر دیا۔

فَدَمْدَمَ: ان پر عذاب نازل کیا۔

فَسَوَّاهَا: ان سب کو عذاب سے دوچار کیا، کوئی نہ بچا۔

عُقْبَاهَا: ان پر نازل ہونے والی چیز کا انجام۔

اجمالی معنی:

یہ سورہ مکی سورتوں میں سے ہے، اللہ تعالی نے اس کے آغاز میں اپنی عظیم مخلوقات کی قسم کھائی ہے، جو اُس کی کامل قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں، اس بات پر کہ کامیاب وہی ہے جس نے اپنے نفس کو ایمان اور طاعت کے ذریعے پاک وصاف کیا، اور خسارے میں وہ ہے جس نے اسے کفر اور معصیت سے ضائع کر دیا۔

پھر اللہ نے ثمود اور ان پر جو کچھ گزرا اس کی مثال بیان کی، تاکہ ہر جھٹلانے والے ضدی شخص کے لیے عبرت ہو، جب انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا، اور اونٹنی کو مار ڈالا، تو اللہ نے ان سب کو ہلاک کر دیا، اور اللہ ان کی ہلاکت کے انجام سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اس چیز سے جو اس نے ان پر نازل کی؛ کیونکہ وہ جو چاہے کرتا ہے، اس سے سوال نہیں کیا جاتا، اور اس نے ان پر وہی نازل کیا جس کے وہ مستحق تھے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) بری نیتوں، برے اعمال اور اخلاق سے نفس کو پاک وصاف کرنے کی اہمیت۔

۲) بے شک اللہ تعالیٰ نے انسانی نفس کو اس طرح پیدا فرمایا کہ وہ خیر وشر دونوں کے لیے آمادہ ہوتی ہے، اسے دونوں راستوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کی قدرت حاصل ہے۔

۳) گناہ دنیاوی عذاب کا سبب بنتے ہیں۔

۴) جو لوگ گناہ میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں، وہ سب گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔

پیر: مجلس حدیث

زیادہ سوال کرنے، زیادہ بولنے اور مال ضائع کرنے کی کراہت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تمہارے لیے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے؛ وہ تمہارے لیے پسند فرماتا ہے: کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور یہ کہ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔ اور وہ تمہارے لیے قیل و قال کرنے، زیادہ سوال کرنے اور مال کو ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہے“ (مسلم: ۱۷۱۵)۔

شرح:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ رضا کا اثبات ہے، اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا بھی اثبات ہے، اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر ہے؛ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے کرم کے باعث انہیں ان چیزوں کا حکم دیتا ہے اور ان چیزوں کو ان کے لیے پسند فرماتا ہے جن میں ان کی دنیا وآخرت کی بھلائی اور سعادت ہے؛ جیسے کہ اس کی عبادت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اور دین کو اسی کے لیے خالص کرنا؛ اور یہ کہ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، رسی سے مراد اُس کا دین ہے، جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان رابطہ ہے؛ انہیں چاہئے کہ وہ سب اجتماعی طور پر اس دین پر قائم ہو جائیں، اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کریں۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اُن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جو اُنہیں نقصان پہنچاتی ہیں اور جن میں اُن کی دنیا و آخرت کی بدبختی ہے۔ ان ہی چیزوں میں سے ہے: "قیل و قال کی کثرت"؛ کیونکہ یہ جھوٹ کے اسباب میں سے ہے، اور فتنوں کے پیدا ہونے اور دلوں کے باہمی نفرت کا اور نفع مند کاموں سے ہٹ کر نقصان دہ باتوں میں مشغول ہونے کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے "کثرتِ سوال" کو بھی ناپسند کرتا ہے؛ جیسے بغیر ضرورت اور حاجت کے مال یا دنیا کا سوال کرنا، یا علم کا ایسا سوال کرنا جس میں ضد یا ہٹ دھرمی ہو۔ اور اللہ اپنے بندوں کے لیے "مال کو ضائع کرنے" کو بھی ناپسند کرتا ہے؛ خواہ وہ اس کو محفوظ نہ رکھے یہاں تک کہ چوری یا ضائع ہونے کے خطرے میں پڑ جائے، یا اسے نقصان دہ یا غیر مفید چیزوں میں خرچ کرے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱)اللہ تعالیٰ کے لئے صفت رضا کا اثبات، جو اس کی عظمت و جلال کے شایانِ شان ہو۔

۲)اللہ تعالیٰ کی توحید سے محبت، وہ توحید جو جن وانس کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔

۳)شرک سے بچنے کا وجوب، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

۴)دین کو مضبوطی سے تھامنے، اللہ کے بندوں کے اس پر متفق ہونے، اور نیکی و تقویٰ پر تعاون کرنے کی اہمیت۔

۵)ایسے کلام سے زبان کو محفوظ رکھنا جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

۶)مال کی حفاظت کی کوشش اور اسے نفع بخش کاموں میں خرچ کرنے کی اہمیت۔

منگل: مجلس عقیدہ

شرک اصغر کی کچھ شکلیں

شرکِ اصغر کی کئی شکلیں ہیں، جن کا بیان قرآن وسنت میں آیا ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. (ریاکاری): اور وہ ہے: عبادت کو ظاہر کرنا کہ لوگ دیکھیں، تاکہ اس پر اس کی تعریف کریں۔ ایسا کرنا نیتوں اور مقاصد میں شرک ہے، اور کامل توحید کے منافی ہے، اور جس عمل میں یہ شامل ہو، اسے باطل کر دیتا ہے۔ ریاکاری کا خطرہ امت پر مسیح دجال کے خطرے سے بھی زیادہ شدید ہے؛ کیونکہ وہ انتہائی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر بہت بُرا ہے؛ نبی ﷺ نے فرمایا: "جن چیزوں سے مجھے تمہارے لیے سب سے زیادہ اندیشہ ہے ان میں سب سے بڑا شرکِ اصغر ہے۔" صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریاکاری۔ (احمد: ۲۳۶۸۰، طبرانی: ۴۳۰۱)۔

۲. (اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا): اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی، تو بے شک اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔" (ترمذی: ۱۵۳۵، ابوداود: ۳۲۵۱)۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تمہیں روکتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ۔" (بخاری: ۶۶۴۷، مسلم: ۱۶۴۶)۔

۳. (آدمی کا یہ کہنا: "اگر اللہ اور تم نہ ہوتے"، یا: "جو اللہ نے چاہا اور تم نے چاہا"، یا: "میرے لیے اللہ اور تمہارے سوا کوئی نہیں"، یا: "یہ اللہ اور تمہاری برکتوں سے ہے")، درست طریقہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے: "اگر اللہ پھر تم نہ ہوتے"، یا: "جو اللہ نے چاہا، پھر تم نے چاہا"، اور اس جیسی دوسری عبارتیں، یعنی بندے کی مشیت کو اللہ کی مشیت کے تابع بنایا جائے؛ کیونکہ عربی زبان میں "واو" (اور) برابر اور شریک ہونے کا مفہوم دیتی ہے، جبکہ "ثم" ترتیب اور تاخیر کا مفہوم دیتی ہے؛ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرۃ: ۲۲) کے بارے میں فرمایا: "انداد سے مراد شرک اصغر ہے، جو رات کی تاریکی میں کالے پتھر پر چیونٹی کے قدموں سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے، اور یہ اس طرح ہے کہ آدمی کہے: "اللہ کی قسم! اور تیری زندگی کی قسم، اے فلاں!" اور کہے: "میری زندگی کی قسم!" یا کہے: "اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو چور آ جاتے"، یا: "اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو چور آ جاتے"، اور ایک آدمی اپنے ساتھی سے کہے: "جو اللہ نے چاہا اور تم نے چاہا" اور کہے: "اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا"۔ (ابن ابی حاتم: ۲۳۰)۔

۴.(کڑا، دھاگہ یا تعویذ پہننا)اس نیت سے کہ وہ مصیبت کو دور کرے یاٹال دے، یا نظرِ بد یا جن سے بچانے کے لیے، تو یہ شرکِ اصغر ہے؛ کیونکہ اس نے ایسی چیز کو سبب بنادیا جو نہ شرعی سبب ہے اور نہ قدری سبب۔اور یہ شریعت اور تقدیر دونوں پر بہتان ہے،اور ایسا کرنے والا اس سے محفوظ نہیں رہتا کہ اس کا دل ان چیزوں کے ساتھ رغبت یا خوف کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔

۵.(انسان کا ایسے عمل سے دنیا کا فائدہ چاہنا جس عمل سے صرف اللہ کی رضا مطلوب ہونا چاہیے)تو یہ شرکِ اصغر ہے،اور یہ اُس عمل کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے جس میں یہ ہو؛ جیسے کوئی مال کی خاطر حج کرے،اذان دے، یا لوگوں کی امامت کرے، یا دینی علم اس لیے حاصل کرے کہ لوگ اس کا چرچا کریں اور شہرت حاصل ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہلاک ہو جائے دینار کا بندہ، ہلاک ہو جائے درہم کا بندہ، ہلاک ہو جائے خوبصورت کپڑے کا بندہ، ہلاک ہو جائے نرم چادر کا بندہ؛ کہ اگر اسے دیا جائے تو راضی ہو،اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے!"(بخاری:۲۸۸۷)۔

بدھ: مجلس فقہ

امامت اور جماعت کے احکام

امامت اور جماعت کے متعدد احکام ہیں، جنہیں مسلمان کے لیے جاننا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے، اور ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. امام کے قریب "اہلِ عقل و خرد" کے کھڑے ہونے کا استحباب۔ اور وہ ہیں: فضل، عقل، بردباری اور متانت والے لوگ، تو وہ امام کے پیچھے اور اس کے قریب کھڑے ہوں؛ اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے میرے قریب وہ کھڑے ہوں جو اہلِ عقل و خرد ہوں، پھر وہ جو عقل و خرد میں ان کے قریب ہوں، پھر وہ جو ان کے قریب ہوں۔" (مسلم: ۴۳۲)۔ اور حکمت یہ ہے: کہ اگر امام کو قراءت میں مدد کی ضرورت ہو تو وہ اس کی اصلاح کریں، اور اگر اسے کوئی عارضہ پیش آئے تو انہی میں سے کوئی امام کی نیابت کرے۔

۲. نفل نماز فرض نماز کی اقامت کے بعد درست نہیں، جب مؤذن نماز کی اقامت شروع کرے، تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ نفل نماز شروع کرے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب نماز کی اقامت ہو جائے، تو فرض کے سوا کوئی نماز (جائز) نہیں۔" (مسلم: ۷۱۰)۔ البتہ اگر فرض نماز کی اقامت اس وقت ہو جب کوئی نفل نماز شروع کر چکا ہو، تو وہ اسے مختصر طور پر مکمل کرے، اور اگر وہ چاہے تو توڑ دے۔

۳. صف کے پیچھے آدمی کی اکیلے نماز درست نہیں ہوتی؛ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "صف کے پیچھے اکیلے کی نماز درست نہیں" (احمد: ۴/۲۳، ابن ماجہ: ۱۰۰۳)۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ نماز دوبارہ پڑھے (احمد: ۴/۲۲۸، ابوداود: ۶۸۲)۔ البتہ اگر صف مکمل ہو اور اس کے لیے صف میں داخل ہونا ممکن نہ ہو، تو اکیلا نماز پڑھنا درست ہے؛ کیونکہ بے بسی کی وجہ سے واجب ساقط ہو جاتا ہے۔

۴. اگر امام اپنی نماز میں بھول جائے تو مرد "سبحان اللہ" کہیں، اور عورتیں تالی بجائیں؛ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تسبیح مردوں کے لیے ہے، اور تالی بجانا عورتوں کے لیے۔" (بخاری: ۱۳۰۲، مسلم: ۴۲۲)۔

۵. اگرامام زائد رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، تو پیچھے والے اس کی پیروی نہ کریں، بلکہ وہ سبحان اللہ کہیں اور بیٹھ کر اس کا انتظار کریں، اور جو شخص جان بوجھ کر (زائد رکعت میں) امام کے ساتھ کھڑا ہو، تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

٦. اگرامام قراءت میں غلطی کرے، تو قریب ترین حافظ (نمازی) اسے لقمہ دے، اور کئی آوازوں سے امام کو تشویش میں مبتلا کرنا مناسب نہیں۔

۷. سنت یہ ہے کہ مسبوق (جو نماز میں تاخیر سے شامل ہوا ہو) امام کے ساتھ اسی حالت میں شامل ہو جائے جس حال میں امام ہو، چاہے قیام کی حالت ہو، یا رکوع، یا سجدہ، یا اس کے علاوہ۔

۸. اگر مسبوق اس حالت میں داخل ہو کہ امام رکوع میں ہو، تو وہ قیام کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہے، پھر دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے؛ کیونکہ تکبیرِ تحریمہ کا قیام کی حالت میں ادا کرنا ضروری ہے، اور رکوع کی تکبیر اس کے بعد سنت ہے، اور اگر وہ صرف تکبیرِ تحریمہ پر اکتفا کرے تو یہی رکوع کی تکبیر کے لیے بھی کافی ہو جائے گی۔

۹. جب امام دوسرے سلام سے فارغ ہو جائے، تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی نماز کا فوت شدہ حصہ مکمل کرے۔ بعض لوگ ایک غلطی یہ کرتے ہیں کہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے دوران ہی کھڑے ہو جاتے ہیں، جو کہ جائز نہیں ہے۔

۱۰. اگر کچھ لوگ مقرر امام کے ساتھ جماعت میں حاضر ہونے سے پیچھے رہ جائیں، اور ان کی نماز فوت ہو جائے، تو ان کے لیے جائز ہے کہ اسی مسجد میں دوسری جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں؛ اس لیے کہ نبی ﷺ کا عمومی فرمان ہے: "ایک شخص کی نماز دوسرے شخص کے ساتھ (یعنی جماعت میں) اس کی اکیلے نماز سے زیادہ پاکیزہ ہے۔" (ابو داود: ۵۵۴، نسائی: ۲/۱۰۴)۔

۱۱. اگر جماعت سے پیچھے رہ جانے والا ایک ہو تو مستحب ہے کہ جو نماز پڑھ چکا ہو اس کے ساتھ نفل کی نیت سے نماز پڑھے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں فرمایا جو جماعت کے ختم ہونے کے بعد مسجد میں آیا: "کون ہے جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے؟" تو ایک شخص اٹھا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ترمذی: ۲۲۰، احمد: ۵/۳)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ احد

تاریخ وقوع:

یہ (غزوہ) ہجرت کے تیسرے سال، سات شوال کو واقع ہوئی۔

اسباب:

قریش غزوۂ بدر میں شکست اور اپنے بزرگوں کے قتل پر غصے سے آگ بگولہ تھے، چنانچہ انہوں نے قبائل کے درمیان اپنی حیثیت بحال کرنے اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے بدلہ لینے کا عزم کیا۔

واقعات:

ابوسفیان نے قریش کو جمع کرنا شروع کیا اور انہیں مسلمانوں سے جنگ پر اُبھارا، اس نے تقریباً تین ہزار آدمیوں کو جمع کیا، جن کے ساتھ دو سو گھوڑے، سات سو زرہیں، اور تین ہزار اونٹ تھے، اور وہ اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لائے، تاکہ کوئی پیٹھ پھیر کر نہ بھاگے، یہ لشکر مدینہ کی طرف بڑھا، اور اُحد کے قریب آکر اس نے پڑاو ڈال دیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی خبر ملی تو آپ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا: کیا مسلمانوں کو لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے باہر نکلیں، یا مدینہ میں ہی ٹھہریں؟ تو ان لوگوں میں سے ایک جماعت نے، جو غزوۂ بدر سے محروم رہ گئے تھے، جنگ کے لیے باہر نکلنے کا مشورہ دیا، جبکہ دوسروں نے رائے دی کہ مدینہ میں قلعہ بند ہو کر قتال کیا جائے۔ پہلی جماعت نے اپنی رائے پر اصرار کیا، تو آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے، زرہ پہنی، اور جب ان کے پاس واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا، اور کہنے لگے: اگر آپ پسند فرمائیں تو مدینہ ہی میں ٹھہر جائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب وہ اپنی زرہ پہن لے تو اُسے اتارے جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں قتال نہ کرے۔" (بخاری تعلیقا: ۷۳۶۹)۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر ابن اُمِّ مکتوم کو مقرر فرمایا، اور ہزار مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوئے، جن کے ساتھ سو زرہیں اور پچاس گھڑسوار تھے، اور وہ تین لشکروں میں تقسیم تھے: مہاجرین کا لشکر، اور اس کا علم مصعب بن عمیر

کے پاس تھا؛اوس کا لشکر،اوراس کا علم اسید بن حضیر کے پاس تھا؛ خزرج کا لشکر،اوراس کا علم حباب بن المنذر کے پاس تھا۔

راستے میں منافق عبد اللہ بن اُبَي اپنے تقریباً تین سو ساتھیوں سمیت واپس لوٹ گیا،اس حجت کے ساتھ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی رائے کو ترک کر دیا ہے! رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ موجود صحابہ کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ وادی اُحد میں اُترے،اور اپنی پشت پہاڑ کی طرف کی،اور تیر اندازوں کو کھڑا کیا، جن کی تعداد پچاس تھی،اوران کے قائد عبداللہ بن جبیر تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "اگر تم ہمیں دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک کر لے جارہے ہیں، تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، یہاں تک کہ میں تمہارے پاس خبر بھیجوں،اور اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم دشمن پر غالب آ گئے ہیں اور ہم انہیں روند رہے ہیں، تب بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا، جب تک کہ میں تمہیں پیغام نہ بھیجوں۔" (بخاری:۲۰۳۹)۔

جنگ شروع ہوئی،اور صبح کے وقت میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، تو تیر اندازوں نے کہا: "اے لوگو! (چلو) مالِ غنیمت کی طرف، تمہارے ساتھی غالب آ چکے ہیں، تو پھر تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟! تو عبداللہ بن جبیر نے کہا: "کیا تم بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟" انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! ہم ضرور لوگوں کے پاس جائیں گے،اور ہم ضرور غنیمت میں حصہ حاصل کریں گے!"، پس وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے، تو مشرکین کے سواروں نے اس خلا کو دیکھ لیا،اور وہ اس میں داخل ہوئے اور اسے عبور کر گئے، تو اللہ نے جس مصیبت کا ارادہ فرمایا وہ مسلمانوں پر آپڑی۔

نتائج:

تقریباً ستر مؤمنین شہید ہوئے، جن میں حمزہ، عبداللہ بن جحش،اور مصعب بن عمیر شامل تھے۔ اور مشرکین رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے، تو دس مسلمان آپ کی حفاظت کے آڑے آئے،اور وہ بھی قتل کر دیے گئے۔ پھر طلحہ نے مشرکین سے سخت مزاحمت کی یہاں تک کہ مشرکوں کو نبی ﷺ سے دور کر دیا۔ اور سعد بن ابی وقاص نے اس دن بہترین تیر اندازی کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تُم تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں!" (بخاری: ۴۰۵۷، مسلم: ۲۴۱۲)۔ نبی کریم ﷺ کے چہرے مبارک پر زخم آیا،اور آپ ﷺ کا نچلا رباعی دانت پتھر سے ٹوٹ گیا،اور سر پر خود پاش پاش ہو گئی۔ اور مشرکوں نے آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کی یہاں تک کہ آپ ﷺ گر

گئے، اور زرہ کی دو کڑیاں آپ کے چہرے میں پیوست ہو گئیں، تو ابو عبیدہ نے انہیں نکالا (سیر اعلام النبلاء: ۸/۱)۔ اور مالک بن سنان نے زخم سے خون چوسا (تاریخ الاسلام: ۱۹۳/۲)۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک چٹان پر چڑھنا چاہا، تو نہ چڑھ سکے، پھر طلحہ نیچے بیٹھے، اور نبی ﷺ ان پر چڑھ کر اوپر گئے (تاریخ الاسلام: ۱۹۳/۲)۔ جب نماز کا وقت آیا، تو آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی (البدایہ والنہایہ: ۴۱۵/۵)۔ اور مسلمانوں میں آپ ﷺ کی شہادت کی خبر پھیل گئی، یہاں تک کہ آپ ﷺ سامنے آئے، تو سب سے پہلے کعب بن مالک نے آپ ﷺ کو زرہ کے نیچے سے پہچانا، تو اُنہوں نے بلند آواز سے پکارا: "اے مسلمانوں کی جماعت! خوش ہو جاؤ! یہ رسول اللہ ﷺ ہیں!" تو نبی ﷺ نے اُن کو اشارہ فرمایا: خاموش رہو (البدایہ والنہایہ: ۴۱۱/۵)۔ پھر مسلمان آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ تب ابی بن خلف ایک گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ لیا، اور اسے گلے میں مارا، تو وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بھاگا، اور مکہ واپسی کے سفر میں ہی مر گیا (حاکم: ۳۲۶۳)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

اسامہ بن زید

نام اور ولادت:

جلیل القدر صحابی اسامہ بن زید بن حارثہ بن شَراحیل، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور محبوب، اور کنیت ابو محمد ہے۔ مکہ میں ہجرت سے سات سال قبل پیدا ہوئے۔

سیرت اور فضائل:

اسامہ رضی اللہ عنہ معزز مسلم والدین کے فرزند تھے، جو کہ اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے پہلے لوگوں میں شامل تھے، اور وہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ وفادار اور قریبی بن گئے۔ ان کے والدین کا نام: زید بن حارثہ، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام، اور اُمّ ایمن، رسول اللہ ﷺ کی رضاعی ماں۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ نبی ﷺ نے ان کی پرورش بچپن سے ہی فرمائی، بلکہ آپ ﷺ انہیں بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے؛ حتی کہ نبی کریم ﷺ انہیں اور حضرت حسن کو اٹھاتے اور فرماتے: "اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔" (بخاری: ۳۷۴۷)۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کو، کم عمری کے باوجود، بہادری اور دانائی کی خصوصیت حاصل تھی؛ چنانچہ نبی ﷺ نے انہیں ۱۸ سال کی عمر میں شام کی طرف جانے والے لشکر کا امیر مقرر فرمایا، جس میں مہاجرین وانصار کے بڑے بڑے بزرگ شامل تھے، جن میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اس لشکر کے روانہ ہونے سے قبل وفات پاگئے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ فرمایا (بخاری: ۳۷۳۰)۔

وفات:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں، ہجرت کے ۵۴ ویں سال ہوئی، اور بقیع میں دفن کئے گئے۔

چھبیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: سورہ شمس میں تاکید ہے....پر؟		ج
	[ا] جہاد کی فضیلت وثواب	[ب]صدقہ اور انفاق کی فضیلت	[ج] طاعتوں کے ذریعے نفس کے تزکیہ کی اہمیت
مجلس حدیث	سوال: اللہ نے اپنے بندوں کے لئے مال ضائع کرنے کو ناپسند کیا، اوراس کا معنی ہے:		ا
	[ا] نقصان دہ یا غیر نفع بخش چیز میں اسے خرچ کرنا	[ب] گھرانہ اور رشتہ داروں کے علاوہ دوسروں پر خرچ کرنا	[ج] والدین اور اولاد کے علاوہ دوسروں پر خرچ کرنا
مجلس عقیدہ	سوال: غیر اللہ کی قسم کھانا:		ب
	[ا]شرک اکبر ہے	[ب]شرک اصغر ہے	[ج]صغیرہ گناہ ہے
مجلس فقہ	سوال: مستحب ہے کہ امام کے بالکل پیچھے نماز پڑھیں:		ج
	[ا]کم عمرلوگ	[ب]مسجد کے پڑوسی	[ج]عقل وشعور والے
مجلس سیرت	سوال: مسلمانوں پر غزوہ احد میں مصیبت آنے کا سبب بنا:		ب
	[ا]ابن سلول کا لوٹنا	[ب] تیر اندازوں کا رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنا	[ج]ابوسفیان کا تجربہ
مجلس صحابہ	سوال: اسامہ بن زید اس سے معروف تھے:		ا
	[ا] رسول ﷺ کے محبوب	[ب] رسول ﷺ کے پہرہ دار	[ج] فرشتوں نے جنہیں سایہ دیا

ستائیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

Telegram | YouTube | SOUNDCLOUD

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ اللیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى (١) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى (٢) وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى (٣) إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى (٤) فَأَمَّا
مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى (٥) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى (٦) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى (٧) وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى (٨)
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى (٩) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى (١٠) وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى (١١) إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى
(١٢) وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَى (١٣) فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى (١٤) لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى (١٥) الَّذِي كَذَّبَ
وَتَوَلَّى (١٦) وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى (١٧) الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (١٨) وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى
(١٩) إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى (٢٠) وَلَسَوْفَ يَرْضَى (٢١)﴾

[قسم ہے اس رات کی جب چھا جائے (۱) اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو (۲) اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر ومادہ کو پیدا کیا (۳) یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے (۴) جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) (۵) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا (۶) تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے (۷) لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی (۸) اور نیک بات کی تکذیب کی (۹) تو ہم بھی اس کی تنگی ومشکل کے سامان میسر کر دیں گے (۱۰) اس کا مال اسے (اوندھا) گرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا (۱۱) بیشک راہ دکھا دینا ہمارے ذمہ ہے (۱۲) اور ہمارے ہی ہاتھ آخرت اور دنیا ہے (۱۳) میں نے تو تمہیں شعلے مارتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ہے (۱۴) اور (اس کی پیروی سے) منہ پھیر لیا (۱۶) اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہوگا (۱۷) جو پاکی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے (۱۸) کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو (۱۹) بلکہ صرف اپنے پروردگار بزرگ وبلند کی رضا چاہنے کے لئے (۲۰) یقیناً وہ (اللہ بھی) عنقریب رضامند ہو جائے گا (۲۱)]

سورہ کا مضمون:

اللہ پر ایمان لانے، اور اس کی راہ میں خرچ کرنے میں مخلوقات کے احوال اور ہر فریق کے انجام کا بیان۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

يَغْشَى: اپنے اندھیروں سے زمین کو ڈھانپ لیتی ہے۔

تَجَلَّى: اپنی روشنی سے ظاہر ہو گیا۔

لَشَتَّى: مختلف۔

أَعْطَى: صدقہ دیتے ہوئے اپنا مال خرچ کیا۔

بِالْحُسْنَىٰ: اپنے اعمال پر اجر و ثواب۔

لِلْيُسْرَىٰ: ہر بھلائی و سعادت۔

لِلْعُسْرَىٰ: ہر مشکل اور شقاوت۔

وَمَا يُغْنِي: اسے فائدہ نہیں دے گا۔

تَرَدَّىٰ: جہنم میں جائے گا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ: ہماری طرف سے فضل اور رحمت کے طور پر ہمارے ذمے ہے کہ ہم ہدایت کا راستہ واضح کریں۔

تَلَظَّىٰ: دہکتی ہوئی۔

لَا يَصْلَاهَا: اس میں داخل نہیں ہوگا، اس کی گرمی نہیں جھیلے گا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا: اس سے دور رہے گا۔

تُجْزَىٰ: بدلے میں؛ کیونکہ اس کا خرچ کرنا اپنے محسن کا بدلہ چکانا نہیں ہے۔

اجمالی معنی:

سورہ اللیل مکی سورتوں میں سے ہے، اللہ تعالی نے اس میں لگاتار تین قسمیں اس بات پر کھائیں کہ لوگوں کے اعمال مختلف ہیں؛ ان میں سے کچھ ہدایت والے ہیں، اور کچھ گمراہی والے۔ پس جو شخص اپنا مال خرچ کرے، اور اپنے رب سے ڈرے، اور آخرت میں اپنے عمل پر اچھے انجام کی تصدیق کرے، تو اللہ اس کے لئے سعادت کے راستے کو آسان بنا دیتا ہے۔ اور جو بخل کرے، اور بے نیازی ظاہر کرے، اور آخرت میں اپنے عمل کے اچھے انجام کو جھٹلائے، تو اللہ اس کے لیے شقاوت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے۔ اور جب وہ عذاب میں جا پڑے گا تو جس میں اس نے بخل کیا تھا وہ اسے نفع نہیں دے گا۔ پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ: اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہدایت کے راستہ کو واضح کرنے کی ذمہ داری لی ہے، اور یہ کہ آخرت اور دنیا، دونوں کا معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ ان دونوں میں جیسا چاہے تصرف

کرتا ہے۔ پھر اللہ نے بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرایا، جو اس لئے تیار کی گئی ہے کہ بد بخت لوگ اس میں داخل ہوں، اور پرہیز گار لوگ اس سے بچا لیے جائیں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) بدلہ عمل ہی کی جنس سے ہوتا ہے؛ پس جس نے دنیا میں اچھا عمل کیا، اسے آخرت میں بہترین بدلہ دیا جائے گا۔

۲) اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ ہدایت اسی کو عطا فرماتا ہے جو اس کا خواہش مند ہو، اسے تلاش کرے، اور اس کے لیے کوشش کرے۔

۳) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اس کے زیادہ ہونے اور پاکیزہ ہونے کا سبب ہے، اور آخرت میں بڑے اجر کے حصول کا ذریعہ ہے۔

۴) عمل صالح کے ذریعہ نفس کے تزکیہ اور اس کی طہارت کی ترغیب دی گئی ہے۔

پیر: مجلس حدیث

اللہ سے دنیااور آخرت کی بھلائی کا سوال کرنا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دعافرمایا کرتے تھے: "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں: ہدایت، پرہیز گاری، پاکدامنی، اور بے نیازی کا۔" (مسلم: ۲۷۲۱)۔

شرح:

نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنی سنت میں بہت سی دعائیں سکھائیں، جو بھلائی اور برکتوں کو لاتی ہیں، اور برائیوں اور مصیبتوں سے بچاتی ہیں؛ ان میں سے ایک یہ دعا بھی ہے، جو کہ سب سے جامع اور سب سے زیادہ نفع بخش دعاؤں میں سے ہے؛ کیونکہ اس میں دین ودنیا دونوں کی بھلائیوں کا سوال شامل ہے؛ پس (ہدایت) سے مراد ہے: نفع بخش علم؛ اور (پرہیز گاری) سے مراد ہے: نیک عمل؛ اور انہی دو چیزوں سے دین درست ہوتا ہے۔ اور (پاکدامنی) سے مراد ہے: مخلوق کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے لا تعلق رہنا؛ اور (بے نیازی) سے مراد ہے: اللہ پر کفایت اور اس کے رزق پر قناعت؛ اور انہی دو چیزوں سے دنیا درست ہوتی ہے۔

پس جسے ہدایت، پرہیز گاری، پاکدامنی اور بے نیازی نصیب ہوگئی؛ تو اسے پاکیزہ زندگی حاصل ہوگئی، وہ سعادت دارین سے ہمکنار ہو گیا، اسے ہر مطلوب چیز حاصل ہوگئی، اور وہ ہر ناپسندیدہ چیز سے بچ گیا۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ نبوی دعاؤں کا اہتمام کرے؛ کیونکہ یہ الفاظ میں مختصر، معانی میں وسیع، اور بہت سی بھلائیوں کو سموئے ہوتی ہیں۔

۲) نفع بخش علم اور نیک عمل کا حصول اللہ کی طرف سے بندے پر سب سے عظیم نعمتوں میں سے ہے۔

۳) نفع، نقصان اور ہدایت کا مالک صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے، نہ کوئی مقرب فرشتہ، نہ کوئی رسول، اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی اور۔

منگل: مجلس عقیدہ

بطلان شرک کے دلائل اور براہین

بطلان شرک اور مشرکین کی مذمت پر مختلف قطعی دلائل اور واضح براہین بکثرت موجود ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل: عالم علوی اور سفلی کی مضبوطی، اور آغازِ تخلیق سے ہی اس کا منظم اور مربوط ہونا، انتہائی دقت اور کمال کے ساتھ ایک دوسرے سے جُڑا ہونا، اور تمام مخلوق کے فائدے کے لیے اسے مسخر کرنا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا تدبیر کرنے والا ایک ہی ہے، اس کا رب ایک ہی ہے، اور اس کا معبود بھی ایک ہی ہے، نہ اس کے سوا کوئی حقیقی معبود ہے، اور نہ ہی کوئی خالق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ما تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَاوُتٍ﴾ (تو رحمن کی تخلیق میں کوئی بے ربطی نہیں دیکھے گا) [الملک: ۳]۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ (٦٠) أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٦١)﴾

(بھلا بتاؤ تو؟ کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگادیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہر گزنہ اگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں (سیدھی راہ سے) (۶۰) کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کردیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنادی، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ کچھ جانتے ہی نہیں (۶۱)) [النمل: ۶۰–۶۱]۔

دوسری دلیل: جس چیز کی بھی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، وہ ہر پہلو سے کمزور، عاجز اور بے بس ہے۔ وہ نہ اپنے لیے اور نہ کسی اور کے لیے کسی قسم کے نفع یا نقصان، زندگی یا موت، یا کسی کو کچھ دینے یا کسی کو محروم کرنے کا اختیار رکھتی ہے، اور نہ ہی وہ سچے معبود کی کسی صفت سے متصف ہے؛ تو جس کی یہ حالت ہو، اس کی عبادت کیسے کی جا سکتی ہے؟! اور جس کی صفات یہ ہوں، اس سے کیسے امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہے یا اس سے خوف کیسے رکھا جاسکتا ہے؟! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ (١٩١) وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ

نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ (١٩٢) وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ (١٩٣) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (١٩٤) أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ (١٩٥) إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (١٩٦) وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ (١٩٧) وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (١٩٨)﴾

(کیاایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہ کر سکیں اور وہ خود ہی پیدا کئے گئے ہوں (۱۹۱) اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود بھی مدد نہیں کر سکتے (۱۹۲) اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں، تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو (۱۹۳) واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہئے کہ تمہاری پکار سن لیں، اگر تم سچے ہو (۱۹۴) کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، آپ کہہ دیجئے! تم اپنے سب شرکا کو بلالو، پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو (۱۹۵) یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے (۱۹۶) اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں (۱۹۷) اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے (۱۹۸)) [الاعراف: آیات ۱۹۱—۱۹۸]۔

تیسری دلیل: یقیناً یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ جن کی مشرکین عبادت کرتے ہیں جیسے کہ انبیاء، نیک لوگ، یا فرشتے، تو وہ خود ان سے بے رغبت ہیں، اور نیک اعمال کر کے اور اپنے رب کے قریب ہونے میں ایک دوسرے سے سبقت کر کے اللہ سے اپنی محتاجی ظاہر کرتے ہیں، وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں؛ تو جس کی یہ حالت ہو، اس کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ (جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں، (بات بھی یہی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے) [الاسراء: ۵۷]۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان میں دعا قبول نہ کرنے کے تمام اسباب موجود ہیں؛ کیونکہ: وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرّے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں، نہ خود مختار طور پر، اور نہ کسی شراکت کے ساتھ۔ ان معبودوں میں سے کوئی بھی اللہ کا مددگار یا معاون نہیں جو اس کی بادشاہی اور تدبیر میں اس کی مدد کرے، اور اللہ کے ہاں شفاعت بھی نفع نہیں دے گی مگر اسی کے لیے جس کے لیے وہ اجازت دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ، وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ، وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ، وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (کہہ دیجیئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرّے کے برابر بھی مالک نہیں، شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے) [سبأ: ۲۲–۲۳]۔

بدھ: مجلس فقہ

سننِ رواتب

سننِ رواتب کی فضیلت اور ان کی تعداد:

سننِ رواتب کی فضیلت اور ان کی تفصیلی تعداد نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں بیان ہوئی ہے: "کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں جو ہر دن اللہ تعالی کے لیے فرض نماز کے علاوہ بارہ رکعتیں نفل کے طور پر ادا کرے، مگر اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے: چار رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں ظہر کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد، اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے"۔(مسلم:۷۲۸)۔

اور ان سننِ رواتب میں سب سے زیادہ مؤکد اور اہم فجر کی سنت ہے؛ اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہیں۔"(مسلم:۷۲۵)۔اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "نبی ﷺ نفل نمازوں میں کسی چیز کا اس قدر اہتمام نہیں کرتے تھے جتنا فجر کی دو رکعتوں کا کیا کرتے تھے۔"(بخاری: ۱۱۶۹، مسلم:۷۲۴)۔اور ان دونوں رکعتوں کو ہلکی پڑھنا، اور ان میں سورہ الکافرون اور سورہ الاخلاص پڑھنا مشروع ہے(مسلم:۷۲۶)۔

اگر کسی مسلمان سے ان سننِ رواتب میں سے کچھ چھوٹ جائے، تو اس کے لیے ان کا قضا کرنا مسنون ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی دو رکعتیں اس وقت ادا کیں جب وہ آپ سے نیند کی وجہ سے رہ گئی تھیں، اور آپ ﷺ نے نمازِ فجر کے ساتھ اس کی بھی قضا کی۔(ابن ماجہ:۱۱۵۵، ابن خزیمہ:۱۱۱۷)۔

نفل نمازوں کے لیے بہترین جگہ:

اگر ممکن ہو تو نفلی نمازوں کو گھر میں ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنی کچھ نمازیں اپنے گھروں میں ادا کیا کرو، اور انہیں قبریں مت بنالو۔"(بخاری:۴۳۲، مسلم:۷۷۷)۔

ان نمازوں کو گھر میں ادا کرنے کے کئی فائدے ہیں، جیسے:

-اخلاص اور لوگوں سے عمل کو چھپانا۔

-ان نمازوں میں زیادہ خشوع کا حاصل ہونا۔

-گھروں کو اللہ کے ذکر سے آباد کرنا، اور گھر والوں پر اللہ کی رحمت و برکت کا نازل ہونا، اور شیطانوں کا ان گھروں سے دور ہونا۔

سننِ رواتب کی مشروعیت میں حکمت:

سننِ رواتب میں وہ حکمتیں اور فائدے ہیں جنہیں علماء نے استنباط کیا ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

*جو سنتیں فرض نماز سے پہلے رکھی گئی ہیں، ان میں نفس کو تیار کرنا اور عبادت کے لیے آمادہ کرنا مقصود ہے؛ کیونکہ انسان پہلے دنیاوی امور میں مشغول ہوتا ہے اور خشوع کی حالت سے دور ہوتا ہے، حالانکہ خشوع عبادت کی روح ہے۔ اسی لیے ان سنتوں کو فجر اور ظہر سے پہلے مشروع کیا گیا، کیونکہ ان نمازوں سے پہلے طویل وقت گزرتا ہے جس میں کوئی فرض نماز نہیں ہوتی۔

*اور جہاں تک فرض نماز کے بعد کی سنتوں کا تعلق ہے: تو حدیث میں ثابت ہے کہ نفل نمازیں فرض نمازوں میں ہونے والی کمی اور کوتاہی کو پوری کرتی ہیں؛ جیساکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگوں کے اعمال میں سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا، وہ نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائے گا—حالانکہ وہ خوب جانتا ہے—: 'میرے بندے کی نماز کو دیکھو، کیا اس نے اسے مکمل طور پر ادا کیا یا اس میں کچھ کمی ہے؟' اگر وہ نماز مکمل ہوئی ہو، تو وہ مکمل ہی لکھی جائے گی، اور اگر اس میں کچھ کمی ہو، تو (اللہ) فرمائے گا: 'دیکھو، کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل (نمازیں) ہیں؟' اگر اس کے پاس نفل ہوں گے، تو (اللہ) فرمائے گا: 'میرے بندے کی فرض نماز کو اس کی نفل نماز کے ذریعے مکمل کر دو۔' (ابوداود: ۸۶۴)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ بنی نضیر

تاریخ:

غزوۂ بنی نضیر ربیع الاول، سنہ ۴ھ میں واقع ہوئی۔

اسباب:

اس کے واقعات کی شروعات اس وقت ہوئی جب جلیل القدر صحابی عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے غلطی ہو گئی، اور انہوں نے بنی کلاب کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا، اس گمان سے کہ وہ دشمنوں میں سے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ان دونوں کی دیت مسلمانوں سے اور ان لوگوں سے اکٹھا کی جائے جن کے ساتھ معاہدہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ہفتہ کے دن اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد قباء کی طرف روانہ ہوئے، وہاں نماز پڑھی، پھر بنی نضیر کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان سے فرمایا کہ ان دونوں آدمیوں کی دیت کی ادائیگی میں حصہ لیں؛ کیونکہ معاہدے کی شرائط کے مطابق، یہ ان پر واجب تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا: "ہم ادا کریں گے۔" (البدایہ والنہایہ: ۵/۵۳۴)۔

رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم، اور اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ یہودیوں کی ایک دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، تو یہودی آپس میں جمع ہوئے اور انہوں نے عہد توڑنے اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے کہا: "کون ہے جو یہ پتھر کی چکی محمد پر گرا کر انہیں قتل کر دے؟" تو عمرو بن جحاش اس کام کے لیے تیار ہوا۔ لیکن اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس ارادے کی خبر دے دی، تو آپ ﷺ اسی وقت وہاں سے اٹھ گئے، اور مدینہ پہنچ کر ہی دم لیا۔ پھر ایک شخص نے صحابہ کو آکر خبر دی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے باغوں کے اندر داخل ہوتے دیکھا ہے، تو صحابہ اٹھے اور آپ ﷺ کے پیچھے چل دیے، تو آپ ﷺ نے انہیں وہ خبر بتائی جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی (البدایہ والنہایہ: ۵/۵۳۵)۔

واقعات:

رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا تا کہ انہیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیں، اور انہیں دس دن کی مہلت دی کہ وہ اپنا سامان سمیٹ لیں۔ جب یہودی تابع فرمان ہو کر مدینہ سے نکلنے کی تیاری

میں لگے ہوئے تھے، تو منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول نے انہیں مدینہ ہی میں رکنے پر یہ کہہ کر ورغلایا، کہ: "میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں، جو تمہارے ساتھ قلعے میں داخل ہو جائیں گے، اور تمہارے دفاع میں اپنی جانیں دے دیں گے۔" اسی بارے میں اللہ عزّ و جل کا یہ فرمان نازل ہوا: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ (کیا تم نے اُن منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اُن بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہیں: اگر تم نکالے گئے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے، اور ہم تمہارے معاملے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے؟ حالانکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں)[الحشر: ١١]۔

چنانچہ بنی نضیر کے سردار حُیَیّ بن اَخطب نے مدینہ میں باقی رہنے کی خواہش کی اور رسولِ اکرم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا: "ہم اپنے گھروں سے ہرگز نہیں نکلیں گے، آپ جو چاہیں، وہ کر گزریں!" پھر یہ لوگ مدینے کے جنوبی حصے میں واقع اپنے مضبوط قلعوں اور مقامات میں جا چھپے۔ جب نبی کریم ﷺ تک اُن کا یہ جواب پہنچا، تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کے لیے آمادہ کیا، اور فوج کو تیار کیا، نیز مدینہ پر ابن اُمِّ مکتوم کو مقرر کیا، اور خود فوج کی قیادت کی، اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا۔ آپ ﷺ نے ان یہودیوں کا چھ دنوں تک محاصرہ فرمایا، اور ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ﴾ (تم نے جو کھجور کے درخت کاٹے یا اُنہیں جڑوں پر قائم رہنے دیا، یہ سب اللہ ہی کے حکم سے تھا، تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے)[الحشر: ٥]۔

اس کے نتائج:

جب بنی نضیر نے مسلمانوں کا لشکری دبدبہ اور قوت دیکھی، اور منافقین کی طرف سے بے وفائی اور کنارہ کشی کا سامنا کیا، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جان بخشی کی درخواست کی، کہ اُن کا خون نہ بہایا جائے اور انہیں اجازت دی جائے کہ وہ مدینہ سے بسلامت نکل جائیں، بشرطیکہ وہ اپنے اونٹوں پر جتنا سامان لاد سکیں، وہ لے جائیں، اور اس میں ہتھیار شامل نہ ہوگا، نبی کریم ﷺ نے ان کی اس شرط کو قبول فرما لیا۔ چنانچہ ان کے سرداروں میں سے حُیَیّ بن اَخطب اور سلام بن أبي الحُقَيق اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، جبکہ ایک جماعت

شام چلی گئی،اوران سب میں سے صرف دوافراد مسلمان ہوئے، جن کے نام تھے: ابو سعد بن وہب اور یامین بن عمیر بن کعب۔(البدایہ والنہایہ: ۵/۵۳۸)۔

اس غزوہ کے بعد اللہ تعالٰی نے سورہ حشر نازل فرمائی،اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسے "سورہ بنی النضیر" کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

ان کا نام: ابو یحییٰ اُسَیْد بن حُضَیر بن سماک بن عَتِیک، انصاری، اوسی، اور اشہلی ہے۔ ان کے والد "حُضَیر" اوس و خزرج کی باہمی جنگوں میں قبیلہ اوس کے مایہ ناز شہسوار تھے، اُن کا قِلعہ واقم نامی مقام پر تھا، اور یومِ بُعاث میں وہ قبیلہ اوس کے سالار تھے، اور اُسی دن وہ قتل کر دیے گئے۔

سیرت اور فضائل:

اسید رضی اللہ عنہ خوش نویسی، تیر اندازی اور تیراکی میں ماہر تھے، انہوں نے اپنے والد سے ان کا مقام، اور ان کی شجاعت و سخاوت وراثت میں پائی، چنانچہ اسلام لانے سے پہلے وہ مدینہ کے سرداروں، عرب کے معزز لوگوں اور ماہر تیر اندازوں میں سے ایک تھے، پھر جب اسلام میں داخل ہوئے اور رب ذوالجلال کے راستے کی ہدایت پائی، تو ان کی عزت انتہائی بلند ہو گئی، اور ان کا مقام بہت اونچا ہو گیا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مددگار بن گئے۔

اسید نے پہلی بیعت عقبہ کے بعد مدینہ میں مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اور بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے، آپ بنو عبد الاَشہل کے نقیب تھے (سیر اعلام النبلاء: ۳۴۱/۱)، غزوۂ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے، اور احد میں سات زخم کھائے، اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے جب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، عمر کی خلافت میں اسید ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بیت المقدس کی فتح میں شرکت کی۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا: "اسید بن حضیر کیا ہی اچھے آدمی ہیں!" (ترمذی: ۳۷۹۵)۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انصار میں سے بنو عبد الاشہل کے تین افراد ایسے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو ان پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی: سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، اور عباد بن بشر۔ (حاکم: ۲۲۹/۳)۔

ابو بکر صدیق ان کی عزت کرتے تھے اور کسی کو ان پر مقدم نہیں رکھتے تھے۔

ان کی سیرت کے عجائبات میں سے وہ کرامت ہے جو ان کے ساتھ پیش آئی، وہ اور عباد بن بشر ایک اندھیری رات میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، پھر جب وہ آپ ﷺ کے پاس سے نکلے، تو ان دونوں میں سے ایک کی

چھڑی چمکنے لگی، تو وہ دونوں اس کی روشنی میں چلنے لگے، پھر جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے، تو دونوں کی چھڑیاں روشن ہو گئیں (بخاری تعلیقا: ۳۸۰۵)۔

اسی طرح اُن کے ساتھ یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ جب وہ اللہ کے کلام کو خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے، تو اُن کی آواز کی شیرینی کی وجہ سے فرشتے ان کے اوپر سائبان کی مانند نازل ہوئے (بخاری: ۵۰۱۸، مسلم: ۷۹۶)۔

وفات:

اسید بن حضیر شعبان کے مہینے میں سنہ ۲۰ ھ کو وفات پائے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور انہیں کندھا دیا اور بقیع میں دفن کیا۔

مجلس	ستائیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: سورہ میں (تردی) کا کیا معنی ہے؟		ج
	[ا]مال کھودیا	[ب] بیمار ہوگیا	[ج]آگ میں پڑگیا
مجلس حدیث	سوال: حدیث میں (ہدایت) سے کیا مراد ہے؟		ب
	[ا]سچائی	[ب] نفع بخش علم	[ج]عمل صالح
مجلس عقیدہ	سوال: شرک کے بطلان اور مشرکین کے ذم کے دلائل میں سے ہے:		ج
	[ا] فرشتوں کی کثرت	[ب]انسانوں کا تنوع	[ج] دنیا کا انتظام انصرام
مجلس فقہ	سوال: سب سے اہم اور موکد سنن رواتب ہے:		ب
	[ا]جمعہ کی سنت	[ب]فجر کی سنت	[ج]ظہر کی سنت
مجلس سیرت	سوال: بنی نضیر کے سردار کا نام ہے:		ا
	[ا]حیی بن اخطب	[ب]عبداللہ بن سلول	[ج]سلام بن ابی الحقیق
مجلس صحابہ	سوال: اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ہے:		ج
	[ا]پرندے کا ان سے بات کرنا	[ب] جنوں کا انہیں سلام کرنا	[ج] ان کی چھڑی کا روشن ہونا

اٹھائیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ البلد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ (١) وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (٢) وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ (٣) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ
(٤) أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ (٥) يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا (٦) أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ (٧)
أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ (٨) وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ (٩) وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (١٠) فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (١١) وَمَا
أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ (١٢) فَكُّ رَقَبَةٍ (١٣) أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (١٤) يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (١٥) أَوْ
مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (١٦) ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (١٧) أُولَئِكَ
أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ (١٨)وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (١٩) عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ (٢٠)﴾

[میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں(۱)اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں(۲)اور(قسم ہے)انسانی باپ اور اولاد کی(۳) یقیناً ہم نے انسان کو(بڑی)مشقت میں پیدا کیا ہے(۴)کیا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟(۵)کہتا (پھرتا)ہے کہ میں نے تو بہت کچھ مال خرچ کر ڈالا(۶)کیا(یوں) سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا(ہی)نہیں؟(۷)کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں(۸)اور زبان اور ہونٹ(نہیں بنائے)(۹)ہم نے دکھا دیئے اس کو دونوں راستے (۱۰)سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا(۱۱)اور تو کیا سمجھا کہ گھاٹی ہے کیا؟(۱۲)کسی گردن(غلام لونڈی)کو آزاد کرنا(۱۳)یا بھوک والے دن کھانا کھلانا(۱۴)کسی رشتہ دار یتیم کو(۱۵)یا خاکسار مسکین کو(۱۶)پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں(۱۷)یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے(خوش بختی والے)(۱۸)اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ کم بختی والے ہیں(۱۹)انہی پر آگ ہو گی جو چاروں طرف سے گھیری ہوئی ہو گی(۲۰)]۔

سورہ کا موضوع:

انسان کی محتاجی، اس کی مشقت اور اس کے نجات کے راستوں کا بیان۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

لَا أُقْسِمُ: میں قسم کھاتا ہوں، اور حرف ''لا'' قسم کی تاکید کے لئے ہے۔

حِلٌّ: مقیم۔

لُبَدًا: بہت زیادہ۔

وَهَدَيْنَاهُ: ہم نے اس کے لئے واضح کیا۔

النَّجْدَيْنِ: خیر وشر کا راستہ۔

فَلَا اقْتَحَمَ: اس نے عبور کیوں نہیں کیا۔

الْعَقَبَةَ: آخرت کی مشقت۔

فَكُّ رَقَبَةٍ: گردن آزاد کرنا۔

مَسْغَبَةٍ: فاقہ۔

ذَا مَقْرَبَةٍ: قرابت دار۔

ذَا مَتْرَبَةٍ: وہ محتاج جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

الْمَيْمَنَةِ: دائیں جانب؛ وہ لوگ جنہیں دائیں جانب جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

الْمَشْأَمَةِ: بائیں جانب؛ وہ لوگ جنہیں بائیں جانب جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

مُؤْصَدَةٌ: بند اوپر سے ڈھانپا ہوا۔

اجمالی معنی:

سورۂ بلد مکی سورہ ہے، جس کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے بلد کی قسم کھا کر کی ہے، بلد سے مراد: مکہ ہے، جہاں نبی کریم ﷺ سکونت پذیر تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے والد اور اس کی اولاد کی قسم کھائی، اس بات پر کہ انسان مشقت، محنت اور تکلیف میں پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود انسان سمجھتا ہے کہ وہ طاقتور ہے، اور کوئی اس پر قابو نہیں پا سکتا، وہ اپنے مال پر فخر کرتا ہے اور اُسے اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرتا ہے، یہ گمان کرتے ہوئے کہ کوئی اُسے دیکھ نہیں رہا اور نہ اس کی کوئی نگرانی کر رہا ہے، حالانکہ اللہ ہی نے اُسے پیدا کیا اور بے شمار نعمتوں سے نوازا؛ اس کی دو آنکھیں، زبان اور ہونٹ وغیرہ بنائیں؛ چنانچہ اس پر لازم تھا کہ وہ اپنے مال کو بھلائی کے کاموں میں خرچ کرے، جیسے کہ بھوکے کو کھانا کھلانا، یتیم اور مسکین پر خرچ کرنا۔ کیونکہ یہی وہ اعمال ہیں جو اہلِ ایمان کرتے ہیں، جو دائیں ہاتھ والے کہلاتے ہیں۔ اور جنہوں نے اللہ اور اُس کی آیات کا انکار کیا، وہ بائیں طرف والے ہیں، جنہیں دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا، اور آگ اُن پر بند کر دی جائے گی۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱)مکہ معظمہ کے شرف اور اللہ عزوجل کے نزدیک اس کے مقام و مرتبے کا بیان،اور یہ کہ قیامت قائم ہونے تک یہ بلد حرام ہے۔

۲)انسان مشقت میں پیدا کیا گیا ہے،اور اس کی زندگی کبھی بھی تکلیفوں اور مشکلات سے خالی نہیں رہتی۔

۳)مسلمان کو چاہیے کہ اللہ کے فیصلے کو صبر کرنے والے دل اور شکر گزار اعضا کے ساتھ قبول کرے،پس نہ شکایت کرے اور نہ اعتراض،تاکہ اللہ کی رضا حاصل کر سکے۔

۴)شدید حالت کے وقت محتاجوں کو کھانا کھلانا بہترین اعمال میں سے ہے۔

۵)اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا،اور صبر و رحم کی وصیت کرنا جنت میں داخلے کے اسباب میں سے ہیں۔

پیر: مجلس حدیث

ایمان کی فضیلت اور اُس پر فوت ہونے والے شخص کا بدلہ

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اسے جہنم سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے، تو اُسے چاہیے کہ اُس کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور وہ لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جیسا وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کریں''(مسلم: ۱۸۴۴)۔

شرح:

جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات وہ عظیم مقصد ہے جس کے لیے ہر مسلمان کوشش کرتا ہے، اور اسی کے لیے اپنی قیمتی چیزیں خرچ کرتا ہے، اور اس حدیث میں نبی ﷺ نے اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے دو بڑے اسباب بیان فرمائے:

پہلا سبب: اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا؛ یعنی اُس پر اور یومِ آخرت پر ایمان لانا، اور اس کے ضمن میں ایمان کے باقی ارکان اور اعمال کو بجالانا۔

دوسرا سبب: مخلوق کے حق کو ادا کرنا؛ یعنی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اور ان کے ساتھ ویسے ہی اچھا برتاؤ کرنا جیسا وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کریں۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات ہر اس مسلمان کا مقصد ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔

۲) ارکانِ ایمان کو سیکھنے اور ان کی پابندی کرنے کی ترغیب۔

۳) موت آنے تک دین پر ثابت قدم رہنے، ایمان پر صبر کرنے، اور اس کے اسباب کو تلاش کرنے کی ترغیب۔

۴) اس بات کی تاکید کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنے میں فتنے سے سلامتی، گمراہی سے حفاظت، اور ضلالت سے ہدایت ہے۔

۵)سب سے عظیم اعمال میں سے یہ ہے کہ بندہ لوگوں کی خیر خواہی کرے،اور ان کے ساتھ ایسے عمدہ طریقے سے پیش آئے،جیساوہ چاہتاہے کہ لوگ اس کے ساتھ پیش آئیں۔

منگل: مجلس عقیدہ

شرک کے اضرار اور اس کے آثار

شرک کے خطرناک اثرات، بڑے مفاسد اور ہلاکت خیز نقصانات ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱)بیشک شرک سب سے بدتر اور کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا"۔ (بخاری: ۵۹۷۶، مسلم: ۸۷)۔

۲)شرک اللہ تعالیٰ کی تنقیص ہے، اور اس کے مخلوق کے ساتھ اس کی تشبیہ ہے، یہ ایک ایسا عیب ہے جس سے اللہ نے خود کو پاک قرار دیا ہے؛ پس جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، تو اس نے اللہ کے لیے وہ چیز ثابت کی جس سے اللہ نے خود کو پاک قرار دیا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید مخالفت، جھگڑا اور عناد ہے۔

۳)بے شک شرکِ اکبر وہ گناہ ہے کہ اگر انسان اسی حالت میں مر جائے تو اللہ اسے نہیں معاف کرے گا؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا) [النساء: ۴۸]۔

۴)شرکِ اکبر تمام اعمال کو باطل کر دیتا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (اگر بالفرض یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے) [الانعام: ۸۸]۔ اور فرمایا: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (اگر تو نے شرک کیا تو یقیناً تیرا عمل ضائع ہو جائے گا، اور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا) [الزمر: ۶۵]۔

۵)شرکِ اکبر کے مرتکب پر جنت حرام ہو جاتا ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم بنا دیا جاتا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں) [المائدہ: ۷۲]۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا؛ اور جو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو، وہ جہنم میں داخل ہوگا"۔ (مسلم: ۹۳)۔

۶) بیشک شرک سب سے بڑا ظلم اور سب سے گھناونا بہتان ہے؛ کیونکہ ظلم کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام کے علاوہ رکھنا، اور جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی، تو اس نے عبادت کو غلط جگہ میں رکھ دیا، اور اسے اس کے مستحق کے سوا کسی اور کے لیے کیا؛ یہی سب سے بڑا ظلم اور بدترین جھوٹ ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے)[لقمان:۱۳]۔ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا)[النساء:۴۸]۔

۷) اللہ تعالٰی اور اس کے رسول مشرکین سے بری الذمہ ہیں؛ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ﴿وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ﴾ (اور یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے تمام لوگوں کے لیے حج اکبر کے دن، کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہیں)[التوبہ:۳]۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز وتر

اس کا حکم:

وتر سنت موکدہ ہے، جس پر رسول اللہ ﷺ نے زور دیا اور اس کی ترغیب دلائی؛ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ وتر ہے (یعنی ایک ہے) اور وتر کو پسند کرتا ہے"۔(بخاری: ۶۴۱۰، مسلم: ۲۶۷۷)، اور فرمایا: "اے اہلِ قرآن! وتر ادا کیا کرو، بیشک اللہ وتر ہے، اور وتر کو پسند کرتا ہے"۔(ابو داود: ۱۴۱۶)۔

اس کا وقت:

وتر کا وقت: عشاء کی نماز سے لے کر طلوعِ فجر تک ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ عزوجل نے تمہیں ایک ایسی نماز عطا فرمائی ہے جو تمہارے لیے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے، اور وہ وتر ہے، پس اللہ نے اسے تمہارے لیے عشاء سے لے کر فجر کے طلوع ہونے کے درمیان رکھا ہے"۔(ابو داود: ۱۴۱۸، ترمذی: ۴۵۲)۔

رات کے آخر وقت میں وتر ادا کرنا، رات کے آغاز میں ادا کرنے سے افضل ہے؛ چنانچہ جس شخص کو آخر شب میں اٹھنے کا یقین ہو تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وتر کو مؤخر کرے؛ اور جس شخص کو اعتماد نہ ہو، تو وہ سونے سے پہلے وتر ادا کر لے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ڈرتا ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکے گا، تو وہ رات کے شروع میں وتر پڑھ لے، اور جو امید رکھتا ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھے گا، تو وہ آخر شب میں وتر ادا کرے؛ کیونکہ آخری شب کی نماز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اور یہی افضل ہے"۔(مسلم: ۷۵۵)۔

وتر کی کیفیت اور رکعات کی تعداد:

*وتر کی کم از کم تعداد ایک رکعت ہے؛ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے"۔(مسلم: ۷۵۲)۔

*ادنیٰ کمالِ وتر یہ ہے کہ دو سلاموں سے تین رکعتیں پڑھی جائیں؛ اور ان تینوں کو ایک ہی سلام کے ساتھ مسلسل پڑھنا بھی جائز ہے، اس صورت میں صرف ایک تشہد کیا جائے گا، تاکہ وہ مغرب کی نماز سے مشابہ نہ

ہو۔ مستحب ہے کہ: پہلی رکعت میں سورہ "الاعلی"، دوسری رکعت میں سورہ "الکافرون"، اور تیسری رکعت میں سورہ "الاخلاص" پڑھی جائے۔ (نسائی: ۱۷۳۶)۔

*وتر کی زیادہ سے زیادہ رکعات گیارہ (۱۱) ہیں، ان کو دو دو رکعت کر کے پڑھے، پھر ایک رکعت وتر ادا کرے، کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "رسول اللہ ﷺ رات میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے، ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے، اور ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے"۔ (مسلم: ۷۳۶)۔

*وتر پانچ یا سات رکعت بھی جائز ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ دو دو رکعت پڑھے۔ تاہم اگر مسلسل پڑھے، تو آخر میں ہی بیٹھے (یعنی درمیان میں نہ بیٹھے)؛ جیسا کہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "رسول اللہ ﷺ پانچ یا سات رکعت وتر ادا کرتے تھے، ان کے درمیان نہ سلام اور نہ گفتگو کے ذریعہ فصل کرتے"۔ (ابن ماجہ: ۱۱۹۲)۔

*اگر نو رکعت وتر ادا کرے اور انہیں مسلسل پڑھے، تو آٹھویں رکعت میں بیٹھے اور پہلا تشہد پڑھے، پھر کھڑے ہو اور نویں رکعت پڑھے اور سلام پھیر دے۔ (ابن حبان: ۲۴۴۲)۔

*اگر رات کا وتر فوت ہو جائے، تو سنت ہے کہ اسے چاشت کے وقت جفت کی صورت میں قضا کرے؛ چنانچہ اگر اس کی عادت تین رکعت وتر پڑھنے کی ہے تو چار رکعت قضا کرے، اور اگر پانچ وتر کی عادت ہے تو چھ رکعتیں قضا کرے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہی عمل تھا۔ (مسلم: ۷۴۶)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ احزاب

تاریخ وقوع:

غزوۂ احزاب شوال کے مہینے میں، ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوئی۔

اسباب:

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ بنی نضیر کے یہودی جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے جلا وطن کر کے خیبر کی طرف نکالا تھا، ان کے سرداروں میں سے بیس افراد قریش کے پاس مکہ آئے، اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ پر ابھارا، اور انہیں اپنی طرف سے مدد دینے کا وعدہ کیا، تو قریش نے ان کی دعوت قبول کرلی، پھر یہ لوگ غطفان کے پاس گئے اور انہیں بھی دعوت دی، تو انہوں نے بھی قبول کرلیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۲/۶)۔

واقعات:

قریش ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں نکلے، اور غطفان، عیینہ بن حصن کی قیادت میں نکلے، اور ان کے ساتھ بنو مرہ، بنو اشجع، اور بنو اسد بھی شامل ہو گئے، ان تمام گروہ نے مدینہ کا رخ کیا، ان کا لشکر دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کی خبر ملی، تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا، جن کی تعداد اس وقت تقریباً تین ہزار تھی، آپ ﷺ نے انہیں ایک خندق کھودنے کا حکم دیا جو مشرکین اور مدینہ کے درمیان رکاوٹ بن جائے، اور یہ تجویز سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف سے آئی تھی۔ مسلمانوں نے کفار کے حملے سے پہلے ہی پیش قدمی کرتے ہوئے خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا، اور اس دوران انہوں نے تھکن اور بھوک کی بڑی مشقتیں برداشت کیں، وہ اپنے کندھوں پر مٹی اٹھاتے، اور صبر و استقامت کے ساتھ مشقتوں کو برداشت کرتے، اشعار اور جنگی ترانے پڑھتے، اور اپنے رب کے وعدے پر پختہ یقین رکھتے، یہاں تک کہ خندق مکمل ہو گئی، اور مشرکین آ پہنچے، اور انہوں نے مدینہ کے ارد گرد پڑاؤ ڈال دیا اور مدینہ کو ایک مہینے تک محاصرے میں لیے رکھا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۴/۶)۔

اسی دوران بنی نضیر کا سردار حیی بن اخطب بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوا، اور ان کے سردار کعب بن اسد سے ملا، اور وہ اس پر برابر زور دیتا رہا، یہاں تک کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے جو عہد تھا، اسے توڑ دیا، پھر بنو قریظہ بھی کفار کے گروہوں سے جا ملے، اور رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے ان سے اتحاد کر لیا، یوں مسلمانوں پر مصیبت شدید ہو گئی، اور منافقوں اور کمزور دل والوں کے دل لرزنے لگے۔ (البدایہ والنہایہ: ۳۵/۶)؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا﴾ (جب وہ تمہارے اوپر سے بھی آئے اور نیچے سے بھی آئے، اور جب آنکھیں پتھرا گئیں، اور دل حلق تک جا پہنچے، اور تم اللہ کے بارے میں مختلف گمان کرنے لگے) [الاحزاب: ۱۰]۔

لیکن رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے دل یقین سے لبریز تھے، اور ان کی زبانوں سے دعا کی صدا بلند ہو رہی تھی، رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: "اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، جلدی حساب لینے والے، تو ان احزاب کو شکست دے، اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے!" (بخاری: ۴۱۱۵، مسلم: ۱۷۴۲)۔

نتائج:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غزوۂ احزاب میں ایک خصوصی معاملہ کیا، جس کے ذریعے اس نے کفار کے درمیان پھوٹ ڈال دی اور ان کے جتھوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ اور وہ یہ کہ نعیم بن مسعود بن عامر الغطفانی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے، تو وہ اپنی قوم سے چھپ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، پھر آپ ﷺ سے اجازت لے کر واپس لوٹے اور اپنی فطانت و عقل مندی سے ایک چالاک تدبیر اختیار کی جس نے مشرکین اور یہودیوں کی صفوں میں اختلاف اور تفرقہ ڈال دیا (البدایہ والنہایہ: ۵۹/۶)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت مکمل کی، کہ اس نے ہوا اور فرشتوں کے لشکر بھیجے، جنہوں نے کفار کو ہلا کر رکھ دیا اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا، حتیٰ کہ ان پر ایسا حال طاری ہو گیا کہ نہ انہیں کہیں قرار حاصل ہوا، نہ کوئی خیمہ قائم رہا، اور نہ کوئی رسی بندھی رہی، پس وہ مایوس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے، اور نامراد ہو کر واپس لوٹے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کے بارے میں سورہ الاحزاب کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

بلال بن رباح

نام اور ولادت:

وہ جلیل القدر صحابی: بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی والدہ کا نام: حمامہ تھا۔

وہ ہجرت سے ۴۲ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

سیرت اور فضائل:

بلال رضی اللہ عنہ گندمی رنگ، دبلے پتلے، لمبے قد والے تھے، ان کے دونوں رخسار دبلے تھے، انہوں نے ابتدائی دور ہی میں اسلام قبول کر لیا، جبکہ وہ ایک غلام تھے، چنانچہ وہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے، سچے، صابر، اور اللہ کے راستے میں اذیت برداشت کرنے میں بڑے صبر و تحمل والے تھے؛ امیہ بن خلف ان کو دوپہر کی سخت گرمی میں لاتا، پھر حکم دیتا کہ ایک بہت بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے، پھر کہتا: "نہیں، اللہ کی قسم! تُو اسی حال میں رہے گا یہاں تک کہ مر جائے، یا محمد (ﷺ) کا انکار کرے، اور لات اور عزیٰ کی عبادت کرے!" (البدایہ والنہایہ: ۳/۵۷)۔

امیہ کے خدام بلال رضی اللہ عنہ کو پیٹ کے بل لٹاتے، اور ان پر دباؤ ڈالتے، اور کہتے: "تیرا دین لات اور عزیٰ ہے"، تو وہ جواب دیتے: "میرا رب اللہ ہے، (وہ) ایک ہے، ایک ہے، ایک ہے!" (سیر اعلام النبلاء: ۱/۳۵۲)۔

اسی طرح انہیں ابو جہل اور دیگر کفار کی طرف سے بھی ایسی ہی سخت اذیتیں پہنچیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بیشک سب سے پہلے جن سات افراد نے اپنا اسلام ظاہر کیا وہ یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمار، عمار کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال، اور مقداد۔ پس رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعے بچا لیا، اور ابو بکر کو اللہ نے ان کی قوم کے ذریعے بچا لیا، لیکن باقی سب کو مشرکوں نے پکڑ لیا، اور ان کو لوہے کی زرہیں پہنا کر سورج کے نیچے کھڑا کر دیا، پس ان میں سے ہر ایک نے کفار کی مرضی کے مطابق کچھ نہ کچھ کہہ دیا سوائے بلال کے، کہ انہوں نے اللہ کے لیے اپنی جان کو حقیر سمجھا اور اپنی قوم کی پروانہ کی، پس انہوں نے

بلال کو لڑکوں کے حوالے کر دیا، جو انہیں مکہ کی وادیوں میں گھماتے پھراتے، اور وہ کہتے جاتے: "احد، احد" (وہ ایک ہے، وہ ایک ہے!)۔ (ابن ماجہ: ۱۵۰)۔

بلال رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسلام کے سب سے پہلے مؤذن تھے، اور یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں اذان دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت دی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار نمازِ فجر کے وقت ان سے فرمایا: "اے بلال! مجھے وہ عمل بتاؤ جس سے تمہیں سب سے زیادہ امید ہے، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے جوتوں کی آہٹ سنی ہے!" تو بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اسلام میں اپنے نزدیک سب سے زیادہ باعثِ امید عمل میں نے یہ کیا ہے کہ جب بھی میں نے دن یا رات کے کسی بھی وقت وضو کیا، تو میں نے اسی وضو سے اتنی نفل نمازیں ضرور پڑھیں جتنی اللہ نے میرے لیے مقدر کی تھیں"۔ (بخاری: ۱۱۴۹، مسلم: ۲۴۲۸)۔

وفات:

بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کا انتقال سنہ ۲۰ھ، کو دمشق میں ہوا، اور وہیں کے قبرستان میں دفن ہوئے، وفات کے وقت ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔

مجلس	اٹھائیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: سورہ میں (النجدین) کا معنی ہے:		ا
	[ا] خیر و شر کا راستہ	[ب] رات و دن	[ج] دنیا اور آخرت
مجلس حدیث	سوال: جنت میں دخول اور جہنم سے رہائی کے اسباب میں سے ہے:		ج
	[ا] اللہ کے حق کی ادائیگی	[ب] مخلوقات کے حق کی ادائیگی	[ج] اللہ اور مخلوقات کے حق کی ادائیگی
مجلس عقیدہ	سوال: سب سے بدتر اور سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے:		ا
	[ا] شرک	[ب] زنا	[ج] کسی کو قتل کرنا
مجلس فقہ	سوال: وتر کا وقت ہے:		ب
	[ا] مغرب سے لے کر طلوع فجر تک	[ب] عشاء سے لے کر طلوع فجر تک	[ج] عشاء سے لے کر طلوع شمس تک
مجلس سیرت	سوال: غزوہ احزاب کس سنہ میں ہوا؟		ا
	[ا] ۵ھ	[ب] ۶ھ	[ج] ۷ھ
مجلس صحابہ	سوال: بلال رضی اللہ عنہ کی ایک امتیازی خوبی تھی کہ:		ا
	[ا] وہ اسلام کے سب سے پہلے موذن ہیں	[ب] وہ اسلام کے سب سے پہلے شہید ہیں	[ج] انہوں نے سب سے پہلے اسلام میں تیر چلائی

انتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام　　یوٹیوب　　ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الفجر (۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالْفَجْرِ (١) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (٢) وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (٣) وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ (٤) هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ (٥) أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (٦) إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (٧) الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (٨) وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (٩) وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ (١٠) الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ (١١) فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ (١٢) فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (١٣) إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (١٤)﴾

[قسم ہے فجر کی!(۱)اور دس راتوں کی!(۲)اور جفت اور طاق کی!(۳)اور رات کی جب وہ چلنے لگے(۴)کیا ان میں عقلمند کے واسطے کافی قسم ہے(۵)کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عادیوں کے ساتھ کیا کیا(۶) ستونوں والے ارم کے ساتھ (۷) جس کی مانند (کوئی قوم) ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی(۸)اور ثمودیوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے بڑے پتھر تراشے تھے(۹)اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا(۱۰)ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا(۱۱)اور بہت فساد مچا رکھا تھا(۱۲)آخر تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوڑا برسایا(۱۳) یقیناً تیرا رب گھات میں ہے(۱۴)]۔

آیات کا مضمون:

سرکشی کے انجام کا بیان۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

وَلَيَالٍ عَشْرٍ: قسم ہے ذی الحجہ کے ابتدائی دس راتوں کی، اور ان میں انجام دیے جانے والے معزز اعمال کی۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ: قسم ہے ہر جفت اور ہر طاق کی۔

وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ: جو اپنی تاریکی کے ساتھ چلتا ہے، اور قسم کا جواب محذوف ہے، مقدر جملہ یہ ہے: "تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے"۔

لِذِي حِجْرٍ: صاحب عقل۔

إِرَمَ: قبیلہ ارم۔

ذَاتِ الْعِمَادِ: قوّت والے،اور ستونوں پر بلند عمارتوں والے۔

جَابُوا: کاٹا۔

بِالْوَادِ: جزیرۂ عرب کے شمال مغرب میں وادی قریٰ۔

ذِي الْأَوْتَادِ:ان لشکروں کامالک، جنہوں نے اس کی بادشاہت کو مضبوط کیا۔

لَبِالْمِرْصَادِ: نافرمانوں کو دیکھتاہے،اورانہیں مہلت دیتاہے، پھر پکڑلیتاہے۔

اجمالی معنی:

سورہ کی ابتداء چار عظیم قسموں سے ہوئی، جن میں گوناگوں مظاہر کاذکر ہے، جو ہر صاحبِ عقل کی اپنے خالق اور مدبّر کی قدرت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں،اور یہ کہ عبادت صرف اُسی کے لیے سزاوار ہے۔

پھر آیات میں سابقہ اقوام: عاد، ثموداور فرعون کی قوم کاذکر آیا،اوراس انجام کابیان ہواجوان کے اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے باعث ان پر نازل ہوا۔

اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ قریش کے مشرکین اور دیگر کفار پر بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلی جھٹلانے والی قوموں کاہواتھا۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱)ذی الحجہ کے دس دنوں کی سال کے دیگر ایام پر فضیلت۔

۲) یہ مخلوقات، جو کامل حکمت اور عجیب صنعت کاری پر مشتمل ہیں، اپنے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے والے پر ایمان لانے کے لیے قانع کرنے والے برہان ہیں اور دلیلِ کافی ہیں۔

۳) صحیح عقل وہ ہے جو صاحب عقل کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس پر ایمان کی راہ دکھائے۔

۴) سابقہ امتوں سے نعمت کے زائل ہونے اور اس کے بدلے عذاب کے آنے کا سبب ان کی سرکشی اور کفر تھا، اور اس سرکشی پر وہ اللہ کی نعمتوں ہی سے مدد لیتے تھے۔

۵) گذشتہ امتوں کے حالات میں نصیحت اور عبرت ہے۔

پیر: مجلس حدیث

نماز میں خشوع کی ترغیب

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے مختصر نصیحت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو ایسی نماز پڑھ جیسے الوداع کہنے والا پڑھتا ہے، اور ایسی کوئی بات نہ کر جس پر کل تجھے معذرت کرنی پڑے، اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اُس سے بالکل نااُمیدی رکھ"۔ (احمد: ۲۳۵۴۵)۔

شرح:

اس حدیث میں عظیم نصیحتیں ہیں، کہ اگر بندہ ان پر عمل کرے تو اس کے معاملات پایہ تکمیل کو پہنچیں گے اور وہ فلاح یاب ہوگا، وہ نصیحتیں درج ذیل ہیں:

پہلی نصیحت: نماز کی تکمیل، اس طرح کہ اس کے ارکان، واجبات اور سنتوں کو پورا کرے، اور اس میں مقامِ احسان کو حاصل کرے اور یہ احساس کرے کہ یہ الوداع کہنے والی کی نماز ہے، گویا اس کے بعد کوئی اور نماز نہیں پڑھ سکے گا، اور اس انداز سے پڑھی جانے والی نماز کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ پڑھنے والے کو ہر برے اخلاق سے روکتی ہے اور ہر اچھے اخلاق پر ابھارتی ہے؛ کیونکہ دلوں کے منور ہونے اور ایمان میں اضافہ ہونے میں اس کا اثر ہے۔

دوسری نصیحت: زبان کی حفاظت، پس ہر وہ بات جس کے بعد معذرت کرنا پڑے، اسے چھوڑ دو؛ کیونکہ جب تم کوئی بات کہہ دیتے ہو تو وہ تمہارا مالک بن جاتی ہے اور تم اس کے اسیر بن جاتے ہو، اور ممکن ہے کہ وہ ایسا نقصان پیدا کرے جس کی تلافی ناممکن ہو، اور معذرت یا تو اللہ سے توبہ کے ذریعے ہوتی ہے، کیونکہ گناہ کو چھوڑ دینا مغفرت طلب کرنے سے بہتر ہے، یا پھر لوگوں سے؛ کیونکہ ان کا حق اس وقت تک ساقط نہیں ہوتا جب تک کہ ان سے معافی تلافی نہ کر لی جائے۔

تیسری وصیت: نفس کو آمادہ کرنا کہ اس کا تعلق صرف اللہ ہی سے ہو، اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے مایوسی رکھے، چاہے وہ دنیوی معاملات ہوں یا اُخروی، نہ وہ اللہ کے سوا کسی سے سوال کرے، اور نہ ہی اللہ کے فضل

کے سوا کسی کی خواہش رکھے؛ کیونکہ لوگوں سے نااُمیدی عصمت ہے، اور جو کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے وہ اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) نماز کو اس انداز سے قائم کرنے کی اہمیت جس میں اس کے ارکان، واجبات اور سنتیں پوری طرح ادا ہوں۔

۲) نماز میں خشوع اور دل کی حاضری کی اہمیت، اور اللہ سے مناجات کا استحضار۔

۳) یہ کہ مسلمان کو چاہیے اپنی زبان کی حفاظت کرے، اور ایسی بات نہ کرے جس کے بعد تنقید یا معذرت کا امکان ہو۔

۴) رزق کے طلب میں اللہ سے تعلق رکھنے، اسی پر بھروسا کرنے، اس سے اس کے فضل کا سوال کرنے، اور لوگوں سے سوال کرنے سے بے نیازی اختیار کرنے کی ضرورت کا بیان۔

منگل: مجلس عقیدہ

شرک کے اسباب اور وسائل

شرک اکبر کی سنگینی کے باعث، شریعت نے ہر اُس ذریعہ پر بندش لگادی ہے جو اس میں پڑنے کا سبب بنے، اور نبی ﷺ نے ہر اُس سبب سے خبردار فرمایا جو اس تک پہنچادے۔

ان ممنوعہ اسباب وذرائع میں سے چند درج ذیل ہیں:

اوّل: نیک لوگوں کے سلسلہ میں غلو کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا سب سے بڑا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو غلو ہی نے ہلاک کیا" (احمد: ۱۸۵۱، نسائی: ۳۰۵۷)۔ اور نیک لوگوں میں غلو ہی کی وجہ سے زمین میں شرک کا سب سے پہلا ظہور ہوا، اور وہ قومِ نوح میں ہوا۔ جب وہ نیک لوگ دنیا سے چلے گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو ورغلایا کہ جن مجالس میں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں اُن کے مجسمے نصب کردو اور انہیں اُن کے ناموں سے موسوم کرو۔ پس انہوں نے ایسا کیا، اور ابتدا میں ان کی عبادت نہ کی گئی، یہاں تک کہ جب وہ لوگ فوت ہوگئے اور علم بھلادیا گیا تو ان کی عبادت کی جانے لگی (بخاری: ۴۹۲۰)۔

بلاشبہ یہ شیطان کا مکر ہے کہ وہ پہلے نیک لوگوں میں غلو اور ان کی قبروں کی تعظیم کی طرف بلاتا ہے، پھر لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ ان قبروں پر جمے رہنا اہلِ قبور کی محبت کی بنا پر ہے، یا یہ گمان کہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر وہ انہیں اس درجے سے آگے بڑھا کر قبر والے کو پکارنے اور اس کی عبادت کرنے، اور اس کی قبر کو بت بنا لینے، اس کا طواف کرنے اور اس پر قربانی کرنے تک پہنچادیتا ہے۔

دوم: قبروں پر مساجد کی تعمیر کرنے اور ان میں تصویریں بنانے سے رسول اللہ ﷺ نے سخت ترین انداز میں منع فرمایا ہے۔ چنانچہ جب ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ حبشہ میں ایک گرجا گھر ہے جس میں تصویریں ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بیشک جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور وہ فوت ہوجاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں وہ تصویریں بناتے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برے مخلوق ہیں" (بخاری: ۳۸۷۳، مسلم: ۵۲۸)۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے، اللہ کی لعنت ہو ان قوموں پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا" (بخاری: ۴۳۷، مسلم: ۵۳۰)۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بناتے تھے، خبردار! قبروں کو مسجد نہ بناؤ، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں" (مسلم: ۵۳۲)۔

سوم: قبروں پر عمارتیں بنانا، یا انہیں پختہ کرنا، یا ان پر گنبد بنانا اور اس قسم کے دیگر کام؛ یہ بھی شرک کے نمایاں اسباب میں سے ہے۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا" (مسلم: ۹۷۰)۔

بدھ: مجلس فقہ

چاشت کی نماز

اس کی تعریف:

یہ وہ نماز ہے جو دن کے آغاز میں، سورج کے بلند ہونے سے لے کر اس کے زوال تک ادا کی جاتی ہے۔

اس کی فضیلت:

چاشت کی نماز کے استحباب اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ انہوں نے کہا: "میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی: ہر مہینے میں تین دن کے روزے کی، چاشت کی دو رکعت نماز کی، اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی" (بخاری: ۱۱۷۸، مسلم: ۷۲۱)۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: "تم میں سے ہر ایک کے بدن کے ہر جوڑ پر ہر صبح صدقہ واجب ہوتا ہے، پس ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور ان سب کی طرف سے چاشت کی وہ دو رکعت نماز کافی ہے جنہیں وہ ادا کرے" (مسلم: ۷۲۰)۔

اس کا وقت:

اس کا وقت سورج کے ایک نیزے کے برابر بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے، یعنی سورج نکلنے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد، اور زوال سے کچھ پہلے تک رہتا ہے، یعنی ظہر کے اذان سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے تک۔

اس کا سب سے بہتر وقت اس کا آخری حصہ ہے، جب گرمی شدت اختیار کر لے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اوّابین کی نماز اُس وقت ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاوں جلنے لگ جائیں" (مسلم: ۷۴۸)۔

اور اس کا مطلب یہ ہے: جب زمین کی گرمی اتنی بڑھ جائے کہ اونٹ کے بچے شدتِ حرارت کی وجہ سے بیٹھ جائیں۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ بنی قریظہ

تاریخ وقوع:

غزوۂ احزاب سے مسلمانوں کے واپس آنے کے بعد ہجرت کے پانچویں سال غزوہ بنی قریظہ پیش آیا۔

اس کے اسباب:

اس کا سبب یہ بنا کہ بنی قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا اور احزاب کے ساتھ شامل ہو گئے؛ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپس آئے تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: ''کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیے ہیں''؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! ہم نے تو ابھی ہتھیار نہیں رکھے''، تو انہوں نے کہا: آپ ان کی طرف نکلیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "کدھر؟" انہوں نے کہا: "یہاں" اور بنی قریظہ کی جانب اشارہ کیا (بخاری: ۴۱۱۷)۔

اس کے واقعات:

رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں اعلان کر دیا: "کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں" (بخاری: ۴۱۱۹)۔ آپ ﷺ نے مدینہ پر ابن اُم مکتوم کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور مسلمانوں کا لشکر تین ہزار کی تعداد میں بنی قریظہ کی آبادی کی طرف روانہ ہوا۔ جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ انہوں نے ان کی سرزمین کا محاصرہ کر لیا۔ جب ان کے سردار کعب بن اسد نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اپنی قوم کے سامنے تین باتوں میں سے ایک اختیار کرنے کی پیشکش کی:

یا تو وہ اسلام قبول کر کے محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو جائیں۔

یا اپنے بال بچوں کو قتل کر کے نکل کھڑے ہوں اور جنگ کریں۔

یا پھر ہفتے کے دن رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر اس وقت اچانک حملہ کریں جب مسلمان ان کی طرف سے مامون ہوں۔

انہوں نے ان میں سے کسی ایک بات کو بھی قبول نہ کیا(الفصول: ۱۷۳)۔ محاصرہ پچیس دنوں تک جاری رہا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا، چنانچہ وہ محاصرہ برداشت نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

اس غزوہ کے نتائج:

جب وہ (بنی قریظہ) رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہوئے تو اوس نے عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ نے بنی قینقاع کے بارے میں وہی کیا جو آپ جانتے ہیں، اور وہ خزرج کے حلیف تھے، اور یہ ہمارے حلیف ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے بارے میں تم ہی میں سے ایک شخص فیصلہ کرے؟" انہوں نے کہا: "کیوں نہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تو یہ فیصلہ سعد بن معاذ کے سپرد ہے۔" انہوں نے کہا: "ہم راضی ہیں۔" چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ کو بلا بھیجا، جو کہ غزوۂ احزاب کے دوران زخمی ہو کر مدینہ میں تھے ۔پس وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، اور لوگ ان سے کہنے لگے: "اپنے حلیفوں کے ساتھ بھلائی کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں تمہیں فیصل بنایا ہے۔"

جب سعد نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو لوگوں نے انہیں اتارا اور کہا: "اے سعد! یہ لوگ تمہارے فیصلے پر متفق ہوئے ہیں۔" سعد نے کہا: "کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟" انہوں نے کہا: "جی ہاں، اور مسلمانوں پر بھی۔" انہوں نے کہا: "اور ان پر بھی جو یہاں ہیں؟" اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ادب و تعظیم کے ساتھ اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں، اور مجھ پر بھی۔" سعد نے کہا: "تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا جائے اور ان کے بال بچوں کو قیدی بنایا جائے۔" نبی ﷺ نے فرمایا: "تم نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے" (بخاری: ۴۱۲۲، مسلم: ۱۷۶۹)۔

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جو بالغ ہوا سے قتل کر دیا جائے، اور جو بالغ نہ ہوا ہوا سے چھوڑ دیا جائے، چنانچہ ان کی گردنیں ان خندقوں میں ماری گئیں جو مدینہ کے بازار میں کھودی گئی تھیں، اور ان کی تعداد چھ سو سے سات سو کے درمیان تھی۔ ان کے ساتھ بنی نضیر کا سردار حیی بن اخطب بھی قتل کیا گیا، جو غزوۂ احزاب کے دوران بنی قریظہ

کے قلعے میں داخل ہوا تھا اور انہیں معاہدہ توڑنے کی دعوت دی تھی، بنی قریظہ کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا: پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے ملے، اور اس دن مسلمانوں میں چھتیس شہ سوار تھے (الفصول: ۱۷۵)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

وہ: ابو عبداللہ جعفر بن ابو طالب بن عبد المطلب، نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ہیں، ان کی ولادت مکہ میں ہجرت سے ۳۴سال قبل ہوئی، اور وہ اپنے بھائی علی سے دس برس بڑے تھے۔

سیرت اور فضائل:

جعفر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "تم میری شکل وصورت اور اخلاق میں مشابہ ہو" (ابن حبان: ۷۰۴۶)۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی جوتا پہننے والا، سواری پر سوار ہونے والا، اور زمین پر چلنے والا، جعفر بن ابو طالب سے افضل نہ ہوا" (الاصابہ: ۱/۲۳۷)۔

اسی طرح جعفر رضی اللہ عنہ مساکین سے محبت کرتے، ان کے پاس بیٹھتے اور ان کی خدمت کرتے تھے؛ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا: "جعفر مساکین کے لیے سب سے بہتر انسان تھے" (بخاری: ۵۴۳۲)۔

جعفر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور ان کے حُسنِ اخلاق اور قوتِ دلیل کا یہ اثر ہوا کہ نجاشی اور اس کے پیروکار مسلمان ہو گئے، انہوں نے ارضِ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا بھرپور دفاع کیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب قریش کا وفد نجاشی کے پاس آیا اور اس سے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا، جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ تلاوت کیا، تو نجاشی اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی، اور اس کے اعلیٰ مذہبی پیشوا بھی اس قدر روئے کہ انہوں نے اپنی مصاحف کو بھی بھگو دیا۔ پھر نجاشی نے کہا: "یقیناً یہ کلام اسی چراغدان سے نکلا ہے جسے موسیٰ لے کر آئے تھے" (سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۱۶)۔

جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ میں ہجرت کے ساتویں سال تک مقیم رہے، پھر مدینہ واپس آئے، اس وقت نبی ﷺ خیبر میں تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو نہایت خوش ہوئے، اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) بوسہ دیا اور فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات سے زیادہ خوشی ہوئی: خیبر کی فتح سے یا جعفر کی آمد سے؟" (البدایہ والنہایہ: ۴/۲۰۷)۔

وفات:

جعفر رضی اللہ عنہ غزوۂ مؤتہ میں، جمادی الاولی سنہ ۸ھ میں شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر چالیس برس تھی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "میں اس دن جعفر کے پاس آیا جبکہ وہ شہید ہو چکے تھے، تو میں نے ان پر نیزہ اور تلوار کے پچاس سے زائد زخم گنے، اور ان میں سے کوئی بھی ان کی پشت پر نہ تھا" (بخاری: ۴۲۶۰)۔

نبی ﷺ کو ان کی شہادت پر سخت رنج ہوا، اور آپ ﷺ نے ان کے لیے جنت میں خاص نعمت کی بشارت دی، فرمایا: "میں نے جعفر بن ابی طالب کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے ذریعے اُڑتے ہوئے دیکھا" (ترمذی: ۳۷۶۳)۔

مجلس	اتنیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں (ذی الاوتاد) کا معنی ہے:		ج
	[ا] زیادہ مال والے	[ب] گھر اور بنگلے والے	[ج] ایسے لشکر والے جنہوں نے ان کی بادشاہت کو پائیدار رکھا
مجلس حدیث	سوال: لوگوں کا حق نہیں معاف ہوگا سوائے......کے ذریعہ؟		ج
	[ا] استغفار	[ب] زیادہ نیک عمل	[ج] معافی تلافی
مجلس عقیدہ	سوال: شرک اکبر کے اسباب اور ذرائع میں سے ہے:		ب
	[ا] قبروں کا قریب ہونا	[ب] نیک لوگوں کے بارے میں غلو کرنا	[ج] زندگی میں عیاشی کرنا
مجلس فقہ	سوال: کس کو نبی ﷺ نے چاشت کے نماز کی وصیت کی تھی؟		ا
	[ا] ابوہریرہ	[ب] ابن مسعود	[ج] جابر بن عبداللہ
مجلس سیرت	سوال: غزوہ بنی قریظہ کا سبب تھا کہ:		ج
	[ا] انہوں نے بازار میں ایک مسلم عورت کو برہنہ کیا تھا	[ب] انہوں نے ایک مسلمان بچے کو قتل کیا تھا	[ج] عہد وپیان کو توڑ کر انہوں نے احزاب کا ساتھ دیا
مجلس صحابہ	سوال: جنہوں نے جعفر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ان میں سے تھے:		ا
	[ا] نجاشی	[ب] ابن الجلندی	[ج] مقوقس

تیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية" چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الفجر (۲)

﴿فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ (١٥) وَأَمَّا إِذَا مَا
ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (١٦) كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ (١٧) وَلَا
تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ (١٨) وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا (١٩) وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا
جَمًّا (٢٠) كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا (٢١) وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (٢٢) وَجِيءَ
يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى (٢٣) يَقُولُ يَالَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي
(٢٤) فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ (٢٥) وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ (٢٦) يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ
الْمُطْمَئِنَّةُ (٢٧) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (٢٩) وَادْخُلِي
جَنَّتِي (٣٠)﴾

[انسان (کا یہ حال ہے کہ) جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا (۱۵) اور جب وہ اس کو آزماتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی (اور ذلیل کیا) (۱۶) ایسا ہرگز نہیں بلکہ (بات یہ ہے) کہ تم (ہی) لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے (۱۷) اور مسکینوں کے کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے (۱۸) اور (مردوں کی) میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو (۱۹) اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو (۲۰) یقیناً جس وقت زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی (۲۱) اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے) (۲۲) اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی اس دن انسان کو سمجھ آئے گی مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟ (۲۳) وہ کہے گا کہ کاش کہ میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا (۲۴) پس آج اللہ کے عذاب جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا (۲۵) نہ اسکی قید و بند جیسی کسی کی قید و بند ہوگی (۲۶) اے اطمینان والی روح (۲۷) تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش (۲۸) پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا (۲۹) اور میری جنت میں چلی جا (۳۰)]۔

آیات کا مضمون:

آزمائش کی حکمت پر تنبیہ اور آخرت کی یاددہانی۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

ابْتَلَاهُ:اس کاامتحان لیا۔

فَقَدَرَ: تنگ کردیا۔

وَلَا تَحَاضُّونَ: ایک دوسرے کوابھارتے نہیں ہیں۔

التُّرَاثَ:میراث۔

لَمًّا: شدید۔

جَمًّا: بے حد۔

دُكَّتِ:ہلادی جائے گی۔

وَجَاءَ رَبُّكَ: جیسی آمداللہ کے لائق ہے،وہ آئے گاتاکہ بندوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

صَفًّا صَفًّا: بہت زیادہ قطاروں میں۔

وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى: اسے نصیحت لینا نفع نہیں دے گا کیونکہ اس کاوقت گزرچکا۔

وَلَا يُوثِقُ:کوئی اس کی طرح بیڑیوں اورزنجیروں میں نہیں جکڑپائے گا۔

وَثَاقَهُ: جس طرح وہ بیڑیوں اورزنجیروں میں جکڑے گا۔

اجمالی معنیٰ:

یہ آیات اللہ تعالیٰ کی سنتوں کوثابت کرتی ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو خیراور شردونوں سے آزماتاہے،اوراس کادینایا محروم کرنااس کی رضامندی یاناراضگی کی دلیل نہیں؛بلکہ وہ کشادگی بھی آزمائش اورامتحان کے طورپر دیتاہے،اور تنگی بھی آزمائش اورامتحان کے طورپر دیتاہے،اوروہ نعمت کے ذریعے بھی آزماتاہے جیسے وہ محرومی کے ذریعے آزماتاہے۔

پھرکلام مخاطبین کی طرف متوجہ ہوتاہے کہ یتیموں اورمسکینوں کے ساتھ ان کے حالات اوررویّے،اورمال و میراث سے ان کی حددرجہ دل بستگی،ان کے شدید حرص اور بخل کوظاہرکرتاہے اوریہ کہ وہ فانی کو باقی پرترجیح دیتے ہیں۔

پھر سورہ کا اختتام یومِ قیامت کے ہولناک مناظر کے ذکر پر ہوا، اور کوتاہ لوگوں کی حسرت وندامت پر کہ جب وہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اور تمنا کریں گے کہ کاش انہوں نے ایسے نیک اعمال پیش کئے ہوتے جو انہیں اس دن نجات دیتے۔ رہی وہ مطمئن روح جس نے نیک اعمال پیش کئے اور کوتاہی نہ کی، تو اسے اللہ کے معزز بندوں کے زمرے میں جنت میں داخل ہونے کے لیے بلایا جائے گا۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱)ہر وہ شخص جس پر رزق میں کشادگی کی گئی ہو، اللہ کے نزدیک معزز نہیں ہوتا، اور نہ ہی ہر وہ شخص جس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو، اللہ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے۔

۲)مومن کی صفات میں سے ایک صفت قضا وقدر سے راضی رہنا ہے؛ پس جب اسے دیا جائے تو شکر کرے، اور جب آزمائش میں ڈالا جائے تو صبر کرے۔

۳)مومن کی صفات میں سے یتیموں کا اکرام کرنا اور فقراء و مساکین میں بھوکوں کو کھلانے کی ترغیب دینا ہے۔

۴)انسان قیامت کے دن جب جہنم کو دیکھے گا تو سخت نادم ہو گا، لیکن اس وقت ندامت کچھ فائدہ نہ دے گی۔

۵)میراث اس کے مستحقین کو دینا واجب ہے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، چھوٹے ہوں یا بڑے۔

پیر: مجلس حدیث

پریشانی آنے پر موت کی تمنا کرنے کی ممانعت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی کسی مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، لیکن اگر موت کی تمنا کرنا ضروری ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو، مجھے زندہ رکھ، اور جب وفات میرے لیے بہتر ہو، مجھے وفات دے دے" متفق علیہ (بخاری: ٦٣٥١، مسلم: ٢٦٨٠)۔

شرح:

حدیث میں بندے پر نازل ہونے والی کسی تکلیف جیسے بیماری، یا فقر، یا خوف، یا کسی پریشانی اور ہلاکت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے؛ کیونکہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

*اس میں اللہ کے قضاوقدر پر ناراضگی اور بے صبری پائی جاتی ہے، حالانکہ مومن کو صبر اور ثواب کی امید رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

*یہ نفس کو کمزور کرتا ہے، مایوسی میں ڈال دیتا ہے، اور سستی و کاہلی پیدا کرتا ہے۔

*موت کا آجانا بندے کے نیک اعمال کے سلسلہ کو ختم کر دیتا ہے، حالانکہ وہ ان کا شدید محتاج ہوتا ہے۔

*انسان نہیں جانتا کہ موت کے بعد اس کے لیے کیا ہوگا؛ پس ممکن ہے کہ وہ مصیبت سے بھاگ کر اس سے بھی زیادہ بھیانک چیز یعنی عذابِ برزخ اور اس کی ہولناکیوں کی طرف چلا جائے۔

بندے کے لیے ضروری ہے کہ اسے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرے، اور معاملے کو اپنے رب کے سپرد کر دے، جو جانتا ہے کہ اس کے لیے کس چیز میں بھلائی اور درستگی ہے، اسی لیے حدیث کے آخر میں کہا گیا: "پس اگر ضرور موت کی تمنا کرنی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو، مجھے زندہ رکھ، اور جب وفات میرے لیے بہتر ہو، مجھے وفات دے دے"۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱)مسلمان پر نازل ہونے والی تکلیف جیسے فقر، بیماری یا خوف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا حرام ہے۔

۲)جب مومن پر مصیبتیں شدت اختیار کر جائیں تو اس کے لیے صبر کرنا، گریہ وزاری اور دعا کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنا مستحب ہے۔

۳)اللہ پر توکل کرنا اور معاملات کو اس کے سپرد کرنا واجب ہے؛ کیونکہ وہی اپنے بندے کے لیے خیر اور درستگی کا علم رکھتا ہے۔

۴)زندگی اللہ کی عطا کردہ ایک نعمت اور عظیم کامیابی پانے کا موقع ہے؛ لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسے ایمان اور نیک عمل سے معمور کرے۔

۵)سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دین میں فتنے کے اندیشے کے سبب موت کی تمنا جائز ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ کی دعا میں ہے: "اور جب تو اپنے بندوں کے لیے کسی فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں مبتلا کئے بغیر اپنی طرف بلا لے" (ترمذی: ۳۲۳۵)۔

منگل: مجلس عقیدہ

کفر؛اس کی تعریف اور اقسام

کفر: ایمان کی ضد ہے،اور جیسے ایمان قول، عمل اور اعتقاد کا نام ہے،ویسے ہی کفر قول، عمل،اعتقاد میں شک اور ترک کا نام ہے، چنانچہ کفر اس طرح بھی واقع ہوتا ہے کہ بندہ اللہ پر ایمان نہ لائے، یا اس کے دین کی کسی چیز پر ایمان نہ لائے، چاہے تکذیب یا شک کے سبب ہو، یا تکبر یا خواہشِ نفس کے باعث ہو،اسی طرح کفر ان اعمال یا اقوال کے ذریعہ ہوتا ہے جنہیں شریعت نے کفر قرار دیا ہے۔

اور کفر کے بارے میں سخت تنبیہ، دھمکی اور وعید آئی ہے؛اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا، خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا، يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَالَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا﴾ (بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے * وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، نہ وہ کوئی کارساز پائیں گے اور نہ کوئی مددگار * جس دن ان کے چہرے آگ میں اُلٹے پلٹے جائیں گے، وہ کہیں گے: کاش ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا" [الاحزاب:۶۴-۶۶]۔

*کفر کی دو قسمیں ہیں:

کفرِ اکبر جو ملت سے خارج کر دیتا ہے،اور کفرِ اصغر جو ملت سے خارج نہیں کرتا۔

پہلی قسم یعنی کفرِ اکبر کی پانچ اقسام ہیں:

پہلی قسم: کفرِ تکذیب؛اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ﴾ (اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑے یا جب اس کے پاس حق آیا تو اسے جھٹلا دے؟ کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟) [العنکبوت:۶۸]۔

دوسری قسم: کفرِ انکار اور تکبر؛اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ (اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم

کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا)[البقرہ: ۳۴]۔

تیسری قسم: کفرِ شک؛ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا (٣٥) وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا (٣٦) قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا (٣٧) لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا﴾ (اور وہ اپنے باغ میں گیا جبکہ وہ تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا۔ کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے(۳۵)اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں (اس لوٹنے کی جگہ) اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا(۳۶)اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس (معبود) سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا(۳۷) لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا(۳۸))[الکہف: ۳۵-۳۸]۔

چوتھی قسم: کفرِ اعراض؛ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنْذِرُوا مُعْرِضُونَ﴾ (اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا منہ موڑنے والے ہیں)[الاحقاف: ۳]۔

پانچویں قسم: کفرِ نفاق؛ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾ (یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا، تو ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی، پس وہ نہیں سمجھتے)[المنافقون: ۳]۔

کفر کی دوسری قسم: کفرِ اصغر، اسے کفرِ عملی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ تمام امور ہیں جنہیں شریعت میں کفر کہا گیا ہے مگر وہ کفرِ اکبر کی حد تک نہیں پہنچتے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

* جیسا کہ نبی ﷺ کے اس قول میں آیا: "لوگوں میں دو چیزیں ایسی ہیں جو ان میں کفر ہیں: نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا" (مسلم: ۶۷)۔

*اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا؛ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے کفر کیا یا شرک کیا" (ترمذی: ۱۵۳۵، ابوداود: ۳۲۵۱)۔

*مسلمان سے قتال کرنا؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے قتال کرنا کفر ہے" (بخاری: ۴۸، مسلم: ۶۴)۔

بدھ: مجلس فقہ

ممنوعہ اوقات

(جن میں نفلی نماز کی ادائیگی منع ہے)

ممنوعہ اوقات کا بیان:

شریعت نے ان اوقات کو بیان کیا ہے جن میں نفل نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اور وہ درج ذیل ہیں:

پہلا وقت: طلوع فجر سے لے کر سورج نکلنے اور نیزے کے برابر بلند ہونے تک، جو تقریبا سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد تک ہے۔

دوسرا وقت: سورج کے آسمان کے بیچوں بیچ میں آجانے کے وقت، یعنی ظہر سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے سے لے کر سورج کے ڈھلنے اور ظہر کا وقت داخل ہونے تک۔

تیسرا وقت: عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک۔

دلائل:

ان ممنوعہ اوقات کے دلائل:

*رسول اللہ ﷺ کا فرمان: "فجر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے، اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے" (بخاری:٥٨٦، مسلم:٨٢٧)۔

*عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث: "تین اوقات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور اپنے مردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے: جب سورج نکل رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے، اور جب عین دوپہر کا وقت ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو یہاں تک کہ غروب ہو جائے" (مسلم:٨٣١)۔

ممنوعہ اوقات میں نماز کا حکم:

ان اوقات میں نفل نماز پڑھنا جائز نہیں، سوائے ان چیزوں کے جن کے لیے دلیل میں استثناء آیا ہے، اور وہ ہیں:

*فوت شدہ فرض نماز کو اس کی سنتِ مؤکدہ کے ساتھ قضا کرنا؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص سو کر یا بھول کر نماز چھوڑ دے، تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے" (مسلم: ٦٨٤)۔

*اسباب والی نمازوں کا ادا کرنا جیسے: نمازِ جنازہ، تحیۃ المسجد، اور طواف کی دو رکعت۔

خاص طور پر ان اوقات میں نماز سے منع کرنے کی حکمت:

ان اوقات میں نماز سے منع کرنے کی حکمت نبی ﷺ نے خود بیان فرمائی ہے: آپ ﷺ نے واضح کیا کہ کافر سورج کے طلوع اور غروب کے وقت اس کی عبادت کرتے ہیں، اس لیے مسلمان کو ان دونوں وقتوں میں ان سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیشک وہ (سورج) شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، اور اسی وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں"، اور فرمایا: "بیشک وہ (سورج) اس وقت غروب ہوتا ہے جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے، اور اسی وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں" (مسلم: ٨٣٢)۔

رہی بات عین دوپہر کے وقت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس وقت جہنم خوب دہکائی جاتی ہے" (مسلم: ٨٣٢)۔

جمعرات: مجلس سیرت

بیعت رضوان

تاریخ وقوع:

یہ واقعہ ذی القعدہ سنہ ٦ ھ میں پیش آیا۔

اسباب:

اس واقعے کا آغاز اس وقت ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے، کعبہ کی چابیاں لی، طواف کیا اور عمرہ ادا کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو اس خواب کی خبر دی تو وہ خوش ہو گئے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ اسی سال ہو گا، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو خبر دی کہ آپ عمرہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تو وہ آپ کے ساتھ روانگی کی تیاری کرنے لگے (تفسیر الطبری: ۲۲/۲۵۷)۔

واقعات:

نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ احرام باندھے ہوئے بغیر کسی ہتھیار کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، ان کی تعداد تقریباً پندرہ سو تھی۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو قریش کو اس کی خبر ہوگئی، تو انہوں نے اپنے حلیفوں (احابیش) کو جمع کیا اور مکہ سے نکل کر عمرہ کرنے سے آپ کو روکنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، خالد بن ولید، اسلام لانے سے پہلے، دو سو سواروں کے ساتھ کراع غمیم کے مقام پر مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا رخ بدل دیا اور راستہ تبدیل کر کے حدیبیہ کے نچلے حصے سے گزرنے لگے۔ خالد یہ خبر دینے کے لئے قریش کے پاس واپس چلے گئے (بخاری: ۲۷۳۱)۔

قریش نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بر بھیجے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں یقین دلایا کہ وہ قتال کے ارادے سے نہیں آئے۔ پھر آپ ﷺ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر ان کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے آپ کے ارادے کی تصدیق کریں، حضرت عثمان مکہ میں داخل ہوئے تو

قریش نے انہیں طواف کی پیشکش کی، مگر انہوں نے انکار کر دیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ خود طواف نہ کریں۔ چنانچہ قریش نے انہیں اپنے پاس روک لیا(البدایہ والنہایہ: ۱۶۷/۴)۔

نتائج:

رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو خبر ملی کہ عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے ہیں، تو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بیعت کے لیے بلایا، چنانچہ صحابہ نے آپ سے یہ بیعت کی کہ وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے، اور بعض نے موت پر بیعت کی، رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا: "یہ عثمان کی طرف سے ہے"(البدایہ والنہایہ: ۱۶۸/۴)۔

یہ بیعت درخت کے نیچے ہوئی اور اسے بیعتِ رضوان کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ (یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، پس اس نے ان کے دلوں کا حال جان لیا اور ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں قریب کی فتح کا بدلہ دیا) [الفتح: ۱۸]۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص درخت کے نیچے بیعت میں شریک ہوا، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا"(ابوداود: ۴۶۵۳)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

جلیل القدر صحابی حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، نبی ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی۔ انہیں "اللہ کا شیر "اور "رسول اللہ ﷺ کا شیر "کہا جاتا ہے، آپ کی کنیت ابو عمارہ اور ابو یعلی ہے، جو آپ کے دو بیٹوں عمارۃ اور یعلی سے منسوب ہے۔

ان کی ولادت مکہ میں ہجرت سے ۵۴ سال قبل ہوئی۔

سیرت اور فضائل:

حمزہ رضی اللہ عنہ سخی، کشادہ دل، مضبوط جسم کے مالک، سرخ چہرے والے، اور جنگوں میں نہایت جری اور بے باک تھے۔ جب غصہ آتا تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جایا کرتی تھیں۔

اسلام سے پہلے بھی انہوں نے کئی جنگوں اور معرکوں میں حصہ لیا، جیسے حربِ فجار وغیرہ، اور وہ قریش کے سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ عزیمت والے، اور سب سے بڑھ کر پیش قدمی کرنے والے نوجوان شمار ہوتے تھے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے قبل بعثت کے چھٹے سال کے آخر میں مسلمان ہوئے، اور یہ اسلام اس امت کے فرعون ابو جہل سے آپ ﷺ کی حمایت میں تھا، اس وقت جب نبی ﷺ کو اس نے تکلیف دی اور آپ کے سرِ مبارک کو پتھر سے زخمی کر دیا۔ جب حمزہ بن عبد المطلب کو اس کی خبر ملی تو وہ تیزی سے نکلے اور کسی کے لئے رکے بغیر ابو جہل کے پاس پہنچے اور کہا: "کیا تم میرے بھتیجے کو گالی دیتے ہو جبکہ میں اس کے دین پر ہوں؟!" پھر انہوں نے کمان سے اس کے سر پر کاری ضرب لگائی جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا (حلیۃ الاولیاء: ۲/۶۷۳)۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام ابتدا میں حمیت کے طور پر تھا، پھر اللہ نے ان کا سینہ دین کے لیے کھول دیا، مسلمان ان کے اسلام سے طاقت میں آ گئے، اور قریش پر معاملہ سخت ہو گیا، حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کو پہنچائی جانے والی بعض ایذا سے رک گئے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں شرکت کی اور اس میں نہایت شاندار کارنامہ انجام دیا، یہاں تک کہ بعض کافر قیدیوں نے کہا: "وہ کون سا آدمی ہے جس نے شتر مرغ کا پر (علامت کے طور پر) لگایا ہوا تھا؟" لوگوں نے کہا: "وہ حمزہ ہیں۔" اس نے کہا: "اس شخص نے تو ہم پر کاری ضرب لگائی" (زاد المعاد: ۱۶۶/۳)۔

اسی طرح آپ نے جنگ اُحد میں بھی شرکت کی، اور رسول اللہ ﷺ کے آگے دو تلواروں سے لڑ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے: "میں اللہ کا شیر ہوں" (حاکم: ۱۹۴/۳)۔

آپ نے مشرکین میں سے اکتیس آدمیوں کو قتل کیا۔ اسی دوران آپ کو ٹھوکر لگی اور آپ پیٹھ کے بل گر پڑے، جس سے آپ کے پیٹ سے زِرہ ہٹ گیا، تو حبشی وحشی جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا اس نے نیزے سے آپ کو شہید کر دیا، مشرکوں نے آپ کی لاش کے ساتھ مثلہ کیا، جب نبی ﷺ نے آپ کو دیکھا تو آپ کو سخت صدمہ لگا اور آپ شدید غمگیں ہوئے، اور فرمایا: "شہداء کے سردار حمزہ بن عبد المطلب ہیں" (حاکم: ۴۸۸۴)۔

وفات:

حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کے دن شہید ہوئے، اور جب آپ قتل کیے گئے تو آپ کی عمر انسٹھ برس تھی۔ آپ کو آپ کے بھانجے عبد اللہ بن جحش کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

	تیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:آیت میں (قدر عليه رزقه) کا معنی ہے:		ا
	[ا]اسے تنگ کردیا	[ب]اسے کشادہ کردیا	[ج]اسے ختم کردیا
مجلس حدیث	سوال:مومن کے لئے مستحب ہے جب اس پر شدید مصیبت آئے تو وہ:		ب
	[ا] اس کے سامنے ہتھیارڈال دے	[ب]صبر کرے اور اللہ سے گریہ وزاری اوردعاکرے	[ج] اپنے ملک سے نکل کر دوسرے ملک چلاجائے
مجلس عقیدہ	سوال:کفراکبر کے اقسام میں سے ہے:		ب
	[ا]شرک خفی	[ب]انکاراور تکبر	[ج]نوحہ کرنا
مجلس فقہ	سوال:جن اوقات میں نفل نماز منع ہے،ان میں سے ہے:		ا
	[ا]نمازفجر کے بعد	[ب]نمازظہر کے بعد	[ج]نماز مغرب کے بعد
مجلس سیرت	سوال:بیعت رضوان کے اسباب میں سے ہے:		ج
	[ا]جیش روم کی آمد	[ب]احزاب کااجتماع	[ج]عثمان کے قتل کی افواہ
مجلس صحابہ	سوال:حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے:		ب
	[ا]غزوہ بدرمیں	[ب]غزوہ احدمیں	[ج]غزوہ خندق میں

اکتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ساؤنڈ کلاؤڈ   یوٹیوب   ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الغاشیہ (۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ (١) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (٢) عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ (٣) تَصْلَى نَارًا حَامِيَةً (٤) تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ (٥) لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ (٦) لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ (٧) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ (٨) لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (٩) فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (١٠) لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً (١١) فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (١٢) فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ (١٣) وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ (١٤) وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ (١٥) وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ (١٦)﴾

[کیا تجھے بھی ڈھانپ لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے (۱) اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے (۲) (اور) محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے (۳) وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے (۴) اور نہایت گرم چشمے کا پانی ان کو پلایا جائے گا (۵) ان کے لئے سوائے کانٹے دار درختوں کے اور کچھ کھانے کو نہ ہوگا (۶) جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا (۷) بہت سے چہرے اس دن تروتازہ اور (آسودہ حال) ہوں گے (۸) اپنی کوشش پر خوش ہوں گے (۹) بلند و بالا جنتوں میں ہوں گے (۱۰) جہاں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے (۱۱) جہاں بہتا ہوا چشمہ ہوگا (۱۲) (اور) اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے (۱۳) اور آبخورے رکھے ہوئے (ہوں گے) (۱۴) اور ایک قطار میں لگے ہوئے تکیے ہوں گے (۱۵) اور مخملی مسندیں پھیلی پڑی ہوں گی (۱۶)]۔

آیات کا مضمون:

آخرت اور اس کے ثواب و عقاب کی یاد دہانی۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

الْغَاشِيَةِ: قیامت جو اپنی ہولناکیوں سے لوگوں کو ڈھانپ لے گی۔

خَاشِعَةٌ: ذلیل، ٹوٹا ہوا۔

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: عمل کر کے تھکے ہوں گے، اور جہنم میں نڈھال ہونگے

تَصْلَى نَارًا: جہنم میں داخل ہونگے اور اس کی گرمی کا سامنا کریں گے۔

حَامِيَةً: بھڑکتی ہوئی۔

آنِيَةٍ: سخت گرم۔

ضَرِيعٍ: کانٹوں والا ایک بدبودار پودا۔

لِسَعْيِهَا: دنیا میں طاعت کرنے کی وجہ سے۔

لَاغِيَةً: لغو اور باطل بات۔

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ: پانی ابل رہا ہوگا۔

فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ: اونچی مجلسیں۔

وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ: پینے والوں کے لئے تیار شدہ۔

وَنَمَارِقُ: گاؤ تکیے۔

وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ: بچھے ہوئے قالین۔

اجمالی معنی:

آیات واضح کرتی ہیں کہ قیامت کے دن کافروں کے چہرے ذلت سے جھکے ہوں گے، اس رسوائی اور ذلت کی وجہ سے جو انہیں گھیر لے گی، اور وہ زنجیروں اور بیڑیوں کے بوجھ سے تھکے ہارے اور پست ہوں گے۔ وہ اس آگ میں جھلس رہے ہوں گے جو اپنی حرارت میں انتہاء کو پہنچی ہوگی، اور اس چشمے سے پئیں گے جو حد درجہ گرم ہوگا، جہاں تک ان کے کھانے کا تعلق ہے تو جہنم میں ان کے لیے کانٹے دار درخت کے سوا کوئی غذا نہ ہوگی، جو بدترین اور بدصورت کھانوں میں سے ہے، اس میں کھانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، نہ وہ جسم کو طاقت دے گا اور نہ ہی بھوک مٹائے گا۔

رہے مومن تو اس دن وہ نعمت، خوشی اور سرور کی حالت میں ہوں گے، جن کے آثار ان کے چہروں پر عیاں ہوں گے، وہ اپنے اعمال کے بدلے میں اللہ کے ثواب پر راضی ہوں گے، ان کی گفتگو پاکیزہ اور نفع بخش ہوگی، جو دلوں کو خوش اور سینوں کو کشادہ کرے گی، اور جس میں اللہ کے ذکر اور اس کی لگاتار نازل ہونے والی نعمتوں کا بیان ہوگا، ان کے گرد چشمے اُبل رہے ہوں گے، جنہیں وہ جہاں چاہیں گے لے جائیں گے، ان کے لیے ہر قسم کی زیب و زینت اور اکرام کے ساتھ مجلسیں آراستہ کی گئی ہوں گی، سونے کے برتن، جام، گاؤ تکیے اور قالین ہونگے، جن سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے گی اور ان کے دل خوشی سے بھر جائیں گے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱)بدبختوں کے لیے عذاب کی مختلف اقسام کی یاد دہانی، جیسے ذلت ورسوائی، مشقت والا کام، آگ میں ڈالا جانا، کھولتے ہوا پانی پینا، اور کانٹے دار درخت کھانا۔

۲) جنت میں مومنوں کے چہرے تروتازہ اور خوشحال ہوں گے، جن پر نعمت، بشاشت اور مسرت کے آثار نمایاں ہوں گے۔

(۳) جنت کی نعمتیں متنوع ہیں، جیسے: کھانے پینے کی چیزیں، درخت، محل، نہریں، حوریں، اور ان سب سے بڑھ کر وہ نعمت ہے جو سب سے عظیم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کا اپنے بندوں سے راضی ہونا۔

۴)انسانی نفس کے لیے پریشان کن چیزوں میں سے ہے: لغو، جھوٹ اور باطل کلام کرنا، اور اللہ تعالی نے جنت میں مومنوں کی سماعتوں کو اس سے پاک رکھا ہے۔

پیر: مجلس حدیث

ذکرِ الٰہی کی فضیلت

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی مانند ہے" (بخاری: ٦٤٠٧)۔

شرح:

یہ حدیث ذکر کی اہمیت اور اس کی فضیلت کو بیان کرنے میں سب سے بلیغ احادیث میں سے ہے؛ جس نے ذکر کو جسم کے لیے روح کے مانند قرار دیا، جتنا زیادہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، اتنا ہی زیادہ اس کے اندر زندگی ہوتی ہے؛ وہ نیکی کو نیکی سمجھتا ہے اور برائی کو برائی، حق کو حق اور باطل کو باطل جانتا ہے، اور جتنا وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور ہوتا ہے، اتنا ہی وہ مردہ کے مشابہ ہوتا ہے، جس کا کوئی وجود نہیں، اور نہ اس سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے، وہ اپنے جسم کے لحاظ سے زندہ مگر دل کے لحاظ سے مردہ ہوتا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا﴾ (کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اسے ایک نور عطا کیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اس شخص کی مانند ہے جو اندھیروں میں ہے اور ان سے نکلنے والا نہیں؟)[الانعام: ١٢٢]۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

١) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر روح کی زندگی ہے، جیسے روح جسم کی زندگی ہے، اور یہی بات ترغیب اور حوصلہ افزائی کے لیے کافی ہے۔

٢) جب دل اللہ کے ذکر سے لمبے عرصے تک غافل ہو جائے تو اس میں ایسی قساوت پیدا ہو جاتی ہے جو اسے نیکی کرنے سے دور کر دیتی ہے۔

٣) دل کی موت اور اس کی قساوت سے نجات کثرت سے ذکرِ الٰہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

نفاق، اس کی تعریف اور اقسام

نفاق کا خطرہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی کئی آیات میں منافقین کو تمام بری صفات کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (بیشک منافقین آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے)[النساء:۱۴۵]۔اور فرمایا: ﴿يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (٩) فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ (وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ان کے دلوں میں بیماری ہے، تو اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی، اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کے لیے دردناک عذاب ہے)[البقرہ:۹-۱۰]۔

نفاق کی عظیم سنگینی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا شکار ہونے سے سخت خوف کھاتے تھے؛ چنانچہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے تیس صحابہ کو پایا، ہر ایک اپنی ذات پر نفاق کا خوف رکھتا تھا" (بخاری تعلیقا:۴۸)۔

نفاق کے اقسام:

نفاق دو قسم کا ہے: اعتقادی اور عملی۔

پہلی قسم: نفاقِ اعتقادی، یعنی اسلام کا اظہار کرنا اور کفر کو دل میں چھپانا، اور یہ نفاقِ اکبر ہے۔اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

*رسول ﷺ کی تکذیب کرنا، یا آپ کے لائے ہوئے بعض امور کی تکذیب کرنا۔

*رسول ﷺ سے بغض رکھنا، یا آپ کے لائے ہوئے بعض امور سے بغض رکھنا۔

*دین کی فتح و نصرت کو ناپسند کرنا، اور اس کی کمزوری پر خوش ہونا۔

دوسری قسم: نفاقِ عملی، جو نفاقِ اصغر ہے، اور اس سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں نفاق سے موصوف کیا گیا ہے اور انہیں منافقین کے اعمال میں شمار کیا گیا ہے، لیکن وہ دل سے ایمان کو ختم نہیں کرتے۔ یہ قسم ملت سے خارج نہیں کرتی، تاہم اس تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

اس کی چند صورتیں ہیں:

*جس کا ذکر نبی ﷺ کے اس فرمان میں ہے: "چار خصلتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو توڑ دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب جھگڑا کرے تو حد سے بڑھ جائے" (بخاری: ۳۴، مسلم: ۵۸)۔

اسی طرح: مسجد میں باجماعت نماز نہ ادا کرنا؛ کیونکہ یہ منافقین کی صفات میں سے ہے۔

نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر کے درمیان فرق:

نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر کے درمیان چند فرق ہیں، جن میں سب سے اہم درج ذیل ہیں:

۱-نفاقِ اکبر ملت سے خارج کر دیتا ہے، جبکہ نفاقِ اصغر ملت سے خارج نہیں کرتا۔

۲-نفاقِ اکبر کا تعلق عقیدے سے ہے، جبکہ نفاقِ اصغر کا تعلق اعمال سے ہے نہ کہ عقیدے سے۔

۳-نفاقِ اکبر کسی مومن سے صادر نہیں ہوتا، جبکہ نفاقِ اصغر مومن سے بھی صادر ہو سکتا ہے۔

۴-نفاقِ اکبر والا شخص عموماً توبہ نہیں کرتا، برخلاف نفاقِ اصغر کے، کہ اس کا مرتکب توبہ کر سکتا ہے۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز جمعہ

فضیلت:

جمعہ کا دن ہفتے کے دنوں میں سب سے افضل ہے؛رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعے کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن اس سے نکالے گئے" (مسلم: ۱۴۱۰)،اور آپ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ ہم سے پہلے تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں جمعہ کی راہ سے ہٹا دیا،اس لئے یہود کے لئے ہفتے کا دن ہو گیا اور نصاریٰ کے لئے اتوار کا دن۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں (اس دنیا میں لایا) اور جمعے کے دن کی طرف ہماری راہنمائی فرمادی" (مسلم: ۸۶۵)۔

حکمت:

جمعہ مسلمانوں کے سب سے بڑے اجتماعات اور ان کی باہمی الفت واتحاد کے عظیم مظاہر میں سے ہے،اللہ تعالیٰ نے اس میں نماز کے لیے عام اجتماع کو مشروع فرمایا اور مومنوں کو اس میں حاضری کا لازمی حکم دیا،اس اجتماع کے لیے خطبہ مقرر کیا گیا تاکہ انہیں اللہ کی عظیم نعمتوں کی یاددہانی کرائی جائے،ان پر شکر کی ترغیب دی جائے،اور ان خطبات کو سننے کا بھی انہیں لازمی حکم دیا گیا۔

حکم:

جمعہ مردوں پر فرضِ عین ہے؛جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)[الجمعہ: ۹]۔

اور اس سے پیچھے رہنے پر سخت وعید آئی ہے؛رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کچھ لوگ ضرور جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں،ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا،پھر وہ یقیناً غافلوں میں سے ہو جائیں گے" (مسلم: ۸۶۵)۔

احکام:

جمعہ کے کچھ احکام ہیں جن کا سیکھنا اور ان پر عمل کرنا مسلمان کے لیے ضروری ہے:

۱. خطبے کو خاموشی سے سننا واجب ہے، اور امام کے خطبہ دیتے وقت بات کرنا حرام ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر تم اپنے ساتھی سے کہو: 'خاموش رہو' اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو، تو تم نے لغو کیا" (بخاری: ۳۹۴، مسلم: ۸۵۱)، یعنی تم نے لغو کلام کیا، جو باطل اور مردود ہے۔

۲. خطبہ کے دوران لوگوں کی گردنیں پھلانگنا حرام ہے؛ کیونکہ اس میں نمازیوں کو ایذا دینا اور ان کو خطبہ سننے سے مشغول کرنا ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا جو گردنوں کو پھلانگ رہا تھا: "بیٹھ جاؤ، تم نے ایذا دی ہے" (ابوداود: ۱۱۱۸، نسائی: ۱۰۳/۳)۔

۳. دو آدمیوں کو الگ کرنا، بغیر گنجائش کے ان کے درمیان گھسنا مکروہ ہے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنا ممکن ہو پاکیزگی اختیار کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو استعمال کرے، پھر جائے اور دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسے اور جو نماز مقدر ہے وہ پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو خاموش رہے، تو ایسے شخص کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں" (بخاری: ۹۱۰)۔

۴. جمعہ کی نماز اس وقت پائی جاتی ہے جب امام کے ساتھ ایک مکمل رکعت مل جائے؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے جمعہ کی ایک رکعت پائی، اس نے نماز پائی" (نسائی: ۱۴۲۵)۔ اور اگر ایک رکعت سے کم پائے تو پھر ظہر کی نماز پڑھے۔

۵. جمعہ سے پہلے کوئی سنتِ مؤکدہ نہیں ہے، لیکن نفل نماز جتنی چاہے پڑھ سکتا ہے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: "پس جتنا مقدر ہو نماز پڑھے" (بخاری: ۹۱۰)، رہی بات جمعہ کے بعد کی سنت مؤکدہ تو وہ دو رکعت یا چار رکعت ہیں، اور دونوں طرح آپ ﷺ سے ثابت ہیں (بخاری: ۹۳۷، مسلم: ۸۸۱-۸۸۲)۔

جمعرات: مجلس سیرت

صلح حدیبیہ

تاریخ:

صلح حدیبیہ کا واقعہ ذی القعدہ سنہ ٦ ھ میں پیش آیا۔

اسباب:

بیعتِ رضوان کے بعد قریش نے جلدی سے سہیل بن عمرو کو نبی ﷺ کے پاس صلح کا معاہدہ کرنے کے لیے بھیجا، جب رسول اللہ ﷺ نے سہیل دیکھا تو ان کے نام سے نیک شگونی لیتے ہوئے پر فرمایا: "تمہارا معاملہ تمہارے لیے سہل کر دیا گیا ہے" (بخاری: ۲۷۳۱)۔

واقعات:

مسلمانوں اور قریش کے درمیان صلح طے پا گئی، اور چند دفعات پر اتفاق ہوا، جو درج ذیل تھیں:

*رسول اللہ ﷺ اس سال واپس لوٹ جائیں اور مکہ میں داخل نہ ہوں، تاکہ عرب یہ نہ کہیں کہ آپ بزور طاقت داخل ہوئے۔ اور اگلے سال مسلمان مکہ میں داخل ہوں اور وہاں تین دن قیام کریں، اسلحے میں صرف مسافر کا ہتھیار (یعنی تلواریں) ہوں، اور قریش انہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

*دونوں فریقوں کے درمیان دس سال تک جنگ بند رہے گی، اس مدت میں لوگ مامون رہیں گے۔

*جو قبیلہ نبی ﷺ کے ساتھ عہد وپیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے، اور جو چاہے قریش کے ساتھ، اور اس پر کیا جانے والا کوئی بھی حملہ اس کے حلیف پر حملہ سمجھا جائے گا۔

*جو شخص قریش میں سے نبی ﷺ کے پاس آجائے، آپ اسے واپس کر دیں گے، اور جو شخص آپ کے پاس سے قریش کے پاس چلا جائے، وہ اسے واپس نہ کریں گے (الفصول: ۱۸۵)۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو بلایا تاکہ وہ اس معاہدے کو لکھیں، تو آپ ﷺ نے املا کرایا: "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"، سہیل نے کہا: "ہم نہیں جانتے کہ 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' کیا ہے، بلکہ لکھو: باسمک اللھم،" تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔

پھر آپ ﷺ نے املا کرایا: "یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی"، سہیل نے کہا: "اگر ہم جانتے کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کی پیروی کر لیتے، لیکن لکھو: محمد بن عبد اللہ" (مسلم: ۱۷۸۴)۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا دیں، مگر حضرت علی نے انکار کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے مٹا دیا۔ اس کے بعد معاہدے کی تحریر مکمل ہوئی، اور قبیلہ خُزاعہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہوئی، اور قبیلہ بنو بکر قریش کے۔

نتائج:

صحابہ کرام اس بات پر سخت غمگین ہوئے کہ وہ مکہ میں داخل ہو کر عمرہ نہ کر سکے، اور انہوں نے محسوس کیا کہ یہ صلح مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی ہے، اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ رضوان کے باوجود قریش کے دباؤ کو قبول کر لیا، جب آپ ﷺ نے انہیں احرام کھولنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا تو شدتِ غم کی وجہ سے ان میں سے کوئی نہ اٹھا، آپ ﷺ امّ سلمہ کے پاس گئے اور انہیں یہ بات بتائی، تو انہوں نے کہا: "اے اللہ کے نبی! کیا آپ چاہتے ہیں کہ وہ ایسا کریں؟ آپ باہر تشریف لے جائیں، ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں، پھر اپنی قربانی ذبح کریں اور اپنے حجام کو بلا کر سر منڈوائیں۔" آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا، اور جب صحابہ نے یہ منظر دیکھا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور قربانیاں ذبح کیں، اور ایک دوسرے کے سر منڈوانے لگے، قریب تھا کہ شدتِ غم کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر بیٹھے (بخاری: ۲۷۳۱)۔

اس کے کچھ ہی عرصے بعد رسول اللہ ﷺ کی حکمت اور آپ کا علم ظاہر ہوا کہ اس صلح کا انجام یہ ہے کہ فتح مکہ ہو گا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں گے۔ واپسی کے سفر میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر سورۃ الفتح نازل فرمائی، تو ان کا غم خوشی میں بدل گیا، اور انہوں نے جان لیا کہ بھلائی ساری کی ساری اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع رہنے میں ہے۔ اللہ نے ان کا ہر غم دور کر دیا، اس خوشخبری کے ذریعے جو فتح، نصرت اور ان پر اپنی رضا کے اعلان پر مشتمل تھی؛ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "آج رات مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾" (بخاری: ۴۱۷۷)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، کنیت ابو سلیمان۔ ان کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں، جو میمونہ بنت حارث، زوجۂ رسول ﷺ، کی بہن تھیں۔

ان کی ولادت مکہ میں ہجرت سے ۳۰ سال قبل ہوئی۔

سیرت اور فضائل:

خالد رضی اللہ عنہ جاہلیت میں قریش کے اشراف میں سے تھے، اور قیادت، لشکر کی کمان، رائے اور حکمت میں ان کے نابغۂ روزگار میں سے تھے۔

خالد رضی اللہ عنہ نے صفر سنہ ۸ھ میں اسلام قبول کیا، ان کے ساتھ عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بھی مسلمان ہوئے۔ وہ تینوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "مکہ نے تم پر اپنے جگر کے ٹکڑے پھینکے ہیں" (الروض الانف: ۵/۹۴)۔

نبی ﷺ نے ان کی شجاعت اور بہادری کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "خالد بن ولید اللہ کا کیا ہی اچھا بندہ ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے" (ترمذی: ۳۸۴۶)۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عورتیں اس بات سے عاجز ہیں کہ خالد جیسا شخص پیدا کریں" (تاریخ الطبری: ۳/۳۵۸)۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ میں شرکت کی، پھر غزوۂ حنین، طائف اور عزّیٰ کو گرانے کے واقعے میں شریک ہوئے، اور غزوۂ موتہ میں تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کے بعد لشکرِ اسلام کی قیادت سنبھالی، اور اللہ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو بچا لیا۔ خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "غزوۂ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، یہاں تک کہ میرے ہاتھ میں صرف ایک یمانی تلوار باقی رہ گئی" (بخاری: ۴۲۶۵)۔

نبی ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کو اکیدر دومہ کے پاس بھیجا، تو وہ اسے قیدی بنا لائے، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں مسیلمہ اور مرتدوں سے قتال کے لیے سپہ سالار بنا کر بھیجا، تو انہوں نے ان کے خلاف نہایت شاندار کارکردگی دکھائی۔، اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں تمام لشکروں کا سپہ سالار مقرر کیا، اور فارس وروم کے خلاف جنگ کی ذمہ داری سونپی، انہوں نے عراق پر لشکر کشی کی اور دشمن کو سخت شکست دی، یہاں تک کہ ان پر غالب آ گئے۔ پھر عراق کی سرحد سے شام کے ابتدائی حصے تک صحرائی راستہ طے کیا، اور شام کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ انہوں نے دمشق کا محاصرہ کیا، اور ابو عبیدہ کے ساتھ مل کر اسے فتح کیا، آپ کے جسم میں بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ تھی جس پر شہیدوں والا نشان (زخم) نہ ہو (سیر اعلام النبلاء: ۱/۳٦۷)۔

وفات:

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات شہر حمص میں سنہ ۲۱ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ساٹھ برس تھی۔

صحیح جواب	اکتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں	
ب	سوال: آیت میں (نمارق) کا معنی ہے:	مجلس تفسیر
[ج] سوفے	[ب] تکیہ / [ا] قالین	
ا	سوال: دل کی موت اور قساوت سے نجات کا ذریعہ ہے:	مجلس حدیث
[ج] جلدی سونا	[ب] صحت بخش کھانا / [ا] کثرت سے اللہ کا ذکر	
ب	سوال: اعتقادی نفاق میں سے ہے:	مجلس عقیدہ
[ج] نوحہ	[ب] دین کی نصرت کو ناپسند کرنا / [ا] وعدہ خلافی	
ج	سوال: نماز جمعہ فرض عین ہے:	مجلس فقہ
[ج] مردوں پر	[ب] مردوں اور عورتوں پر / [ا] تمام مسلمانوں پر	
ا	سوال: صلح نامہ لکھنے والے صحابی تھے:	مجلس سیرت
[ج] بدیل بن ورقاء	[ب] سہیل بن عمرو / [ا] علی بن ابی طالب	
ج	سوال: خالد بن ولید سنہ.............میں اسلام لائے؟	مجلس صحابہ
[ج] ۸ھ	[ب] ۷ھ / [ا] ٦ھ	

بتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

Telegram | YouTube | SOUNDCLOUD

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورة الغاشیہ (۲)

﴿أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (١٧) وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ (١٨) وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (١٩) وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (٢٠) فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (٢١) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (٢٢) إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ (٢٣) فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ (٢٤) إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ (٢٥) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (٢٦)﴾

[کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے ہیں (۱۷) اور آسمان کو کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے (۱۸) اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ہیں (۱۹) اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے (۲۰) پس آپ نصیحت کر دیا کریں (کیونکہ) آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں (۲۱) آپ کچھ ان پر داروغہ نہیں ہیں (۲۲) ہاں! جو شخص روگردانی کرے اور کفر کرے (۲۳) اسے اللہ تعالیٰ بہت بڑا عذاب دے گا (۲۴) بیشک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے (۲۵) پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا (۲۶)]۔

آیات کا مضمون:

اللہ کی قدرت کی دلیلوں میں غور وفکر کرنا۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

سُطِحَتْ: بچھادی گئی اور ہموار کردی گئی۔

فَذَكِّرْ: یعنی انہیں نصیحت کریں اور اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

بِمُصَيْطِرٍ: ان پر آپ کو تسلط نہیں کہ انہیں ایمان پر مجبور کریں۔

إِيَابَهُمْ: موت کے بعد ان کے لوٹنے کی جگہ۔

اجمالی معنیٰ:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات میں غور وفکر کریں، جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں، پس وہ اونٹوں کو دیکھیں، اور ان کی انوکھی خلقت کو، اور کس طرح اللہ نے انہیں بندوں کے تابع کر دیا، اور ان کو ان فائدوں کے لیے مسخر کر دیا جن کی انہیں ضرورت ہے۔

اور وہ بلند و بالا اور شاندار پہاڑوں کو دیکھیں، اور یہ کہ کس طرح ان کے ذریعے زمین کو استقرار اور اس کے ملنے سے ثبات حاصل ہوا، اور ان میں عظیم منافع اور مختلف قسم کے معدنی خزانے رکھ دیے۔

اور وہ زمین کو دیکھیں کہ کس طرح اسے وسیع پیمانے پر پھیلا دیا گیا، اور انتہائی ہموار کر دیا گیا؛ تاکہ تمام مخلوقات اس کی پشت پر ٹھہر سکیں، اور وہ اس کی کھیتی باڑی اور آبادکاری کر سکیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نصیحت کریں اور انہیں وعظ سنائیں، اور انہیں ڈرائیں اور خوف دلائیں؛ کیونکہ انہیں مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے اور انہیں یاد دلانے کے لیے بھیجا گیا ہے، ان پر زور اور زبردستی کرنے والا نہیں بنایا گیا، اور نہ ان کے اعمال کا نگراں مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ اگر وہ اس کام کو انجام دیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے، تو اس کے بعد ان پر کوئی ملامت نہیں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) لوگوں کو ترغیب دینا کہ وہ اللہ کی مخلوقات میں غور وفکر کریں جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔

۲) اونٹ کی تخلیق اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے؛ کیونکہ اسے انسان کے لیے مسخر کیا گیا ہے اور سواری و باربرداری کے لیے تیار کیا گیا ہے، ساتھ ہی اس میں بے شمار فوائد رکھے گئے ہیں۔

۳) پہاڑوں کا نصب ہونا اللہ کی نشانیوں میں سے ہے؛ کیونکہ وہ زمین کو مضبوطی دینے میں میخوں کی مانند ہیں۔

۴) زمین کا بچھایا جانا اور اسے بچھونا اور فرش کی طرح پھیلا دیا جانا اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، اور جو کچھ اس کے اندر اور اوپر بے شمار نعمتیں اور نشانیاں رکھی گئی ہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ﴾۔ (زمین میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں) [الذاریات: ۲۰]۔

۵) داعی کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے، ہدایت دینا نہیں؛ کیونکہ ہدایت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

پیر: مجلس حدیث

صلہ رحمی کی فضیلت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص چاہے کہ اس کا رزق اس پر کشادہ کیا جائے، اور اس کی عمر میں بڑھوتری کی جائے، تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے"۔(بخاری: ۵۹۸۶، مسلم:۲۵۵۷)۔

شرح:

اس حدیث میں صلہ رحمی کی ترغیب ہے اور بیان ہے کہ صلہ رحمی انسان کی پسندیدہ چیزوں، یعنی رزق کی کشادگی اور عمر کی درازی کا سبب بنتی ہے، اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اسباب اور اُن کے نتائج کا خالق ہے، جس طرح بندہ احسان اور نیکی کرتے ہوئے صلہ رحمی کرتا ہے، اور رشتہ داروں کے دلوں میں انسیت و مسرت داخل کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو بڑھاتا ہے، اس کے رزق کو وسیع کرتا ہے، اور اس کے لئے برکتوں کے ایسے دروازے کھول دیتا ہے جو اس عظیم سبب کے بغیر حاصل نہ ہوتے۔

صلہ رحمی کی متعدد شکلیں ہیں، جیسے: رشتہ داروں کی زیارت کرنا، ان کی خیریت اور حال چال دریافت کرنا، ان سے خوشگوار گفتگو کرنا، انہیں نیکی کے کاموں میں مدد دینا، ان میں سے غریب کو صدقہ دینا، اور مالداروں کو تحفہ پیش کرنا، قطع نظر اس کے کہ وہ اس کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرتے ہیں کہ نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا": اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں کرے، بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے رشتہ دار قطع تعلق کریں، تب بھی وہ صلہ رحمی کرے" (بخاری: ۵۹۹۱)۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) مسلمان پر لازم ہے کہ وہ صلہ رحمی کا خاص اہتمام کرے تاکہ دنیا و آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرے۔

۲) صلہ رحمی رزق کی زیادتی اور عمر کی درازی کا سبب ہے۔

۳) اسبابِ شرعیہ کا اثبات؛ کیونکہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک سبب (صلہ رحمی) اور اس کے نتیجے (عمر کی درازی اور رزق کی وسعت) کو ثابت کیا۔

منگل: مجلس عقیدہ

دین میں بدعت

دین میں بدعت کا حکم:

اسلام نے دین میں کسی بھی قسم کی بدعت کو، خواہ وہ زیادتی ہو، کمی ہو یا تبدیلی، حرام قرار دیا ہے؛ کیونکہ دین، رب العالمین کا دین ہے، جسے اُس نے نازل کیا، مکمل کیا اور محفوظ رکھا، اس لیے عبادات میں اصل حکم ممانعت اور توقف ہے، پس اللہ کی عبادت صرف اسی طریقے سے کی جائے گی جو اُس نے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول ﷺ کی زبان سے مشروع کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمارے اس معاملے (دین) میں کوئی ایسا نیا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے" (بخاری: ۲۶۹۵، مسلم: ۱۷۱۸)، اور ایک روایت میں فرمایا: "جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے" (بخاری: ۷۳۵۰، مسلم: ۱۷۱۸)۔

اور جہاں تک عادات اور دنیاوی معاملات میں بدعت کا تعلق ہے، تو یہ مباح ہے اور ممانعت میں داخل نہیں؛ کیونکہ عادات میں اصل حکم جواز اور اباحت ہے، جیسے لوگوں کا جدید ایجادات اور معاصر زندگی کے وسائل میں نئی چیزیں لانا۔

دین میں بدعت کی اقسام:

پہلی قسم: بدعت قولی واعتقادی؛ جیسے گمراہ فرقوں-خوارج، قدریہ اور مرجئہ-کے اعتقادات، اور ان کے اقوال جو دلائلِ شرعیہ کے مخالف ہیں۔

دوسری قسم: عملی عبادات کی ایجاد کی بدعت، کہ آدمی کوئی ایسی عبادت گھڑ لے جو شریعت میں موجود نہ ہو، مثلاً نئی نماز ایجاد کرے یا ایسا روزہ رکھے جو مشروع نہ ہو۔

تیسری قسم: مشروع عبادت میں اضافے کی بدعت؛ جیسے نمازِ ظہر یا عصر میں پانچویں رکعت کا اضافہ کرنا، یا رمضان المبارک کے آگے یا پیچھے چند دن کا اضافہ کرنا۔

چوتھی قسم: مشروع عبادت کی ہیئت و کیفیت میں تبدیلی کی بدعت، کہ اسے ایسی صورت میں ادا کرے جو منقول نہ ہوئی ہو؛ مثلاً مشروع اذکار کو ترنم کے ساتھ اجتماعی طور پر پڑھنا، یا سنت سے ہٹ کر غیر ضروری سختی کرنا۔

پانچویں قسم : مشروع عبادت کو غیر مشروع وقت کے ساتھ خاص کرنے کی بدعت؛ جیسے شعبان کی پندرہویں تاریخ اور اس کی رات کو روزہ اور قیام کے لیے خاص کر دینا؛ کیونکہ روزہ اور قیام مشروع عبادات ہیں، لیکن انہیں کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے دلیل درکار ہے۔

کیا دین میں بدعتِ حسنہ ہے؟

دین میں تمام قسم کی بدعتیں حرام اور منکر ہیں، اور دین میں کوئی بدعتِ حسنہ نہیں؛ کیونکہ رسول ﷺ نے تمام بدعتوں کو گمراہی قرار دیا ہے، اور فرمایا: "تم نئی پیدا کی ہوئی باتوں سے بچو؛ کیونکہ ہر نئی پیدا کی ہوئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے" (ابوداود: ۴۶۰۷، ترمذی: ۲۶۷۶)۔

اور بدعت کی حرمت اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے؛ ان میں سے کچھ کفر و شرک ہیں، کچھ شرک کے ذرائع میں سے ہیں، اور کچھ فسق و معصیت ہیں۔

بدھ: مجلس فقہ

جمعہ کے سنن

جمعہ کے دن کی کچھ سنتیں اور مستحب آداب ہیں جن کا مسلمان کو اہتمام کرنا اور ان پر کوشاں رہنا چاہیے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. اس دن غسل کرنا سنت ہے، اس غسل کی پابندی کرنا چاہیے اور اسے چھوڑنا نہیں چاہیے، خاص طور پر اُن لوگوں کے لیے جن سے بدبو آتی ہے؛ رسول ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے“ (بخاری: ۸۷۹، مسلم: ۸۴۶)۔

۲. صفائی ستھرائی کرنا اور خوشبو لگانا سنت ہے، اور بدن سے ان چیزوں کو زائل کرنا جنہیں ختم کرنا ضروری ہے؛ جیسے ناخن اور وہ بال جنہیں دور کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اور طاقت بھر پاکیزگی اختیار کرے، اور تیل لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو میں سے کچھ لگائے، پھر نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان خلا پیدا نہ کرے، پھر جتنی نماز مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو خاموش رہے؛ تو اس کے اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں“ (بخاری: ۸۸۳)۔

۳. سب سے عمدہ لباس پہننا سنت ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کسی پر کوئی حرج نہیں کہ وہ جمعہ کے دن کے لیے اپنے پیشے کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے خرید لے“ (ابوداود: ۱۰۷۸)۔

۴. جمعہ کے لیے جلد جانا سنت ہے، اور نفل، ذکر اور تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے یہاں تک امام خطبہ کے لئے آجائے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے، پھر پہلی ساعت میں جائے تو گویا اس نے اونٹ قربان کیا، اور جو دوسری ساعت میں جائے تو گویا اس نے گائے قربان کی، اور جو تیسری ساعت میں جائے تو گویا اس نے سینگ والا مینڈھا قربان کیا، اور جو چوتھی ساعت میں جائے تو گویا اس نے مرغی قربان کی، اور جو پانچویں ساعت میں جائے تو گویا اس نے انڈا قربان کیا، پھر جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا ہے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں“ (بخاری: ۸۸۱، مسلم: ۸۵۰)۔

۵. جمعہ کے لئے سوار نہ ہو کر پیدل جانا سنت ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جمعہ کے دن غسل کروائے اور غسل کرے، اور جلدی نکلے، اور پیدل جائے، سوار نہ ہو، اور امام کے قریب ہو کر بیٹھے اور سنے، لغو کام نہ کرے؛ تو اس کے لیے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام کا ثواب ملتا ہے“ (احمد: ۳:۱۰۰۷۳، ابوداود: ۳۴۵)۔

٦. جو شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہو، اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا عام حکم دیا ہے (بخاری: ۹۳۰)، اور اگر امام خطبہ دے رہا ہو تو انہیں ہلکی پڑھے۔

۷. جمعہ کے دن اور اس کی رات میں نبی ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا سنت ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو“ (ابوداود: ۱۰۴۷، نسائی: ۹۱/۳)۔

۸. اس دن سورہ الکہف پڑھنا سنت ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جمعہ کے دن سورہ الکہف پڑھے، اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن کر دیا جاتا ہے“ (حاکم: ۳۶۸/۲)۔

۹. اس دن سنت ہے کہ کثرت سے دعا کرے، اور قبولیت کی ساعت کو تلاش کرے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ کوئی مسلمان بندہ اسے پائے اور وہ نماز میں کھڑا ہو، اور اللہ سے کچھ مانگے، تو اللہ اسے دیتا ہے“ (بخاری: ۹۳۵، مسلم: ۸۵۲)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ خیبر

تاریخ:

یہ (غزوہ) صلح حدیبیہ سے نبی ﷺ کی واپسی کے بیس دن بعد، سنہ ۷ھ کے آغاز میں پیش آئی۔

اسباب:

نبی ﷺ نے یہودِ خیبر کے بڑے فساد اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی وجہ سے ان پر چڑھائی کا ارادہ کیا؛ کیونکہ غزوۂ احزاب ان ہی کی سازش کا نتیجہ تھا، اور یہی لوگ بنو قریظہ کو خیانت اور غدر پر آمادہ کرنے والے تھے۔

واقعات:

خیبر مدینہ منورہ کے شمال میں، شام کے راستے پر واقع ایک بستی ہے، جو مدینہ سے (۱۵۳) کلو میٹر کے فاصلے پر ہے، اس میں دس ہزار یہودی جنگجو موجود تھے، اور اس کے قلعے نہایت مضبوط تھے۔ انہوں نے قلعوں کے اندر کئی ماہ کے لیے کافی کھانے پینے کا سامان ذخیرہ کر رکھا تھا، لیکن اس سے مسلمانوں کے عزم میں کوئی کمی نہ آئی۔ نبی ﷺ وہاں کے لیے روانہ ہوئے، اور حکم دیا کہ آپ کے ساتھ صرف وہی لوگ نکلیں جو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے، کیونکہ ان کا ایمان مضبوط تھا اور وہ ثابت قدم تھے۔ مسلمانوں کی فوج چلتی رہی یہاں تک کہ ایک وادی میں اُتری جسے "رجیع" کہا جاتا ہے، جو یہودیوں اور قبیلۂ غطفان کے درمیان تھی، تاکہ ان دونوں کے درمیان حائل ہو جائیں اور غطفان، خیبر کے یہود کو مدد نہ دے سکے۔ اور ایسا ہی ہوا، جیسے ہی غطفان نے سنا کہ نبی ﷺ خیبر پر حملہ کرنے آرہے ہیں، انہوں نے تیاری کی اور یہودیوں کی مدد کے لیے روانہ ہوئے، لیکن مسلمانوں نے یہ خبر پھیلا دی کہ وہ غطفان پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، تو وہ الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے، اور اللہ نے مسلمانوں کو ان کے قتال کے شر سے بچا لیا، پھر مسلمانوں نے خیبر کا محاصرہ شروع کر دیا (البدایہ والنہایہ: ۲۵۱/۶)۔

نتائج:

قلعوں اور فصیلوں کے فتح کا سلسلہ جاری رہا، اور یہود ایک قلعے سے دوسرے قلعے میں بھاگتے رہے، یہاں تک کہ مسلمان ایک مضبوط قلعے تک پہنچے جس کا فتح ہونا دشوار تھا، اور وہ کئی دن تک کوشش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو

سکے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں"۔ پس مسلمان یہ دیکھنے کے منتظر رہے کہ وہ کون ہے؟ جب اگلا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب کو بلایا، اور علی کو آنکھوں میں آشوب تھا، تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا کی، تو وہ رسول اللہ ﷺ کی برکت سے ٹھیک ہو گئے (بخاری: ۴۲۱۰)۔

پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا دیا، تو اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا کی، اور مسلمان غالب آ گئے، اور تقریباً بیس مسلمان شہید ہوئے، اللہ ان سب سے راضی ہو، اور یہود کو سخت شکست ہوئی۔

نبی ﷺ نے ان کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ کیا، لیکن انہوں نے درخواست کی کہ وہ اپنی زمین میں رہیں اور اس کو کاشت کریں، اور ہر سال نصف پیداوار اور پھل مسلمانوں کو دیا کریں، تو نبی ﷺ نے اس پر رضامندی ظاہر فرمائی (بخاری: ۲۳۲۹، مسلم: ۱۵۵۱)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

صہیب رومی رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو، بنی نمر میں سے، جو ربیعہ بن نزار کا ایک قبیلہ ہے۔ انہیں "صہیب رومی" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک مدت تک روم میں مقیم رہے تھے، اور ان کے والد یا چچا کسری کے کارندے تھے (سیر اعلام النبلاء: ۲/۱۷)۔

صہیب کی پیدائش جزیرۂ فراتیہ میں نینویٰ کے قریب سنہ ۳۵ قبلِ ہجرت میں ہوئی، اور وہیں غلام بنا لئے گئے، پھر انہیں مکہ لایا گیا اور عبداللہ بن جدعان نے انہیں خرید لیا۔

سیرت اور فضائل:

صہیب رضی اللہ عنہ نہایت سرخ رنگ کے تھے، درمیانہ قد، گھنے بالوں والے تھے، بال میں مہندی لگاتے تھے۔ وہ بعثت سے پہلے ہی نبی ﷺ کے ساتھی تھے، اور جب بعثت ہوئی تو وہ پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: "سب سے پہلے جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا وہ سات تھے: رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمار اور ان کی ماں سمیہ، صہیب، بلال، اور مقداد۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے چچا ابو طالب نے بچایا، ابو بکر کو ان کی قوم نے بچایا، اور باقی سب کو مشرکین نے پکڑ لیا، لوہے کے زرہ پہنا کر دھوپ میں تپایا" (احمد: ۳۸۲۳، ابن ماجہ: ۱۵۰)۔

صہیب رضی اللہ عنہ نہایت پرہیز گار، بردبار، متقی، شجاع، اور سخی تھے، اللہ کی راہ میں جان و مال قربان کر دیتے اور فقر سے نہیں ڈرتے تھے۔ وہ اس واقعہ سے مشہور ہوئے کہ جب نبی ﷺ نے فرمایا: "اے ابو یحییٰ! نفع بخش سودا ہوا، نفع بخش سودا ہوا، نفع بخش سودا ہوا"۔ یہ اس وقت ہوا جب وہ ہجرت کے لیے نکلے اور اہلِ مکہ نے روکا، وہ ماہر تیر انداز تھے، انہوں نے ترکش کھول دی اور انہیں اختیار دیا کہ یا تو تمہیں تیر مارتا رہوں گا یا یہ بتادوں گا کہ میں نے مال کہاں چھپا رکھا ہے، بشرطیکہ تم مجھے چھوڑ دو، چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا، اور وہ علی بن ابی طالب کے ساتھ ہجرت کر گئے، اور یہ دونوں آخری مہاجرین تھے جو مکہ سے نکلے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا: ﴿وَمِنَ

النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾(اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے)[البقرہ:۲۰۷](حاکم:۳/۴۵۰)۔

نبی ﷺ کی وفات کے بعد صہیب رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقیم رہے، وہ صحابہ کے درمیان معزز مقام رکھتے تھے۔جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو انہوں نے وصیت کی کہ صہیب مسلمانوں کو نماز پڑھائیں، یہاں تک کہ اہلِ شوریٰ خلیفہ منتخب کر لیں(تفسیر الطبری:۴/۲۴۸)۔

وفات:

صہیب رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور سنہ ۳۸ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کئے گئے(البدایہ والنہایہ:۱۰/۲۰۹)۔

			صحیح جواب
	بتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		
مجلس تفسیر	سوال:آیت میں (مصیطر) کا معنی ہے:		ب
	[ا] متبع	[ب] تسلط رکھنے والا	[ج] دھوکہ دینے والا
مجلس حدیث	سوال:صلہ رحمی کے فوائد میں سے ہے:		ج
	[ا] کثرت اولاد	[ب] امراض سے شفایابی	[ج] رزق کی وسعت
مجلس عقیدہ	سوال:عادات اور دنیاوی امور میں بدعت:		ا
	[ا] جائز ہے	[ب] مکروہ ہے	[ج] حرام ہے
مجلس فقہ	سوال:جمعہ کے دن ورات کی سنتوں میں سے ہے:		ب
	[ا] صیام وقیام سے اسے خاص کرنا	[ب] نبی ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا	[ج] اپنے اہل وعیال پر زیادہ خرچ کرنا
مجلس سیرت	سوال:غزوہ خیبر کس سنہ میں واقع ہوا؟		ج
	[ا] ۵ھ	[ب] ٦ھ	[ج] ۷ھ
مجلس صحابہ	سوال:صہیب رضی اللہ عنہ کے نسب کا تعلق کس سے ہے؟		ج
	[ا] روم	[ب] قریش	[ج] بنی نمر

تینتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الاعلی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (١) الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى (٢) وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى (٣) وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى (٤)
فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى (٥) سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى (٦) إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى (٧)
وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى (٨) فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى (٩) سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَى (١٠)وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى (١١)
الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى (١٢) ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى (١٣) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (١٤) وَذَكَرَ اسْمَ
رَبِّهِ فَصَلَّى (١٥) بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (١٦) وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى (١٧) إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ
الْأُولَى (١٨) صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى (١٩)﴾

[اپنے بہت ہی بلند رب کے نام کی پاکیزگی بیان کر(۱) جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا(۲) اور جس نے (ٹھیک ٹھاک) اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی(۳) اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی (۴) پھر اس نے اس کو (سکھا کر) سیاہ کوڑا میں بدل دیا(۵) ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تو نہ بھولے گا(۶) مگر جو کچھ اللہ چاہے۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے(۷) ہم آپ کے لئے آسانی پیدا کر دیں گے(۸) تو آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت کچھ فائدہ دے(۹) ڈرنے والا تو نصیحت لے گا(۱۰) (ہاں) بدبخت اس سے گریز کرے گا(۱۱) جو بڑی آگ میں جائے گا(۱۲) جہاں پھر نہ وہ مرے گا نہ جیے گا، (بلکہ حالت نزع میں پڑا رہے گا)(۱۳) بیشک اس نے فلاح پالی جو پاک ہو گیا(۱۴) اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا(۱۵)]۔

سورہ کا مضمون:

نفس بشری کو اخروی زندگی کی یاد دلانا اور دنیاوی تعلقات سے اسے چھٹکارا دلانا۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ: اپنے رب کا نام اپنی زبان سے لیتے ہوئے اس کی پاکی بیان کر۔

الْأَعْلَى: جس کے لیے ذات میں بلندی ہے، مرتبے میں بلندی ہے، اور قہر و غلبے میں بلندی ہے.

فَسَوَّى: اس نے اس کی تخلیق کو نہایت مضبوط اور عمدہ بنایا۔

فَهَدَى: اس کے لئے مناسب چیز کو آسان کر دیا۔

أَخْرَجَ الْمَرْعَى: گھاس اور چارہ اگایا۔

غُثَاءً: خشک بھوسا۔

أَحْوَى: بدلہ ہوا۔

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ: مگر جس کی تلاوت اور حکم کو اللہ نے منسوخ کرنا چاہا، اور اسے آپ سے بھلا دیا۔

لِلْيُسْرَى: آپ کی شریعت اور زندگی میں آسان راستہ۔

يَصْلَى النَّارَ: جہنم میں داخل ہوگا اور اس کی گرمی جھیلے گا۔

تَزَكَّى: اپنے نفس کو گناہ سے پاک کیا اور اسے طاعت سے مزین کیا۔

إِنَّ هَذَا: یعنی اللہ کا قول: بیشک اس نے فلاح پائی جو پاک ہوگیا۔

اجمالی معنی:

سورہ الأعلی مکی سورتوں میں سے ہے، اور سورہ سبّح کے نام سے بھی معروف ہے۔ یہ سورہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتلاتی ہے، اس کی عظمت وقدرت پر دلائل قائم کرتی ہے، اور اس کی پہچان کراتی ہے کہ وہی بلند تر ہے، پیدا کرنے والا، کمال تخلیق کرنے والا، اپنے بندوں اور مخلوقات کو ہدایت دینے والا، ان کے رزق اور زندگی کے معاملات کا مقدر کرنے والا، اور پوشیدہ وظاہر سب کا جاننے والا وباخبر ہے، پھر یہ سورہ رسول اللہ ﷺ کے لیے دو عظیم بشارتیں لائی:

پہلی بشارت: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھول جانے سے محفوظ رکھا؛ چنانچہ آپ اپنی طرف کی گئی وحی کو نہیں بھولتے۔

دوسری بشارت: اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آسانی کو سہل کردیا؛ چنانچہ آپ کو جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان تر چیز ہی اختیار فرماتے۔

پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ سب لوگوں کو پیغام پہنچائیں اور یاد دہانی کریں، چنانچہ جو مومن اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہے، وہ ضرور یاد کرے گا اور نصیحت قبول کرے گا، اور جو کافر بدبخت ہے وہ اس سے منہ موڑ لے گا، یہاں تک کہ وہ جہنم میں جا پہنچے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا؛ نہ اس میں مر کر آرام پائے گا، اور نہ ہی خوشگوار زندگی بسر کرے گا، پھر سورہ کا اختتام اس بیان پر ہوا کہ تمام تر کامیابی صرف اسی کو حاصل ہے جو اپنے نفس کو پاک کرے، اپنے رب کو یاد کرے، فرض نماز ادا کرے، اور دنیائے فانی کو باقی رہنے والی آخرت پر ترجیح نہ دے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

١) دل کے اعمال کی نگرانی، ان کی اصلاح، نفس کو پاک کرنے اور سنوارنے کی ترغیب۔

٢) نماز، ذکر اور زکوۃ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ترغیب۔

٣) خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرنا لازم ہے؛ کیونکہ وہ ظاہر اور پوشیدہ سب کچھ جانتا ہے۔

٤) بدبختی، اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے اعراض کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، اور اس کا انجام بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

پیر: مجلس حدیث

بندہ اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔" (بخاری: ٦١٧٠، مسلم: ٢٦٤١)۔

شرح:

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ آخرت میں انسان انہی لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جن سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا؛ کیونکہ محبت اس بات کی دلیل ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے، اس کے اخلاق سے مناسبت رکھتا ہے، اور اس کے اعمال میں اس کی پیروی کرتا ہے، لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ اپنے دل میں انبیا اور رسول علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے نیک پیروکاروں کی محبت کو عظیم مقام دے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ وہ اسے ان کے ساتھ ملا دے گا، اگرچہ عمل میں ان کے درجے تک نہ پہنچا ہو۔ اسی لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اسلام لانے کے بعد ہم کسی بات سے اتنے خوش نہیں ہوئے جتنا نبی ﷺ کے اس فرمان سے: "بیشک تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم نے محبت کی"۔ پھر انس نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ابو بکر و عمر سے محبت کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا، خواہ ان جیسے اعمال نہ کر سکا (مسلم: ٢٦٣٩)۔

اور جب مخلوق کے آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھنے کا یہ حال ہے، تو سوچئے! جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے، اس کی محبت اور اس کے خوف کو ہر چیز پر مقدم رکھے، اس کا کیا مقام ہوگا؟ یقیناً وہ اللہ کے ساتھ ہوگا، اور جو اللہ کے ساتھ ہو، اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾ (بیشک اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اور جو نیکوکار ہیں) [النحل: ١٢٨]۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

١) اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کا مقام، جو نہ دنیا کے لئے ہو نہ مال کے لئے؛ کیونکہ ایسی محبت ہی محبت کرنے والے کو دنیا میں ایمان میں اضافہ کر کے اور نیک نمونہ فراہم کر کے نفع دیتی ہے، اور آخرت میں اپنے محبوب کے ساتھ اللہ کی رحمت میں جمع ہونے کا سبب بنتی ہے۔

۲) مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے ہم نشین اور دوست منتخب کرے تاکہ وہ ان کے ساتھ ہو، گرچہ اس کا عمل کم ہو۔

۳) فاسق وفاجر سے محبت سے بچنا واجب ہے؛ کیونکہ یہ محبت آخرت میں اسے انہی کے ساتھ جمع کرے گی، اور پھر وہ محبت عداوت اور ایک دوسرے پر لعنت میں بدل جائے گی۔

منگل: مجلس عقیدہ

بدعت سے متعلق سلف کا موقف

بدعات کے مقابلے میں سلفِ صالح کا واضح موقف رہا ہے، وہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور نہایت سخت انداز میں ردّ کیا کرتے تھے۔

ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جسے امام دارمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ: ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور بیٹھ گئے یہاں تک کہ وہ باہر نکلے، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! میں نے ابھی کچھ دیر پہلے مسجد میں ایک معاملہ دیکھا جسے میں نے ناپسند کیا، لیکن الحمد للہ میں نے بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟، انہوں نے کہا: اگر آپ زندہ رہے تو اسے دیکھ لیں گے، میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقوں میں بیٹھے دیکھا جو نماز کا انتظار کر رہے تھے، ہر حلقے میں ایک شخص تھا، اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں۔ وہ کہتا: 'سو بار تکبیر کہو' تو وہ سو بار تکبیر کہتے، پھر کہتا: 'سو بار لا الٰہ الا اللہ کہو' تو وہ کہتے، پھر کہتا: 'سو بار تسبیح کرو' تو وہ سو بار تسبیح کرتے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو تم نے ان سے کیا کہا؟، انہوں نے جواب دیا: "میں نے کچھ نہیں کہا، آپ کی رائے کا انتظار کیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے انہیں یہ حکم نہ دیا کہ اپنی برائیاں گنو، اور یہ ضمانت نہ دی کہ ان کی نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہ ہوگا؟ پھر وہ ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ایک ایسے ہی حلقے کے پاس پہنچے۔ وہاں جا کر کہا: یہ کیا ہے جو میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں؟ اپنی برائیاں گنو، میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہ ہوگا۔ اے امتِ محمد! تم کتنی جلدی ہلاکت کی طرف جا رہے ہو! ابھی نبی ﷺ کے صحابہ موجود ہیں، آپ کے کپڑے پرانے بھی نہ ہوئے، نہ برتن ٹوٹے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یا تو تم اس ملت سے زیادہ ہدایت پر ہو جو محمد ﷺ کی ملت ہے، یا تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اے ابو عبدالرحمن! ہمارا ارادہ تو صرف خیر کا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتنے ہی خیر کے چاہنے والے ہیں جو اسے پاتے نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، ہو سکتا ہے ان کی اکثریت تم میں سے ہو۔ پھر وہ ان سے منہ موڑ کر چل دیے۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم

نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر لوگ جنگِ نہروان کے دن ہمارے مقابلے میں خوارج کے ساتھ لڑ رہے تھے۔(دارمی، مقدمہ سنن:۲۱۰)۔

ان واقعات میں سے ایک واقعہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے منقول ہے: ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا: میں کہاں سے احرام باندھوں؟آپ نے کہا: اس میقات سے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا اور جہاں سے آپ ﷺ نے احرام باندھا۔اس نے کہا: اگر میں اس سے زیادہ دُور سے احرام باندھ لوں تو؟امام مالک نے فرمایا: میں اسے درست نہیں سمجھتا۔اس نے پوچھا: آپ کو اس میں کیا ناگوار لگتا ہے؟امام مالک نے فرمایا: مجھے تمہارے بارے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔اس نے کہا: زیادہ نیکی میں کون سا فتنہ ہے؟امام مالک نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(جو لوگ اس نبی کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ کہیں ان پر کوئی فتنہ نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے)[النور:٦٣]،اور اس سے بڑا فتنہ اور کیا ہوگا کہ تم اپنے آپ کو ایسی فضیلت سے سرفراز سمجھو جو رسول اللہ ﷺ کو نہیں دی گئی۔(خطیب نے اسے الفقیہ والمتفقہ:۱۴۶/۳میں، بیہقی نے المدخل للسنن الکبری:۲۳٦میں کیا ہے)۔

بدھ: مجلس فقہ

نماز جنازہ

موت کا ذکر سن کر مسلمان کو چاہیے کہ عبرت حاصل کرے اور اس حقیقت میں غور و فکر کرے، اور یاد کرے کہ یہی دنیا میں اس کا انجام ہے۔ پھر آخرت کے لیے تیاری کرے، اس کے لیے نیک اعمال کا زادِ راہ جمع کرے، گناہوں سے توبہ میں جلدی کرے، اور لوگوں کے حقوق و مظالم سے بری ہونے کی کوشش کرے۔

یہ انسان کا اپنی ذات پر حق ہے، رہا مرنے والے کا اپنے بھائیوں پر حق تو اللہ تعالیٰ نے ایمانی بھائی چارے کے کچھ ایسے حقوق مقرر فرمائے ہیں جو موت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمان کے لیے مشروع کیا ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ بھائی کو ایک عظیم عمل اور بابرکت نماز کے ساتھ رخصت کرے، جو اس بات پر مشتمل ہو کہ اللہ سے دعا کی جائے کہ وہ اسے اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے، اس کے گناہوں کو معاف کرے، اور اس کے حق میں مسلمانوں کی شفاعت کو قبول فرمائے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم کسی میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو" (ابوداود: ۳۱۹۹)۔

نمازِ جنازہ کا حکم:

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر بعض مسلمان اسے ادا کرلیں تو باقی سب سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی وفات کے دن فرمایا: "یقیناً تمہارا ایک بھائی فوت ہو گیا ہے، اٹھو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو" (مسلم: ۹۵۲)۔

سنت ہے کہ میت کے غسل، کفن، نمازِ جنازہ، لے جانے اور دفن کرنے میں جلدی کیا جائے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جنازے میں جلدی کرو، اگر وہ نیک ہے تو یہ بہتر ہے کہ تم اسے جلد اس کی بھلائی تک پہنچا دو، اور اگر اس کے سوا ہے تو یہ شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار دو گے" (بخاری: ۱۳۵۱، مسلم: ۹۴۴)۔

نمازِ جنازہ کی فضیلت:

نمازِ جنازہ کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جنازے میں شریک ہو یہاں تک کہ نماز جنازہ پڑھے تو اس کے لیے ایک قیراط کا ثواب ہے، اور جو کوئی جنازے میں اس کے دفن ہونے تک شریک رہا اسے

دو قیراط ثواب ملتا ہے"، کہا گیا: یہ دو قیراط کیا ہیں ؟ آپ نے فرمایا: "دو بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند ہیں" (بخاری: ۱۳۲۵، مسلم: ۹۴۵)۔

نمازِ جنازہ کے ارکان:

نمازِ جنازہ کے ارکان وہ اجزاء ہیں جن سے اس کا وجود ہے اور جن کے بغیر وہ صحیح نہیں ہوتی، اور یہ سات ہیں: قادر ہونے کی صورت میں قیام کرنا، چار تکبیریں کہنا، پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ کی قراءت کرنا، دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود بھیجنا، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرنا، سلام پھیرنا، ارکان کی ترتیب قائم رکھنا۔

نمازِ جنازہ کی مسنون دعا:

نمازِ جنازہ میں میت کے لیے وہ دعا پڑھنا سنت ہے جو نبی ﷺ سے ثابت ہے، جیسے: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ" (ابوداود: ۳۲۰۱، ترمذی: ۱۰۲۴)۔

اسی طرح یہ دعا بھی: "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ" (مسلم: ۹۶۳)۔

اور اگر میت بچہ ہو تو یہ دعا پڑھی جائے: "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ سَلَفًا لِوَالِدَيْهِ، وَفَرَطًا، وَأَجْرًا" (مصنف عبد الرزاق: ٦٥٨٩)۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور دعا بھی کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

نمازِ جنازہ کی قضا:

جس شخص کی نمازِ جنازہ کا کچھ حصہ رہ جائے، وہ امام کے ساتھ شامل ہو، اور جب امام سلام پھیر دے تو باقی رہ جانے والی نماز کی قضا اسی طریقے سے کرے۔ اور اگر کسی کی پوری نمازِ جنازہ ہی رہ جائے تو وہ قبرستان میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے، چاہے دفن سے پہلے ہو یا بعد میں، جیسا کہ نبی ﷺ نے مسجد کی صفائی کرنے والی ایک عورت کی موت کے وقت کیا (بخاری: ۴۵۸، مسلم: ۹۵٦)۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ موتہ

تاریخ وقوع:

یہ غزوہ جمادی الآخرہ، سن ۸ھ میں پیش آیا۔

اسباب:

غزوۂ موتہ اس وقت پیش آیا جب رسول اللہ ﷺ نے حارث بن عمر الاَزدی رضی اللہ عنہ کو قیصرِ روم کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ راستے میں رومی عامل شُرَحبِیل بن عمرو الغسانی نے ان کو روک لیا اور قتل کر دیا۔ جب نبی ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ غضبناک ہوئے اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔

واقعات:

غزوۂ موتہ مسلمانوں کی رومیوں کے خلاف سب سے اہم جنگوں میں سے ایک تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے تین ہزار مجاہدین کا لشکر تیار کیا اور اس پر تین سپہ سالار مقرر کیے، ترتیب یہ رکھی کہ سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار ہوں گے (بخاری: ۴۲۶۱)۔

آپ ﷺ ان کے ساتھ کچھ دور تک چلے اور انہیں رخصت کیا، وہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ انہیں خبر ملی کہ رومیوں کا بادشاہ ہرقل ایک لاکھ فوجیوں کے ساتھ ان کی طرف آرہا ہے، اور اس کے ساتھ عرب نصاریٰ کا سردار مالک بن زافلہ ایک لاکھ مزید فوجیوں کے ساتھ موجود ہے۔

مسلمانوں نے وہاں مشورہ کیا اور کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کو خط لکھتے ہیں تاکہ وہ ہمیں حکم دیں یا کمک بھیجیں۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حوصلہ دیا اور فرمایا: "اے قوم! اللہ کی قسم! جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو، وہی تو ہے جس کے لیے تم نکلے ہو — یعنی شہادت۔ اور ہم لوگوں سے نہ تعداد کی وجہ سے لڑتے ہیں، نہ طاقت اور نہ ہی کثرت کی بنیاد پر، بلکہ ہم ان سے اس دین کے ذریعے لڑتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں عزت بخشی ہے۔ پس چلو! دو میں سے ایک بھلائی بہر حال ہے: یا تو فتح یا شہادت (الطبرانی: ۱۵۰۱۱)۔

چنانچہ سب نے ان کی بات سے اتفاق کیااور روانہ ہوئے، یہاں تک کہ موتہ پہنچے، جو شام کی سرزمین میں ایک گاؤں ہے۔ وہاں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا، اور جنگ شدید ہو گئی، اس دوران زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ علم تھامے ہوئے شہید ہو گئے، تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سنبھالا، گھوڑے سے اترے، اپنے گھوڑے کو مار ڈالا تاکہ دشمن اسے نہ لے سکے، اور لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا، تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لیا، وہ بھی کٹ گیا، تو جھنڈے کو اپنے سینے سے لگا لیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے، پھر عبد اللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سنبھالا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر دے دی، اس سے پہلے کہ کوئی قاصد خبر لاتا، اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے (بخاری: ۴۲۶۲)۔ ان تینوں قائدین کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا سپہ سالار بنایا، اور اللہ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

نتائج:

جب خالد بن ولید نے جھنڈا سنبھالا تو ایک منصوبہ بندی کی تاکہ فوج کو پیچھے ہٹا لیں اور مسلمانوں کو دشمن سے نجات دلائیں، چنانچہ رات ہونے پر انہوں نے مجاہدین کی جگہیں بدل دیں، دائیں بازو کو بائیں اور اگلی صف کو پچھلی صف میں کر دیا، اور سواروں کو حکم دیا کہ مسلسل دوڑتے رہیں تاکہ گرد اڑے اور دشمن کو یہ گمان ہو کہ کمک آ پہنچی ہے، اس تدبیر سے رومیوں کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا، پھر خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا، اس طرح مسلمان واپس لوٹ آئے، اللہ نے انہیں کافروں کے شر سے بچا لیا، رومیوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کے باوجود، اس معرکے میں مسلمانوں کے صرف بارہ آدمی شہید ہوئے، جبکہ رومیوں میں کثیر تعداد میں ہلاکت ہوئی، یہ غزوہ رومیوں کو ڈرانے اور آئندہ ان کے خلاف غزوات کی تمہید ثابت ہوا، اور اس کے نتیجے میں بہت سے عرب قبائل جیسے بنو سُلیم، اشجع، غطفان، ذُبیان وغیرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

جلیبیب رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

جلیبیب، جلیل القدر صحابی ہیں، وہ اپنے اسی نام "جلیبیب" سے معروف ہیں، اس کے علاوہ کوئی اور نام منقول نہیں۔ ان کی تاریخِ پیدائش معلوم نہیں، اور کہا جاتا ہے کہ وہ بنی ثعلبہ میں سے تھے اور انصار کے حلیف تھے۔

سیرت اور فضائل:

وہ نہایت خوش اخلاق، نرم مزاج، اور بہادر تھے، موت سے ذرہ برابر نہیں ڈرتے تھے۔ غریب تھے، شکل و صورت میں کچھ کمتر اور قد میں چھوٹے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نکاح کی پیشکش کی تو انہوں نے کہا: "آپ مجھے بیکار پائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک تم ہر گز بیکار نہیں ہو" (ابو یعلی: ۳۳۴۳)۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک انصاری شخص کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا، اس انصاری اور اس کی بیوی نے اس کو ناپسند کیا، لیکن بیٹی نے رسول اللہ ﷺ کا ارادہ سن لیا اور کہا: "کیا آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو رد کریں گے؟" پھر اس نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا) [الاحزاب: ۳۶]، پھر کہا: "میں راضی ہوں اور اس بات کو تسلیم کرتی ہوں جو رسول اللہ ﷺ میرے لیے پسند فرمائیں۔ مجھے ان کے حوالے کر دیجیے، وہ مجھے ضائع نہیں کریں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی: "اے اللہ! اس پر خیر خوب برسادے اور اس کی زندگی کو مشقت والی نہ بنا" (احمد: ۴/۴۲۲)۔

وفات:

ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں نہ پایا تو حکم دیا کہ ان کو تلاش کیا جائے، تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ انہوں نے سات مشرکین کو قتل کیا، پھر خود بھی شہید ہو گئے، اور وہ سب ان کے گرد گرے پڑے تھے، نبی ﷺ ان کے پاس آئے، ان کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: "اس نے سات کو قتل کیا! " پھر ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: "یہ مجھ

سے ہے اور میں اس سے ہوں"، پھر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے دونوں بازوؤں پر انہیں اٹھایا، ان کے جنازے کے لیے کوئی اور چارپائی نہ تھی، اور انہیں دفن کیا، اور ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی (مسلم: ۲۴۷۲)۔

	تینتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:آیت میں (احوی) کا معنی ہے:		ا
	[ا]بدلہ ہوا	[ب]سخت	[ج]نیا
مجلس حدیث	سوال: بندہ قیامت میں اٹھایا جائے گا:		ج
	[ا] اپنے اہل وعیال کے ساتھ	[ب]اپنے خاندان ساتھ	[ج] جس سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ
مجلس عقیدہ	سوال: سائل کو نبی ﷺ کی مخالفت سے کس نے ڈرایا اور دوسری جگہ سے احرام باندھنے سے منع کیا؟		ب
	[ا]ابن مسعود	[ب]امام مالک	[ج]امام اوزاعی
مجلس فقہ	سوال: نماز جنازہ کے ارکان کی تعداد کتنی ہے؟		ا
	[ا]۴	[ب]۵	[ج]۶
مجلس سیرت	سوال: مسلمانوں نے غزوہ موتہ میں کس سے جنگ کی؟		ب
	[ا]پارسی	[ب]روم	[ج]قریش
مجلس صحابہ	سوال: جلیبیب رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے کتنے مشرکین کو قتل کیا؟		ج
	[ا]۳	[ب]۵	[ج]۷

چوتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الطارق (۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ (١) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ (٢) النَّجْمُ الثَّاقِبُ (٣) إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (٤) فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (٥) خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ (٦) يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (٧) إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ (٨) يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ (٩) فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ (١٠)﴾

[قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی (۱) تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟ (۲) وہ روشن ستارہ ہے (۳) کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو (۴) انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے (۵) وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے (۶) جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے (۷) بیشک وہ اسے پھیر لانے پر یقیناً قدرت رکھنے والا ہے (۸) جس دن پوشیدہ بھیدوں کی جانچ پڑتال ہو گی (۹) تو نہ ہو گا اس کے پاس کچھ زور نہ مددگار (۱۰)]۔

آیات کا مضمون:

انسان کی تخلیق اور اسے دوبارہ زندہ اٹھانے پر اللہ کی مکمل قدرت کا بیان۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

وَالطَّارِقِ: وہ ستارہ جو رات کو نکلتا ہے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ: آپ کو اس عظیم ستارے کی شان کا کیا علم ہے؟

الثَّاقِبُ: روشن اور دمکتا ہوا۔

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا: کوئی نفس نہیں ہے مگر۔

حَافِظٌ: فرشتہ ہے جو اس کے اعمال لکھتا ہے۔

دَافِقٍ: رحم میں تیزی کے ساتھ گرنے والا۔

الصُّلْبِ: ریڑھ کی ہڈی۔

التَّرَائِبِ: سینے کی ہڈیاں۔

رَجْعِهِ: موت کے بعد اسے دوبارہ لوٹانا۔

تُبْلَى السَّرَائِرُ: جانچی جائے گی، اور دلوں کی پوشیدہ باتوں کو اجاگر کیا جائے گا۔

اجمالی معنی:

سورہ الطارق مکی سورہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا آغاز ایک عظیم قسم سے کیا، پس اس نے انوکھی قدرتی نشانیوں میں سے ایک کی قسم کھائی، اور وہ ہے آسمان اور اس کا روشن ستارہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کی قسم کھانا اس کی عظمت پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ مخلوق کی عظمت خالق کی عظمت پر دلیل ہے۔ اور جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی حتمی نگرانی، اور یہ کہ ہر انسان پر اللہ نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو اس کے اعمال کی حفاظت کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس پر اسے بدلہ دیا جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت کی روشن ترین دلیلوں میں سے ایک دلیل سے یاد دہانی کرائی، اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی پیدائش کے مواد اور اپنی ابتدا پر غور و فکر کرے۔ پس جس نے اسے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا جو اس مشکل مقام سے نکلتا ہے، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اسے لوٹانے اور آخرت میں دوبارہ پیدا کرے۔ اور اس وقت دلوں کے راز اور ان میں چھپی اشیاء ظاہر کر دیے جائیں گے، اور چھپی ہوئی چیزیں جگ ظاہر ہو جائیں گی، نیکوکاروں کی نیکی اور فاجروں کی بدکاری ظاہر ہو جائے گی۔ اور اس وقت انسان کے لیے اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ وہ تسلیم کرے اور اعتراف کرے، نہ اس کے پاس کوئی قوت ہوگی کہ جس سے اپنا دفاع کر سکے، اور نہ ہی مخلوق میں سے کوئی مددگار ہوگا جو اس کی مدد کرے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اس بات کی یاددہانی کہ انسان اپنی خلقت اور پیدائش سے ہی کمزور ہے، چنانچہ یہ چیز اسے تکبر اور ہٹ دھرمی سے باز رکھے گی۔

۲) بلاشبہ انسان کی پیدائش میں ایسی نشانیاں ہیں جن پر اس کے لیے غور کرنا لازم ہے، اور ایسی نعمتیں ہیں جن پر اس کے لیے شکر کرنا واجب ہے۔

۳) اس بات کی یاد دہانی کہ بندوں کے اچھے برے سارے اعمال گنے اور محفوظ کیے جاتے ہیں۔

۴) برائی کو چھپانے اور باطل کو پوشیدہ رکھنے سے تنبیہ؛ کیونکہ اللہ اپنے بندوں کے بارے میں ہر اس چیز کو جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

پیر: مجلس حدیث

غصے سے خبردار کرنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک شخص آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”غصہ نہ کر۔“ اس نے بار بار درخواست کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”غصہ نہ کر۔“ (بخاری: ٦١١٦)۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ کے فرمان: (غصہ نہ کر) میں غصے سے بچنے کے لیے دو عظیم ہدایات ہیں:

پہلی: اس بات کا حکم کہ جب غصے کا سبب پیدا ہو تو ان اسباب کو اختیار کرے جو غصے کو روکنے والے ہیں؛ جیسے غصہ کو پی جانا، نفس کو حلم و صبر کا عادی بنانا، اور اسے لوگوں کی اذیت برداشت کرنے کا خوگر بنانا، پس جب بندہ اس میں کامیاب ہو جائے تو وہ غصے کے آنے پر اس کے مقابلے کے لیے تیار رہتا ہے اور اپنے حلم و صبر کے ذریعے اسے دفع کر دیتا ہے۔

دوسری: یہ حکم کہ اگر غصہ آ جائے تو پھر اسے نافذ نہ کرے؛ کیونکہ بعض اوقات انسان کے لیے غصے کو روکنا بالکل ممکن نہیں ہوتا، لیکن وہ اس بات پر قادر ہوتا ہے کہ اپنے غصے کو نافذ نہ کرے؛ وہ اس طرح کہ وہ نبی ﷺ کی وصیت کو یاد کرے، اور اپنی زبان و ہاتھ کو ان اقوال و افعال سے روکے جن کا تقاضا غصہ کرتا ہے، اور یاد کرے کہ غصے کے انجام کتنے برے اور تباہ کن ہوتے ہیں۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

١) علما اور صالحین سے نصیحت طلب کرنے کی اہمیت۔

٢) کسی چیز سے منع کرنا در اصل اس کے اسباب سے بھی منع کرنا ہے، اور ان تمام باتوں کا حکم دینا ہے جو اس کے ترک میں مددگار ہوں۔

٣) نفس کو حسنِ اخلاق، حلم اور صبر پر تربیت دینا واجب ہے، اور یہ عقل و دل کی قوتوں کی تکمیل ہے۔

٤) جو شخص اپنے آپ کو غصے کے آثار سے روک لے، حقیقت میں وہ اس کے برابر ہے جسے غصہ آیا ہی نہ ہو۔

۵)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی فرمانبرداری میں مسلمان کے لیے بھلائی اور سعادت کے اسباب ہیں۔

منگل: مجلس عقیدہ

بدعت کی چند مثالیں

دین میں بدعتیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی اور نمودار ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے راسخ علماء کو کھڑا کر دیتا ہے جو وضاحت اور بیان کر کے اس کا مقابلہ کرتے ہیں؛ یہ اللہ کی طرف سے اپنی شریعت کی حمایت، اور اپنے دین کی حفاظت ہے۔

***ان بدعتوں کی مثالوں میں سے چند درج ذیل ہیں:**

۱) مسلمانوں میں سے بعض کے ہاں یہ عام ہے کہ وہ ہر سال ربیع الاول میں میلادِ نبی کے موقع پر جشن مناتے ہیں، یہ ایک منکر بدعت ہے؛ کیونکہ اس کی کوئی اصل کتاب و سنت اور سلف صالحین کے عمل میں نہیں ہے، بلکہ اسے فاطمیوں نے چوتھی صدی ہجری کے بعد ایجاد کیا۔ اسی طرح اسراء اور معراج، نیز ہجرتِ نبوی کی مناسبت سے جشن منانا بھی ہے؛ یہ سب بدعتوں میں سے ہیں جن پر کوئی دلیل نہیں، اور نہ ہی صحابہ کرام نے انہیں کیا اور نہ ان کے بعد خیر قرون میں کسی نے کیا۔ اور اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ہم سے بڑھ کر اس کو کرنے والے ہوتے؛ کیونکہ وہ نبی ﷺ سے زیادہ محبت رکھنے والے، ان کی زیادہ تعظیم کرنے والے، بھلائی کے زیادہ حریص، اور نیک اعمال میں سبقت کرنے والے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ نبی ﷺ کی محبت اور تعظیم ان کی پیروی، اطاعت، ان کے حکم کے اتباع، اور ان کی سنت کو ظاہر و باطن میں زندہ کرنے اور جس کو دے کر آپ ﷺ بھیجا گیا تھا اسے عام کرنے میں ہے۔

۲) جگہوں، آثار، قبروں اور زندہ مردہ اشخاص سے تبرک لینا؛ یہ بدعتوں میں سے ہے، جو مسلمانوں میں بت پرستانہ عقائد کے راستے سے سرایت کر گئی ہے۔ اس کی مشروعیت ثابت نہیں ہے، نہ نبی ﷺ کے دور میں، نہ ہی ان کے خلفائے راشدین کے دور میں، بلکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس درخت سے تبرک لے رہے ہیں جو حدیبیہ میں تھا، اور جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی تو انہوں نے اسے کاٹ دیا تھا۔ (ابن ابی شیبہ: ۲/۷۳، طبقات ابن سعد: ۲/۱۰۰)۔

۳) مختلف مناسبتوں سے سورالفاتحہ پڑھنا؛ کیونکہ اس تخصیص کے بارے میں ہرگز کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی، اور یہ عمل مکمل طور پر بعد میں شروع ہوا۔

۴)ماہِ رجب میں مخصوص عمرہ کرنا جسے "رجبیہ" کہا جاتا ہے، اور اسی طرح اس میں خصوصی نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور قربانی کرنا۔

۵)ایسے اذکار کا التزام کرنا جو من گھڑت ہوں، اور اپنی ترکیب، ہیئت اور وقت میں مشروع اذکار کے خلاف ہوں۔

۶)پندرہ شعبان کی رات میں خصوصی قیام کرنا، اور دن میں خصوصی طور پر روزہ رکھنا۔

بدعتوں کے نقصانات اور ان کے اثرات:

۱)بدعتیں کفر کی طرف لے جانے کا ذریعہ اور دین کے منہدم ہونے کا راستہ ہیں؛ کیونکہ یہ انسان کے دل میں شریعت کی عظمت اور کتاب وسنت کی پیروی کو کمزور کرتی ہیں۔

۲)بدعتیں کبیرہ گناہوں سے بھی زیادہ بری ہیں؛ کیونکہ ان میں اللہ کے دین پر طعن ہے اور اس کی طرف نقص کی نسبت ہے۔

۳)بدعتیں سنتوں کو ختم کرتی ہیں، اور انہیں انجام دینے کو ناپسند بنا دیتی ہیں، اور یہ سبب دلوں کی ویرانی اور ان کی بگاڑ کے لئے کافی ہے!

۴)یہ برے خاتمہ کے اسباب میں سے ہیں؛ اس لیے کہ گناہ کرنے والا جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے، تو امید ہے کہ وہ اس سے توبہ کرلے؛ لیکن بدعتی یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی بدعت دین کا حصہ ہے جس کے ذریعے وہ اللہ کا تقرب چاہ رہا ہے، تو اکثر وہ توبہ سے محروم رہتا ہے اور برے خاتمہ سے دوچار ہوتا ہے!

بدھ: مجلس فقہ

نماز کے بعد اذکار

نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسلمان کے لیے مشروع ہے کہ وہ فوراً مشروع اذکار کہنے میں مشغول ہو جائے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

اول: تین مرتبہ استغفار کرنا،اور یہ پڑھنا: "اللَّهُمَّ أنتَ السَّلامُ، ومنكَ السَّلامُ، تَبارَكْتَ يا ذا الجلال والإكرام"(مسلم:۵۹۱)۔

دوم: یہ پڑھنا: " لا إلهَ إلَّا اللهُ وحده لا شريكَ له له الملكُ وله الحمدُ وهو على كلِّ شيءٍ قديرٌ اللَّهمَّ لا مانعَ لما أعطيتَ ولا مُعطيَ لما منعتَ ولا ينفعُ ذا الجَدِّ منك الجَدُّ"(بخاری:۸۴۴، مسلم:۵۹۳)۔

سوم: یہ دعا پڑھنا:"لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيءٍ قدير، لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إلَّا بِاللهِ، لا إلهَ إلَّا الله ولا نعبد إلَّا إيَّاهُ، له النعمة، وله الفضل، وله الثناء الحسن، لا إله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون"(مسلم:۵۹۴)۔

چہارم: تسبیح، تحمید اور تکبیر پڑھنا،اس کے چار طریقے ہیں:

*پہلا طریقہ: سبحان اللہ،۱۰ بار۔الحمد للہ،۱۰ بار۔اللہ اکبر،دس بار۔(بخاری:۶۳۲۹،مسلم:۵۹۵)۔

*دوسرا طریقہ: سبحان اللہ،۲۵ بار۔الحمد للہ،۲۵ بار۔اللہ اکبر،۲۵ بار۔لاالٰہ الااللہ،۲۵ بار۔(ترمذی:۳۴۱۳، نسائی:۱۳۵۰)۔

*تیسرا طریقہ: سبحان اللہ،۳۳ بار۔الحمد للہ،۳۳ بار،اللہ اکبر،۳۴ بار(مسلم:۵۹۶)۔

*چوتھا طریقہ: سبحان اللہ،۳۳ بار۔الحمد للہ،۳۳ بار۔اللہ اکبر،۳۳ بار،اور ۱۰۰ پورا کرنے کے لئے کہے:"لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيءٍ قدير"۔(مسلم:۵۹۷)۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ تسبیح، تحمید اور تکبیر یکبارگی یوں کہے:"سبحان اللہ، والحمد للہ، واللہ اکبر" ہر بار اکٹھا کہے یہاں تک کہ ۳۳ بار تینوں کو پڑھے(بخاری:۸۴۳)۔

پنجم: آیۃ الکرسی پڑھے؛ نبی ﷺ نے فرمایا:"جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اس کے اور جنت میں داخل ہونے درمیان صرف موت حائل ہے"(نسائی:۹۸۴۸)۔

ششم: معوذات (سورہ الاخلاص، الفلق، الناس) ہر نماز کے بعد پڑھے، مغرب اور فجر کے بعد تین بار پڑھے؛

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات پڑھوں (ابوداود: ۱۵۲۳)۔

جمعرات: مجلس سیرت

فتح مکہ

تاریخ وقوع:

فتحِ مکہ بیس رمضان کو، ہجرت کے آٹھویں سال واقع ہوا۔

اس کے اسباب:

اس کا سبب قریش کی طرف سے صلح حدیبیہ کا توڑنا تھا، کیونکہ قبیلہ بنو بکر (قریش کے حلیف) نے خزاعہ (مسلمانوں کے حلیف) پر حملہ کیا، اور ان میں سے بڑی تعداد کو قتل کیا، قریش ان کو اسلحہ فراہم کر رہے تھے اور حرم میں ظلم پر خفیہ طور پر مدد کر رہے تھے، حالانکہ صلح حدیبیہ کو گزرے ہوئے ایک سال اور نو ماہ ہی ہوئے تھے، پھر قریش اپنے عہد توڑنے پر نادم ہوئے اور ابو سفیان بن حرب کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ وہ عہد کو پختہ کرے، وہ مدینہ آیا اور اس نے نبی ﷺ کے سامنے یہ بات پیش کی، لیکن آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، پھر وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات کریں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے سخت جواب دیا اور کہا: "کیا میں یہ کروں گا؟! اللہ کی قسم! اگر میرے پاس صرف چیونٹیاں ہی ہوتیں تو بھی میں تمہارے ساتھ انہیں لے کر قتال کرتا!" پھر وہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، انہوں نے بھی کچھ نہ کیا۔ پھر وہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ وہ اپنے بیٹے حسن کو کہیں کہ لوگوں کے درمیان امان دے دے۔ انہوں نے فرمایا: "ابھی میرا بیٹا اس درجے کو نہیں پہنچا، اور رسول اللہ ﷺ پر کوئی امان نہیں دے سکتا۔" (البدایہ والنہایہ: ۲۸۰/۴)۔ پس ابو سفیان ناکام ہو کر مکہ واپس لوٹ گیا۔

اس کے واقعات:

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو مستعد اور تیار ہونے کا حکم دیا، اور لشکر کی تیاری میں رازداری برتی۔ آپ ﷺ نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ وہ قریش پر خبروں کو مخفی کر دے، تو آپ کے رب نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۸۰/۴)۔

اور لشکر دسویں رمضان کو روانہ ہوا، اور اس میں دس ہزار مجاہد تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں پانچ دستوں میں تقسیم کیا، پہلا دستہ خود آپ ﷺ کی قیادت میں تھا، اور باقی چاروں پر آپ ﷺ نے ایک ایک سردار مقرر کیا۔ جو تھے: زبیر بن عوام، خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن جراح، اور قیس بن سعد بن عبادہ۔ آپ ﷺ نے ہر قائد کو حکم دیا کہ مکہ میں ایک متعین طرف سے داخل ہو، اور یہ کہ وہ صرف انہی سے قتال کریں جو ان سے قتال کریں۔

اس کے نتائج:

مسلمان مکہ میں بغیر قتال کے داخل ہوئے، پھر کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کو دیکھا تو آپ نے کئی بار تکبیر کہی، اور سب نے آپ کے ساتھ تکبیر کہی یہاں تک کہ مکہ گونج گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو سب خاموش ہو گئے۔ سب سے پہلا کام جو آپ ﷺ نے کیا وہ طواف تھا۔ آپ ﷺ نے کعبہ کا طواف کیا اور اس کے گرد موجود ہر بت کو توڑ ڈالا، اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (کہہ دو کہ حق آیا، باطل پسپا ہوا، یقیناً باطل پسپا ہونے کے لئے ہی تھا) [الاسراء: ۸۱]۔ پھر آپ ﷺ نے مکہ کے اطراف میں موجود عرب کے قبائل کی طرف فوجی دستے بھیجے تا کہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

وہ صحابی، اور دو صحابی کے بیٹے، زید بن ثابت ہیں۔ ان کے والد ثابت بن ضحاک انصاری، اور ان کی والدہ نوار بنت مالک انصاریہ تھیں۔

زید نبی اکرم ﷺ کی ہجرت سے بارہ سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے۔

سیرت اور فضائل:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت چھوٹے تھے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے غزوۂ بدر کے بعد قریش کے قیدیوں سے لکھنا سیکھا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی، آپ ﷺ کے سامنے قرآن پڑھا، اور اپنی کم سنی کے باوجود کاتبِ وحی اور فقہاءِ صحابہ میں شمار ہوئے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: "میری امت میں فرائض کے سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت ہیں" (ابو یعلی: ۵۷۶۳، بیہقی: ۱۲۵۴۹)۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زید رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کے مفتی تھے اور وہاں کے قاریوں کے شیخ تھے، حکمت اور درست رائے سے معروف تھے، جس دن مسلمان سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تاکہ مسلمانوں کے لیے خلیفہ منتخب کریں، زید رضی اللہ عنہ نے ایک نہایت حکیمانہ بات کہی: "رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے، اور امام بھی مہاجرین ہی میں سے ہونا چاہیے، اور ہم ان کے انصار ہیں، جیسے ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار تھے۔" (احمد: ۲۱۶۱۷)۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں یرموک کی جنگ میں مالِ غنیمت کی تقسیم پر مقرر کیا، اور جب قرآن جمع کرنے کا ارادہ کیا تو اس اہم ذمہ داری پر بھی زید کو مقرر کیا۔ زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "پھر میں نے اٹھ کر قرآن کو تلاش کرنا شروع کیا، کھال، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں اور لوگوں کے سینوں سے میں اسے جمع کرتا رہا" (بخاری: ۴۹۸۶)۔

اسی طرح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی قرآن کو جمع کرنے اور اس کو محفوظ کرنے میں زید کی بات ہی فیصلہ کن اور حجت تھی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں قضاء پر مقرر کیا، اور جب وہ حج کے لیے تشریف لے جاتے تو انہیں مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑتے تھے۔

وفات:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں، معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی، انہیں بقیع میں دفن کیا گیا، ان کی وفات کے دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "آج بہت بھاری علم دفن کر دیا گیا" (سیر اعلام النبلاء: ۲/۴۴۰)۔

	چوتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:اللہ نے الطارق کی قسم کھائی،اس کا معنی ہے:		ا
	[ا]ستارہ جورات کو نکلتا ہے	[ب] صبح کے وقت کی روشنی	[ج] غروب کے وقت کی شفق
مجلس حدیث	سوال:جب آدمی نے وصیت کی فرمائش کی تو آپ نے اسے نصیحت کی کہ:		ب
	[ا]اپنی نگاہ نیچی رکھو	[ب]غصہ نہ کرو	[ج] اپنی سوچوں کی نگرانی کرو
مجلس عقیدہ	سوال:بدعت کے نقصانات اور اثرات میں سے ہے کہ وہ:		ج
	[ا]روزی رک جانے کا سبب ہے	[ب]عقل کی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے	[ج] برے خاتمے کا سبب ہے
مجلس فقہ	سوال: جن آیتوں کا پڑھنا ہر نماز کے بعد مشروع ہے،ان میں سے ہے:		ج
	[ا] سورہ بقرہ کی آخری دوآیتیں	[ب]آل عمران کی آخری دو آیتیں	[ج]آیۃالکرسی
مجلس سیرت	سوال:فتح مکہ کس سنہ میں ہوا؟		ب
	[ا]۷ھ	[ب]۸ھ	[ج]۹ھ
مجلس صحابہ	سوال: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کس فن میں مہارت تھی؟		ا
	[ا]فرائض	[ب]انساب	[ج]تفسیر

پینتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الطارق (۲)

﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (١١) وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (١٢) إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (١٣) وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (١٤)
إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا (١٥) وَأَكِيدُ كَيْدًا (١٦) فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (١٧)﴾

[بارش والے آسمان کی قسم! (۱۱) اور پھٹنے والی زمین کی قسم! (۱۲) بیشک یہ (قرآن) البتہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے (۱۳) یہ ہنسی کی (اور بے فائدہ) بات نہیں (۱۴) البتہ کافر داؤ گھات میں ہیں (۱۵) اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں (۱۶) تو کافروں کو مہلت دے انہیں تھوڑے دنوں چھوڑ دے (۱۷)]۔

آیات کا مضمون:

قرآن کی سچائی اور حقانیت۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ: مسلسل بارش والا آسمان۔

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ: پودے سے پھٹنے والی زمین۔

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ: حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔

أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا: تھوڑی مہلت۔

اجمالی معنی:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ بڑی عظیم مخلوقات کی قسم کھارہا ہے، جنہیں بندے ہر روز دیکھتے ہیں، پس وہ آسمان کی قسم کھارہا ہے جو بار بار بارش برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، اور اس سے انسانوں اور چوپایوں کو سیراب کرتا ہے، پھر وہ زمین کی قسم کھاتا ہے جو نباتات اور پھلوں کے سبب پھٹ جاتی ہے، زندہ لوگ اس سے اپنا کھانا اور اپنی روزی لیتے ہیں، ان میں سے کسی کا حصہ کم نہیں ہوتا۔

رہی وہ چیز جس پر قسم کھائی گئی ہے، تو وہ یہ ہے کہ یہ قرآن، جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے، بالکل سچا ہے، یہ قولِ حق ہے، وضاحت اور بیان میں اسے کمال حاصل ہے، حق و باطل اور سچ و جھوٹ کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے، اور سنجیدہ کلام ہے، نہ کہ کوئی کھیل یا مذاق۔

لیکن جھٹلانے والوں کی فطرت یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ مکر و فریب کے ساتھ دعوت کو رد کرتے ہیں، اور حق کا انکار مختلف حیلوں کے ذریعے کرتے ہیں، جنہیں اللہ اپنی تدبیر سے ناکام کر دیتا ہے اور اپنے انتقام کے ذریعے بے اثر کر دیتا ہے؛ تاکہ اللہ اپنے دین کو غالب کرے، اپنی کتاب کی مدد کرے اور اپنے رسول ﷺ کو عزت دے، اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ ان کافروں کو مہلت دیتا ہے، پس ان کے عذاب اور ہلاکت میں جلدی نہ کر؛ کیونکہ اس کے لیے ایک وقت مقرر ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) قرآنِ کریم کی صداقت اور اس کی دلیل کی قوت کا بیان۔

۲) اللہ تعالیٰ کا مومنوں کی طرف سے دفاع کرنا اور انہیں کافروں کے مکر و فریب سے بچانا۔

۳) کافروں کے مکر کی کمزوری، جب اس کا سامنا اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے ہو۔

پیر: مجلس حدیث

تکبر کی حرمت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔" ایک آدمی نے عرض کیا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔" (مسلم: ۹۱)۔

شرح:

حدیث دلالت کرتی ہے کہ تکبر آگ میں داخل ہونے کا سبب اور جنت میں داخل ہونے سے مانع ہے، خواہ تکبر بندے کے دل میں کم یا معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ تکبر دو قسم کا ہے:

پہلی قسم: حق پر تکبر کرنا، یعنی اسے رد کر دینا، اس سے سرکشی کرنا، اور اسے قبول نہ کرنا، اور چونکہ اللہ نے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اس حق کے سامنے سر تسلیم خم کریں جو اس نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا ہے، اور اسے اپنی رائے اور اپنی خواہشات پر مقدم رکھیں، لہذا جو بھی اس کا انکار کرے وہ متکبر ہے، اس کے لئے عذاب کی وعید ہے۔

دوسری قسم: مخلوق پر تکبر کرنا، یعنی ان کو حقیر جاننا، ان کا مذاق اڑانا، اور اپنی بات یا عمل سے ان کی توہین کرنا، اس طرح کا تکبر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان خود پسند ہو جائے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) تکبر کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو اللہ کے عذاب کا موجب ہے۔

۲) دل کو تکبر سے پاک رکھنے کی اہمیت؛ کیونکہ جنت پاکیزہ ٹھکانا ہے جو ہر متکبر پر حرام ہے۔

۳) قرآن کریم یا رسول ﷺ کی سنت میں ثابت شدہ حق کو رد کرنے سے بچنا واجب ہے؛ کیونکہ وہ تکبر میں شمار ہوتا ہے۔

۴) مسلمانوں کے ساتھ تواضع اور ان کے سامنے انکساری لازم ہے، اور ان پر تکبر کرنا حرام ہے۔

۵) ظاہری خوبصورتی اور لباس و سواری میں زینت اختیار کرنا تکبر میں داخل نہیں ہے، بشرط یہ کہ اس میں اسراف نہ ہو،اور دوسروں کو حقیر نہ سمجھا جائے۔

منگل: مجلس عقیدہ

قبروں کی زیارت کے اقسام

قبروں کی زیارت دو قسم کی ہے:

ایک شرعی زیارت، اور دوسری بدعی زیارت۔

*شرعی زیارت وہ ہے جو کسی مشروع مقصد کے لیے ہو، جیسے:

١. میت کو سلام کرنے اور ان کے لیے دعا کرنے کی نیت جانا۔

٢. کسی میت پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی نیت سے جانا۔

٣. موت اور آخرت کو یاد کرنے کی نیت سے جانا۔

یہ تمام زیارتیں مشروع اور مستحب ہیں؛ کیونکہ سنت میں ان کی مشروعیت کی دلیلیں ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں نبی ﷺ کا فرمان ہے: "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو"۔ اور ترمذی میں اضافہ ہے: "کیونکہ یہ آخرت کو یاد دلاتی ہے" (مسلم: ١٩٧٧، ترمذی: ١٠٥٤)۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے: ایک سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی، وہ فوت ہوگئی۔ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہ نے کہا: وہ فوت ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیوں تم نے مجھے خبر نہ دی؟ مجھے اس کی قبر دکھاؤ"، پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری: ٤٦٠، مسلم: ٩٥٦)۔

دوسری قسم: بدعی زیارت؛ یہ وہ زیارت ہے جو کسی حرام مقصد کے لیے کی جائے، جیسے:

١. مردوں کے پاس جانا اس لیے کہ ان سے اپنی حاجت مانگی جائے۔ جو کہ شرکِ اکبر ہے، اور بتوں کی عبادت کے قبیل سے ہے۔

٢. اللہ تعالیٰ سے میت کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا، جیسا کہ کوئی کہے: "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی کے وسیلے سے یا شیخ فلاں کے حق کے واسطے سے دعا کرتا ہوں؛ چنانچہ ایسا کرنا بدعت ہے اور شرک کے ذرائع میں سے ہے۔

٣. یہ گمان رکھنا کہ قبروں کے پاس اللہ سے دعا کرنا قبولیت کا باعث ہے، تو یہ بھی بالاتفاق منکر بدعتوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس معاملے میں سختی فرمائی، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: "اے اللہ! میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی عبادت کی جائے" (بخاری: ٤٣٧، مسلم: ٥٣٠)۔

بدھ: مجلس فقہ

زکوۃ

زکاۃ کی اہمیت:

زکاۃ اسلام کے فرائض میں سے ہے، اور نماز کے بعد اسلام کے ارکان میں سب سے اہم ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسے نماز کے ساتھ بیاسی مقامات پر ذکر کیا ہے؛ جو اس کے عظیم مرتبے اور نماز کے ساتھ اس کے مکمل تعلق کی دلیل ہے۔

اس کی فرضیت کے دلائل:

*اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو) [البقرہ: ۴۳]۔

*اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ (ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لو تاکہ تم اس کے ذریعے انہیں پاک اور صاف کردو) [التوبہ: ۱۰۳]۔

*نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا۔" (بخاری: ۸، مسلم: ۱۶)۔

اسی طرح زکاۃ کو چھوڑنے والے یا اس میں کوتاہی کرنے والے کے بارے میں سخت وعید بھی آئی ہے:

*اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ، يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ، هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو اب اپنے جمع کیے ہوئے کا مزہ چکھو) [التوبہ: ۳۴-۳۵]۔

*رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس مالدار نے اپنی زکاۃ ادا نہ کی، تو اس کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اسے تختیوں کی شکل دی جائے گی، اور اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی کو اس سے داغا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ

اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کردے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ پھر وہ اپنی راہ دیکھے گا، یا تو جنت کی طرف یا آگ کی طرف۔" (مسلم: ۱۶۴۸)۔

زکاۃ کس پر واجب ہے؟

زکاۃ ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس نصاب کے برابر مال ہو، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا بچہ، عاقل ہو یا مجنون۔ پس سرپرست بچے اور مجنون کے مال سے زکاۃ ادا کرے گا؛ کیونکہ حقوق کی ادائیگی میں وہ ان کا قائم مقام ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یتیموں کے مال میں تجارت کرو، تاکہ زکاۃ اسے کھا نہ جائے۔" (عبد الرزاق: ۶۷۷۳)۔

زکاۃ فرض کرنے کی حکمت:

زکاۃ بلند حکمتوں اور نیک اہداف کے لیے مشروع کی گئی ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. اللہ کا شکر ادا کرنا کہ اس نے مال کی نعمت سے بہرہ ور کیا۔

۲. مال کو پاک کرنا، بڑھانا، اس میں برکت داخل کرنا، اور اس کے شر کو دور کرنا تاکہ وہ آفات اور فساد سے محفوظ رہے۔

۳. زکاۃ ادا کرنے والے کو بخل اور حرص سے پاک کرنا، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور انفاق کی تربیت دینا۔

۴. زکاۃ ادا کرنے والے کو گناہوں اور خطاؤں کی نجاست سے پاک کرنا۔

۵. فقراء کی دلجوئی کرنا اور محتاجوں اور محروموں کی ضرورت کو پورا کرنا۔

۶. معاشرے کے افراد کے درمیان محبت پیدا کرنا؛ تاکہ اس کے ذریعے مالدار غریب کی دل جوئی کرے اور اس سے کینہ اور حسد دور کرے۔

۷. ایمان کی سچائی کو ثابت کرنا؛ اسی لیے اسے صدقہ کہا گیا؛ زکوۃ دینے والے کے دل کی سچائی کی وجہ سے، جب وہ اپنے محبوب مال کو اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ حنین

تاریخ وقوع:

غزوۂ حنین ہجرت کے آٹھویں سال کے شوال کے مہینے میں پیش آیا۔

اسباب:

جب مکہ فتح ہوا تو اس کے ارد گرد کی بستیاں خوف اور گھبراہٹ سے لرز اٹھیں، تو مالک بن عوف نصری نے مسلمانوں سے قتال کے لیے ہوازن میں سے اپنا لشکر تیار کیا، ہوازن کے ساتھ کئی قبائل بھی اس میں شامل ہو گئے؛ جیسے ثقیف، بنو نصر بن معاویہ، بنو جشم، بنو سعد بن بکر اور بنی ہلال بن عامر کی ایک جماعت، انہوں نے اپنی عورتوں اور مویشیوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ لوگ جنگ سے نہ بھاگ سکیں (الفصول: ۲۹۴)۔

اس کے واقعات:

جب نبی اکرم ﷺ کو ان کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمی کو بھیجا تاکہ ان کی خبر معلوم کریں، پھر رسول اللہ ﷺ ان سے مقابلے کے لیے تیار ہوئے، اور صفوان بن امیہ سے سو زرہیں عاریتاً لیں اور اس سے کچھ مال بھی قرض لیا، آپ ﷺ مکہ کے فتح میں شریک دس ہزار صحابہ اور ان دو ہزار لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے جو اس دن مسلمان ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے مکہ پر عتاب بن اسید کو اپنا جانشین مقرر کیا، اس وقت ان کی عمر صرف بیس سال تھی (الفصول: ۲۹۴)۔

آپ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ ایک درخت سے گزرے جس کی مشرکین تعظیم کرتے تھے اور اسے "ذات انواط" کہا جاتا تھا۔ بعض جاہل عربوں نے کہا: ہمارے لیے بھی ذات انواط بنا دیجیے، جیسے ان کے پاس ذات انواط ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے وہی کہا جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: ﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (ہمارے لیے بھی ایک معبود

بنادے، جیسے ان کے معبود ہیں، یقیناً تم جاہل لوگ ہو)[الاعراف:۱۳۸]۔ یہ تو وہی طریقے ہیں (جو تم سے پہلے تھے)، تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلوگے!"(ترمذی:۲۱۸۰)۔

پھر آپ ﷺ ایک عظیم لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ لشکر کے بعض افراد کو گھمنڈ آگیا اور وہ کہنے لگے: "آج ہم اپنی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے!" جب وہ حنین پہنچے، جو تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے، تو اچانک ہوازن جو صبح کی تاریکی میں وہاں ان کے لیے گھات لگا کر بیٹھے ہوئے تھے نکل آئے اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا، اس پر مسلمان پسپا ہو گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھے بغیر پیچھے پلٹ گئے۔(الفصول:۲۰۵)۔
اسی واقعے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ﴾(اور یاد کرو حنین کے دن کو، جب تمہیں اپنی کثرت نے خود پسندی میں ڈال دیا تھا، مگر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی، اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے)[التوبہ:۲۵]۔

اس کے نتائج:

رسول اللہ ﷺ ثابت قدم رہے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام کا گروہ بھی ڈٹا رہا، جن میں ابو بکر، عمر، علی، آپ کے چچا عباس اور ان کے دونوں بیٹے فضل اور قثم، نیز ابوسفیان اور ان کا بیٹا جعفر اور دیگر صحابہ شامل تھے۔ اس دن آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے اور اسے دشمن کے سامنے بڑھا رہے تھے، جبکہ عباس اس کی لگام تھامے اسے پیچھے کھینچ رہے تھے تاکہ آگے نہ بڑھے، اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: "میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔" (بخاری:۲۹۳۰)۔

پھر آپ ﷺ نے عباس کو—جو بلند آواز کے مالک تھے— حکم دیا کہ پکاریں: "اے انصار کی جماعت! اے سورۃ البقرہ والو!"" پھر جب انہوں نے آواز سنی تو وہ ایسے لپکے جیسے اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف بلبلاتی ہوئی جاتی ہیں، اس وقت جنگ خوب بھڑک اٹھی اور قتال شدید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اب لڑائی خوب گرم ہو گئی ہے!" آپ ﷺ نے ایک مٹھی سفید کنکریاں لیں اور انہیں پھینک کر فرمایا: "ربِّ کعبہ کی قسم! یہ شکست کھا گئے۔"

اس دن سیدنا علی بن ابی طالب لوگوں میں سب سے شدید قتال کرنے والے تھے (ابو یعلی: ۳۶۰۶، طبرانی: ۲۷۵۸)۔ پھر اللہ نے ہوازن کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے، اور مسلمان ان کا پیچھا کرنے لگے، انہیں قتل اور قید کرنے لگے، ان میں سے تقریباً چالیس قتل ہوئے، اور مسلمانوں میں سے صرف چار شہید ہوئے (الفصول: ۲۰۷)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

ان کا نام: خباب بن ارت بن جندلہ التمیمی ہے۔

ان کی پیدائش نجد میں ہجرت سے ۳۶ سال پہلے ہوئی، بچپن میں ہی وہ گرفتار کرکے لائے گئے، پھر انہوں نے تلواریں اور اسلحہ بنانے کی صنعت سیکھی یہاں تک کہ اس میں ماہر ہوگئے، اور مکہ میں اس مہارت کی وجہ سے مشہور ہوئے۔

سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ ابتدائی زمانے میں اسلام لے آئے تھے، آپ اسلام لانے والوں میں چھٹے شخص تھے، اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ عزوجل کی خاطر تکلیف دی گئی (حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۴۷)۔ آپ رضی اللہ عنہ سچے، امانت دار، عقل و حکمت والے تھے، باوجود اس کے کہ اس وقت ان کی عمر کم تھی۔

ان کا ایک واقعہ یہ ہے: وہ سعید بن زید اور فاطمہ بنت خطاب کے پاس قرآن پڑھانے جایا کرتے تھے، جب عمر بن خطاب (جو اس وقت مشرک تھے) کو ان کے اسلام لانے کی خبر ہوئی تو وہ غصے کے عالم میں ان کے پاس گئے، انہوں نے دروازے پر زور سے دستک دی اور پھر اندر داخل ہوگئے، اس وقت خباب کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا جس میں سورۃ "طہٰ" لکھی ہوئی تھی، اور وہ انہیں پڑھا رہے تھے، عمر نے کہا: "یہ کتاب مجھے دو جو تمہارے پاس ہے" انہوں نے انکار کیا، مگر یہ شرط رکھی کہ پہلے وہ غسل کریں۔ تو عمر کا دل نرم ہو گیا اور انہوں نے غسل کیا، پھر وہ صحیفہ پڑھا، جب خباب نے عمر کی تلاوت سنی تو کہا: "خوش ہو جاؤ، اللہ کی قسم! " مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالی نے تمہیں اپنے نبی ﷺ کی دعا میں سے چن لیا؛ کیونکہ میں نے کل ہی انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے: "اے اللہ! دونوں عمروں: ابو جہل، یا عمر بن خطاب؛ میں سے ایک کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا فرما" (ترمذی: ۳۶۸۱)۔

خباب رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری حصے میں فقر کے بعد مالدار ہو گئے تھے، انہوں نے اپنا مال محتاج فقراء اور مساکین کے لئے خرچ کیا، لوگ ان کے گھر آتے تو وہ انہیں جو چاہتے دے دیتے، نہ اپنے دروازے ان پر بند کئے اور نہ ان میں تالا لگایا۔

وفات:

خباب رضی اللہ عنہ کی وفات کوفہ میں ۳۷ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۷۳ برس تھی، ان کی نمازِ جنازہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

	پینتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: سورۃ الطارق کے فوائد میں سے ہے:		ا
	[ا] اللہ مومنین کا دفاع کرتا ہے	[ب] قیام اللیل کی فضیلت	[ج] مسلمانوں کی ایذا پر صبر
مجلس حدیث	سوال: تکبر میں داخل نہیں ہے:		ب
	[ا] چھوٹوں کی حقارت	[ب] لباس میں زینت	[ج] حق کا انکار
مجلس عقیدہ	سوال: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قبروں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے، اس کا حکم ہے:		ب
	[ا] کفر اکبر	[ب] منکر بدعت	[ج] جائز
مجلس فقہ	سوال: زکوۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ اللہ نے اسے نماز کے ساتھ..........جگہوں پر ذکر کیا ہے۔		ج
	[ا] ۵۵	[ب] ۷۹	[ج] ۸۲
مجلس سیرت	سوال: غزوہ حنین میں مشرکین کا قائد تھا:		ب
	[ا] کعب بن مالک	[ب] مالک بن عوف	[ج] عوف بن حارث
مجلس صحابہ	سوال: خباب رضی اللہ عنہ کس صنعت میں مشہور تھے؟		ا
	[ا] تلواریں	[ب] کپڑے	[ج] دروازے

چھتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ البروج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ (١) وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ (٢) وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ (٣) قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ (٤) النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ (٥) إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ (٦) وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ (٧) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (٨) الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (٩) إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ (١٠) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ (١١) إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (١٢) إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ (١٣) وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ (١٤) ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (١٥) فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ (١٦) هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ (١٧) فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ (١٨) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ (١٩) وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ (٢٠) بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ (٢١) فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ (٢٢)﴾

[برجوں والے آسمان کی قسم! (۱) وعدہ کیے ہوئے دن کی قسم! (۲) حاضر ہونے والے اور حاضر کئے گئے کی قسم! (۳) خندقوں والے ہلاک کیے گئے (۴) وہ ایک آگ تھی ایندھن والی (۵) جب کہ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے (٦) اور مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے (۷) یہ لوگ ان مسلمانوں (کے کسی اور گناہ کا) بدلہ نہیں لے رہے تھے، سوائے اس کے کہ وہ اللہ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے (۸) جس کے لئے آسمان و زمین کا ملک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ہر چیز (۹) بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ (بھی) نہ کی توان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے (۱۰) بیشک ایمان قبول کرنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے وہ باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے (۱۱) یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے (۱۲) وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا (۱۳) وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے (۱۴) عرش کا مالک عظمت والا ہے (۱۵) جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے (۱٦) تجھے لشکروں کی خبر بھی ملی ہے؟ (۱۷) (یعنی) فرعون اور ثمود کی (۱۸) (کچھ نہیں) بلکہ کافر تو جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں (۱۹) اور اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے (۲۰) بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا (۲۱) لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) (۲۲)]۔

سورہ کا مضمون:

اللہ تعالیٰ کی قوت، اس کے ہمہ گیر احاطے، اپنے اولیاء کی مدد، اور اپنے دشمنوں کی گرفت کا بیان۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

ذَاتِ الْبُرُوجِ: منازل والا آسمان جن سے سورج اور چاند گزرتے ہیں۔

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ: قیامت کا دن۔

وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ: یہ قسم ہے ہر گواہ کی جو گواہی پیش کرتا ہے اور ہر اس چیز کی جس کی گواہی دی جاتی ہے۔

قُتِلَ: اس پر لعنت ہوئی، وہ عذاب دیا گیا، ہلاک کیا گیا۔

أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ: جنہوں نے زمین کھود کر گڑھا بنایا تاکہ اس میں مومنوں کو جلائیں۔

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ: جس سے آگ جلایا اور دہکایا جاتا ہے۔

شُهُودٌ: حاضر تھے۔

فَتَنُوا: آگ سے جلایا۔

الْحَرِيقِ: جلانے والی۔

بَطْشَ: انتقام۔

يُبْدِئُ: ابتدائی طور پر پیدا کرتا ہے۔

وَيُعِيدُ: ان کی موت کے بعد انہیں زندہ کرے گا۔

الْوَدُودُ: اپنے اولیاء سے محبت کرنے والا، ان کے نزدیک محبوب۔

مَجِيدٌ: عظیم۔

اجمالی معنی:

سورۃ البروج مکی سورہ ہے، ہمارے رب نے اس کا آغاز اپنی عظیم ترین قسموں میں سے ایک قسم سے کیا، چنانچہ اس نے برجوں والے آسمان کی قسم کھائی، اور یہ سورج اور چاند کے بارہ منازل ہیں جن میں ان کی گردش نہایت منظم

طریقے سے ہوتی رہتی ہے۔ پھر اللہ نے اس یوم موعود کی قسم کھائی جس کا اس نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان سب کو اس دن جمع کرے گا، ایسا وعدہ جس کی خلاف ورزی نہیں ہو گی، پھر اس نے دنیا وآخرت میں پائی جانے والی ہر اس چیز کی قسم کھائی جو گواہی دینے والی ہے اور جس کی گواہی دی جاتی ہے؛ تاکہ اپنی کامل قوت اور ہمہ گیر احاطے کو ظاہر کرے، اور ان مجرموں کو ڈرائے جنہوں نے مومنوں کو عذاب دیا تھا، کہ وہ اس کے انتقام اور سخت پکڑ کا شکار ہوں گے۔ اور جو عبرت لینا چاہے وہ دیکھ لے کہ فرعون کے ساتھ اور قومِ ثمود کے ساتھ اللہ نے کیا کیا؟۔ مگر جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کی، اس کے فرائض ادا کیے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے بچے، ان کے لیے جنت میں عظیم کامیابی ہے، جہاں نہریں، محلات اور باغات ہیں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) سورج اور چاند کا اپنی منازل میں نہایت دقیق نظام کے ساتھ چلنا ایک قدرتی معجزہ ہے جو اللہ کی قدرت میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔

۲) سورج اور چاند کی گردش میں بڑے بڑے فوائد کی یاددہانی ہے؛ جیسے مہینوں اور موسموں کا حساب، مخلوقات کی عمریں اور کھیتی باڑی کے اوقات۔

۳) نجات کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے ایمان کی سلامتی کو اپنے بدن کی سلامتی پر ترجیح دے۔

۴) توبہ اپنے شرائط کے ساتھ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور پچھلے سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

پیر: مجلس حدیث

کفایت شعاری اور قناعت کی ترغیب

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جو اسلام لے آیا، اور اسے بقدرِ کفایت روزی ملی، اور اللہ نے اسے جو کچھ عطا کیا اس پر قناعت بخش دی۔" (مسلم: ۱۰۵۴)۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو کامیابی کی بشارت دی جس نے یہ تین خصلتیں جمع کر لیں، اور کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر مطلوب و محبوب چیز پالے اور ہر ڈراؤنی و ناپسندیدہ چیز سے محفوظ ہو جائے، یہ تین خصلتیں دین و دنیا دونوں کی بھلائیوں کو شامل ہیں؛ کیونکہ جب بندے کو دینِ اسلام کی ہدایت مل گئی، وہ دین جس کے سوا اللہ کوئی دین قبول نہیں کرے گا، اور اسی پر ثواب ملنے اور عذاب سے نجات پانے کا دار و مدار ہے، پھر اگر اسے اتنی روزی مل جائے جو اس کے لیے کافی ہو اور لوگوں سے سوال کرنے اپنے آپ کو بچالے، اور اس پر مزید اللہ کی یہ نعمت کہ اسے اپنے دیے ہوئے رزق پر قناعت بخش دے، جس سے اسے اپنے پاس موجود روزی پر رضامندی حاصل ہو اور اس کے ماوراا شیاء پر اس کا دل نہ للچائے؛ تو وہ دنیا و آخرت کی سعادت سے مکمل طور پر کامیاب ہوا۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) انسان کی سعادت اور کامیابی اس کے دین کی تکمیل، بقدرِ کفایت روزی اور اللہ کے دیے ہوئے پر قناعت میں ہے۔

۲) پسندیدہ رزق وہ ہے جس سے طاعت کی طاقت حاصل ہو، اور جس میں مشغولیت صرف ضرورت کے بقدر ہو۔

۳) قناعت کی فضیلت، اور یہ کامیابی کے اسباب میں سے ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

شفاعت

شفاعت: کسی دوسرے کے لیے درمیان میں آنا تاکہ کوئی فائدہ حاصل کیا جائے یا کوئی نقصان دور کیا جائے۔

طلبِ شفاعت قدیم اور جدید دور میں مشرکین کے مشہور شبہات میں سے ہے جب وہ اللہ کے علاوہ کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں، وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم تو صرف ان کی شفاعت اللہ کے یہاں طلب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں: انبیاء، صالحین اور فرشتوں کا اللہ کے یہاں بڑا مقام اور بلند مرتبہ ہے، لہٰذا ہم انہیں پکارتے ہیں تاکہ وہ ہمارے لیے اللہ کے پاس شفاعت کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ان کا یہ شبہ ذکر کیا ہے: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾
(اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ دے سکتے ہیں، اور کہتے ہیں: یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس، کہہ دو: کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں) [یونس:۱۸]۔

***اس گمراہ کن شبہہ کا رد دو پہلوؤں سے ہے:**

پہلا: اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ شفاعت صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے، وہ جہاں چاہے اس کی اجازت دیتا ہے اور جہاں چاہے منع کرتا ہے، اور شفاعت صرف اسی سے مانگی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (کہہ دو: ساری شفاعت اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) [الزمر:۴۴]۔

دوسرا: خالق مخلوق کی مانند نہیں، اور اللہ تعالیٰ، جو غنی، عظیم، ہر چیز پر مطلع اور قریب ہے، اس کا موازنہ ان بادشاہوں اور سلاطین سے نہیں کیا جا سکتا جو وزیروں اور مددگاروں کے محتاج ہوتے ہیں، جو ان کی سلطنت کو مکمل کرتے ہیں اور انہیں اپنی رعایا کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں، اور جن تک پہنچنے اور ان سے سوال کرنے کے لیے سفارشیوں اور قریب والوں کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ عزوجل سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، وہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا ایک ماں کے اپنے بچے پر کرتی ہے۔

***اسی بنا پر قرآن اور سنت میں شفاعت کی دو قسمیں وادر ہوئی ہیں:**

پہلی قسم: ثابت شدہ شفاعت: یہ وہ شفاعت ہے جو اللہ سے طلب کی جاتی ہے کہ وہ شفاعت کرنے والے اور جس کے حق میں شفاعت ہو ان کو شفاعت کا حق دے، یہ کسی مخلوق سے نہیں مانگی جاسکتی؛ کیونکہ شفاعت صرف اللہ کی ملکیت ہے،اور اس شفاعت کی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: اللہ کی اجازت ہو کہ شافع شفاعت کرے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے) [البقرہ:۲۵۵]۔

دوسری شرط: اللہ تعالیٰ شافع اور اس شخص سے راضی ہو جس کے لیے شفاعت کی جارہی ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ (وہ صرف اسی کے لیے شفاعت کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو) [الانبیاء:۲۸]۔اور اس کا فرمان: ﴿وَيَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (اس دن شفاعت فائدہ نہ دے گی مگر اسی کو جس کے لیے رحمن اجازت دے اور اس کے قول سے راضی ہو) [طہ:۱۰۹]۔

دوسری قسم: (باطل شفاعت) جس کی نفی کی گئی ہے؛ یہ وہ شفاعت ہے جو مشرکین اللہ کے علاوہ کسی اور سے طلب کرتے ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ (ان کے لیے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کچھ فائدہ نہ دے گی) [المدثر:۴۸]۔نہ نبی اکرم ﷺ نے اور نہ ہی ان سے پہلے کسی نبی نے یہ مشروع کیا کہ لوگ فرشتوں، انبیاء یا صالحین سے شفاعت طلب کریں۔نہ صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسا کیا، نہ تابعین میں سے، اور نہ ہی ائمہ اربعہ یا دیگر ائمہ مسلمین میں سے کسی نے اسے پسند کیا ہے۔

بدھ: مجلس فقہ

نقدی کرنسی کی زکوۃ

پہلے زمانے میں لوگوں کا لین دین سونے اور چاندی کے ذریعے ہوتا تھا، وہ انہی کے ذریعے سامان خریدتے اور انہی سے چیزوں کی قیمتوں کا اندازہ کرتے تھے، لیکن اس دور میں یہ طریقہ ختم ہو گیا ہے؛ کیونکہ لوگوں نے ان کی جگہ کاغذی کرنسی کو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے، جیسے ریال، درہم، دینار اور ڈالر۔ چنانچہ اب کاغذی نوٹ بذاتِ خود نقد بن گئے ہیں، کیونکہ آج کے زمانے میں لوگوں کے یہاں یہ نقدی کے طور پر رائج ہیں۔

کاغذی کرنسی (نوٹوں) پر زکاۃ کا حکم:

کاغذی نوٹوں میں زکاۃ واجب ہے جب وہ نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر ایک سال گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے خوب جانتا ہے)[التوبہ:۱۰۳]۔

*کاغذی کرنسی کا نصاب:

نصاب: وہ حد ہے جس پر مال پہنچ جائے تو اس میں زکوۃ واجب ہو جاتی ہے، اور اگر اس سے کم ہو تو زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ کاغذی کرنسی کا نصاب سونا اور چاندی کا نصاب ہے، لہٰذا اس کا اندازہ انہی سے لگایا جاتا ہے۔ اور معلوم ہے کہ چاندی کا نصاب ہمیشہ (۵۹۵) گرام ہے، پس ہمیں دیکھنا ہوگا کہ سال کے اختتام پر اس کی قیمت کیا ہے اور وہ ریال میں کتنی بنتی ہے۔

مثال کے طور پر ہم فرض کریں کہ آج فی گرام چاندی کی قیمت (۳ سعودی ریال) ہے، تو ہم چاندی کے نصاب (۵۹۵) کو فی گرام قیمت پر ضرب دیں گے، اور جو حاصل ضرب ہوگا وہی کاغذی کرنسی کا نصاب ہوگا۔

۵۹۵×۳=۱۷۸۵ ریال، یہی کاغذی کرنسی کا نصاب ہے، اور یہ سب سے کم مال ہے جس پر زکاۃ واجب ہے۔

*کاغذی کرنسی میں کتنی زکاۃ نکالنا واجب ہے؟

کاغذی نوٹوں کی زکوۃ، سونااور چاندی کی زکوۃ کی طرح ہے،اس میں ڈھائی فیصد (۲ء۵٪) واجب ہے۔

اس کا حساب کئی طریقوں سے ہو سکتا ہے، سب سے آسان طریقہ یہ ہے: کل مال کو چالیس پر تقسیم کر دیا جائے، توڈھائی فیصد (۲ء۵٪) نکل آئے گا۔

مثال کے طور پر: اگر کل مال (۴۰،۰۰۰) ریال ہو: ۴۰،۰۰۰÷۴۰=۱۰۰۰ ریال، یہی وہ رقم ہے جو فقراء وغیرہ کے لئے نکالنا واجب ہے۔

*ماہانہ تنخواہوں میں سے بچائی گئی رقم کی زکاۃ کا طریقہ:

جو ملازم ماہانہ تنخواہ لیتا ہے اور اس میں سے کچھ بچاتا ہے، اس کے سامنے زکوۃ نکالنے کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: سال کے آخر میں اپنے پاس موجود تمام نقدی پر زکاۃ نکال دے، اس طرح وہ اس مال کی زکاۃ ادا کر دے گا جس پر پورا سال گزر چکا ہے، اور اس مال کی زکاۃ بھی پیشگی نکال دے گا جس پر پورا سال ابھی نہیں گزرا؛ کیونکہ سال پورا ہونے سے پہلے زکاۃ ادا کرنا جائز ہے۔

دوسرا طریقہ: ہر مہینے کی بچت کو الگ شمار کرے، اور جب اس پر سال پورا ہو جائے تو اس کی زکاۃ نکالے۔

لیکن پہلا طریقہ زیادہ آسان، سہل اور اس کے لیے زیادہ راحت بخش ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ طائف

تاریخ وقوع:

ہجرت کے آٹھویں سال شوال کے مہینے میں یہ غزوہ واقع ہوا۔

اس کے اسباب:

ہوازن کے سردار مالک بن عوف نصری کی شکست اور اس کا بھاگ جانا، پھر اس کا ثقیف کے ساتھ طائف کے قلعے میں داخل ہو جانا۔

اس کے واقعات:

رسول اللہ ﷺ حنین سے طائف کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں بیس دن تک ان کا محاصرہ کیا، آپ ﷺ نے ان پر منجنیق سے پتھر برسائے، ان کی جائدادوں کو تلف کیا، اور ان کے انگوروں کی بیلیں کاٹ دیں۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے واپس ہو گئے۔

جب آپ ﷺ جِعرانہ پہنچے تو وہاں ہوازن کا وفد آپ کے پاس مسلمان ہو کر آیا۔ آپ ﷺ نے ان کی ذریت انہیں واپس کر دی، جن کی تعداد چھ ہزار تھی، ان میں شیماء بنت حارث بن عبدالعزی بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی عزت افزائی کی، ان کے ساتھ نرمی اور دلجوئی فرمائی، یہاں تک کہ وہ اپنے وطن واپس چلی گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مالک بن عوف نصری کو ان کی قوم کے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے، ان پر امیر مقرر کیا۔ وہ اسلام لے آیا اور اس نے اچھے اسلام کا مظاہرہ کیا، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں ایک مشہور قصیدہ کہا۔ (الفصول:۲۰۹)۔

اس کے نتائج:

رسول اللہ ﷺ نے حنین میں حاصل ہونے والے عظیم مالِ غنیمت کی تقسیم شروع کی، آپ ﷺ نے اس مرتبہ یہ فیصلہ کیا کہ اسے ان میں تقسیم کیا جائے جن کی تالیف قلب مقصود ہے؛ تاکہ قریش کے ان سرداروں کو اسلام

سے قریب کیا جا سکے جو ابھی ایمان لائے تھے، جیسے: ابوسفیان، عیینہ، اقرع، اور سہیل بن عمرو۔ چنانچہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کو سو اونٹ دیتے، کسی کو پچاس اونٹ، یہاں تک کہ اس دن صفوان بن امیہ کو تین سو اونٹ دیے۔ لیکن اس دن انصار کو کچھ نہیں دیا گیا؛ کیونکہ اللہ نے ان کے دلوں کو ایمان سے مزین کر دیا تھا، تو وہ اپنے دل میں کچھ رنجیدہ ہوئے اور تقسیم کی حکمت کو نہ سمجھ سکے۔ اس پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے اور نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر ان کے دلوں کی کیفیت عرض کی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے صرف انصار کو جمع کیا اور ان سے خطاب فرمایا: "اے جماعتِ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا تو اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت دی؟ اور تم منتشر تھے تو اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں متفق کر دیا؟ اور تم محتاج تھے تو اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں غنی کر دیا؟"، اور ہر بات پر وہ جواب دیتے: اللہ اور اس کا رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی میں سے ایک شخص ہوتا، اگر لوگ کسی گھاٹی میں چلیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں، تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا، انصار میرا استر ہیں اور لوگ میری چادر۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما، اور ان کے بیٹوں پر رحم فرما، اور ان کے پوتوں پر رحم فرما"، یہ سن کر انصار اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں، اور کہنے لگے: "ہم بطور حصے اور تقسیم کے رسول اللہ ﷺ پر ہی راضی ہیں (بخاری: ۴۳۳۰، احمد: ۱۱۷۳۰)۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ ادا کیا، اور مکہ میں داخل ہوئے۔ جب آپ ﷺ نے عمرہ مکمل کیا تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، اور اس سال حج کے لیے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، وہ مسلمانوں کے امراء میں سب سے پہلے تھے جنہوں نے لوگوں کو حج کرایا۔ (الفصول: ۲۰۹)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

نام: خُبَیب بن عَدي بن مالک الاوسی الانصاری ہے۔ مدینہ میں بعثتِ نبوی سے پہلے پیدا ہوئے۔

سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ نہایت ماہر جنگجو تھے، قوت اور شجاعت میں مشہور تھے۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے، اور آپ پہلے صحابی تھے جنہیں اللہ کی راہ میں سولی پر لٹکایا گیا۔ یہ اس وقت ہوا جب آپ رجیع کے وفد میں شامل تھے، جسے نبی ﷺ نے عضل اور القارۃ کے قبیلے کی طرف بھیجا تھا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے درخواست کی تھی کہ کچھ لوگوں کو ہمارے پاس بھیجیں جو ہمیں قرآن اور اسلام کے احکام سکھائیں۔ آپ ﷺ نے انہیں روانہ کیا، مگر ان لوگوں نے غداری کی اور زیادہ تر لوگوں کو قتل کر ڈالا، ان میں سے خبیب رضی اللہ عنہ قید کر لئے گئے۔ انہیں مشرکینِ مکہ کے ہاتھوں بیچ دیا گیا، پھر ابو سروہ عقبہ بن حارث نے انہیں بدر میں مقتول اپنے باپ کے بدلے قتل کرنے کے لئے لے لیا، وہ انہیں تنعیم لے گیا، جب قتل کے لئے کھڑا کیا گیا تو خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: "مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعتیں پڑھ لوں۔" چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا، تو آپ نے دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر کہا: "اللہ کی قسم! اگر یہ نہ ہوتا کہ تم لوگ کہو گے کہ میں خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے رکعتیں بڑھا رہا ہوں، تو میں اور زیادہ پڑھتا"۔

اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھا:

میں پرواہ نہیں کرتا جب کہ میں مسلمان قتل کیا جا رہا ہوں

کہ اللہ کی خاطر میرا گرنے کا مقام کس طرف ہے۔

یہ سب اللہ کی ذات کے لئے ہے، اور اگر وہ چاہے

تو میرے بکھرے ہوئے ٹکڑوں پر برکت نازل فرمادے۔

وفات:

آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں سنہ ۴ھ میں سولی دے کر شہید کئے گئے، پھر رات کے وقت عمرو بن امیہ نے چپکے سے ان کو اتارا اور لے جاکر دفن کر دیا۔

	چھتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: بروج کا معنی کیا ہے؟		ب
	[ا] عظیم وسعت	[ب] وہ منازل جس سے سورج اور چاند گزرتے ہیں	[ج] گھنا بادل
مجلس حدیث	سوال: قابل تعریف رزق کیا ہے؟		ا
	[ا] جس سے طاعت کی قوت حاصل ہو، اور بقدر حاجت جس میں مشغول ہوا جائے	[ب] کفالت کرنے والے کی وفات کے وقت جو اہل وعیال کے لئے کافی ہو	[ج] جسے انسان مشقت اور محنت سے کمائے
مجلس عقیدہ	سوال: قرآن وسنت میں شفاعت کی دو قسمیں ہیں:		ج
	[ا] شفاعت عامہ اور شفاعت خاصہ	[ب] دنیا وی شفاعت اور آخرت کی شفاعت	[ج] ثابت شدہ شفاعت اور غیر ثابت شدہ شفاعت
مجلس فقہ	سوال: کاغذی کرنسی نوٹوں میں کتناز کوۃ دیناواجب ہے؟		ا
	[ا] ڈھائی فیصد	[ب] ۵ فیصد	[ج] ۹ فیصد
مجلس سیرت	سوال: غزوہ طائف کس سنہ میں ہوا؟		ب
	[ا] ۷ھ	[ب] ۸ھ	[ج] ۹ھ
مجلس صحابہ	سوال: خبیب رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ہے کہ آپ:		ج
	[ا] سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے مدینہ ہجرت کی	[ب] اسلامی سریہ کے سب سے پہلے قائد	[ج] سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں اللہ کے لئے سولی پر چڑھایا گیا

سینتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

Telegram | YouTube | SOUNDCLOUD

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الانشقاق (۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (١) وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (٢) وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ (٣) وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ (٤)
وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (٥) يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ (٦) فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ
بِيَمِينِهِ (٧) فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا (٨) وَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُورًا (٩) وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ
وَرَاءَ ظَهْرِهِ (١٠) فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا (١١) وَيَصْلَى سَعِيرًا (١٢) إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا (١٣) إِنَّهُ
ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ (١٤) بَلَى إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا (١٥)﴾

[جب آسمان پھٹ جائے گا (۱) اور اپنے پروردگار کا حکم بجالائے گا اور یہ ضروری بھی ہے (۲) اور جب زمین برابر کرکے پھیلادی جائے گی (۳) اور وہ اپنے ذخیرے پھینک کر خالی ہو جائے گی (۴) اور اپنے پروردگار کا حکم بجالائے گی اور یہ ضروری بھی ہے (۵) اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف جانے کی کوشش کر رہا ہے تو ایک دن اس کا سامنا کرے گا (۶) پھر جس کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا (۷) اس کا حساب آسان ہوگا (۸) اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی واپس آئے گا (۹) اور جس کو نامہ اعمال پشت کی طرف سے دیا جائے گا (۱۰) وہ عنقریب موت کی دعا کرے گا (۱۱) اور جہنّم کی آگ میں داخل ہوگا (۱۲) یہ پہلے اپنے اہل وعیال میں بہت خوش تھا (۱۳) اور اس کا خیال تھا کہ پلٹ کر خدا کی طرف نہیں جائے گا (۱۴) ہاں اس کا پروردگار خوب دیکھنے والا ہے (۱۵)]۔

سورہ کا مضمون:

انسان کو اس کی کمزوری کی یاددہانی کرانا، اس کے حالات کا بدلتے رہتنا، پھر اس کا اپنے رب کی طرف لوٹ جانا۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

انْشَقَّتْ: اس میں شگاف پڑ گیا، وہ بادل سے پھٹ گیا۔

وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا: اپنے رب کے حکم کی فرمانبرداری کی۔

وَحُقَّتْ: فرمانبرداری کرنا اس کا حق ہے۔

مُدَّتْ: پھیلادیا گیا، وسیع کی گردیا گیا، اور اس کے پہاڑ ریزہ ریزہ کردیے گئے۔

وَأَلْقَتْ: اس کے اندر جو کچھ تھا اسے پھینک دیا۔

كَادِحٌ: اپنے رب کی طرف جارہا ہے، اچھا یا برا عمل کرنے والا ہے۔

كِتَابَهُ: نامہ اعمال۔

وَيَنْقَلِبُ: لوٹے گا۔

يَدْعُو ثُبُورًا: اپنے لئے ہلاکت کی بددعا کرے گا۔

لَنْ يَحُورَ: اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا تا کہ اس کا حساب کتاب لے۔

اجمالی معنی:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن بڑے بڑے اجرام میں کیسا تغیّر ہوگا؛ پس آسمان پھٹ جائے گا اور چاک ہو جائے گا، اور زمین برابر کر دی جائے گی، اور اس پر جو عمارت اور بلڈنگیں ہوں گی انہیں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اور جو کچھ اس کے اندر ہوگا، مردے اور خزانے، وہ سب باہر پھینک دیے جائیں گے، اور زمین چمڑے کی طرح پھیلائی جائے گی، تو سب اہل محشر کے لیے کشادہ ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں ہوگا، اور لائق ہے کہ آسمان وزمین دونوں سنیں اور مانیں، کیونکہ وہ دونوں اسی کے تابع اور اسی کے قابو میں ہیں۔

پھر خطاب انسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کو یاددہانی کرائی جاتی ہے کہ وہ تیزی سے موت کی طرف جارہا ہے، اور اپنے سفر میں نیکی یا بدی کرتا جارہا ہے، پھر قیامت کے دن اپنے عمل کا بدلہ پانے والا ہے۔ پس اگر اس کو اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا؛ تو کامیاب ہوا، اور اس کا حساب آسان ہوگا، یعنی اس کے سامنے اس کے اعمال بغیر بحث ومباحثہ اور سختی کے پیش کیے جائیں گے۔ اس کے برعکس کافر جس کو اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ واویلا کرے گا، اپنے لئے ہلاکت کی بددعا کرے گا۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) آسمان اور زمین کا اپنے رب کے سامنے جھک جانا اور اس کے تابع وفرمانبردار ہونا۔

۲) ہر انسان کوشش اور مشقت کرنے والا ہے، کبھی بھلائی کے لیے اور کبھی برائی کے لیے۔

۳) ایمان اور تقویٰ والوں کا حساب آسان ہوگا، بغیر کسی نقاش کے صرف ان کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔

۴) جس کا باریک بینی سے حساب لیا گیا وہ تباہ ہو گا اور عذاب میں مبتلا ہو گا؛ کیونکہ اس کے پاس نہ کوئی دلیل ہو گی نہ کوئی عذر۔

۵) قیامت کے دن سعادت کی علامت یہ ہے کہ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے، اور شقاوت کی علامت یہ ہے کہ وہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے۔

٦) دنیا میں غفلت اور خواہشات میں ڈوب جانا در اصل بعث اور جزا پر یقین نہ رکھنے کا نتیجہ ہے۔

پیر: مجلس حدیث

لوگوں پر رحم کرنے کی ترغیب

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا"۔ (بخاری: ۶۰۱۳، مسلم: ۲۳۱۹)۔

شرح:

یہ حدیث اپنے ظاہر کلام کے مطابق دلالت کرتی ہے کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہ کرے، اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔ اور اپنے مفہوم کے مطابق یہ بتلاتی ہے کہ جو لوگوں پر رحم کرے، اللہ بھی اس پر رحم کرے گا۔ اس لیے کہ بندے کا مخلوق پر رحم کرنا، اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ اور بندے کا رحمت سے خالی ہونا، اللہ کی رحمت سے محروم ہونے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ جبکہ بندہ اللہ کی رحمت کا انتہائی محتاج ہے؛ کیونکہ دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی وہ اللہ کی رحمت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا، پس جب بھی بندہ مزید رحمت چاہے، تو اس کے اسباب کو اختیار کرے، اور ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ بندہ مخلوق پر رحم کرے اور ان کے ساتھ احسان کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے) [الاعراف: ۵۶]۔ اور محسن وہ ہیں جو اللہ کی عبادت میں احسان کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے ساتھ بھی احسان کرتے ہیں۔

بندے کے اندر جو رحمت پائی جاتی ہے وہ دو طرح کی ہے:

۱. فطری رحمت: جسے اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔

۲. کسبی (حاصل کی ہوئی) رحمت: جو بندہ محنت اور اللہ کے ثواب کو یاد کر کے اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) رحم کرنا عظیم اخلاق ہے، اسلام نے اسے ہر مسلمان کے دل میں راسخ کرنے پر زور دیا ہے۔

۲) آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنا، اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

۳) اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا اثبات ہوتا ہے۔

۴) بدلہ عمل کے جنس ہی سے دیا جاتا ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

وسیلہ

توسل کہتے ہیں: کسی چیز کے قریب ہونا اور اس تک پہنچنا ہے، اور وسیلہ کا مطلب ہے: قربت؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (اور اس کی قربت تلاش کرو)[المائدہ:۳۵]۔یعنی: اس کی اطاعت کے ذریعہ اور اس کی مرضی کے کام کرکے اس کا تقرب چاہو۔

پس مومن پر واجب ہے کہ وہ ان چیزوں کا کوشاں ہو جو اسے اللہ تعالیٰ، اور اس کی رضامندی، اور اس کی دعا کی قبولیت سے قریب کریں، اور وہ اس سلسلہ میں ہر راستہ اور وسیلہ اختیار کرے، لیکن ضروری ہے کہ وہ وسیلہ مشروع اور صحیح ہو جس کا اللہ نے حکم دیا ہو، اور اگر وہ ایسا نہ ہو تو وہ وسیلہ حرام ہے جو اللہ کے غضب تک پہنچاتا ہے، نہ کہ اس کی رضا تک۔

وسیلہ کے اقسام:

گزشتہ بات سے یہ واضح ہوا کہ وسیلہ کی دو قسم ہے: مشروع وسیلہ، اور ممنوع وسیلہ، اور ہر ایک کی چند قسمیں اور صورتیں ہیں۔

***مشروع وسیلہ کی چند صورتیں یہ ہیں:**

۱. اللہ تعالیٰ سے اس کے ناموں اور صفات کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا؛ چنانچہ ان کے ذریعہ اس کو پکارے اور اس کے سامنے گڑگڑائے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم اپنے قول میں دیا: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (اور اللہ کے ہیں سب سے اچھے نام، پس اس کو ان کے ساتھ پکارو، اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اس کے ناموں میں کجی کرتے ہیں، وہ جلدی بدلہ دیے جائیں گے اس پر جو وہ کرتے تھے)[الاعراف:۱۸۰]۔

۲. اللہ تعالیٰ سے ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾ (اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف پکارتا تھا کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر، پس ہم ایمان لے آئے؛ اے ہمارے رب! پس بخش دے ہمارے

لیے ہمارے گناہ، اور دور کر ہم سے ہماری برائیاں، اور وفات دے ہمیں نیکوں کے ساتھ)[آل عمران: ۱۹۳]۔ اور جیسے ان تین آدمیوں کے واقعے میں آیا ہے جن پر چٹان آ گری تھی اور اس نے ان پر غار کا دروازہ بند کر دیا، تو انہوں نے اللہ سے اپنے نیک اعمال کے ذریعہ وسیلہ پکڑا، پس اللہ نے ان سے مصیبت ہٹا دی (بخاری: ۲۲۷۲، مسلم: ۲۷۴۳)۔

۳. اللہ تعالیٰ سے توحید کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا؛ جیسا کہ یونس علیہ السلام نے وسیلہ لیا: ﴿فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ﴾ (پس اس نے پکارا اندھیروں میں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، پاک ہے تو) [الانبیاء: ۸۷]۔

۴. اللہ تعالیٰ سے گناہ کے اقرار کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا؛ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیا: ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي﴾ (کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس بخش دے مجھے)[القصص: ۱۶]۔

۵. اللہ تعالیٰ سے کمزوری اور حاجت اور اس کے سامنے فقر ظاہر کر کے توسل کرنا؛ جیسا کہ ایوب علیہ السلام نے کیا: ﴿أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ (بے شک مجھے تکلیف نے چھو لیا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے)[الانبیاء: ۸۳]۔

۶. اللہ تعالیٰ سے نیک زندہ لوگوں کی دعا کے ذریعہ وسیلہ لینا؛ جیسا کہ صحابہ کرام جب قحط میں مبتلا ہوتے تو نبی ﷺ سے درخواست کرتے کہ وہ اللہ سے دعا کریں، اور جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو وہ آپ کے چچا عباس سے یہ درخواست کرتے تو وہ دعا کرتے (بخاری: ۱۰۱۰)۔

بدھ: مجلس فقہ

زکوۃ کے مستحقین

زکاۃ کے اہل: **یعنی** وہ لوگ جو اس کے مستحق ہیں، جنہیں زکوۃ دی جاتی ہے، اور ان کے علاوہ کسی کو دینا جائز نہیں، اور وہ آٹھ اصناف ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنی اس آیت میں شمار کیا ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (**بیشک صدقات تو صرف فقراء کے لیے** اور مساکین کے لیے اور ان پر مقرر کیے گئے عاملین کے لیے اور ان کے لیے جن کی دلجوئی کی جاتی ہے اور گردنوں (آزاد کرانے) میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کے راستے میں اور مسافر کے لیے ہیں؛ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے)[التوبہ:٦٠]۔

پس اس وجہ سے واجب زکاۃ کو ان کے علاوہ دیگر مصارف اور خیراتی منصوبوں میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے؛ جیسے کہ مسجدیں تعمیر کرنا یا کنویں کھودنا۔

***ان اصناف کی وضاحت اس طرح ہے:**

١. فقرا: وہ لوگ ہیں جن کے پاس کھانے، پینے، لباس یا مکان میں سے کچھ بھی نہیں، یا صرف تھوڑی سی گزر بسر کی چیز ہو۔

٢. مساکین: وہ لوگ ہیں جنہیں گزر بسر کا اکثر حصہ یا نصف حصہ مل جاتا ہے مگر پورے طور پر کافی نہیں ہوتا؛ جیسے کسی کے پاس ایک ہزار ہو اور اسے دو ہزار کی ضرورت ہو، وغیرہ۔ فقرا اور مساکین کو زکاۃ سے ایک سال کے لیے کفایت کرنے والی رقم دی جائے گی۔

٣. اس پر مقرر عملہ: وہ لوگ جنہیں زکاۃ جمع کرنے، یا لکھنے، یا مستحقین میں تقسیم کرنے کے لیے امام مقرر کرے اور بھیجے، تو امام انہیں زکاۃ میں سے تنخواہ وغیرہ دے گا۔ اس میں وہ نہیں شامل ہوگا جسے اس کا ساتھی یا قریبی تقسیم کرنے کے لئے اپنا زکاۃ دے، کیونکہ وہ عامل نہیں ہے بلکہ وکیل ہے۔

٤. تالیف قلب: وہ لوگ جنھیں امام زکاۃ دیتا ہے ان کے شر کو روکنے کے لیے، یا ان کے دلوں کو مائل کرنے کے لیے، جبکہ وہ کافر ہوں، اور اگر وہ مسلمان ہوں مگر ان کا ایمان کمزور ہو تو ان کے ایمان کو ثابت اور مضبوط کرنے کے لیے انہیں زکوۃ دیتا ہے۔

٥. رقاب: "رقبہ" کی جمع ہے، اور اس سے مراد غلام مسلمان ہے جسے زکاۃ کے مال سے خرید کر آزاد کر دیا جائے تاکہ وہ آزاد ہو جائے، اسی طرح قیدی مسلمان کو دشمنوں سے زکاۃ کے مال سے چھڑایا جائے۔

٦. غارمون: "غارم" کی جمع ہے، وہ شخص جس نے کسی ایسے مقصد کے لئے قرض لیا ہو جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو، تو اسے زکاۃ میں سے دیا جائے گا تاکہ اپنا قرض ادا کرے، اسی طرح وہ صلح کرانے والا شخص بھی جس نے لوگوں کے درمیان صلح کرانے اور دشمنیاں ختم کرنے کے لیے قرض لیا ہو، تو اسے بھی زکاۃ دی جائے گی اگرچہ وہ مالدار ہو۔

٧. فی سبیل اللہ: اس سے مراد اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین ہیں جو بیت المال سے تنخواہ نہیں پاتے، تو انہیں زکاۃ دی جاتی ہے۔

٨. مسافر: وہ مسافر ہے جو اپنے شہر سے کٹ گیا ہو اور مال کی ضرورت ہو؛ اس وجہ سے کہ اس کے پاس جو تھا وہ ختم ہو گیا یا ضائع ہو گیا، تو اسے اتنا دیا جائے گا کہ وہ اپنے شہر تک پہنچ جائے۔

زکاۃ کو اقارب کو دینے کا حکم:

اپنے ان رشتہ داروں کو جو محتاج ہوں اور جن کا خرچ اس پر لازم نہیں زکاۃ دینا مستحب ہے، زیادہ قریبی کو دینا افضل ہے؛ اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مسکین پر تیرا صدقہ کرنا صدقہ ہے، اور وہی صدقہ رشتہ دار پر کرنا صدقہ ہے اور صلہ رحمی بھی" (ابوداود: ٢٨٣٩، ترمذی: ٦٥٨)۔

اور جائز نہیں کہ زکاۃ ان رشتہ داروں کو دے جن کا خرچ اس پر لازم ہے؛ جیسے والد، مائیں، بیویاں، دادا، دادیاں، نانا، نانیاں، اولاد، اور پوتے، وغیرہ۔

جمعرات: مجلس سیرت

غزوہ تبوک

تاریخ وقوع:

یہ واقعہ رجب کے مہینے میں، ہجرت کے نویں سال میں پیش آیا۔

اسباب:

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ (ان سے قتال کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، اور جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اسے حرام نہیں ٹھہراتے، اور دینِ حق کو نہیں مانتے اُن لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی، یہاں تک کہ وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے دیں اور وہ چھوٹے ہو کر رہیں)[التوبہ:۲۹]۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ اور ان کے ارد گرد کے لوگوں کو جہاد کے لیے بلایا، اور انہیں رومیوں سے جنگ کی اطلاع دی۔

واقعات:

رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو اصل جگہ کو چھپا لیتے اور کسی اور طرف کا اشارہ کرتے، مگر اس غزوہ میں ایسا نہیں کیا، بلکہ صاف صاف بتا دیا اور صحابہ کو تیاری کا حکم دیا؛ کیونکہ اس میں دشمن سخت اور کثیر تعداد میں تھا، راستہ بھی دُور اور مشقت بھرا تھا، پھر یہ دن سخت گرمی کے تھے اور سال بھی قحط سالی کا تھا۔ اسی وجہ سے اس لشکر کو "جیش العُسرۃ" (تنگی کا لشکر) کہا گیا۔ مسلمان اس کے لیے تیار ہو گئے، اور عثمان بن عفانؓ نے اس لشکر پر بہت زیادہ مال خرچ کیا، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں گے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا" (ترمذی:۳۷۰۱)۔

آپ ﷺ تقریباً تیس ہزار کے ہمراہ روانہ ہوئے، اور مدینہ پر محمد بن مسلمہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا، اس سفر سے عبداللہ بن اُبی (منافقین کا سردار) کفر و عناد کی وجہ سے پیچھے رہ گیا، اور اس کے ساتھ بہت سے منافقین بھی، جن کی

تعداد تقریباً اسی (۸۰) تھی، کچھ گناہگار مسلمان بھی پیچھے رہ گئے، جن میں مرارۃ بن الربیع، کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ شامل تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ نبی ﷺ کی واپسی کے پچاس دن بعد قبول فرمالی۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو معذور قرار دیا جو نہ سواری پاس رکھتے تھے، نہ اتنی وسعت رکھتے کہ اخراجات برداشت کر سکیں۔ یہ وہی لوگ تھے جنہیں "رونے والے لوگ" کہا گیا(الفصول: ۲۱۰)، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ﴾ (اوران پر بھی کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لیے آئے کہ آپ انہیں سوار کریں، تو آپ نے کہا: میں نہیں پاتا کہ تمہیں کس پر سوار کروں، تو وہ پلٹ گئے، ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی تھیں، اس غم پر کہ وہ خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے)[التوبہ: ۹۲]۔

راستے میں آپ ﷺ حجر (قومِ ثمود کی بستی) سے گزرے، تو صحابہ کو حکم دیا کہ اس کے دیار میں داخل نہ ہوں مگر روتے ہوئے (بخاری: ۴۳۳، مسلم: ۲۹۸۰)، اور ان کے کنوؤں کا پانی نہ پیئیں، سوائے اُس کنویں کے جس سے اونٹنی پانی پیتی تھی، اور اس کنویں کے علاوہ پانی سے جو آٹا گوندھ لیا ہے اسے اونٹوں کو کھلا دیں (مسلم: ۲۹۸۱)۔ جب آپ ﷺ تبوک پہنچے، تو وہاں ایک چشمہ تھا جس سے بہت ہی تھوڑا سا پانی نکل رہا تھا، مگر آپ کی برکت سے اس کا پانی بڑھ گیا (مسلم: ۷۰۶)۔ اسی کے ساتھ اس غزوہ میں کھانے کی بھی برکت دیکھی گئی، کہ سب نے کھایا بھی اور لشکر نے اپنے تمام برتن بھر لئے (مسلم: ۲۷)۔ اسی طرح جب پیاسے ہوئے تو آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی، ایک بادل آیا اور بارش برسی، سب نے پیٹ بھر کر پانی پیا، انہوں نے دیکھا کہ بادل لشکر سے آگے نہ بڑھا (ابن حبان: ۱۳۸۳)۔

اس کے نتائج:

جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو ایلہ کے سردار یحنہ بن روبہ سے صلح فرمالی، پھر آپ نے خالد بن ولید کو اُکیدر دومہ (دومۃ الجندل کے سردار) کے پاس بھیجا، تو وہ اُسے لے آئے، اور آپ ﷺ نے اس سے بھی صلح کر کے اُسے واپس کر دیا، اور آپ ﷺ کا رومیوں سے کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔

پھر آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے، اور مسجدِ ضرار کو گرانے کا حکم دیا، یہ واپسی رمضان سنہ ۹ھ میں ہوئی۔ اور اسی غزوہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کا بڑا حصہ نازل فرمایا (الفصول: ۲۱۲)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

نام: زید بن حارثہ بن شراحیل بن عبد العزّیٰ بن امرئ القیس، اور ان کی کنیت ابو اسامہ ہے۔ انہیں "رسول اللہ ﷺ کے محبوب" کا لقب دیا گیا۔

ان کی پیدائش ہجرت سے تینتالیس سال پہلے اپنے قبیلہ بنی کلب کے دیار میں ہوئی۔

سیرت اور فضائل:

وہ موالی کے سردار ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے محبوب اور ان کے محبوب کے والد ہیں، اور رسول اللہ ﷺ تو صرف پاکیزہ ہی کو محبوب رکھتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اے زید! تم میرے مولا ہو، مجھ سے ہو، میری طرف ہو، اور سب لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو" (احمد: ۲۱۷۷۷)۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بچپن میں نبی ﷺ کے پاس پرورش پائے، یہاں تک کہ ان کو زید بن محمد کہا جانے لگا (بخاری: ۴۷۸۲، مسلم: ۲۴۲۵)، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ (ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت سے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے) [الاحزاب: ۵]۔

جب نبی ﷺ کو نبوت ملی تو زید ابتدائی اسلام لانے اور اس میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے، چنانچہ وہ موالی میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے کیا، پھر زید نے انہیں طلاق دے دی، تو نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا (بخاری: ۴۷۲۰، مسلم: ۱۴۲۸)۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾ (پس جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی (یعنی طلاق دے دی)، تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا) [الاحزاب: ۳۷]۔

سوائے زید کے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے قرآن میں کسی اور کا نام نہیں لیا گیا۔

انہوں نے بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر میں شرکت کی، اور سات سریوں میں امیر بنا کر بھیجے گئے۔

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ مریسیع کے لئے نکلے تو انہیں مدینہ پر اپنا جانشین بنایا۔اور وہ غزوہ موتہ میں سب سے پہلے سپہ سالار تھے،انہوں نے جھنڈا اٹھایا اور ڈٹے رہے یہاں تک کہ اسی غزوہ میں شہید ہو گئے۔

وفات:

وہ غزوہ موتہ میں سنہ ۸ھ میں شہید ہوئے،اور اس وقت ان کی عمر پچپن (۵۵) سال تھی۔

<table>
<tr><th colspan="4">سینتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں</th><th>صحیح جواب</th></tr>
<tr><td rowspan="2">مجلس تفسیر</td><td colspan="3">سوال: اللہ کے قول: (لن یحور) کا معنی کیا ہے؟</td><td>ب</td></tr>
<tr><td>[ا] معصیت سے توبہ نہیں کرے گا</td><td>[ب] اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا کہ وہ اس کا حساب لے</td><td colspan="2">[ج] مجرموں کے ساتھ اس کا حشر نہیں ہوگا</td></tr>
<tr><td rowspan="2">مجلس حدیث</td><td colspan="3">سوال: وہ رحمت جس سے بندہ متصف ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:</td><td>ا</td></tr>
<tr><td>[ا] فطری اور کسبی رحمت</td><td>[ب] محدود اور متعدی رحمت</td><td colspan="2">[ج] سچی اور جھوٹی رحمت</td></tr>
<tr><td rowspan="2">مجلس عقیدہ</td><td colspan="3">سوال: اللہ کے اس قول: (وابتغوا الیہ الوسیلہ) میں وسیلہ کا معنی کیا ہے؟</td><td>ب</td></tr>
<tr><td>[ا] رضامندی</td><td>[ب] تقرب</td><td colspan="2">[ج] عبادت گزاری</td></tr>
<tr><td rowspan="2">مجلس فقہ</td><td colspan="3">سوال: زکوۃ کے مصرف (فی سبیل اللہ) سے کیا مقصود ہے؟</td><td>ا</td></tr>
<tr><td>[ا] رضاکارانہ طور پر اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے</td><td>[ب] تمام نیکی اور بھلائی کے کام</td><td colspan="2">[ج] ہر شخص جس کے اسلام کی، یا جس کے ایمان کی مضبوطی کی امید ہو</td></tr>
<tr><td rowspan="2">مجلس سیرت</td><td colspan="3">سوال: غزوہ تبوک میں مسلم لشکر کا نام پڑا:</td><td>ج</td></tr>
<tr><td>[ا] جیش الفتح</td><td>[ب] جیش الصبر</td><td colspan="2">[ج] جیش العسرۃ</td></tr>
<tr><td rowspan="2">مجلس صحابہ</td><td colspan="3">سوال: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ہے کہ وہ:</td><td>ج</td></tr>
<tr><td>[ا] بلاد روم سے جنگ کرنے والے پہلے شخص تھے</td><td>[ب] قرآن کو سینے میں محفوظ کرنے والے پہلے شخص تھے</td><td colspan="2">[ج] غلاموں میں اسلام قبول کرنے والے پہلے شخص تھے</td></tr>
</table>

اڑتیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ الانشقاق (۲)

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (١٦) وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (١٧) وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (١٨) لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (١٩) فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (٢٠) وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۩ (٢١) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ (٢٢) وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ (٢٣) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (٢٤)إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (٢٥)﴾

[میں شفق کی قسم کھا کر کہتا ہوں (١٦) اور رات اور جن چیزوں کو وہ ڈھانک لیتی ہے ان کی قسم (١٧) اور چاند کی قسم جب وہ پورا ہو جائے (١٨) کہ تم ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت میں مبتلا ہو گے (١٩) پھر انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایمان نہیں لے آتے ہیں (٢٠) اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ہیں (٢١) بلکہ کفّار تو تکذیب بھی کرتے ہیں (٢٢) اور اللہ خوب جانتا ہے جو یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں (٢٣) اب آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں (٢٤) علاوہ صاحبانِ ایمان و عمل صالح کے کہ ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب ہے (٢٥)]۔

سورہ کا مضمون:

انسان کو اس کی کمزوری کی یاددہانی کرانا، اس کے حالات کا بدلتے رہتنا، پھر اس کا اپنے رب کی طرف لوٹ جانا۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

بِالشَّفَقِ: غروب کے وقت افق میں سرخی۔

وَسَقَ: جمع کیا۔

اتَّسَقَ: اس کی روشنی مکمل ہوئی اور وہ بدر کامل بن گیا۔

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: متعدد مراحل اور مختلف حالات۔

يُوعُونَ: اپنے سینوں میں عناد اور تکذیب چھپاتے ہیں۔

غَيْرُ مَمْنُونٍ: کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ کم ہوگا۔

اجمالی معنی:

اللہ تعالیٰ شفق (یعنی غروبِ آفتاب کے وقت کی سرخی) کی قسم کھاتا ہے،اور رات اور اس کے اندھیرے میں لپٹی مخلوقات کی،اور چاند اور اس کی چمک کی، کہ انسان مختلف مراحل اور حالات سے گزرتا ہے؛ نطفہ سے لے کر علقہ، پھر لوتھڑے، پھر روح پھونکے جانے تک، پھر موت، پھر دوبارہ اٹھائے جانے اور حساب وکتاب تک۔ لیکن اس کے باوجود کافر کا دل ایمان کے لئے نہیں دھڑکتا ہے،اور نہ ہی قرآن سن کر اس میں خشوع پیدا ہوتا ہے، چنانچہ ایسے لوگوں کو اللہ سخت اور دردناک عذاب کی وعید سناتا ہے، البتہ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا دائمی اجر اور مسلسل ثواب ہے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) بے شک انسانوں کے احوال کے بدلنے میں یعنی کبھی مشکل، کبھی آسانی، کبھی درستگی، کبھی بگاڑ یہ اللہ کی عظیم سلطنت پر دلیل ہے اور اس کی قدرت پر کہ وہ موت کے بعد انسانوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

۲) بے شک شفق اور اس کی سرخی، رات اور اس کا اندھیرا، اور چاند اور اس کا پورا ہونا، عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے سب سے بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔

۳) قرآن کو اس کے حق کے مطابق تعظیم اور توقیر دیناواجب ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ﴾ (جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے)۔

پیر: مجلس حدیث

علم اور انفاق میں رشک کرنا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسد جائز نہیں مگر دو چیزوں میں: ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا، تو اسے وہ حق میں خرچ کرتا ہے، اور ایک آدمی جسے اللہ نے حکمت دی، تو وہ اسی سے فیصلہ کرتا ہے اور اسے سکھاتا ہے'' (بخاری: ۷۳، مسلم: ۸۱۶)۔

شرح:

شرعی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ حسد دو قسم کا ہے:

پہلی قسم: حرام حسد، جو ہر حال میں مذموم ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی سے اللہ کی دینی یا دنیاوی نعمت کے زوال کی تمنا کرے، اور یہی وہ قسم ہے جو اسی طرح نیکیوں کو کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

دوسری قسم: مباح حسد، اور وہ یہ ہے کہ نعمت کے زوال کی تمنانہ کرے، بلکہ یہ چاہے کہ ویسی نعمت اسے بھی مل جائے، یا اس سے زیادہ، یا اس سے کم، اور اسے رشک کہا جاتا ہے۔ اور رشک کی بہترین صورت وہ ہے جو اللہ کی دینی نعمتوں میں ہو۔

* نبی ﷺ نے حدیث میں دو آدمیوں کی صفت بیان کی ہے جو سب سے زیادہ قابل رشک ہیں:

پہلا: وہ شخص جس کے پاس مال ہو جو اس نے حلال طریقے سے حاصل کیا ہو، پھر اسے توفیق ملی کہ وہ اسے نیکی، بھلائی، واجب اور مستحب حقوق میں خرچ کرے؛ تو یہ ایمان کی سچائی پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

دوسرا: وہ شخص جس کے پاس علم اور حکمت ہو جو اللہ نے اسے سکھائی ہو، پھر اسے توفیق ہوئی کہ وہ اسے سکھانے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے خرچ کرے۔

پس یہ دونوں نعمتیں ہی ایسی ہیں جو تمنا اور رشک کے سب سے زیادہ مستحق ہیں؛ کیونکہ ان میں احسان کے ایسے پہلو ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) اس بات کا بیان کہ حسد میں سے کچھ مذموم ہے، اور کچھ محمود ہے جسے رشک کہا جاتا ہے۔

۲)مال اور امیری کی فضیلت، جب کہ اس کا مالک اس کا حق ادا کرے۔

۳)نیکی کے راستوں میں خرچ کرنا سب سے بڑی نعمتوں میں سے ہے جس کی تمنا ایک مسلمان کو کرنا چاہئے۔

۴)علم نافع کی تعلیم دینا، جس سے بندے ہدایت پاتے ہیں، ان بڑی نعمتوں میں سے ہے جن کے ذریعہ اللہ جس پر چاہے احسان کرتا ہے۔

۵)علم نافع کی تعلیم کے علاوہ دنیا کی خواہشات اور لذتوں میں سے کسی اور چیز کی تمنا کرنا قابل تعریف نہیں۔

۶)ہر نعمت جو اللہ نے بندے کو دی ہے اس پر اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے؛ اور وہ اس طرح کہ انہیں اللہ کی رضا میں استعمال کیا جائے۔

منگل: مجلس عقیدہ

وسیلہ (۲)

وسیلہ کے پہلے درس میں یہ بات گزری کہ وسیلہ دو قسم کا ہے: ایک مشروع وسیلہ جس کی وضاحت گزر چکی ہے، اور دوسرا ممنوع وسیلہ، جسے ہم اس درس میں واضح کریں گے۔

***ممنوع وسیلہ:** وہ ایسا وسیلہ ہے جسے گھڑا گیا اور ایجاد کیا گیا ہے، جس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور اس کی کئی صورتیں ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. مردوں سے دعا مانگنے کے ذریعے وسیلہ طلب کرنا: اور یہ جائز نہیں؛ کیونکہ مردہ زندہ کو نفع دینے پر قادر نہیں، نہ دعا کے ذریعے اور نہ کسی اور طریقے سے۔ اور شریعت میں اس کے جواز پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ اس کے ممنوع ہونے پر دلیل ہے؛ اور وہ یہ کہ جب عمر بن خطاب اور ان کے ساتھ موجود صحابہ قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے بارش کے لیے دعا مانگی اور زندہ آدمی کے دعا کرنے کے ذریعے وسیلہ طلب کیا، جیسے عباس، اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے نبی ﷺ کے ذریعے وسیلہ نہیں طلب کیا، باوجود اس کے کہ وہ اس پر قدرت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ! ہم تیرے نبی کو بطور وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا، اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعے وسیلہ طلب کرتے ہیں، پس تو ہمیں سیراب کر" (بخاری: ۱۰۱۰)۔ پس اگر مردہ سے دعا طلب کرنا جائز ہوتا تو وہ نبی ﷺ کو چھوڑ کر کسی ایسے کی طرف رجوع نہ کرتے جو آپ ﷺ کے مقام سے کم ہے۔

۲. مردوں سے سفارش اور شفاعت طلب کرنے کے ذریعے وسیلہ لینا: اور یہ بالکل مشرکوں والا عمل ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع، اور وہ کہتے ہیں: یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔ کہہ دو: کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جو آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا؟ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں)[(یونس:۱۸]۔

۳. اللہ تعالیٰ کے جناب میں مخلوق کو وسیلہ بنانا، خواہ ان کی ذات سے ہو یا ان کے مرتبے اور مقام سے، یا ان کے حق سے۔ جیسے کوئی کہے: "اے اللہ! میں تیرے نبی کے ذریعے تجھ سے توسل کرتا ہوں، یا فلاں کے ذریعے"، یا کہے:

"اے اللہ! میں تیرے نبی کے مقام کے ذریعے تجھ سے توسل کرتا ہوں"، یا کہے: "میں تجھ سے تیرے نبی کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں"، یا کسی اور نیک آدمی کے واسطے سے۔

پس یہ سب امور حرام اور منکر بدعتوں میں سے ہیں؛ جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

* بے شک اللہ سبحانہ وتعالی نے کسی بھی مخلوق کی ذات کو دعا کی قبولیت کا سبب نہیں بنایا، اور نہ ہی اپنے بندوں کے لیے اسے مشروع کیا ہے، اور عبادات صرف صحیح اور صریح دلیل سے ہی ثابت ہوتی ہیں۔

* بے شک اللہ سبحانہ وتعالی پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں ہوتا، بلکہ وہی ہے جو مخلوق پر فضل وکرم فرماتا ہے تو اپنے فضل واحسان کی بنا پر اسے اس کا حق قرار دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اور ہمارے اوپر مومنوں کی مدد کرنا حق ہے)[الروم:۴۷]۔

پس فرمانبردار بندے کا ثواب کا مستحق ہونا، تقرب اور قبولیت سے نوازا جانا، یہ استحقاق فضل اور انعام کے طور پر ہے، نہ کہ بدلے کے طور پر، جیسے کہ مخلوق دوسرے مخلوق پر حق رکھتے ہیں۔

* یہ حق جس سے اللہ نے اپنے بندے پر فضل فرمایا ہے وہ حق اسی کے ساتھ خاص ہے، جو صرف اسی کو فائدہ دیتا ہے، اور اس کا دوسروں سے کوئی تعلق نہیں۔ پس جب کوئی دوسرا اسی چیز سے وسیلہ طلب کرے تو گویا وہ ایسی چیز کا وسیلہ طلب کر رہا ہے جس کا وہ حق دار نہیں ہے اور جو اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔

بدھ: مجلس فقہ

قرض کی زکوۃ

قرض کی زکوۃ سے متعلق کئی مسائل ہیں:

***پہلا مسئلہ**: کیا مقروض پر زکاۃ ہے؟

وہ انسان جس پر قرض ہے، اور جسے (مقروض) بھی کہا جاتا ہے، اس پر اس مال میں زکاۃ واجب ہے جو اس کے پاس موجود ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے مال سے قرض ادا کر دے قبل اس کے کہ سال مکمل ہو، اور اس کے پاس کچھ باقی نہ رہے، تو اس پر زکاۃ نہیں ہے۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو حکم دیتے تھے جن پر قرض ہوتا تھا کہ زکاۃ کا وقت آنے سے پہلے اپنا قرض ادا کر دیں (مالک: ۲۵۳/۱)۔

***دوسرا مسئلہ**: کیا قرض خواہ پر زکاۃ ہے؟

تمہارا جو قرض لوگوں کے ذمہ ہے، وہ دو قسم کا ہے:

پہلی قسم: وہ قرض جس کی ادائیگی کی امید ہو: جیسے کسی مالدار قادر شخص کے ذمہ ہو؛ تو اس کی ہر سال زکاۃ دینا لازم ہے، کیونکہ یہ اس مال کے حکم میں ہے جو تمہارے پاس موجود ہے۔

دوسری قسم: وہ قرض جس کی ادائیگی کی امید نہ ہو: جو کسی تنگدست، یا منکر، یا ٹال مٹول کرنے والے کے ذمہ ہو؛ تو اس میں زکوۃ واجب نہیں۔

***تیسرا مسئلہ**: اگر کسی انسان کا کسی پر قرض ہو؛ تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ اپنے قرض کو معاف کر دے اور اسے اپنی زکوۃ سے شمار کرے؟

حکم: یہ جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں اپنے مال کو ڈوبنے سے بچانا ہے، کیونکہ ایسے قرض کو ساقط کر دینا جو اس نے وصول نہیں کیا، اپنے مال میں سے واجب چیز نکالنے سے بچنے کا بہانہ بنانا ہے۔ لیکن اگر فقیر کو زکوۃ سے اس کا حصہ دیا جائے، پھر وہ اسے اپنے قرض کی ادائیگی کے طور پر دینے والے کو واپس لوٹا دے، تو یہ جائز ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

عام وفود

عام وفود: یہ ہجرت کا نواں سال ہے، اور یہ اس نام سے اس لیے معروف ہوا کہ اس میں کثرت سے وفود مدینہ آئے، جو اسلام قبول کرنے اور بیعت کرنے کے لیے آئے تھے۔ پس فتح مکہ، اور غزوہ حنین و تبوک کے بعد قبائل رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے لگے، اور ان کے وفود کی تعداد ستر سے زیادہ ہو گئی۔ ان میں سے چند وفود کے نام یہ ہیں: وفد تمیم، وفد بنی عامر، وفد بنی سعد بن بکر، وفد عبد القیس، وفد بنی حنیفہ، وفد طے، وفد بنی زبید، وفد کندہ، وفد ملوکِ حمیر، وفد بنی حارث بن کعب، وفد ہمدان، وفد عدی بن حاتم، وفد فروۃ بن مسیک المرادي، وفد صرد بن عبد اللہ الأزدي، وفد فروۃ بن عمرو الجذامی۔

یہ سب وفود اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے، اور اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو ہونے کے لئے آئے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (١) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (٢) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (٣)﴾ (جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے، اور تو دیکھے لوگوں کو کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر، اور اس سے مغفرت طلب کر؛ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے)[النصر:١-٣]۔

اور اسی سال نبی ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ موجود مسلمانوں کو لے کر نکلے اور مدینہ سے دور ہو گئے، تو اللہ عزوجل نے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات: ﴿بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (١) فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ﴾ (اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان براءت ہے ان مشرکوں کے لیے جن سے تم نے عہد کیا تھا۔ پس زمین میں چار مہینے چل پھر لو...)[التوبہ:١-٢] اس فرمان تک نازل فرمائیں: ﴿وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ﴾ (اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے لوگوں کی طرف، بڑے حج کے دن، کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہیں)[التوبہ:٣]۔

نبی ﷺ نے ابو بکر کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کو بطور منادی سورہ براءت کے ساتھ بھیجا، کہ اعلان کر دیں: "اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا، اور نہ ہی کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے گا"، اور وہ مشرکوں سے تمام

عہد وپیمان کو ختم کردیں، سوائے اس کے جس کا معین مدت ہے، تو اس کا عہد وپیمان اس کی مقررہ مدت تک ہے(بخاری:۴۶۵۵، مسلم:۱۳۴۷)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

نام: عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمس الہذلی، کنیت ابو عبد الرحمن ہے، ان کی ولادت بعثت سے تقریباً ۲۰ سال پہلے مکہ میں ہوئی۔

سیرت اور فضائل:

عبد اللہ رضی اللہ عنہ دبلے پتلے بدن کے تھے، گوشت کم تھا، ٹانگیں پتلی تھیں، اور وہ لوگوں میں سب سے خوبصورت لباس والے تھے، اور سب سے بہتر خوشبو والے تھے، زمانۂ جاہلیت ہی سے امانت داری میں مشہور تھے۔

اور وہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں تھے، نبی ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام لے آئے تھے (ابن سعد: ۱۰۷/۱/۳)۔

آپ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: "میں اسلام لانے والوں میں چھٹا شخص تھا، اور زمین پر ہمارے علاوہ کوئی مسلمان نہ تھا" (ابن حبان: ۷۰۶۲)۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنے مضبوط ایمان اور پختہ یقین کے تعلق سے معروف تھے، چنانچہ آپ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے رسول ﷺ کے بعد کعبہ کے پاس قرآن بلند آواز سے پڑھا (ابن ہشام: ۳۱۴/۱)۔

اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے رازدار، اور سفر میں آپ کے تکیہ، مسواک، جوتے، اور طہارت کے ذمہ دار تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو جوتے پہناتے، پھر آپ کے آگے عصا لے کر چلتے، یہاں تک کہ جب آپ اپنے مجمع میں بیٹھتے تو وہ جوتے اتارتے، انہیں اپنے بازو میں ڈال لیتے، اور عصا آپ کو دے دیتے (ابن سعد: ۱۰۸/۱/۳)۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے طریقے، چال ڈھال اور وضع قطع میں مشابہ تھے، اور جب حذیفہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو نبی ﷺ کے قریب تر چال ڈھال اور طرزِ عمل والا ہو، تاکہ لوگ اس سے

سیکھ سکیں، توانہوں نے کہا: "بیشک لوگوں میں سب سے زیادہ نبی ﷺ کے مشابہ چال ڈھال، وضع قطع اور طرزِ عمل میں ابن ام عبد ہیں، جب سے وہ اپنے گھر سے نکلتے ہیں یہاں تک کہ وہ گھر لوٹتے ہیں" (بخاری: ۳۷۶۲)۔

نبی ﷺ نے ان کی تعریف کئی مواقع پر کی، ان میں سے ایک یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پیلو (اراک) کے درخت پر چڑھیں تاکہ اس سے کوئی چیز (مسواک) آپ کے لیے لے آئیں، تو ہوا چلنے لگی اور اس نے ان کی ٹانگوں کو ظاہر کر دیا، تو لوگ ان کی ٹانگوں کے پتلے پن پر ہنسنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ دونوں (ٹانگیں) قیامت کے دن میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی" (احمد: ۱/۱۱۴)۔

اور ان میں سے (ایک اور موقع) وہ ہے: جب آپ ﷺ نے ان کے علم اور اللہ کی کتاب کے حفظ میں ان کے کمال کی گواہی دی، آپ فرمایا: "جو شخص چاہتا ہے کہ قرآن کو تر و تازہ پڑھے جیسا کہ نازل کیا گیا ہے، تو وہ ابن ام عبد کی قراءت کے مطابق پڑھے" (احمد: ۳۵، ابن حبان: ۷۰۶۶)۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کی نعمت بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: "اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں! قرآن کی کوئی سورہ نازل نہیں ہوئی مگر مجھے معلوم ہے کہ یہ کہاں نازل ہوئی، اور قرآن کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ مجھے معلوم ہے کس بارے میں نازل ہوئی، اور اگر میں کسی ایسے شخص کو جانتا جسے مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کا علم ہو، اور اس تک اونٹ پہنچ سکیں، تو میں ضرور اس کے پاس سوار ہو کر جاتا" (بخاری: ۵۰۰۲، مسلم: ۲۴۶۳)۔

صحابہ کرام ان کے اس بڑے فضل اور وسیع علم کو پہچانتے تھے؛ چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں اہلِ کوفہ کے پاس معلم اور فقیہ بنا کر بھیجا، اور کہا: "میں نے عبد اللہ کو اپنی ذات پر تمہارے لیے ترجیح دی ہے" (حاکم: ۳/۳۸۸)۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا: "جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں، مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرو" (بخاری: ۶۷۳۶)۔

وفات:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ واپس آئے، اور وہیں رہے یہاں تک کہ سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر ساٹھ سے کچھ اوپر تھی، اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

	اڑھتیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس	سوال: (شفق) سے کیا مراد ہے؟			ا
تفسیر	[ا] غروب آفتاب کے وقت افق کی سرخی	[ب] طلوع آفتاب کے وقت افق کی سرخی	[ج] خسوف کے وقت افق کی سرخی	
مجلس	سوال: قابل تعریف حسد کو کیا کہتے ہیں؟			ا
حدیث	[ا] رشک	[ب] کینہ	[ج] بغض	
مجلس	سوال: ممنوع وسیلے میں سے ہے:			ب
عقیدہ	[ا] نیک اعمال کا وسیلہ	[ب] نبی ﷺ کی جاہ کا وسیلہ	[ج] والدین کی دعا کا وسیلہ	
مجلس	سوال: قرض دینے والے پر زکوۃ ہے اگر وہ قرض.....پر ہو؟			ج
فقہ	[ا] فقیر تنگ دست	[ب] مالدار ٹال مٹول والا	[ج] مالدار قادر	
مجلس	سوال: عام الوفود کون سا سال ہے؟			ب
سیرت	[ا] ۸ھ	[ب] ۹ھ	[ج] ۱۰ھ	
مجلس	سوال: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ہے کہ وہ:			ج
صحابہ	[ا] مدینہ کی طرف سب سے پہلے مہاجر تھے	[ب] شام میں مسلمانوں کے پہلے قاضی تھے	[ج] رسول اللہ ﷺ کے بعد کعبہ کے پاس سب سے پہلے قرآن کی تلاوت بآواز بلند کرنے والے تھے	

انتالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD

YouTube

Telegram

ساؤنڈ کلاؤڈ

یوٹیوب

ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ المطففین (۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ (١) الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ (٢) وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ (٣) أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ (٤) لِيَوْمٍ عَظِيمٍ (٥) يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (٦) كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ (٧) وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ (٨) كِتَابٌ مَرْقُومٌ (٩) وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ (١٠) الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ (١١) وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (١٢) إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (١٣) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (١٤) كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (١٥) ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ (١٦) ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ (١٧) كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ (١٨) وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ (١٩) كِتَابٌ مَرْقُومٌ (٢٠) يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ (٢١)﴾

[بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی (۱) کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں (۲) اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں (۳) کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں (۴) اس عظیم دن کے لئے (۵) جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (۶) یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال سِجّین میں ہے (۷) تجھے کیا معلوم سِجّین کیا ہے؟ (۸) (یہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے (۹) اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۱۰) جو جزاو سزا کے دن کو جھٹلاتے رہے (۱۱) اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے آگے نکل جانے والا (اور) گناہ گار ہوتا ہے (۱۲) جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں (۱۳) یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ (چڑھ گیا) ہے (۱۴) ہر گز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے (۱۵) پھر یہ لوگ بالیقین جہنم میں جھونکے جائیں گے (۱۶) پھر کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے (۱۷) یقیناً یقیناً نیکوکاروں کا نامۂ اعمال علّیین میں ہے (۱۸) تجھے کیا پتہ کہ علّیین کیا ہے؟ (۱۹) (وہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے (۲۰) مقرب (فرشتے) اس کا مشاہدہ کرتے ہیں (۲۱)]۔

سورہ کا مضمون:

قیامت کے دن سے تکذیب کرنے والے ظالموں کو ڈرانا، اور مومنوں کو اس کی بشارت دینا۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

لِلْمُطَفِّفِينَ: جو ناپ اور تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔

يُخْسِرُونَ: ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔

يَظُنُّ: اعتقاد رکھتے ہیں۔

كِتَابَ الْفُجَّارِ: ان کا نامہ اعمال، یا ان کا ٹھکانا۔

سِجِّينٍ: جیل اور تنگی۔

مَرْقُومٌ: لکھا ہوا، جیسے کپڑے پر چھاپ رہتا ہے جو مٹتا نہیں۔

مُعْتَدٍ: ظالم، حد سے تجاوز کرنے والے۔

أَثِيمٍ: زیادہ گنہگار۔

أَسَاطِيرُ: بے حقیقت چیزیں۔

رَانَ: ڈھانپ دیا۔

لَمَحْجُوبُونَ: اپنے رب کی رویت سے محروم۔

لَفِي عِلِّيِّينَ: اونچے مقام پر ہونگے۔

اجمالی معنی:

سورۂ مُطفّفین مکی سورہ ہے، جو ان لوگوں کو ہلاکت اور سخت عذاب کی وعید سناتی ہے جو ناپ اور تول میں کمی کرتے ہیں۔ اور انہیں یاد دلاتی ہے کہ ایک عظیم اور ہولناک دن میں وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ان کا حساب ہوگا، جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، تو وہ ان سے تھوڑے اور زیادہ ہر عمل کا حساب لے گا۔

اور اس دن فُجّار کا انجام تنگی اور ہمیشہ کے قید خانے میں ہوگا، وہ اپنے رب کو دیکھنے سے محروم ہوں گے، جیسے کہ دنیا میں زنگ نے ان کے دلوں کو اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات سے روک دیا تھا، اور جیسے کہ انہوں نے ان کا انکار کیا اور تکبر اور ضد کی بنا پر کہانیاں اور بے سر و پا باتیں قرار دیں، تو یہ انجام ان پر لازمی طور پر لکھ دیا گیا اور فیصلہ ہو چکا۔

اور جس طرح فُجّار کا انجام سب سے نیچے اور سب سے تنگ جگہ میں ہے، اسی طرح اَبرار (نیکو کاروں) کا انجام سب سے بلند اور سب سے کشادہ مقام میں ہے، یہ انجام ان کے لیے لکھ دیا گیا ہے، لہٰذا نہ یہ زائل ہو گا اور نہ بدلے گا، اس پر ہر آسمان کے مقربین مطلع ہیں۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) ناپ اور تول میں کمی کی حرمت، یعنی وہ جان بوجھ کر بیچنے میں تھوڑا سا زیادہ لے لے یا کمی کر دے، گرچہ معمولی ہی ہو۔

۲) حرص اور لالچ تاجروں کے برے اخلاق میں سے ہے، اور اس سے صرف وہی بچتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

۳) قیامت کے ہولناک مناظر کو یاد کرنا معصیت سے روکنے والے بڑے اسباب میں سے ہے۔

۴) جزا عمل کے جنس سے ہوتی ہے؛ پس جب کافروں نے اپنے آپ کو اللہ کی آیات سے روکا، تو اللہ نے بھی انہیں آخرت میں اپنی رویت سے محروم کر دیا۔

۵) گناہوں اور معاصی کا خطرہ، اور وہ دلوں کے بند ہونے اور زنگ آلود ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

پیر: مجلس حدیث

تجسس اور آپسی بغض وعناد کی ممانعت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ گمان سے بچو، کیونکہ بے شک گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور تجسس نہ کرو، اور نہ عیب تلاش کرو، اور آپس میں بغض نہ رکھو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے" (بخاری: ۶۰۶۴)۔

شرح:

شریعت نے مسلمانوں کے درمیان اصلاح پر، اور بھائی چارے اور اجتماعیت کو مضبوط کرنے پر زور دیا ہے، اور ہر اس چیز سے منع کیا ہے جو تفرقہ، بغض اور دشمنی کی طرف لے جاتی ہے، اور اس حدیث میں نبی ﷺ نے تفرقہ اور عداوت و بعض اسباب سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے، آپ ﷺ نے مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی سے ڈرایا، اور ان خبروں کو بیان کرنے سے بھی جن کا یقین نہ ہو، اور بتایا کہ عام کلام کے بہ نسبت گمان میں جھوٹ زیادہ پایا جاتا ہے، اور آپ ﷺ نے تجسس سے منع کیا، اور اس کا مطلب ہے عیوب اور برائیوں کی تلاش کرنا۔ اور آپ نے تحسس سے منع کیا، اور اس کا مطلب ہے خبریں اور پوشیدہ حالات جاننے کی کوشش کرنا، اور اللہ نے حکم دیا کہ ہم اللہ کی خاطر بھائی بھائی ہوں، آپس میں محبت کرنے والے بنیں، اور جب کوئی مسلمان کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے، تو دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ وہ بھی اس عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجے، یہاں تک کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ پہلا منگیتر چھوڑ چکا ہے؛ تاکہ اس کے دل میں کدورت نہ ہو۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) بدگمانی سے ڈرانا، اور یہ کہ اس میں جھوٹ سچ سے زیادہ ہوتا ہے۔

۲) مسلمانوں پر تجسس کرنے کی ممانعت؛ کیونکہ اس میں ان کے خامیوں اور عیبوں سے باخبر ہونا ہے۔

۳) تحسس سے ممانعت، جس میں نفس کو ایسے کام کا مکلف بنانا ہے جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا۔

۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی پابندی کرنے کی ترغیب، اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھنے والے بھائی بنیں۔

۵) اس بات کی حرمت کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ بھیجے، یہاں تک کہ اس پر عورت میں اس کی عدمِ رغبت ظاہر ہو جائے۔

منگل: مجلس عقیدہ

استعانت اور استغاثہ

استعانت: مقصود کے حاصل کرنے پر مدد طلب کرنا۔

استغاثہ: فریاد طلب کرنا اور مصیبت دور کرنے کی درخواست کرنا۔

***خالق جل جلالہ سے استعانت اور استغاثہ:**

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ استعانت اور استغاثہ اللہ سے کیا جائے؛ کیونکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا لازمی نتیجہ ہیں، پس جس نے اقرار کیا کہ اللہ ہی معبود ہے، وہ اسی سے مدد طلب کرے گا؛ کیونکہ معبود وہی ہے جو اپنی صفات میں کامل ہے اور اپنے بندوں کی مدد کرنے پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ نے بندوں کی زبانی فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) [الفاتحہ: ۵]۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی تعریف فرمائی: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾ (جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دینے والا ہوں، جو پے در پے آئیں گے) [الانفال: ۹]۔

اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تو مدد طلب کرے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر" (ترمذی: ۲۵۱۶، احمد: ۲۷۶۳)۔ اور جب آپ ﷺ کو کوئی معاملہ پریشان کرتا تو آپ کہتے: "اے ہمیشہ زندہ رہنے والے، اے قائم رکھنے والے! میں تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں" (ترمذی: ۳۵۲۴)۔

***مخلوق سے استعانت اور استغاثہ**

اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسے کاموں میں زندہ اور حاضر مخلوق سے استعانت اور استغاثہ کرنا جن پر وہ قادر ہو، اور یہ جائز ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ (اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو) [المائدۃ: ۲]۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں فرمایا: ﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ (تو اس کے قبیلے کے آدمی نے دشمن کے خلاف اس سے فریاد کی) [القصص: ۱۵]۔ اور ذوالقرنین کے بارے میں فرمایا: ﴿قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا﴾ (اس

نے کہا: جو کچھ میرے رب نے مجھے اس میں قدرت دی ہے وہ بہتر ہے، پس تم میری مدد کرو قوت کے ساتھ، میں تمہارے اوران کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں گا)[الکھف:۹۵]۔

دوسری قسم: مردہ یاغائب مخلوق سے استعانت اور استغاثہ کرنا، یاایسے امور میں جن پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں؛ جیسے کہ مریضوں کے شفاپانے میں مدد مانگنا، یامشکلات اور مصائب کے دور کرنے میں مدد لینا،تو یہ قسم شرکِ اکبر ہے؛اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (اور اگراللہ تجھے کسی تکلیف میں ڈال دے تواس کو کوئی نہیں ہٹاسکتاسوائے اس کے،اور اگر وہ تجھے کسی بھلائی سے نواز دے تووہ ہر چیز پر قادر ہے)[الانعام:۱۷]۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ (اوراس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتاہے جو قیامت کے دن تک اسے جواب نہیں دے سکتے،اور وہ ان کی دعا سے بے خبر ہیں)[الاحقاف:۵]۔

بدھ: مجلس فقہ

شیئرزاور رئیل اسٹیٹ کی زکوۃ

شیئرز کی زکاۃ:

مقصد کے اعتبار سے شیئرز خریدنے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ جو، اسٹاک اکسچینج اور انڈیکسز کی نگرانی کرکے شیئرز کی تجارت اور خرید وفروخت کرتے ہیں، اور اسے (اسٹاک ٹریڈر) کہا جاتا ہے؛ تواس پر سالانہ زکاۃ واجب ہے؛ کیونکہ اس کا حکم وہی ہے جو تجارتی سامان کا ہے، چنانچہ سال مکمل ہونے پر وہ اپنے شیئرز اکاؤنٹ کی مالیت کا اندازہ لگائے گا، اور اس میں سے ڈھائی فیصد زکاۃ نکالے گا۔

دوسری قسم: وہ جو شیئرز جس کو وہ طویل مدتی سرمایہ کاری، اور تقسیم شدہ منافع اور آمدنی حاصل کرنے کے قصد سے رکھتا ہے؛ تو یہاں اگر کمپنی نے یہ ذکر کیا ہو کہ وہ زکاۃ نکالتی ہے، یا ریاست کا نظام کمپنیوں کو زکاۃ نکالنے کا پابند کرتا ہو، جیسے کہ مملکتِ سعودی عرب میں کمپنیوں کا حال ہے، تو اس وقت شیئر ہولڈر پر کچھ بھی نہیں ہے۔

*رئیل اسٹیٹ (زمین و جائیداد) کی زکاۃ:

رئیل اسٹیٹ جائیداد سے مراد ہے وہ زمینیں یا عمارتیں ہیں جو انسان کی ملکیت میں ہوں؛ جیسے گھر، عمارتیں، فلیٹ اور فارم ہاؤس وغیرہ۔

***جائیداد کی زکاۃ مالک کی نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اور اس کی چار حالتیں ہیں:**

پہلی: اگر وہ اسے ذاتی استعمال کے ارادے سے تعمیر، رہائش یا اس جیسی چیزوں کے لیے رکھے؛ تو اس حال میں اس پر زکاۃ نہیں، خواہ جائیداد کتنی ہی زیادہ ہو؛ کیونکہ یہ ذاتی استعمال کے اموال میں شمار ہوگی۔

اسی طرح وہ جائیداد جسے اس نیت سے خریدے کہ مال محفوظ رہے، اور کمانے یا نفع حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو؛ اس پر بھی زکاۃ نہیں۔

دوسری: اگر وہ اسے تجارت اور وقت گزرنے کے ساتھ اس کی قیمت بڑھنے کی نیت سے رکھے؛ تو اس پر ہر سال اس کی مارکیٹ ویلیو کے حساب سے زکاۃ واجب ہے، خواہ وہ اپنی قیمت خرید سے زیادہ ہو یا کم۔

اسی میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ کوئی شخص شہر سے دور زمین کے پلاٹ خریدے،اس انتظار میں کہ لوگوں کا رجحان اور قیمت بڑھے؛تو ایسی جائیداد میں زکاۃ واجب ہے؛کیونکہ وہ تجارت کے لیے رکھی گئی ہے،اور مقصود مال میں اضافہ ہے۔اس میں واجب مقدار:ڈھائی فیصد ہے۔

تیسری: اگر وہ اسے کرائے پر دینے اور اس کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے کے لیے رکھے؛ جیسے عمارتیں، گودام، فلیٹ یا ہوٹل؛تو ایسی صورت میں خود جائیداد پر زکاۃ نہیں ہے، لیکن اس کرایے کی آمدنی پر زکاۃ ہے جو جمع کی جائے اور اس پر سال گزر جائے۔

چوتھی: اگر وہ اسے کھیتی باڑی اور زراعت کی نیت سے رکھے؛تو اس کی زمین پر زکاۃ نہیں ہے، بلکہ زکاۃ اس کی پیداوار؛فصلوں اور پھلوں پر ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

حجۃ الوداع

ہجرت کے دسویں سال، ہفتہ کے دن، ۲۵ ذی القعدہ کو ہمارے نبی محمد ﷺ اپنی عظیم حج (حجۃ الوداع) کے لیے نکلے، آپ کے ساتھ ایک جم غفیر تھا، جن کی تعداد کو اللہ ہی جانتا ہے، وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے، اور آپ کے ساتھ ہودجوں میں آپ کی نو بیویاں تھیں، آپ کا مدینہ سے نکلنا دوپہر کے وقت ہوا، جب آپ نے نماز ادا کی، اپنے سر کو کنگھی کی اور تیل لگایا، پھر آپ روانہ ہوئے یہاں تک کہ عصر کے بعد ذوالحلیفہ کی میقات پر پہنچے، وہاں اترے اور اپنی رات وہیں گزاری۔

دوسرے دن رسول اللہ ﷺ نے دوپہر کو اپنے احرام کے لیے غسل کیا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خوشبو لگائی، پھر آپ ﷺ نے اپنا ازار اور چادر پہنی، پھر آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے، اور حج قران کے لئے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

نبی ﷺ نے ذوالحلیفہ سے اپنا ہدی (قربانی کے جانور) بھی ساتھ لیا، اور تلبیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ آپ کے پاس جبریل آئے اور انہیں حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کو حکم دیں کہ وہ اپنی آوازیں تلبیہ میں بلند کریں، یہ حج کے شعائر میں سے ہے (ابوداود: ۱۸۱۴)۔

آٹھ دن چلنے کے بعد ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ، اتوار کی رات کو اللہ کے رسول ﷺ مکہ مکرمہ پہنچے، آپ (ذی طُویٰ) کے مقام پر اترے جو آج کل (جرول) کہلاتا ہے، اور آپ ﷺ نے رات وہیں گزاری، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی، پھر مکہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کیا، آپ دن کے وقت ثنیۃ العُلیا (ثنیۃ کداء) سے، جسے آج کل (حجون) کہا جاتا ہے، مکہ میں داخل ہوئے، آپ چاشت کے وقت باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے، جو فی الحال دروازہ نمبر (۲۲) ہے، پھر آپ نے بیت اللہ کا طوافِ قدوم کیا، اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اس کے بعد آپ ﷺ اتوار، پیر، منگل اور بدھ اور جمعرات کی رات مکہ میں ٹھہرے رہے، پھر حج کے باقی مناسک

شروع کرتے ہوئے آپ جمعرات کی صبح (یعنی ۸ ذوالحجہ، یوم الترویہ) کو اٹھے اور لوگوں کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ ﷺ نے منیٰ میں رات گزاری، یہ ۹ ذوالحجہ، جمعہ کی رات تھی، پھر صبح ہوئی تو آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے، وہاں آپ نے پایا کہ نمرہ میں خیمہ آپ کے لئے نصب کر دیا گیا ہے، آپ آرام کرنے کے لئے اس میں اترے، پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصواء کا کجاوہ کسنے کا حکم دیا، اور آپ بطنِ عُرنہ میں آئے، اور لوگوں کو ایک عظیم خطبہ دیا، جس میں آپ نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو مقرر کیا، اس خطبے کو آپ کے صحابہ میں سے تقریباً چالیس ہزار لوگوں نے سنا، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

پھر آپ ﷺ نے ظہر اور عصر کو جمع کیا، پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر عرفہ میں داخل ہوئے، اور اس کے مشرق حصے میں چٹانوں کے پاس وقوف کیا، قبلہ رخ کھڑے ہوئے، اور سورج غروب ہونے تک دعا کرتے رہے، پھر آپ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں مغرب اور عشاء کو جمع کیا، پھر فجر تک آرام فرمایا، اور فجر کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کیا، اس کے بعد آپ مشعر حرام پہاڑی پر آئے، قبلہ رخ کھڑے ہوئے، اللہ کا ذکر کیا، تکبیر و تہلیل کی، اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ اچھی طرح روشنی پھیل گئی، پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے آپ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں، اس کے بعد آپ نے ایک عظیم اور بلیغ خطبہ دیا اور لوگوں کو الوداع کہا، پھر آپ ﷺ نے سو اونٹ ذبح کیے، اور اپنا سر منڈایا، پھر اپنے بال صحابہ میں تقسیم کیے؛ آدھے ابوطلحہ کو دیے، اور باقی آدھے لوگوں میں تقسیم کیے گئے۔ حلق کے بعد آپ کو عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو لگائی، پھر آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور بیت اللہ کا طوافِ افاضہ کیا، اور یہ طواف آپ نے سواری پر کیا کیونکہ لوگ آپ کے ارد گرد بھیڑ لگا رہے تھے تاکہ آپ سے سوال کریں، اور آپ کے مطابق عمل کریں۔

پھر آپ ﷺ نے مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر منیٰ واپس آئے، اور ایامِ تشریق کی راتیں وہیں گزاریں، اور ہر دن زوال کے بعد جمرات کو کنکریاں مارتے رہے، پہلے دن آپ ﷺ نے ایک عظیم خطبہ دیا، اور اس میں نصیحت کی، ڈرایا اور آگاہ کیا، اور ان کو اپنے اوپر گواہ بنایا کہ بے شک آپ نے پیغام پہنچا دیا ہے اور امانت ادا کر دی ہے۔

اور جب آپ ﷺ نے تیسرے دن ۱۳ ذوالحجہ کو جمرات کو کنکریاں ماریں، تو مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ابطح میں اترے، وہاں آپ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی، اور ایک نیند سو گئے، پھر رات کے آخری حصے میں اٹھے اور کوچ کا اعلان کیا، آپ ﷺ بیت اللہ گئے، اور ۱۴ ذوالحجہ کی رات کو طوافِ وداع کیا، پھر آپ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی، اور اس میں سورۃ الطور کی تلاوت کی، اس کے بعد آپ مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اس طرح آپ کا حج مکمل ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے دین کو کامل کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ پر کثرت سے ہمیشہ ہمیشہ قیامت کے دن تک درود و سلام بھیجتا رہے۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

نام اور ولادت:

وہ جلیل القدر صحابي سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثۃ خزرجي انصاري ساعدي ہیں، ان کی کنیت ابو ثابت ہے، مدینہ میں بعثت سے پہلے پیدا ہوئے۔

سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ بنی ساعدہ کے نقیب اور اسلام سے پہلے خزرج کے سردار تھے، زمانۂ جاہلیت میں کتابت، تیر اندازی اور تیراکی کے لیے مشہور تھے، اور جو شخص ان چیزوں میں ماہر ہوتا تھا اسے وہ "کامل" کہا کرتے تھے (البدایہ والنہایہ: ۹/۷/۶۰)۔

آپ رضی اللہ عنہ بہادر، سخی، متواضع، عادل، رحمدل، ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے، اپنی عورتوں کے بارے میں سخت غیرت رکھنے والے، اور باوجود دولت کے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والے تھے۔

انہوں نے بیعتِ عقبہ میں ستر انصار کے ساتھ شرکت کی، اور ان میں بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے، غزوۂ بدر میں ان کا ایک عظیم موقف تھا، جب نبی ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا تو سعد کھڑے ہوئے اور کہا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اس سمندر میں کود پڑیں تو ہم کود جائیں گے، اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنی اونٹنیوں کو بَرک الغماد تک لے جائیں تو ہم ضرور کریں گے۔" (مسلم: ۱۷۷۹)۔ اسی طرح انہوں نے غزوہ اُحد، خندق، حنین اور فتح مکہ میں شرکت کی، اور آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں نبی ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ بننے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔

وفات:

سعد رضی اللہ عنہ سنہ ۱۴ھ میں شام کے علاقے حوران میں وفات پائے۔

مجلس	انتالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(مطففین)سے کیا مراد ہے؟			ا
	[ا]جو ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں	[ب]جو سامان عاریۃ نہیں دیتے	[ج] جو مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں	
مجلس حدیث	سوال:نبی ﷺ نے تجسس سے منع کیا ہے،اس کا معنی ہے:			ب
	[ا]جلدی غصہ ہونا	[ب] پوشیدہ خبروں کو جاننے کی کوشش کرنا	[ج]بغض وحسد رکھنا	
مجلس عقیدہ	سوال:مریضوں کی شفا اور مصیبت سے چھٹکارا پانے میں مردوں سے مدد طلب کرنا:			ج
	[ا]مکروہ ہے	[ب]شرک اصغر ہے	[ج]شرک اکبر ہے	
مجلس فقہ	سوال:جو اسٹاک اسکیںج اور انڈیکس کی نگرانی کرکے شیئرز کی تجارت اور خرید وفروخت کرتے ہیں:			ا
	[ا] ان پر زکوۃ فرض ہے	[ب]ان پر زکوۃ فرض نہیں	[ج] مستحب ہے واجب نہیں	
مجلس سیرت	سوال:نبی ﷺ حجۃ الوداع کے لئے کس سنہ میں نکلے؟			ب
	[ا]۹ھ	[ب]۱۰ھ	[ج]۱۱ھ	
مجلس صحابہ	سوال:سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے کیا تھے؟			ج
	[ا]ثقیف کے سردار	[ب]اوس کے سردار	[ج]خزرج کے سردار	

چالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ المطففین (۲)

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (٢٢) عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ (٢٣) تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ (٢٤)
يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ (٢٥) خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ (٢٦) وَمِزَاجُهُ مِنْ
تَسْنِيمٍ (٢٧) عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ (٢٨) إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ
(٢٩) وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ (٣٠) وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ (٣١) وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا
إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ (٣٢) وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ (٣٣) فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ
يَضْحَكُونَ (٣٤) عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ (٣٥) هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (٣٦)﴾

[یقیناً نیک لوگ (بڑی) نعمتوں میں ہوں گے (۲۲) مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے (۲۳) تو ان کے چہروں سے ہی نعمتوں کی تروتازگی پہچان لے گا (۲۴) یہ لوگ سربمہر خالص شراب پلائے جائیں گے (۲۵) جس پر مشک کی مہر ہوگی، سبقت لے جانے والوں کو اسی میں سبقت کرنی چاہیے (۲۶) اور اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی (۲۷) (یعنی) وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پیئں گے (۲۸) گنہگار لوگ ایمان والوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے (۲۹) اور ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپس میں آنکھ کے اشارے کرتے تھے (۳۰) اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے (۳۱) اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ (بے راہ) ہیں (۳۲) یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے (۳۳) پس آج ایمان والے ان کافروں پر ہنسیں گے (۳۴) تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے (۳۵) کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے پورا پورا بدلہ پالیا (۳۶)]۔

سورہ کا مضمون:

قیامت کے دن سے تکذیب کرنے والے ظالموں کو ڈرانا، اور مومنوں کو اس کی بشارت دینا۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

الْأَرَائِكِ: کپڑوں اور پردوں سے مزین گاؤ تکیے۔

نَضْرَةَ: تازگی۔

رَحِيقٍ: شفاف شراب۔

خِتَامُهُ مِسْكٌ: اس کے آخری گھونٹ میں مشک کی خوشبو ہوگی۔

وَمِزَاجُهُ: امتزاج۔

تَسْنِيمٍ: جنت کی اوپری سطح پر ایک چشمہ۔

يَشْرَبُ بِهَا: لذت لیتے ہوئے اسے پئیں گے۔

يَتَغَامَزُونَ: مذاق اڑاتے ہوئے ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کرتے ہیں۔

انْقَلَبُوا: لوٹے۔

فَكِهِينَ: مومنوں کا مذاق اڑا کر لذت محسوس کرتے ہیں۔

حَافِظِينَ: نگران جو ان کے اعمال کو شمار کرتے ہیں۔

ثُوِّبَ: اسے بدلہ دیا جائے گا۔

اجمالی معنی:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس کے نیک بندے دل، روح اور بدن کے لیے دائمی نعمت کی طرف جانے والے ہیں، ان کی مجلس بلند تختوں پر ہوگی، جو خوبصورت بچھونوں سے آراستہ ہوں گے، اس نعمت کو وہ دیکھ رہے ہوں گے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے، اور اپنے رب کے کریم چہرے کو دیکھ رہے ہوں گے، دیکھنے والا ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی اور اس کی رونق پائے گا، ان کا مشروب سب سے اچھا مشروب ہوگا، وہ صاف وشفاف شراب ہوگا، اس کا امتزاج تسنیم کے چشمے کے ساتھ ہوگا، اور اس کا آخری گھونٹ کستوری خوشبو ہوگا، اس نعمت کے لیے ضروری ہے کہ نیکی کے اعمال میں مقابلہ اور مسابقہ کیا جائے، اور مجرموں کے انجام سے بچا جائے، جن کے درمیان اور نیک لوگوں کے درمیان بڑا فرق ہے؛ کیونکہ وہ دنیا میں ایمان والوں کا مذاق اڑاتے اور ہنستے تھے، اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں کے اشارے کرتے ہوئے خوش اور مطمئن ہوتے تھے، ان کے دل میں حساب اور عذاب کا خوف بالکل نہیں آتا تھا، انہوں نے برائی کر کے بھی اپنے آپ کو مامون سمجھا، اور اللہ پر جرأت کرتے ہوئے اور جھوٹ باندھتے ہوئے انہوں نے اپنے اوپر ہدایت کا حکم لگایا اور ایمان والوں پر گمراہی کا، ورنہ وہ کفار اعمال کو لکھنے والے کارندے نہیں تھے کہ مومنین کی جانچ پڑتال کریں اور انہیں ہر عیب سے متہم کریں۔ اسی لیے آخرت میں ان کا بدلہ

ان کے کرتوت کے جیسا ہو گا کہ: جب ایمان والے انہیں عذاب کی سختیوں میں لوٹتے دیکھیں گے تو ان پر ہنسیں گے، جبکہ ایمان والے پورے امن واطمینان میں ہوں گے۔

سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اصل کامیاب مقابلہ اور نفع مند مسابقہ صرف جنت کے بلند درجات کے حاصل کرنے میں ہے۔

۲) اہلِ جنت کے لیے سب سے بڑی نعمت اپنے رب تبارک وتعالٰی کے دیدار کی ہے۔

۳) دین داروں کا مذاق اُڑانا کفار کے اوصاف میں سے ہے۔

پیر: مجلس حدیث

شجر کاری اور کاشتکاری کی ترغیب

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان جب کوئی شجر کاری کرے یا کاشتکاری، پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کھائے، تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے" (بخاری: ۲۳۲۰، مسلم: ۱۵۵۳)۔

شرح:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے باغ لگانے اور کھیتی کرنے کی فضیلت بتلائی ہے، اور یہ کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو درخت لگائے یا کھیتی کرے، پھر اس کا نفع دوسرے زندہ مخلوقات کو پہنچے، یعنی اس میں سے کوئی انسان کھائے، یا پرندہ، یا جانور، یا زمین کے چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں میں سے کوئی کھائے، تو اس پر اسے صدقے کا اجر ملتا ہے، اور مسلمان کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہی ہے جو دنیا اور آخرت میں صدقے کے ثواب سے فائدہ اٹھاتا ہے، رہا کافر تو اس کو اپنے اعمال سے کوئی ثواب حاصل نہیں ہوتا۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) اجر و ثواب حاصل کرنے کے طریقے متنوع اور کثیر ہیں، اور ان میں سے باغ لگانا بھی ہے۔

۲) زراعت کی فضیلت کا بیان، اور یہ کہ مسلمان جو کچھ بھی بوئے، تو اس میں سے جو بھی کھائے گا اس کا اجر اسے ملے گا۔

۳) زمین کو آباد کرنے اور انسانوں کے لئے نفع بخش چیزوں سے اس کے اصلاح کی ترغیب دینا۔

۴) مخلوقات تک نفع پہنچانے کی کوشش کرنے کی فضیلت۔

۵) جانور پر نرمی اور رحم کرنے کی فضیلت۔

منگل: مجلس عقیدہ

تبرک

***بے شک شریعت میں مقرر کردہ قواعد میں سے ایک یہ ہے: کہ عبادت قبول نہیں ہوتی مگر دو بنیادی شرطوں کے ساتھ:**

*پہلی شرط: اللہ تعالی کے لیے اخلاص۔

*اور دوسری شرط: نبی ﷺ کا اتباع۔

اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (پس جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے)[الکہف: ۱۱۰]۔

***ایک اور قاعدہ یہ ہے کہ: عبادات میں اصل حکم منع کا ہے، یہاں تک کہ اس کی مشروعیت صحیح دلیل سے ثابت ہو۔**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمارے اس معاملے (دین) میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (بخاری: ۲۶۹۵، مسلم: ۱۷۱۸)۔

جب یہ دونوں قاعدے طے اور واضح ہو گئے، تو کہا جائے گا کہ:

یقینا ان مسائل میں سے جن میں بہت سے لوگ غلطی کر بیٹھے ہیں، "تبرک" کا مسئلہ ہے؛ چاہے وہ اشخاص سے ہو، یا بے جان چیزوں، یا مقامات، یا وقت اور زمانے سے ہو، اور ان کے سلسلہ میں ایسی بدعتیں اور نئی چیزیں وجود میں آئیں جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔

تبرک کہتے ہیں: برکت طلب کرنا۔

اور برکت ہے: خیر کی کثرت، اس کا بڑھنا اور اس کا باقی رہنا۔

جب مسلمان اپنے مال، عمر، وقت اور اولاد میں برکت کا خواہاں ہو، تو اسے چاہیے کہ صرف مشروع امور ہی سے تبرک حاصل کرے۔

لہذا تبرک کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

مشروع تبرک اور ممنوع تبرک۔

مشروع تبرک وہ ہے جس میں دو شرطیں پائی جائیں:

*پہلی شرط: اس چیز میں برکت کی دلیل موجود ہو ہے۔

*دوسری شرط: اس سے تبرک اسی طریقے سے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشروع کیا ہے۔

چنانچہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو وہ تبرک ممنوع ہو گا۔

اور دونوں میں سے ہر ایک قسم کے لیے ایک مستقل درس ہو گا، جس میں اس کی مثالیں اور صورتیں ذکر کی جائیں گی۔

بدھ: مجلس فقہ

زکوۃ میں عام غلطیاں

زکاۃ ادا کرنے میں کئی خلاف ورزیاں اور عام غلطیاں پائی جاتی ہیں، جن پر توجہ دینا اور ان سے بچنا ضروری ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. زکاۃ کو اس کے وقت پر ادا کرنے میں سستی اور تاخیر کرنا، یہ بڑا گناہ ہے؛ کیونکہ زکاۃ کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، سوائے کسی ایسے شرعی عذر کے کہ جس کی وجہ سے اس کو ادا کرنے پر قدرت نہ ہو۔ اس لیے کہ جب زکاۃ واجب ہو جائے تو وہ مستحقین کا حق بن جاتی ہے، اور ان کو اس سے محروم کرنا یا اس میں تاخیر کرنا حرام ہے؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے (۲۴) مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی (۲۵))[المعارج: ۲۴-۲۵]۔

۲. بعض لوگوں کا گمان ہے کہ زکاۃ کو اس کے وجوب کے وقت سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے، حالانکہ صحیح یہ ہے کہ: اگر نصاب کا مالک ہو چکا ہو تو زکاۃ کو اس کے وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے، خاص طور پر جب فقراء یا مسلمانوں کی مصلحت اس کا تقاضا کرے، تو اس کے لیے جائز ہے کہ اپنی زکاۃ چند مہینے پہلے یا ایک سال یا دو سال پہلے ادا کرے، لیکن دو سال سے زیادہ پہلے ادا کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ یہی زیادہ سے زیادہ مدت ہے جو حدیث میں آئی ہے: کہ نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دو سال کی زکاۃ پیشگی ادا کرنے کی رخصت دی۔ (ابوداود: ۱۶۲۴، ترمذی: ۶۷۸)۔

۳. بعض لوگ پسند کرتے ہیں کہ رمضان ہی ان کے زکاۃ دینے کا مہینہ ہو، پس اگر ان پر زکاۃ رمضان کے بعد واجب ہوتی ہے تو جائز ہے کہ وہ اسے رمضان میں پہلے ہی ادا کر دیں، لیکن اگر زکاۃ ان پر رمضان سے پہلے واجب ہو جائے تو پھر اس کو رمضان تک مؤخر کرنا جائز نہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

۴. لاپرواہی یا جانبداری کی بنا پر زکاۃ کسی بھی شخص کو دے دینا، یہ جائز نہیں ہے؛ کیونکہ زکاۃ اس وقت تک نفع نہیں دیتی اور نہ ہی آدمی اس سے بری الذمہ ہوتا ہے جب تک اسے اسی جگہ نہ رکھا جائے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں خود ہی زکاۃ کو تقسیم کیا ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے

وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے)[التوبة:٦٠]۔

لہٰذا لازم ہے کہ زکاۃ کے مستحقین کی تلاش میں پوری توجہ اور محنت کی جائے، البتہ اگر کسی شخص نے پوری کوشش کی، اس کے بعد اس کو ایسے فرد کو دے دیا جس کے بارے میں غالب گمان تھا کہ وہ مستحق ہے، پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مستحق نہیں تھا، تو دینے والے کی طرف سے زکاۃ ادا ہو گئی، اور گناہ زکاۃ لینے والے پر ہو گا۔

٥. نابالغ بچوں کی طرف سے زکاۃ ادا نہ کرنا؛ زکاۃ نابالغ بچوں، پاگلوں، اور ان لوگوں کے مال میں بھی واجب ہے جو انتہائی بوڑھے ہوں اور ان جیسے افراد پر بھی، پس ان کی طرف سے ان کے اولیاء (سرپرست) زکاۃ نکالیں گے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یتیموں کے مال میں تجارت کیا کرو تاکہ ان کے مال کو زکاۃ نہ کھا جائے۔" (عبد الرزاق: ٦٧٧٣)۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پاس جن یتیموں کی نگہداشت کرتی تھیں ان کے مال سے زکاۃ ادا کرتی تھیں۔ (مالک: ٢٥١/١)۔

٦. زکاۃ کے سال (حول) کے حساب میں میلادی مہینوں پر اعتماد کرنا، جبکہ واجب یہ ہے کہ زکاۃ کا حساب ہجری مہینوں اور قمری حساب کے مطابق کیا جائے، کیونکہ یہی شرعی اوقات ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں (کی عبادت) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لئے ہے)[البقرة:١٨٩]۔

٧. زکاۃ کو ناگواری کے ساتھ ادا کرنا، مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زکاۃ کو اس کے فرضیت پر ایمان رکھتے ہوئے، اور اس کے ذریعے اپنے رب عزوجل کا قرب حاصل کرتے ہوئے خوش دلی سے ادا کرے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں جس نے کیں تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا: جس نے اللہ وحدہٗ کی عبادت کی اور جان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اپنے مال کی زکاۃ خوش دلی سے ہر سال اپنے اوپر لازم سمجھتے ہوئے ادا کی" (ابو داود: ١٥٨٢، بیہقی: ٩٥/٤)۔

جمعرات: مجلس سیرت

نبی ﷺ کی وفات

جب نبی ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں آپ نے ذوالحجہ کے باقی دن، اور محرم اور صفر میں قیام کیا، پھر یکم ربیع الاول بروز جمعرات آپ کی بیماری کی ابتدا ہوئی، اور آپ اس وقت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، آپ کو تکلیف سر مبارک میں تھی، اور اس کے ساتھ آپ اپنی بیویوں کے پاس جاتے رہے، یہاں تک کہ یہ کام آپ پر بھاری ہو گیا، پھر آپ نے ان سے اجازت لی کہ آپ کی تیمارداری عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کی جائے، تو انہوں نے اجازت دے دی، چنانچہ آپ بارہ دن بیمار رہے۔

جمعرات کی شام، وفات سے چار دن پہلے، آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی، آپ کا جسم مبارک تپنے لگا، اور کئی مرتبہ آپ پر غشی طاری ہوئی، بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس نماز کا وقت بتانے آتے، تو آپ فرماتے: "ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! ابو بکر نرم دل شخص ہیں، اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو آواز سنا نہیں سکیں گے، آپ نے (یہی حکم) ان سے دوبارہ دیا (بخاری: ۷۱۳، مسلم: ۴۱۸)، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان ایام میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

پیر کی صبح، بارہ ربیع الاول، سن ۱۱ھ میں، آپ پر موت کی سختیاں نازل ہونا شروع ہوئیں اور سکراتِ موت کے آثار ظاہر ہونے لگے، اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس تھیں، انہوں نے آپ کو اپنا سہارا دے رکھا تھا، آپ نے اپنی انگلی مبارک اٹھائی، اور اپنی نگاہ اوپر کی طرف جما دی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کچھ کلمات سنے، تو وہ سننے کے لیے جھک گئیں، اور آپ فرما رہے تھے: "اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے" (بخاری: ۵۶۷۴، مسلم: ۲۴۴۴)۔ آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔

پھر آپ کے رب نے آپ کو وفات دے دی اور آپ کو رفیقِ اعلیٰ سے ملا دیا، اس حال میں کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اور ان کی گود میں تھے، اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

پس آپ ﷺ کی وفات سے مصیبت سخت ہو گئی، سانحہ بہت بڑا ہو گیا، معاملہ نہایت عظیم ہو گیا، اور مسلمان اپنے نبی کے فقدان سے آزمائش میں پڑ گئے۔ لوگ مضطرب اور پریشان ہو گئے، یہاں تک کہ صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور لوگوں کو جمع کیا، اور ان سے اپنی وہ تاریخی خطبہ فرمایا: "اما بعد؛ تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا

تھا، تو بے شک محمد ﷺ وفات پاگئے، اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ زندہ ہے، وہ نہیں مرتا۔" پھر آپ نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (محمد صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں، تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہر گز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا) [آل عمران: ۱۴۴]۔ تو گویا لوگوں نے یہ آیت پہلے کبھی نہیں سنی تھی، ہر شخص کھڑا ہو گیا اور اسے پڑھنے لگا (بخاری: ۱۲۴۲)۔

پھر مسلمان سقیفہ بنی ساعدہ گئے، اور وہاں جمع ہو کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کرنے پر متفق ہوئے، اور وہیں ان سے بیعت کی، پھر وہ باہر نکلے اور لوگوں نے منبر پر ان سے عام بیعت کی۔

اس کے بعد صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے جنازے کی تیاری شروع کی، آپ ﷺ کو آپ کی قمیص میں غسل دیا (ابو داود: ۳۱۴۱)، یہ کام آپ کے چچا عباس، ان کے بیٹے قثم، علی بن ابی طالب، اسامہ بن زید اور شقران رضی اللہ عنہم اجمعین نے انجام دیا (البدایہ والنہایہ: ۸/۱۲۰)، پھر تین سفید سَحولی اونی کپڑوں میں آپ کی تکفین ہوئی، جن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ (بخاری: ۱۲۷۳، مسلم: ۹۴۱)۔

پھر آپ کی عظمت کے باعث صحابہ نے انفرادی طور پر آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی، جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتوں نے نماز پڑھی، پھر بچوں نے۔ آپ کو منگل کے دن، عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کے اہلِ بیت اور صحابہ پر بہت زیادہ رحمت و سلام بھیجے، اور ہماری طرف سے آپ کو سب سے بہتر جزا عطا فرمائے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی دعوت و رسالت کی طرف سے عطا کیا گیا ہو۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

نام اور پیدائش:

نام: سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤالقیس بن زید بن عبد الاشہل، اور کنیت: ابو عمرو ہے۔

بعثت سے نو سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے۔

سیرت اور فضائل:

سعد رضی اللہ عنہ لمبے قد، سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے اور داڑھی والے تھے۔ آپ اوس قبیلے کے سردار اور ان میں عظیم مقام رکھنے والے تھے، جب اسلام لائے تو اپنے قبیلے میں اسلام پھیلانے کا ارادہ کیا، چنانچہ اپنی قوم کے پاس گئے، ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: "اے بنی عبد الاشہل! تم اپنے درمیان میرا کیا مقام جانتے ہو؟" انہوں نے کہا: "فضل میں ہمارے سردار ہو، رہبری میں ہم میں سب سے بابرکت ہو"، انہوں نے کہا: "تو پھر تمہارے مرد اور عورتیں مجھ سے بات کرنے کے لیے حرام ہیں جب تک تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ"، چنانچہ بنی عبد الاشہل کے گھروں میں کوئی مرد اور عورت باقی نہ رہا مگر وہ سب ایمان لے آئے (سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۸۰)۔

سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ساتھ کئی غزوات میں شرکت کی، جن میں سب سے مشہور غزوہ بدر اور غزوہ خندق ہیں۔

ان کے مشہور ترین واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے: بنی قریظہ کے تعلق سے ان کا سخت فیصلہ دینا، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں سے اپنا عہد توڑ دیا تھا اور غزوہ خندق میں قریش سے اتحاد کر لیا تھا، چنانچہ اللہ تعالی نے ان پر مسلمانوں کو غلبہ دیا، تو وہ (بنی قریظہ) صلح کی درخواست لے کر آئے اور اس پر راضی ہوئے کہ سعد بن معاذ ہی ان پر فیصلہ کریں، کیونکہ وہ جاہلیت میں ان کے حلیف تھے، تو نبی ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور انہیں گدھے پر سوار کر کے لایا گیا، کیونکہ وہ غزوہ خندق کے دوران مدینہ میں زخمی ہو گئے تھے، راستے میں لوگ کہنے لگے: "اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا فیصلہ کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں ان پر حکم بنایا ہے"، جب وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے

اور انہیں اتارا گیا تو انہوں نے کہا: "میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے لڑنے والے مرد قتل کر دیے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں"، تو نبی ﷺ نے فرمایا: "تم نے بادشاہ (اللہ) کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے" (بخاری: ۴۱۲۱، مسلم: ۱۷۶۸)۔

وفات:

بنی قریظہ کے بارے میں اپنے فیصلے کے بعد، سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل سے دعا کی: "اے اللہ! میرا گمان ہے کہ تُو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے، اگر قریش کے ساتھ جنگ کا کچھ باقی ہے تو مجھے اس کے لیے باقی رکھ تاکہ میں تیرے لیے ان سے جہاد کروں، اور اگر تُو نے جنگ ختم کر دی ہے تو اس (زخم) کو پھاڑ دے اور میری موت اسی میں کر دے۔" پس وہ (زخم) پھٹ گیا اور اسی سے وہ وفات پا گئے رضی اللہ عنہ (بخاری: ۴۱۲۲، مسلم: ۱۷۶۹)، یہ واقعہ سنہ ۵ھ میں ہوا۔

نبی ﷺ نے ان کے غسل میں شرکت فرمائی اور فرمایا: "یہ وہ نیک بندہ ہے جس کے لیے عرش ہل گیا، اور آسمان کے دروازے کھل گئے، اور ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے میں حاضر ہوئے جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترے تھے" (نسائی: ۲۰۵۵)۔

	چالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(ارائک) سے کیا مراد ہے؟		ج
	[ا] تکیے	[ب] ریشم کے کپڑے	[ج] کپڑے اور پردے سے مزین تخت
مجلس حدیث	سوال: اگر چوپایہ انسان کی کاشت سے کچھ کھائے تو اس کے لئے:		ج
	[ا] اس کا نفع و ثواب ختم ہو گیا	[ب] نفع باقی رہا ثواب ختم ہو گیا	[ج] وہ صدقہ ہو گیا
مجلس عقیدہ	سوال: عبادات میں اصل:		ا
	[ا] منع ہے	[ب] اباحت ہے	[ج] کراہت ہے
مجلس فقہ	سوال: زکاۃ کے سال (حول) میں اعتبار ہو گا:		ب
	[ا] شمسی حساب کا	[ب] قمری حساب کا	[ج] دونوں جائز ہے
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ کی بیماری شروع ہوئی تو آپ کس کے گھر میں تھے؟		ج
	[ا] حفصہ رضی اللہ عنہا	[ب] ام سلمہ رضی اللہ عنہا	[ج] میمونہ رضی اللہ عنہا
مجلس صحابہ	سوال: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشہور واقعات میں سے ہے:		ا
	[ا] بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ	[ب] غزوہ احد آپ ﷺ کا دفاع	[ج] احزاب کے دن میں آپ کی شجاعت

اکتالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ الانفطار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ (١) وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (٢) وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (٣) وَإِذَا الْقُبُورُ
بُعْثِرَتْ (٤) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ (٥) يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (٦) الَّذِي
خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ (٧) فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ (٨) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ (٩) وَإِنَّ عَلَيْكُمْ
لَحَافِظِينَ (١٠) كِرَامًا كَاتِبِينَ (١١) يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (١٢) إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (١٣) وَإِنَّ الْفُجَّارَ
لَفِي جَحِيمٍ (١٤) يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ (١٥) وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ (١٦) وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ
(١٧) ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ (١٨) يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ (١٩)﴾

[جب آسمان پھٹ جائے گا(۱)اور جب ستارے جھڑ جائیں گے(۲)اور جب سمندر بہہ نکلیں گے(۳)اور جب قبریں(شق کر کے)اکھاڑ دی جائیں گی(۴)(اس وقت)ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے(یعنی اگلے پچھلے اعمال)کو معلوم کر لے گا(۵)اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا(۶)جس(رب نے) تجھے پیدا کیا، پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر(درست اور) برابر بنایا(۷)جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا(۸)ہر گز نہیں بلکہ تم تو جزاو سزا کے دن کو جھٹلاتے ہو(۹)یقیناً تم پر نگہبان عزت والے(۱۰)لکھنے والے مقرر ہیں(۱۱)جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں(۱۲)یقیناً نیک لوگ(جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں ہوں گے(۱۳)اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے(۱۴)بدلے والے دن اس میں جائیں گے(۱۵)وہ اس سے کبھی غائب نہ ہونے پائیں گے(۱۶)تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے(۱۷)میں پھر(کہتا ہوں کہ) تجھے کیا معلوم کہ جزا(اور سزا) کا دن کیا ہے(۱۸)(وہ ہے) جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مختار نہ ہوگا، اور(تمام تر) احکام اس روز اللہ کے ہی ہوں گے (۱۹)]۔

❖ سورہ کا مضمون:

دھوکہ میں پڑنے اور آخرت کو بھولنے پر انسان کو تنبیہ۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

انْفَطَرَتْ: پھٹ جائے گا۔

انْتَثَرَتْ: گرپڑیں گے۔

فُجِّرَتْ: بھر جائیں گے، پھاڑ دیے جائیں گے، اور اس کے پانی بہہ پڑیں گے۔

بُعْثِرَتْ: ان میں مدفون اشیاء کو نکال کرانہیں الٹ پلٹ دیا جائے گا۔

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ: کس نے تجھے دھوکے میں رکھا اور کفر وعصیان پر آمادہ کیا۔

فَسَوَّاكَ: تجھے خلقت میں برابر اور صحیح وسالم اعضاء والا بنایا۔

فَعَدَلَكَ: تجھے معتدل خلقت، مناسب اعضاء والا بنایا۔

بِالدِّينِ: جزاء اور حساب۔

لَحَافِظِينَ: نگراں فرشتے جو تمہارے اعمال لکھتے ہیں۔

بِغَائِبِينَ: وہ جہنم سے نہیں نکلیں گے اور نہ ہی مریں گے۔

❖ اجمالی معنی:

سورہ الانفطار مکی سورہ ہے، جس میں قیامت کا منظر اور اس کے ہولناک حالات کی تصویر کشی کی گئی ہے، جب منظم مخلوقات منتشر ہو جائیں گی، ان کی حالت بدل جائے گی اور ان کا نظام بگڑ جائے گا؛ تاکہ لوگ قبروں سے نکل آئیں اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے لیے متوجہ ہوں، اس وقت پردہ ہٹ جائے گا، جو کچھ چھپا ہوا تھا وہ ظاہر ہو جائے گا، اور ہر نفس جان لے گا کہ اس کے ساتھ نفع ہے یا نقصان۔ پھر آیات انسان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے کہتی ہیں: کس چیز نے تمہیں دھوکا میں رکھا اور تمہارے لیے اپنے رب کی نافرمانی کو خوشنما بنا دیا؟ وہ رب جس نے تمہیں سب سے خوبصورت اور بہترین شکل میں پیدا کیا، اور تمہارا ڈھانچہ مضبوط اور متوازن بنایا، اس کے باوجود انسان مسلسل جزاء کی تکذیب کر رہے ہیں، مگر اللہ نے ان پر معزز فرشتے مقرر کر دیے ہیں جو ان کے اقوال وافعال کو رجسٹر میں لکھتے ہیں تاکہ قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال نامے دکھائے جائیں، پس جو شخص نیک اور فرمانبردار ہوگا، اسے جنت اور نعمتوں کا بدلہ ملے گا، اور جو بدکار اور گناہگار ہوگا، وہ اپنا بدلہ جہنم میں پائے گا، اس دن جب کوئی جان کسی جان کے لیے کچھ اختیار نہ رکھے گی، اور نہ دوستی فائدہ دے گی اور نہ ہی شفاعت۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱)اللہ کا انسان کی تکریم کرنا؛ کہ اس نے اسے سب سے بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا۔

۲)بعث اور جزاوسزا سے غافل رہنے سے بچنے کی تنبیہ، کیونکہ یہی شرک اور فساد کا سب سے بڑا سبب ہے۔

۳)اللہ تعالی کے کرم اور ڈھیل پر دھوکا کھانے سے بچنے کی نصیحت۔

۴)بندوں کو یاد دلانا کہ ان کے اعمال شمار کیے جارہے ہیں، اور قیامت کے دن ہر شخص کے سامنے اس کا نامہ اعمال پیش کیا جائے گا۔

پیر: مجلس حدیث

حسن اخلاق کی فضیلت

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "بے شک مومن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے" (ابوداود: ۴۷۹۸)۔

❖ شرح:

اچھے اخلاق سے متصف ہونا ان عظیم عبادات میں سے ہے جو اللہ تعالی کو بندے سے راضی کرتی ہیں، اور اسے نبی ﷺ کے قریب ترین لوگوں میں سے بناتی ہیں، اور اسے اس شخص کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں جو اپنی رات نفل نماز میں اور دن نفل روزے میں گزارتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے، اس طرح کہ انہیں اذیت نہیں دیتا، ان سے نرمی سے بات کرتا ہے، ان کے ساتھ نرمی اور شفقت برتتا ہے، ان کے سامنے مسکراتا ہے اور خندہ پیشانی سے رہتا ہے، انہیں عطا کرتا ہے، ان کے ایذا پر صبر کرتا ہے، حالانکہ ان کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں، تو ایسا شخص بہت سارے نفسوں سے جہاد کرتا ہے، اور اسے ایسی مشقت اور تھکن پیش آتی ہے جو طاعت میں روزہ دار اور قیام کرنے والے کی مشقت کے برابر ہے، اسی لیے اسے درجے اور مرتبے میں اس کے برابر کر دیا گیا۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) مسلمان پر لازم ہے کہ وہ بہترین اور اعلیٰ اخلاق سے مزین ہو، تاکہ اللہ اس کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت اور قبولیت پیدا کرے، اور آخرت میں اسے نبی ﷺ کے قریب کر دے، اور اسے روزہ دار و قیام کرنے والے کا درجہ عطا کرے۔

۲) برے اخلاق، جیسے سخت کلامی، منہ بسورنا، اور سخت معاملہ، دنیا میں لوگوں کی نفرت اور آخرت میں نبی ﷺ سے دوری کا سبب بنیں گے۔

منگل: مجلس عقیدہ

ممنوع تبرک

ممنوع تبرک: وہ ہے جس کے جواز پر کوئی دلیل نہ ہو۔

اس کی کئی مثالیں ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

اول: شخصیتوں سے تبرک حاصل کرنا، جیسے انہیں چھونا وغیرہ؛ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے شرعی اجازت موجود نہیں، شریعت نے صرف نبی ﷺ کی زندگی میں ان سے تبرک کی اجازت دی تھی، چنانچہ ثابت ہے کہ صحابہ نے آپ کے بال، آپ کے تھوک، آپ کے وضو کے پانی، آپ کے پسینے، آپ کے برتن اور آپ کے کپڑوں سے تبرک حاصل کیا، کیونکہ اللہ نے آپ میں برکت رکھی تھی، اس قسم کی تبرک اب ختم ہو گئی ہے، کیونکہ ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی، اور سالہا سال اور صدیوں گزر جانے کے بعد ان میں سے کسی کا وجود ثابت کرنا ناممکن ہے۔

رہے نبی ﷺ کے علاوہ دوسرے نیک لوگ، تو ان کی شخصیات اور آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، ان اسباب کی بنیاد پر:

۱) جواز پر دلیل کا نہ ہونا، چنانچہ حکم اپنی اصل پر باقی رہے گا یعنی منع اور حرام ہی رہے گا۔

۲) صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے علاوہ کسی سے یہ تبرک نہیں حاصل کیا۔

۳) شرک کے دروازے کو بند کرنے کے لیے، کیونکہ نیک لوگوں کے آثار سے تبرک ان کے بارے میں غلو تک پہنچا دیتا ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے فرمایا: "نیک لوگوں کے آثار سے تبرک لینا جائز نہیں، بلکہ یہ صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اللہ نے ان کے جسم اور جس چیز کو وہ چھوئیں اس میں برکت رکھی تھی" (مجموع الفتاوی: ۷/۴۵)۔

البتہ نیک لوگوں کی مصاحبت سے تبرک لینا جائز ہے، کیونکہ اس میں کئی قسم کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں؛ جیسے ان کے علم سے فائدہ اٹھانا، ان کی دعا سے فیض پانا، ان کا وعظ سننا، اور ان کے ساتھ مجالسِ ذکر میں بیٹھنے کی فضیلت حاصل کرنا۔

دوم: ان مقامات سے تبرک حاصل کرنا جہاں نبی ﷺ چلے ہوں، یا وہاں سے گزرے ہوں، یا بیٹھے ہوں؛ جیسے غارِ حراء، یا غارِ ثور، یا جبلِ اُحد، یا اس کے علاوہ کوئی اور جگہ۔ایسے مقامات سے تبرک حاصل کرنے، یا وہاں نماز پڑھنے، یا زیارت کرنے کی مشروعیت ثابت نہیں، نہ نبی ﷺ کے زمانے میں، نہ آپ کے خلفائے راشدین کے زمانے میں، بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جو حدیبیہ میں تھا، جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی، جب انہوں نے لوگوں کو اس سے تبرک حاصل کرتے دیکھا (ابن ابی شیبہ: ۲/۷۳، طبقات ابن سعد: ۲/۱۰۰)۔

سوم: نبی ﷺ کی قبر سے تبرک حاصل کرنا، وہاں کا سفر کرنا، اور وہاں بعض لوگوں کا منکر کام کرنا جیسے آپ کو پکارنا، یا دعا یا شفاعت طلب کرنا، یا قبر کی دیواروں کو چھونا، یا انہیں بوسہ دینا، یا نماز میں اس کی طرف رُخ کرنا، یا وہاں کچھ عبادات کرنا جیسے قرآن کی تلاوت، اذکار، اور ان جیسے اعمال۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی عبادت کی جائے" (بخاری: ۴۳۷، مسلم: ۵۳۰)۔ اور فرمایا: "رخت سفر باندھنا صرف تین مسجدوں کے لیے ہے: مسجدِ حرام، میری یہ مسجد، اور مسجدِ اقصیٰ" (بخاری: ۱۱۸۹، مسلم: ۱۳۹۷)۔

بدھ: مجلس فقہ

مستحب صدقہ

❖ صدقہ کی فضیلت:

اسلام کے محاسن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے زکاۃ فرض کرنے کے ساتھ ساتھ مستحب صدقہ بھی مشروع کیا ہے، جو ہر وقت مشروع ہے اور ہر میسر چیز سے اسے ادا کرنا صحیح ہے، اس کی فضیلت اور بڑے اجر کے بارے میں دلائل بکثرت اور مسلسل آئے ہیں:

- اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (اور اگر تم صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو) [البقرۃ:۲۸۰]۔
- اور فرمایا: ﴿مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے، تو وہ اس کے لیے اس کو کئی گنا بڑھادے؟ اور اللہ ہی تنگی اور کشادگی دیتا ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) [البقرۃ:۲۴۵]۔
- نبی ﷺ نے فرمایا: "صدقہ گناہ کو مٹادیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھادیتا ہے" (ترمذی:۲۶۱۶)۔
- اور فرمایا: "کوئی شخص اپنی کمائی سے کھجور بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے، پھر اسے ایسے بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر یا اس سے بھی بڑا ہو جاتا ہے" (بخاری:۱۴۱۰، مسلم:۱۰۱۴)۔

❖ صدقہ کے افضل پہلو:

○ پوشیدہ صدقہ علانیہ صدقہ سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے) [البقرۃ:۲۷۱]۔ اور یہ ریاکاری سے زیادہ دور ہوتا ہے، الا یہ کہ علانیہ صدقہ دینے میں کوئی مصلحت ہو اور اپنے اوپر ریا کا اندیشہ نہ ہو۔

○ صحت کی حالت میں صدقہ کرنا بیماری کی حالت کے صدقے سے افضل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا کہ جب نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا صدقہ سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ صدقہ جو تندرستی کی حالت میں ہو جبکہ تجھ پر مال کی حرص کا بھی غلبہ ہو، تجھے تونگری کی خواہش بھی ہو اور ناداری کا اندیشہ بھی" (بخاری:۱۴۱۹، مسلم:۱۰۳۲)۔

○ فضیلت والے زمانوں اور مقامات میں صدقہ افضل ہے — جیسا کہ حدیث میں آیا: "رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخاوت والے تھے، اور رمضان میں سب سے زیادہ جود و سخا کرتے تھے۔" (بخاری: ۳۲۲۰، مسلم:۲۳۰۸)۔

○ ضرورت کے وقت صدقہ افضل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ، يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ (یا فاقے کے دن، کسی قریبی یتیم، یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا) [البلد: ۱۴-۱۶]۔

○ رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر صدقہ کرنا دور کے لوگوں سے افضل ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کی وصیت کی اور ان کے لیے ان کے قریبی کے مال میں حق مقرر فرمایا، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ﴾ (رشتہ دار کو اس کا حق دو) [الاسراء: ۲۶]۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: "تمہارا صدقہ مسکین پر صدقہ ہے، اور رشتہ دار پر صدقہ اور صلہ رحمی دونوں ہے۔" (ابوداود: ۲۸۳۹، ترمذی: ۶۵۸)۔

جمعرات: مجلس سیرت

دلائل نبوتﷺ

نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل پر گفتگو کئی صفحات اور متعدد جلدیں بھر دے گی، کیونکہ اللہ کی سنت تمام انبیاء کے بارے میں یہی ہے کہ وہ ان کی معجزات کے ذریعہ مدد کرتا ہے، چنانچہ اللہ نے کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اسے ایسی چیزیں دیں جن سے ان کی رسالت ثابت ہو، ان کے مخالفین کو چیلنج کیا جائے اور ان کے ذریعہ رسول کی صداقت کو ثابت کیا جائے۔ ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت کے جو دلائل ائمہ نے جمع کئے ہیں وہ ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔

اور ان میں سب سے عظیم **(قرآنِ مجید)** ہے، باطل جس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، یہ اللہ حکیم وحمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، یہ سب سے بڑا معجزہ، سب سے روشن نشانی، اور سب سے واضح حجت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی کو ایسی نشانیاں دی گئی کہ ان جیسی نشانیوں پر لوگ ایمان لے آئیں، اور مجھے جو دیا گیا وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی، اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے" (بخاری: ۷۲۷۴، مسلم: ۱۵۲)۔

❋ قرآن کا اعجاز دو اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے: معنی کے اعتبار سے اور لفظ کے اعتبار سے۔

معنی کے اعتبار سے اس طرح کہ: اس میں کامل ہم آہنگی، حکمت، رحمت، مصلحت، اچھی عاقبت، بلند مقاصد کا حصول، اور تمام مفاسد کا ابطال ہے۔ یہ ہر خیر اور بھلائی کا حکم دیتا ہے اور ہر شر اور فساد سے روکتا ہے؛ یہ اللہ کی توحید کا حکم دیتا ہے اور شرک سے منع کرتا ہے، سچائی کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ سے منع کرتا ہے، عدل کا حکم دیتا ہے اور ظلم سے روکتا ہے، امانت کا حکم دیتا ہے اور خیانت سے روکتا ہے، وفا کا حکم کرتا ہے اور غداری سے روکتا ہے، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے اور ان کی نافرمانی سے منع کرتا ہے، صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور قطع رحمی سے منع کرتا ہے، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا اور برے برتاؤ سے روکتا ہے۔

لفظ کے اعتبار سے اس طرح کہ: یہ فصاحتِ کلام کی انتہا پر ہے، جس کے پاس زبان کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی، قرآن کی تعظیم بھی اتنی ہی زیادہ کرے گا، نبی ﷺ نے اپنے زمانے کے تمام ماہرین زبان کو اس قرآن عظیم سے چیلنج کیا، حالانکہ وہ آپ کے شدید دشمن تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے، کہ وہ اس جیسا قرآن لے کر آئیں، اور انہیں خبر دی کہ وہ کبھی اس کی طرح نہیں لا سکتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ * فَلْيَأْتُوا

بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ﴾(کیا یہ کہتے ہیں کہ اِس شخص نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لانا چاہتے، اگر یہ اپنے اِس قول میں سچے ہیں تو اِسی شان کا ایک کلام بنالائیں)[الطور:۳۳-۳۴]۔

بلکہ جن وانس سب کو چیلنج دیا کہ وہ اس جیسا قرآن لے آئیں، مگر وہ عاجز آ گئے، جیسا کہ فرمایا: ﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾(کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں)[الاسراء:۸۸]۔

پھر انہیں اس کے جیسی دس سورتیں لانے کا چیلنج دیا: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾(کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے؟ کہو، "اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنالاؤ اور اللہ کے سوا اور جو جو (تمہارے معبود) ہیں اُن کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو تو بلالو اگر تم (انہیں معبود سمجھنے میں) سچے ہو)[ھود:۱۳]۔تو وہ اس سے بھی عاجز آ گئے۔

پھر ایک ہی سورت لانے کا چیلنج دیا: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾(کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے؟ کہو: اگر تم اپنے اس الزام میں سچّے ہو تو ایک سُورۃ اس جیسی تصنیف کر لاؤ اور ایک اللہ کو چھوڑ کر جس جس کو بُلا سکتے ہو مدد کے لیے بُلا لو)[یونس:۳۸]۔

یہ سب چیلنج مکہ میں ہوا، پھر مدینہ میں دوبارہ چیلنج دیا اور "لن" کا لفظ استعمال کیا جو مستقبل میں بھی نفی کے لیے آتا ہے، تاکہ یہ واضح کر دے کہ وہ نہ اب اس کا جواب لا سکتے ہیں اور نہ آئندہ کبھی لا سکیں گے: ﴿وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ * فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾(اور اگر تمہیں اِس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو، مدد لے لو، اگر تم سچے ہو (۲۳) تو یہ کام کر کے دکھاؤ، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو مہیا کی گئی ہے منکرین حق کے لیے)[البقرۃ:۲۳-۲۴]۔

ایسا چیلنج تو وہی دے سکتا ہے جسے پورا یقین ہو کہ جو کلام وہ لایا ہے وہ رب العالمین کا کلام ہے، جس کے کسی حصے سے بھی مشابہ مخلوق کا کلام نہیں ہو سکتا۔(البدایہ والنہایہ:۸/۵۴۰)۔

ہفتہ: درس صحابہ

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

سلمان فارسی، کنیت: ابو عبداللہ، اصل وطن فارس۔ اسلام سے پہلے ان کا نام روزبہ بن بوذخشان تھا۔

❖ سیرت اور فضائل:

یہ سلمان الخیر ہیں، جو فارس والوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے، نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ آپ کی صحبت میں رہے، آپ کی خدمت کی، آپ سے حدیثیں روایت کیں۔

سلمان رضی اللہ عنہ لمبے قد، مضبوط جسم والے، ہوشیار، مضبوط ارادے والے، بہترین عقل اور درست رائے رکھنے والے، اور آسمانی شریعتوں کا وسیع علم رکھنے والے تھے۔

انہوں نے زہد بھری زندگی گزاری، دنیا میں قناعت اختیار کی، اور عبادت میں مشغول رہے۔ جب بیت المال سے ان کا وظیفہ آتا —— جو کہ پانچ ہزار تھا —— تو سب صدقہ کر دیتے اور اپنے ہاتھ سے کماتے (اسد الغابہ: ۴۲۰/۲)۔ وہ کہا کرتے: "میں ایک ٹوکری ایک درہم میں خریدتا ہوں، اسے تیار کرکے تین درہم میں بیچتا ہوں، پھر ایک درہم اسی میں لگا دیتا ہوں، ایک درہم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہوں، اور ایک درہم صدقہ کر دیتا ہوں۔" (طبرانی: ۶۱۱۰)۔

سلمان رضی اللہ عنہ حق کی تلاش میں اپنی منفرد داستان کی وجہ سے مشہور ہیں، انہوں نے اپنی قوم کے دین مجوسیت کو چھوڑ دیا اور سچا دین تلاش کرنے کے لیے کئی ملکوں کا سفر کیا، اہلِ کتاب کے علما کی تلاش میں رہے، اور سفر کی مشقتیں اور دھوکے برداشت کیے، یہاں تک کہ ایک عالم نے انہیں عرب میں مبعوث ہونے والے ایک نبی کے ظہور کی خبر دی۔

سلمان نے بنی کلب کے ایک گروہ سے کہا کہ وہ انہیں عرب لے جائیں، بدلے میں اپنی گائیں اور بکریاں دے دیں، وہ راضی ہو گئے، مگر بعد میں دھوکا دے کر انہیں وادی القری کے ایک یہودی کو بیچ دیا، پھر ایک اور یہودی نے انہیں بنی قریظہ میں سے خرید لیا اور اپنے وطن مدینہ لے گیا، جب نبی ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو سلمان نے آپ کی خبر سنی اور تیزی سے آپ کے پاس پہنچ کر ایمان لے آئے (احمد: ۲۳۷۳۷)۔

غلام ہونے کی وجہ سے بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکے، پھر انہوں نے اپنی آزادی کے لیے مکاتبت کی، تو نبی ﷺ نے اس میں ان کی مدد فرمائی۔ان کا پہلا غزوہ جس میں وہ نبی ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے غزوہ خندق تھی، جس میں انہوں نے خندق کھودنے کا حکیمانہ مشورہ دیا، پھر باقی تمام غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔

نبی ﷺ نے ان کے ایمان کی سچائی اور قوت کی تعریف کرتے ہوئے ایک مرتبہ اپنا ہاتھ ان پر رکھا اور فرمایا: "اگر ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو ان میں سے کچھ لوگ ضرور اسے حاصل کر لیں گے۔" (بخاری: ۴۸۹۷، مسلم: ۲۵۴۶)۔

جب وہ بیمار ہوئے تو سعد بن مالک کوفہ سے ان کی عیادت کے لیے آئے، تو سلمان سکرات موت میں رو رہے تھے۔ سعد نے کہا: اے میرے بھائی! تمہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت یاد نہیں؟ کیا تمہیں نیک اعمال یاد نہیں؟ انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! میں نہ دنیا کی محبت میں رو رہا ہوں اور نہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہوئے۔" سعد نے کہا: "تو پھر کس لیے رو رہے ہو، جب کہ تم (تقریباً) اسی برس کے ہو؟" انہوں نے کہا: "مجھے اس بات کا رونا ہے کہ میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا کہ دنیا میں تم میں سے کسی کا سامان مسافر کی زادراہ کے برابر ہونا چاہیے، اور ہمیں ڈر ہے کہ ہم نے اس سے تجاوز کیا ہے۔" (احمد: ۴۳۸/۵)۔

❖ وفات:

سلمان رضی اللہ عنہ نے مدائن میں، خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر تقریباً اسی برس تھی۔

	اکتالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(انفطرت) کا کیا معنی ہے؟		ا
	[ا] پھٹ جائے گا	[ب] گرجائے گا	[ج] پلٹ دیا جائے گا
مجلس حدیث	سوال: نبی ﷺ نے بتایا کہ مومن اپنے حسن اخلاق سے......کا درجہ پاجاتا ہے۔		ب
	[ا] شہید	[ب] صائم اور قائم	[ج] صدیقین
مجلس عقیدہ	سوال: ممنوع تبرک کی مثال ہے:		ج
	[ا] نبی ﷺ کے بال سے صحابہ کا تبرک لینا	[ب] قرآن کی تلاوت سے تبرک لینا	[ج] شخصیات کو چھو کر تبرک لینا
مجلس فقہ	سوال: صدقہ کے فضائل میں سے ہے کہ وہ:		ج
	[ا] گناہ کا مقابلہ کرتا ہے	[ب] گناہ کو کمزور کرتا ہے	[ج] گناہ کو ختم کرتا ہے
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ کی نبوت کے جو دلائل ائمہ نے جمع کئے ہیں وہ........سے زیادہ ہیں۔		ج
	[ا] ۵۰ دلائل	[ب] ۱۰۰ دلائل	[ج] ۱۰۰۰ دلائل
درس صحابہ	سوال: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے کس غزوہ میں شریک ہوئے؟		ب
	[ا] احد	[ب] خندق	[ج] تبوک

بیالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃالتکویر(۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (١) وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ (٢) وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (٣) وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (٤) وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (٥) وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (٦) وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (٧) وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ (٨) بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (٩) وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (١٠) وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ (١١) وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ (١٢) وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ (١٣) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا أَحْضَرَتْ (١٤)﴾

[جب سورج لپیٹ لیا جائے گا(۱)اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گی(۲)اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے(۳) اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں(۴)اور جب وحشی جانور اکھٹے کیے جائیں گے(۵)اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے(۶)اور جب جانیں (جسموں سے) ملادی جائیں گی(۷)اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا(۸) کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟(۹)اور جب نامہ اعمال کھول دیے جائیں گے(۱۰)اور جب آسمان کی کھال اتارلی جائے گی(۱۱)اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی(۱۲)اور جب جنت نزدیک کردی جائے گی(۱۳)تو اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ہو گا(۱۴)]۔

❖ سورہ کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جسے اچھا لگے کہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گو یا وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ سورہ تکویر اور سورہ انفطار پڑھے‘‘(ترمذی:۳۳۳۳،احمد:۴۸۰۶)۔

❖ سورہ کا مضمون:

نفسوں کو بعث بعد الموت،اور اس وقت کائنات کا نظام درہم برہم ہونے کی یاددہانی۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

كُوِّرَتْ: لپیٹ دیا جائے گا،اور اس کی روشنی چلی جائے گی۔

انْكَدَرَتْ: گرپڑیں گے،اوراس کی روشنی چلی جائے گی۔

الْعِشَارُ: گابھن اونٹنیاں۔

عُطِّلَتْ: بھلادی جائیں گی،اور چھوڑدی جائیں گی۔

حُشِرَتْ: اکھٹا کئے جائیں گے،تاکہ ان میں سے بعض بعض سے بدلہ لے۔

سُجِّرَتْ: دہکائی جائے گی یہاں تک کہ وہ آگ بن جائے گی۔

زُوِّجَتْ: اپنے جیسوں سے ملادیے جائیں گے۔

الْمَوْءُودَةُ: زندہ درگور کی گئی بچی۔

الصُّحُفُ: بندوں کے نامہ اعمال۔

نُشِرَتْ: کھول دیے جائیں گے اور پھیلادیے جائیں گے۔

كُشِطَتْ: اکھیڑدیے جائیں گے اور نکال لئے جائیں گے۔

سُعِّرَتْ: دہکائی جائے گی۔

أُزْلِفَتْ: قریب کردی جائے گی۔

أَحْضَرَتْ: جو خیر یا شر کیا ہو گا۔

❖ اجمالی معنیٰ:

سورہ التکویر مکی سورہ ہے۔اس میں قیامت اور مضبوطی کے بعد کائنات کے بکھرنے،اور آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر اور جانوروں کے ساتھ جو ہو گا اس منظر کشی ہے؛ پھر اس کے بعد انسان الگ الگ ہو جائیں گی؛ نیک لوگ اپنے جیسے نیکوں کے ساتھ اور بدکار بدکاروں کے ساتھ اکٹھے کیے جائیں گے۔اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنی آخرت کے کیا پیش کیا ہے اور وہاں کون سا خیر یا شر ساتھ لے کر آیا۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) قیامت کے دن اور اس کی ہولناکیوں کی یاد دہانی؛ تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں اور نیک عمل کے ذریعے تیاری کریں۔

٢) اس بات کی یاد دہانی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کو شمار کرتا ہے،اس کے فرشتے انہیں لکھتے ہیں،اور ہر شخص اپنانامۂ اعمال دیکھے گا۔

٣) جہنم کو جہنمیوں کے لیے تیار کیا جائے گااور اسے دہکایا جائے گا،اور جنت کو جنتیوں کے لئے تیار کیا جائے گااور اسے قریب کردیا جائے گا۔

٤) دنیا میں بعض دلوں کا بعض سے جڑنا آخرت میں ان کے جمع ہونے کا سبب ہوگا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾،اور نبی ﷺ نے فرمایا:"آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے"(بخاری:٦١٦٨،مسلم:٢٦٤٠)۔

پیر: مجلس حدیث

صدقہ اور اچھی گفتگو کی ترغیب

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم میں ہر ہر فرد سے اس طرح کلام کرے گا کہ اسکے اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پھر وہ دیکھے گا تو اس کے سامنے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ پھر وہ آگے دیکھے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی، لہذا تم میں سے جو آگ سے بچنے کی طاقت رکھتا ہو تو ضرور بچے، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو، پس جو یہ بھی نہ پائے تو اچھی گفتگو سے " (بخاری: ۶۵۳۹، مسلم: ۱۰۱۶)۔

❖ شرح:

یہ ایک عظیم حدیث ہے، اس میں باری تعالی کی اس عظمت کا تذکرہ ہے، عقلیں جس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور نہ ہی زبانیں اس کی تعبیر کر سکتی ہیں؛ نبی ﷺ نے خبر دی کہ براہِ راست، بغیر کسی ترجمان اور بغیر کسی واسطہ کے تمام مخلوق سے اللہ کلام کرے گا، اور ان سے ان کے تمام اعمال کے بارے میں سوال کرے گا، اور اس حال میں بندے کے ساتھ نہ کوئی مددگار ہوگا، نہ کوئی پشت پناہ، نہ مال، نہ اولاد؛ پس وہ اللہ کے پاس اکیلا آئے گا جیسے اس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا، اور اس کے ارد گرد اس کے اعمال ہونگے جو دائیں بائیں سے خیر یا شر کا بدلہ چاہ رہے ہوں گے، اور جہنم اس کے سامنے ہوگی، جس سے اسے ضرور گزرنا ہوگا، اور اس سے نجات کی کوئی راہ نہیں ہوگی سوائے اللہ کی رحمت کے، پھر اس کے بعد نجات دلانے والے وہ اعمال ہوں گے جو اس نے کیے ہوں گے؛ اسی لیے نبی ﷺ نے اپنی امت کو آگ سے بچنے کی ترغیب دی گرچہ کسی بہت چھوٹی چیز سے؛ جیسے کھجور کے آدھے ٹکڑے کا صدقہ کر کے، اور جسے یہ بھی میسر نہ ہو وہ اچھی بات کر کے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) حساب وکتاب کے لئے موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، اور لوگوں کا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا اثبات۔

۲) حساب وکتاب کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کلام کرنے کا اثبات۔

٣) جہنم سے نجات دینے والی سب سے بڑی چیزوں میں سے ہے مخلوقات کے ساتھ احسان کرنا، چاہے وہ تھوڑی ہی ہو؛ جیسے کھجور کے ٹکڑے دینا یا اچھی بات کہنا۔

٤) صدقہ اگرچہ کم ہو، آگ سے بچاتا ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جہنم سے بچو گرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ''۔

٥) اچھی گفتگو ہر اُس بات کو شامل ہے جو دلوں کو خوش کرے اور سینوں کو کھول دے۔

٦) اچھی گفتگو میں لوگوں کو نصیحت کرنا بھی داخل ہے، کہ اُنہیں وہ چیزیں سکھائی جائیں جنہیں وہ نہیں جانتے، اور ان کے دینی ودنیوی فائدوں کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے۔

منگل: مجلس عقیدہ

مشروع تبرک

مشروع تبرک: وہ تبرک ہے جو کتاب وسنت میں ثابت ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کے کئی طریقے اور مختلف وسائل ہیں، جو اللہ تعالی کے حکم سے جو تبرک حاصل کرنے والے پر اثر انداز ہوں گے، اور اس کے لیے دین، رزق، عافیت، وقت اور اولاد میں نفع دیں گے۔

٭ اس مشروع تبرک کی بہت سی مثالیں ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اول: اللہ تعالی کے ذکر سے تبرک حاصل کرنا؛ جیسے اقوال و اعمال کی ابتدا میں اللہ کا نام لینا، نبی ﷺ پر درود بھیجنا، دن اور رات کے اذکار، اور اس طرح کے دیگر اذکار جو کتاب و سنت میں بہ کثرت موجود ہیں، اور یہ ان سب میں سب سے بڑی ہے جن سے برکت کی امید رکھی جاتی ہے، اور جو شخص ذکر کرتا ہے، اسے گناہوں کی معافی، جنت میں داخلہ، مشکلات کا حل، رزق اور اولاد کی کثرت، اور بیماریوں و امراض سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

دوم: درست طریقے پر ان جگہوں سے تبرک حاصل کرنا جس کی برکت قرآن و سنت سے ثابت ہے، چنانچہ برکت والی جگہیں جیسے: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد الاقصی، اور دیگر مساجد، ان سے تبرک حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں نماز پڑھی جائے، مجالس ذکر میں شرکت کی جائے، قرآن کی تلاوت اور اس میں تدبر کیا جائے، اور شرعی علم حاصل کیا جائے۔ نہ کہ ان کے پتھروں، مٹی، دروازوں یا کھڑکیوں کو چھونے یا چومنے سے تبرک حاصل کیا جائے۔

کعبہ سے تبرک حاصل کرنا اس کے گرد طواف کرنے، نماز اور دعا میں اس کی جانب رخ کرنے سے ہوگا، نہ کہ اس کے کپڑے یا کسی چیز کو چھونے سے، چنانچہ کعبہ میں صرف دونوں یمانی رکن کا استلام کیا جائے گا، جیسا کہ صحیح سنت میں ثابت ہے (بخاری:۱۶۰۶، مسلم:۱۳۶۸)۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: "حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوڑ کر زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں جسے چومنا، یا چھونا مشروع ہے، یا جہاں پر گناہ اور معصیت جھڑتے ہوں" (زاد المعاد:۱/۴۸)۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے فرمایا: "مقام ابراہیم یا کعبہ کی دیواروں یا غلاف کو چھونا، یہ سب چیزیں جائز نہیں، اور اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اور نبی ﷺ نے ایسا نہیں کیا" (مجموع الفتاوی:۱۷/۲۲۱)۔

سوم: مشروع تبرک کی مثالوں میں سے ہے: برکت والے اوقات سے تبرک حاصل کرنا، جنہیں اللہ تعالی نے خاص فضل اور برکت سے نوازا ہے؛ جیسے ماہ رمضان، شب قدر، رات کا آخری تہائی حصہ، اور ذی الحجہ کے دس دن۔ جو شخص ان اوقات میں نیکی اور عبادت کی کوشش کرے گا، اسے عظیم بھلائیاں اور برکتیں نصیب ہوں گی۔

چہارم: ان کھانوں اور مشروبات میں برکت طلب کرنا جن کی برکت اور افادیت نصوص میں ثابت ہے، جیسے: زیتون کا تیل، شہد، آب زمزم، اور مدینہ کی عجوہ کھجور۔

بدھ: مجلس فقہ

صدقہ کے آداب

صدقہ کے وہ آداب جن پر توجہ دینا ضروری ہے، درج ذیل ہیں:

١. صدقہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے، جس میں ریا یا شہرت کی آمیزش نہ ہو؛ تاکہ اس کا بڑا ثواب ملے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دگنا لاوے اور اگر اس پر بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے) [البقرہ: ٢٦٥]۔

٢. نیکی اور بھلائی کے کاموں میں زیادہ خرچ کرنا چاہیے، یہ مال میں اضافے اور کثرت کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب لوگ صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں، ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا کر۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! کنجوس کو تباہی و بربادی سے دوچار کر" (بخاری: ١٤٤٢، مسلم: ١٠١٠)۔

٣. رکاوٹیں آنے سے پہلے صدقہ میں جلدی کرنا چاہیے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی پر موت آجائے اور وہ کہے: اے میرے رب! کیوں نہ مجھے کچھ وقت اور دے دیا جاتا تاکہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا) [المنافقون: ١٠]۔

٤. صدقہ حلال اور پاکیزہ مال سے ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ پاک ہے، وہ صرف پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے" (مسلم: ١٠١٥)۔

٥. صدقہ عمدہ مال سے ہونا چاہیے جو انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴾ (جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز

سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کروگے ہر گز بھلائی نہ پاؤ گے، اور تم جو خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے)[آل عمران: ۹۲]۔

٦. تکبر اور خود پسندی سے بچنا چاہیے، اور زیادہ طلب کرنے لئے نہیں خرچ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ (اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر)[المدثر: ۵]۔

٧. صدقہ کو باطل کرنے والی چیزوں سے بچنا چاہیے، جیسے احسان جتلانا یا نقصان پہنچانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو! جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر)[البقرہ: ۲٦٤]۔

٨. چپکے سے صدقہ کرنا چاہیے، اور اسے صرف شریعت کے مقصد کے لیے ہی ظاہر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (اگر تم صدقے خیرات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم اسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹادے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے)[البقرہ: ۲۷۱]۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: "سات لوگ ہیں جنہیں اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا اس دن جب اس کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا..." اس میں ہے: "ایک شخص نے صدقہ دیا اور اسے چھپایا، یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہ جانا کہ اس نے داہنے ہاتھ سے کیا خرچ کیا" (بخاری: ٦٦٠، مسلم: ۱۰۳۱)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

❋ آپ ﷺ کی نشوونما اور سیرت:

نبوّت کے دلائل میں سے ہے: آپ ﷺ کی پاکیزہ نشوونما اور نفیس سیرت؛ آپ ایسی قوم میں پیدا ہوئے جو آپ کے نسب، سیرت، اور آپ کے آگے پیچھے تمام پہلو کو جانتی تھی، چنانچہ اس کے نزدیک آپ ﷺ ہمیشہ صداقت، امانت، نیکی، ہدایت، اعلی اخلاق، عدل، حیاء، اور دیگر خوبیاں جو صرف آپ میں جمع تھیں ان سے مشہور رہے، اور آپ کے قول، فعل یا اخلاق میں کوئی کمی یا عیب نہیں ملا، اور نہ آپ سے کبھی کسی جھوٹ، ظلم، اور فحش کا تجربہ نہیں ہوا۔

پھر نبوّت نے آپ کے کمالات میں مزید اضافہ کیا، آپ انتہائی بلند مقام پر پہنچ گئے جس کا نظیر عقل والے نہ پاسکے، اسی طرح انہوں نے نہیں دیکھا کہ کوئی آپ کے جیسے اللہ کی عبادت کرنے والا، اللہ سے ڈرنے والا، اس کی طرف دعوت والا، مخالفین کی اذیت پر صبر و تحمل کرنے والا، دنیا سے بے رغبتی رکھنے والا، اور اس کی چکا چوندھ سے کنارہ کش رہنے والا ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: "مجھے اللہ کی راہ میں ایسا ڈرایا گیا کہ اس طرح کسی کو نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کی راہ میں مجھے ایسی تکلیفیں پہنچائی گئی ہیں کہ اس طرح کسی کو نہیں پہنچائی گئیں، مجھ پر مسلسل تیس دن ورات گزر جاتے اور میرے اور بلال کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوتا کہ جسے کوئی جاندار کھائے سوائے تھوڑی سی چیز کے جسے بلال اپنی بغل میں چھپا لیتے تھے" (ترمذی: ۲۴۷۲)۔

عقل یہ سمجھتی ہے کہ یہ چیز محال ہے کہ جس شخص نے کسی مخلوق کے سلسلے میں ادنی سا بھی جھوٹ نہ بولا ہو، تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ چالیس سال کے بعد رب العالمین پر جھوٹ باندھے؟

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ کی سیرت، اخلاق، اقوال اور افعال آپ کی نشانیوں میں سے ہیں، یعنی آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہیں۔ آپ کی شریعت بھی آپ کی نشانیوں میں سے ہے، آپ کی امت بھی آپ کی نشانیوں میں سے ہے، اور آپ کی امت کا علم بھی آپ کی نشانیوں میں سے ہے، اور آپ کا دین بھی آپ کی نشانیوں میں سے ہے، اور آپ کی امت کے صالحین کی کرامات بھی آپ کی نشانیوں میں سے ہیں، پیدا ہونے سے لے کر

بعثت تک، بعثت سے لے کر وفات تک آپ کی سیرت پر غور کرنے، اور آپ کے نسب، شہر اور اصل پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے؛ کیونکہ آپ زمین کے سب سے اعلیٰ نسب والے لوگوں میں سے تھے، اور اس نسب کا تعلق ابراہیم علیہ السلام کی خالص نسل سے تھا، جس میں اللہ نے نبوت اور کتاب رکھی تھی، ابراہیم کے بعد کوئی نبی نہیں آیا مگر اسی نسل سے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے دیئے: اسماعیل اور اسحاق، اور ان دونوں کا تورات میں ذکر آیا۔ اور تورات میں اسماعیل کی نسل سے آنے والے کے بارے میں خوشخبری دی گئی، اسماعیل کی نسل میں جو نبوت کی بشارتیں دی گئی تھیں، وہ سب کے سب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی میں ظاہر نہیں ہوئیں۔ ابراہیم نے اولاد اسماعیل کو یہ دعا دی کہ ان میں سے ایک رسول بھیجے، پھر ابراہیم کی نسل سے چنیدہ قبیلہ قریش سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، قریش میں سے چنیدہ بنو ہاشم ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق تھا، آپ مکہ، ام القریٰ اور اس گھر کے شہر سے ہیں جسے ابراہیم نے بنایا اور لوگوں کو اس کے حج کی دعوت دی، ابراہیم کے دور سے اس کا حج برابر ہوتا رہا، اور اس کا ذکر انبیاء کی کتابوں میں بہترین وصف کے ساتھ کیا گیا" (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح: ۵/۴۳۷)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

سلمہ بن عمرو بن سنان الاسلمی، کنیت: ابو مسلم۔

وہ ہجرت سے چند سال قبل پیدا ہوئے۔

❖ سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ بہت سخی، نیک، فاضل، بہادر، تیز دوڑنے والے، اور درست نشانہ باز تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا، انہوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی، اور ان کا نام غزوہ ذی قرد میں نمایاں ہوا، جب نبی ﷺ کی اونٹنیوں کو پکڑا گیا تو وہ اکیلے دشمن کے پیچھے دوڑتے رہے اور انہیں پتھروں اور تیر سے نشانہ بناتے رہے، یہاں تک کہ دشمن کو تھکا دیا، اور آپ کہتے جاتے تھے:

"میں ابن اکوع ہوں... اور آج کمینوں کی بربادی کا دن ہے"

اور انہوں نے اونٹنیوں کو دشمن کے قبضے سے آزاد کرا لیا (بخاری: ۳۰۴۱)۔

غزوہ خیبر میں ان کی ٹانگ پر چوٹ لگی، تو وہ نبی ﷺ کے پاس گئے، نبی ﷺ نے ان پر تین دفعہ پھونکا، اور اس کے بعد اس میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی (بخاری: ۴۲۰۶)۔ انہوں نے غزوہ مؤتہ میں بھی عظیم کارنامے انجام دیے، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے اس دن ان کے بارے میں فرمایا: "ہمارے سب سے بہتر گھڑ سوار ابو قتادہ ہیں، اور ہمارے سب سے بہتر پیادہ سلمہ بن اکوع ہیں"، اور اس جنگ میں انہیں پیادہ اور گھڑ سوار دونوں کا حصہ دیا گیا (ابن حبان: ۷۱۷۵)۔

❖ وفات:

آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں، سنہ ۷۴ھ میں وفات پائی، اور اس وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔

	بیالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(العشار) کا کیا معنی ہے؟		ب
	[ا] خچر	[ب] گابھن اونٹنیاں	[ج] گھوڑے
مجلس حدیث	سوال: جو کوئی چیز صدقہ دینے کے لئے نہ پائے وہ....سے صدقہ کرے۔		ج
	[ا] اپنے اہل کا کھانا	[ب] قرض	[ج] اچھی بات
مجلس عقیدہ	سوال: جن کھانے پینے کی چیزوں کا نفع نصوص سے ثابت ہے ان سے تبرک لینا:		ا
	[ا] مشروع تبرک ہے	[ب] ممنوع تبرک ہے	[ج] مکروہ تبرک ہے
مجلس فقہ	سوال: صدقہ کو باطل کرنے والی چیزوں میں سے ہے:		ج
	[ا] اس کا تھوڑا ہونا	[ب] لوگوں کا اسے جان لینا	[ج] اس کا احسان جتلانا
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے:		ج
	[ا] آپ کے قریبی صحابی کا اسلام لانا	[ب] آپ کی امت کی عمر کم ہونا	[ج] آپ کی پاکیزہ نشوونما اور نفیس سیرت
درس صحابہ	سوال: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا نام کب نمایاں ہوا؟		ا
	[ا] غزوہ ذی قَرد	[ب] ذی قار کے دن	[ج] زلاقہ کے معرکے میں

تینتالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من المواد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ التکویر (۲)

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (١٥) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (١٦) وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ (١٧) وَالصُّبْحِ إِذَا
تَنَفَّسَ (١٨) إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (١٩) ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (٢٠) مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (٢١)
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (٢٢) وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ (٢٣) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (٢٤) وَمَا هُوَ
بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ (٢٥) فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ (٢٦) إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (٢٧) لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ
يَسْتَقِيمَ (٢٨) وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (٢٩)﴾

[[میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے (۱۵) چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی (۱۶) اور رات کی جب جانے لگے (۱۷) اور صبح کی جب چمکنے لگے (۱۸) یقیناً یہ ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا ہے (۱۹) جو قوت والا ہے، عرش والے (اللہ) کے نزدیک بلند مرتبہ ہے (۲۰) جس کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے امین ہے (۲۱) اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے (۲۲) اس نے اس (فرشتے) کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے (۲۳) اور یہ غیب کی باتوں کو بتلانے میں بخیل بھی نہیں (۲۴) اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں (۲۵) پھر تم کہاں جارہے ہو (۲۶) یہ تو تمام جہان والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے (۲۷) (بالخصوص) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے (۲۸) اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے (۲۹)]]۔

❖ آیات کا مضمون:

قرآن کریم کی عظمت کا بیان۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

فَلَا أُقْسِمُ: میں قسم کھاتا ہوں، لام تاکید کے لئے ہے۔

بِالْخُنَّسِ: وہ ستارے جن کی روشنی دن میں چھپی رہتی ہے۔

الْجَوَارِ: اپنے سیاروں میں جاری رہنے والے ستارے۔

الْكُنَّسِ: اپنے برجوں میں چھپنے والے ستارے۔

عَسْعَسَ: اپنی تاریکی کے ساتھ آئے اور جائے۔

تَنَفَّسَ: اس کی روشنی ظاہر ہو کر پھیل جائے۔

رَسُولٍ كَرِيمٍ: جبریل علیہ السلام۔

مَكِينٍ: اللہ کے نزدیک بلند مقام والے۔

وَلَقَدْ رَآهُ: ہمارے نبی ﷺ نے جبریل کو ان کی اصل شکل میں دیکھا۔

ثَمَّ: وہاں آسمانوں میں۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ: محمد ﷺ۔

بِضَنِينٍ: وحی کو پہنچانے میں بخیل نہیں ہیں۔

رَجِيمٍ: اللہ کی رحمت سے دھتکارا ہوا۔

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ: تمہاری عقلیں تمہیں کہاں لے جا رہی ہیں؟

❖ اجمالی معنی:

ان آیات میں اللہ عزوجل نے قسم کھائی ہے ستاروں کی جب وہ چھپ جاتے ہیں اور حرکت کرتے ہیں، رات کی جب وہ آتی ہے، اور صبح کی جب وہ نمودار ہوتی ہے، اس بات پر کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب اور وحی ہے، جسے جبرائیل لے کر نازل ہوئے، جو امانت، طاقت اور بلند مرتبہ والے ہیں، تاکہ یہ انسانوں کے لیے نصیحت بنے۔ ہمارے نبی ﷺ نے اسے لیا اور بالکل ویسے ہی پہنچایا جیسا اتارا گیا، ان کی عقل کو متہم نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ان کے دشمن کہتے ہیں، بلکہ وہ عقل میں سب سے بہتر تھے، اور اسے پہنچانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا انہوں نے اس پر کبھی کسی دن بدلہ نہیں مانگا، نہ ہی آپ ﷺ نے ایسا کلام پیش کیا جو شیاطین یا جادوگروں کے کلام جیسا ہو؛ کیونکہ ان کی فطرت فساد پھیلانا اور گمراہ کرنا ہے، اور یہ نبی ﷺ تو ہدایت، نور، نیکی اور بھلائی لے کر آئے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) قرآن مجید کی عظمت؛ کیونکہ یہ سب سے افضل کتاب ہے، جسے لے کر سب سے افضل فرشتہ، سب سے افضل رسول پر، سب سے افضل زمانے میں نازل ہوئے۔

۲) عقل اور امانت میں مشرکین کے الزامات سے نبی کریم ﷺ کی براءت۔

۳) دوسرے فرشتوں پر جبرائیل کی فضیلت، طاقت اور بلند مرتبہ۔

۴) بندے کی اپنی مشیت اور ارادہ ہے، لیکن یہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے۔

پیر: مجلس حدیث

بغیر فضول خرچی اور تکبر کے مال کا استعمال

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بغیر فضول خرچی اور تکبر کے، کھاؤ، اور صدقہ کرو، اور لباس پہنو'' (احمد: ۱۸۱، ابوداود: ۲۵۵۹)۔

❖ شرح:

نبی ﷺ نے مال کے تحفظ، اور اللہ کے حلال کردہ امور میں اسے خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے؛ جیسے کھانا، پہننا، اسی طرح خیر کے کاموں میں جن کا ثواب اور خیر باقی رہے گا خرچ کرنا ہے؛ جیسے محتاج اور رشتہ دار کو صدقہ دینا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال کو بندوں کے لیے زندگی کا اہم حصہ بنایا ہے، جس سے ان کی خصوصی اور عمومی زندگی قائم رہتی ہے، اور اگر اس میں فضول خرچی اور تکبر شامل ہو جائے تو اس کا فائدہ ختم ہو جاتا ہے اور مال کی برکت چلی جاتی ہے

۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک وہ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا) [الاعراف: ۳۱]۔ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾ (اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچ ہوتے ہیں اور نہ کنجوسی، بلکہ میانہ روی رکھتے ہیں) [الفرقان: ٦٧]۔ اور فرمایا: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (اور زمین میں غرور سے نہ چلو، بے شک اللہ ہر مغرور اور خود پسند کو پسند نہیں کرتا) [لقمان: ۱۸]۔

یہی مال کی تدبیر میں عدل ہے، اور فضول خرچی جسم کے لیے نقصان دہ ہے؛ یہ بیماریوں اور عوارض کو لاتی ہے، زندگی کے لیے نقصان دہ ہے؛ کیونکہ یہ فقر اور تنگ دستی کو جلدی لاتی ہے، اور تکبر نفس کے لیے نقصان دہ ہے؛ کیونکہ یہ لوگوں کی ناراضگی کو لاتی ہے، اور آخرت کے لیے نقصان دہ ہے؛ کیونکہ یہ گناہ اور سزا کا سبب بنتی ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) حدیث میں غرور، تکبر، اسراف اور فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے۔

۲) لوگوں کے لیے جائز کاموں میں اسلام کی وسعت اور آسانی کا بیان۔

۳) نفس کو قابو میں رکھنے اور اس کی خواہشات کو درست طریقے سے سنبھالنے کی ترغیب۔

منگل: مجلس عقیدہ

غیر اللہ کی قسم کھانا

حلف: قسم کھانا،اور قسم کھانا کہتے ہیں: کسی عظیم چیز کا ذکر کر کے حکم کو مضبوط کرنا۔

اور تعظیم اللہ تعالیٰ کا حق ہے؛علماء کا اجماع ہے کہ قسم صرف اللہ، یا اس کے اسماء اور صفات کی کھائی جائے گی؛ اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے؛ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا یا کفر کیا" (ترمذی: ۱۵۳۵، ابو داود: ۳۲۵۱)، اور فرمایا: "اللہ تمہیں منع کرتا ہے کہ اپنے آباء کی قسم کھاو" (بخاری: ۶۶۴۷، مسلم: ۱۶۴۶)۔ یہ شرک اصغر ہے، لیکن اگر قسم کھانے والے کے نزدیک جس کی قسم کھائی جارہی ہے وہ اللہ کے برابر ہو تو یہ شرک اکبر بن جاتا ہے، اور یہ قبر پوجنے والوں کے یہاں پایا جاتا ہے، کیونکہ وہ اللہ سے زیادہ قبر والوں سے ڈرتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ کے ذریعہ کھائی گئی قسم کا احترام کرے اور اس کی حفاظت کرے؛ چنانچہ وہ زیادہ قسم نہ کھائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ (اپنی قسموں کا حفاظت کرو) [المائدہ: ۸۹]۔ اور فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَهِينٍ﴾ (ہر ذلیل قسم خور کی بات نہ مانو) [القلم: ۱۰]؛ کیونکہ قسم کی کثرت اللہ کو ہلکا سمجھنے اور اس کے اسماء وصفات کی تعظیم نہ کرنے کی دلیل ہے، اور یہ توحید کے کمال کے منافی ہے، اور حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "تین لوگ ہیں جن سے اللہ بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے..." ان میں ایک ہے: "اور ایک آدمی جس نے اللہ کو اپنا سامان بنالیا، اللہ کی قسم کھا کر ہی خریدتا ہے اور اس کی قسم کھا کر ہی بیچتا ہے" (طبرانی: ۶۱۱۱)۔

اللہ کی جھوٹی قسم کھانا حرام ہے، اور یہی یمین غموس ہے؛ اور اسے غموس کہا گیا کیونکہ جھوٹی قسم کھانے والے کو یہ گناہ میں اور پھر آگ میں ڈبوتا ہے، اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے؛ جب نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا"، پوچھا گیا: پھر کیا؟ فرمایا: "والدین کی نافرمانی کرنا"، پوچھا گیا: پھر کیا؟ فرمایا: "یمین غموس" (بخاری: ۶۹۲۰)۔

اور اللہ تعالیٰ نے اسے منافقوں کی صفات میں سے قرار دیا ہے؛ فرمایا: ﴿وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (اور وہ جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں) [المجادلہ: ۱۴]۔

✵ **خلاصہ کلام:**

۱- غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے؛ جیسے امانت، یا ذمہ، یا کعبہ، یا نبی کی قسم کھانا، اور یہ شرک میں سے ہے۔

۲- جان بوجھ کر اللہ کی جھوٹی قسم کھانا حرام ہے، اور یہ یمین غموس ہے۔

۳- بغیر ضرورت کے بار بار اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے، چاہے سچ ہو۔

۴- ضرورت ہو تو اللہ کی سچی قسم کھانا جائز ہے۔

بدھ : مجلس فقہ

روزہ

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے ان پر عبادات فرض کیں جن میں ان کی دینی اور دنیوی صلاح اور منفعت ہے، پھر ان کے لئے فرائض کی طرح نفلی عبادات رکھیں؛ تاکہ ان کے اجر میں اضافہ، اور فرائض کی کمی پوری ہو؛ کیونکہ فرائض جیسے نماز، زکاۃ، اور روزے قیامت کے دن نوافل کے ذریعے مکمل کئے جائیں گے۔

❖ فضائل صیام:

روزے کی فضیلت اور اس کے عظیم اجر کے بارے میں متعدد نصوص ثابت ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

- نبی ﷺ کا قول: "جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، اس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے" (بخاری: ۳۲۵۷، مسلم: ۱۱۵۲)۔
- نبی ﷺ کا فرمان: اللہ عزوجل نے کہا: "ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے، مگر روزہ، وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے" (بخاری: ۱۸۹۴، مسلم: ۱۱۵۱)۔

❖ روزے کی مشروعیت کی حکمت:

اللہ عزوجل نے روزہ مشروع کیا، اس کی بڑی حکمتیں ہیں جن کا عقل احاطہ نہیں کرسکتی، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- روزہ اللہ تعالیٰ کے تقوی کا ایک عظیم وسیلہ ہے، جو دین کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے، اور اسی سے مومن دنیا و آخرت کی سعادت پاتا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو) [البقرہ: ۱۸۳]۔

۲- روزہ ایک بڑی درسگاہ ہے، جس میں مومن اللہ کی رضا کے لئے اعلی اخلاق، نفس کا تزکیہ، اور اسے دنیاوی لذتوں اور گناہوں سے پاک کرنے کی تربیت حاصل کرتا ہے۔

۳- اس میں ہاضمہ کے لئے آرام ہے، اس میں معدہ آسودگی، مسلسل کام، اور فضلہ خارج کرنے سے آرام پاتا ہے، توانائی اور قوت دوبارہ حاصل کرتا ہے، اس کی تہہ میں جمے ہوئے فضلہ اور غیر ہضم شدہ خوراک سے نجات پاتا ہے۔

۴- روزہ انسان میں رحم اور شفقت کا جذبہ بڑھاتا ہے، اور بھوک کا احساس اسے اپنے غریب اور محتاج بھائیوں کی مدد کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

۵- روزہ دار محدود وقت میں کھانے پینے سے بچ کر اپنے لئے سال بھر مباح کی گئی نعمتوں کو یاد کرتا ہے، اور اللہ کا شکر زیادہ ادا کرتا ہے۔

۶- روزہ شیطان کے راستے تنگ کر دیتا ہے جو انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور اسے گناہوں کی طرف دھکیلتا ہے۔

۷- روزہ نفس کے ساتھ جہاد کی ایک قسم ہے؛ یہ نفس پر قابو پانے، خواہشات کی شدت کو توڑنے، نفس اور خواہش کے اسباب کا مقابلہ کرنے، اور شیطان کے وسوسوں سے لڑنے میں مدد دیتا ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

❋ آپ ﷺ کی دعا کی قبولیت:

آپ کی دعا کی قبولیت آپ کی نبوت کے دلائل اور صداقت کے ثبوت ہیں؛ کیونکہ یہ واضح ثبوت ہیں کہ آپ کا اپنے رب کے پاس اعلی مقام ہے، اسی طرح آپ جو کچھ اللہ کی طرف سے پہنچا رہے ہیں وہ سچا ہے؛ اور یہ بہت سارے واقعات میں ثابت ہے، جنہیں تفصیل سے بیان کرنا طویل اور شمار کرنا مشکل ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- آپ ﷺ کی ہجرت کے راستے میں جو واقعہ ہوا؛ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "سراقہ بن مالک ہمارا پیچھا کر رہا تھا، میں نے کہا: وہ ہم تک پہنچ گیا، یا رسول اللہ! فرمایا: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ نبی ﷺ نے اس پر بد دعا کی، اس کا گھوڑا سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گیا۔ اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ تم نے میرے خلاف بد دعا کی ہے، اب تم میرے لیے دعا کرو، اللہ کی قسم میں تمہاری تلاش کرنے والوں کو واپس کر دوں گا۔ نبی ﷺ نے اس کے لیے دعا کی، اور وہ بچ گیا، پس اس کا کسی سے سامنا ہوتا تو اسے لوٹا دیتا اور کہتا: یہاں میں نے دیکھ لیا ہے، تلاش کی ضرورت نہیں" (بخاری: ۳۶۱۵، مسلم: ۲۰۰۹)۔
- آپ ﷺ کی دعا سے ابو ہریرہ کی ماں کا ہدایت یاب ہونا؛ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کی ماں مشرکہ تھیں، تو وہ اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتے، ایک دن انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا، تو ان کی ماں نے نبی ﷺ کے تعلق سے ناپسندیدہ بات کہی، ابو ہریرہ نے رسول ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں پر وہ اسلام نہیں لاتیں، آج میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپ کے متعلق ناپسندیدہ بات کہی، آپ دعا کریں کہ اللہ انہیں ہدایت دے، نبی ﷺ نے دعا کی۔ ابو ہریرہ خوش ہو کر گئے، اور جب دروازے پر پہنچے تو ان کی ماں نے ان کی قدموں کی آواز سنی، تو کہا: ابو ہریرہ ٹھہر جا، انہوں نے غسل کیا: اپنی لمبی قمیص پہنی اور جلدی میں ڈوپٹے کے بغیر آئیں، دروازہ کھولا اور کہنے لگی: ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر میں رسول اللہ کی طرف واپس ہوا، میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو خوشی سے رو رہا تھا، کہا: میں نے عرض کی: اللہ

کے رسول خوشخبری ہے، اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کر دی۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور اچھی باتیں کہیں۔(مسلم:۲۴۹۱)۔

- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں رسول ﷺ کے ساتھ غزوہ میں گیا، اور میں ایک تھکے ہوئے اونٹ پر سوار تھا، جو تقریباً نہیں چل رہا تھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: 'تیرے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: یہ تھک گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پیچھے آئے، اسے ڈانٹا اور اس کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ وہ سب اونٹوں سے آگے آگے چلنے لگا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اب اپنے اونٹ کو کیسے دیکھ رہے ہو؟'' میں نے عرض کیا: بہت اچھا ہو گیا ہے اور اسے آپ کی برکت حاصل ہوئی۔(بخاری:۲۹۶۷، مسلم:۷۱۵)۔
- قحط سالی کے وقت استسقاء میں آپ ﷺ کی دعا؛ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو کچھ لوگ اٹھ کر بول پڑے۔ انہوں نے فریاد کی: اللہ کے رسول! بارش نہیں ہو رہی، درخت پیلے ہو گئے اور مویشی مرنے لگے، اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہم پر بارش برسائے۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا: ''اے اللہ! ہمیں سیراب فرما۔'' اللہ کی قسم! ہمیں آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اچانک ابر نمودار ہوا اور برسنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھی، پھر واپس گھر کو لوٹے یہ بارش اگلے جمع تک برستی رہی۔ دوسرے جمعہ جب نبی ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ پھر بلند آواز سے بولے کہ مکانات گر گئے اور راستے بند ہو گئے، آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک دے۔ نبی ﷺ مسکرائے اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش ہو، ہم پر نہ ہو۔'' اس کے بعد مدینے سے بادل چھٹ گئے۔ اس کے آس پاس بارش ہوتی رہی۔ مدینے میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برس رہا تھا۔

✵ ابوالعباس قرطبی نے کہا: "یہ نبی ﷺ کی ان چند دعاوں میں سے ہیں جو جلد قبول ہوئیں، اور وہ اتنی زیادہ ہیں کہ شمار سے باہر ہیں، اور ان سب کو ملا کر یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے محمد ﷺ کو دعاوں کی قبولیت سے عزت دی، اور ان کی متعدد درخواستوں میں مدد فرمائی، یہ سب آپ کے مقام و مرتبہ اور رسالت کی صداقت کے ثبوت ہیں۔(المفہم:۶/۶۸)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

عبادۃ بن صامت بن قیس خزرجی انصاری۔

مدینہ میں ہجرت سے ۳۸ سال قبل پیدا ہوئے۔

❖ سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے شرفاء میں سے تھے، لمبے، مضبوط جسم والے، خوبصورت، خطیب، فصیح و بلیغ، حق کا برملا اظہار کرنے والے، اللہ کے راستے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔

آپ نے بیعت عقبہ اولی اور بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کی، اور اس کے نقیبوں میں سے تھے (بخاری: ۷۰۵۶، مسلم: ۱۷۰۶، احمد: ۲۲۷۷۴)، نیز غزوہ بدر، احد، اور باقی تمام غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ رہے، نبی ﷺ نے انہیں صدقہ کے انتظام پر لگایا، پھر انہوں نے ورع کی بنا پر معذرت کی تو نبی ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا (ابن حبان: ۳۲۷۰)۔

آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قرآن اپنے سینے میں جمع کیا؛ محمد بن کعب قرظی نے کہتے ہیں: "نبی ﷺ کے زمانے میں انصار کے پانچ افراد نے قرآن جمع کیا: معاذ، عبادۃ، ابی، ابوایوب، اور ابوالدرداء" (سیر اعلام النبلاء: ۲/۶)۔

یزید بن ابی سفیان نے عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بار لکھا: "شام کے لوگ بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور شہروں میں پھیل گئے ہیں، انہیں کسی کی ضرورت ہے جو قرآن سکھائے اور دین سکھائے، تو میرے پاس ایسے لوگ بھیجیں جو انہیں تعلیم دیں"۔ عمر رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل، عبادۃ بن صامت، اور ابوالدرداء کو بھیجا، تو عبادۃ رضی اللہ عنہ استاد، مفتی، اور قاضی کے طور پر گئے، بیت المقدس میں رہائش اختیار کی، اور فلسطین کے پہلے قاضی بنے۔

اسی طرح وہ لاذقیہ، جَبَلَہ، اور قبرص کے فتوحات میں شریک رہے، اسکندریہ کی فتح میں وہ ایک کمانڈر تھے، وہ اس وفد کے بھی قائد تھے جسے عمرو بن العاص نے مقوقس کے پاس بھیجا، جن کی ہیبت اور قوت سے مقوقس کانپ گیا تھا۔

❖ **وفات:**

ان کی وفات رملہ میں سنہ ۳۴ھ میں ہوئی، عمر ۷۲ سال تھی، اور بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔

	تینتالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: (خنس) کا کیا معنی ہے؟		ا
	[ا] ستارے جن کی روشنی دن میں چھپ جاتی ہے	[ب] سورج اور چاند کے منازل	[ج] کھیتی باڑی کے موسم
مجلس حدیث	سوال: حدیث میں "مخیلہ" سے کیا مراد ہے؟		ج
	[ا] فضول خرچی	[ب] فحش	[ج] تکبر
مجلس عقیدہ	سوال: اللہ کی جھوٹی قسم کھانے کا دوسرا نام کیا ہے؟		ج
	[ا] بہتان	[ب] افتراء	[ج] یمین غموس
مجلس فقہ	سوال: جن عظیم حکمتوں کی بنا پر اللہ نے روزے فرض کئے ان میں سے ہے کہ:		ا
	[ا] اس سے ہاضمہ کو راحت ملتی ہے	[ب] قیام اللیل پر بدن کی تربیت ہوتی ہے	[ج] قرآن کی تلاوت پر وہ معاون ہے
مجلس سیرت	سوال: جس صحابی کے اونٹ کو نبی ﷺ کی برکت ملی، وہ ہیں:		ب
	[ا] انس بن مالک	[ب] جابر بن عبد اللہ	[ج] ابو طلحہ
درس صحابہ	سوال: عبادہ بن صامت کہاں کے سب سے پہلے قاضی تھے؟		ج
	[ا] مدینہ	[ب] مصر	[ج] فلسطین

چوالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ عبس (۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿عَبَسَ وَتَوَلَّى (١) أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى (٢) وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى (٣) أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى
(٤) أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى (٥) فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى (٦) وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى (٧) وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى (٨)
وَهُوَ يَخْشَى (٩) فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى (١٠) كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (١١) فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ (١٢) فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ
(١٣) مَرْفُوعَةٍ مُطَهَّرَةٍ (١٤) بِأَيْدِي سَفَرَةٍ (١٥) كِرَامٍ بَرَرَةٍ (١٦) قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ (١٧) مِنْ
أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (١٨) مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ (١٩) ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ (٢٠) ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ (٢١)
ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ (٢٢) كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ (٢٣)﴾

[(محمد مصطفٰے ﷺ) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے (۱) کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا (۲) اور تم کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا (۳) یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا (۴) جو پروا نہیں کرتا (۵) اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو (۶) حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں (۷) اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا (۸) اور (خدا سے) ڈرتا ہے (۹) اس سے تم بے رخی کرتے ہو (۱۰) دیکھو یہ (قرآن) نصیحت ہے (۱۱) پس جو چاہے اسے یاد رکھے (۱۲) قابل ادب ورقوں میں (لکھا ہوا) (۱۳) جو بلند مقام پر رکھے ہوئے (اور) پاک ہیں (۱۴) لکھنے والوں کے ہاتھوں میں (۱۵) جو سردار اور نیکوکار ہیں (۱۶) انسان ہلاک ہو جائے کیسا ناشکرا ہے (۱۷) اُسے (خدا نے) کس چیز سے بنایا؟ (۱۸) نطفے سے بنایا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا (۱۹) پھر اس کے لیے رستہ آسان کر دیا (۲۰) پھر اس کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا (۲۱) پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا (۲۲) کچھ شک نہیں کہ خدا نے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا (۲۳)]۔

❖ سورہ کا مضمون:

اپنے رب سے بے نیازی ظاہر کرنے والے کفار کو بعث بعد الموت کے دلائل سے نصیحت کرنا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

عَبَسَ: اپنا منہ بسورا۔

وَتَوَلَّى: بے رخی برتی۔

يَزَّكَّى: اپنے گناہوں سے پاکی حاصل کرے۔

تَصَدَّى: اس کے پیچھے پڑے رہے۔

تَلَهَّى: مشغول ہو گیا۔

كَلَّا: معاملہ ایسا نہیں۔

سَفَرَةٍ: لکھنے والے فرشتے جو اللہ اور مخلوقات کے درمیان سفارت کا کام کرتے ہیں۔

بَرَرَةٍ: اللہ کے فرمانبردار، جو اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ: کافر ملعون ٹھہرا، اور عذاب دیا گیا۔

مَا أَكْفَرَهُ: اس کا کفر کتنا شدید ہے۔

مِنْ نُطْفَةٍ: تھوڑا سا حقیر پانی، منی۔

فَقَدَّرَهُ: اسے مختلف حالات میں پیدا کیا۔

السَّبِيلَ يَسَّرَهُ: خیر و شر کا راستہ اس کے لئے واضح کیا۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ: اللہ نے اسے جو حکم دیا تھا اسے نہیں کیا۔

❖ اجمالی معنی:

یہ سورہ اللہ تعالی کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کے ساتھ نہایت لطیف انداز میں عتاب سے شروع ہوتی ہے، جب انہوں نے نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم سے اعراض کیا، جو مہاجرین میں سے ایک تھے، جو نصیحت اور یاد دہانی کے لئے آئے تھے، نبی ﷺ قریش کے بڑے سرداروں سے گفتگو کر رہے تھے اور انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے تو انہوں نے نبی ﷺ کو درمیان میں روک دیا۔ تو اللہ تعالی نے اپنے نبی کو اس بات پر متنبہ فرمایا کہ آپ ان بے پرواہ مشرکین میں مشغول ہو گئے اور اس طرف توجہ نہ دی؛ حالانکہ یہ قرآن سب لوگوں کے لیے نصیحت ہے، لہٰذا اس میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔

پھر اللہ تعالی نے ان متکبر مشرکین کی مزید سرزنش کی اور انہیں یاد دلایا کہ وہ کس چیز سے پیدا کیے گئے؟ کیسے اللہ نے ہر انسان کو ایک قطرے سے پیدا کیا، پھر اسے جما ہوا خون بنایا، پھر اسے گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر موت کے بعد اس

کے لیے قبر کا انتظام کیا تا کہ وہ سڑ نہ جائے اور نہ بدبو کرے، پھر اللہ اسے حساب اور حشر و نشر کے لیے دوبارہ اٹھائے گا، حالانکہ اس نے اللہ کے احکام بجالائے اور نہ ہی اس کے حقوق ادا کیے!

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱. رسول اللہ ﷺ کی امانت داری اس بات میں کہ آپ نے وحی کا کوئی حصہ نہیں چھپایا، چاہے اس میں آپ کے لیے عتاب ہی کیوں نہ ہو۔

۲. طالب علم اور راہِ حق کے متلاشی کو اہمیت دینا واجب ہے۔

۳. قرآن میں "الأعمى" (اندھا) کے لفظ کے استعمال سے کمزوروں اور معذوروں کی دیکھ بھال کی تاکید ملتی ہے۔

۴. انسان اپنی ساری عمر عبادت میں گزار دے تب بھی اللہ کے حق کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

۵. اگر فقیر اور کمزور زیادہ متقی اور اسلام کے حریص ہوں تو وہ دوسروں سے افضل ہیں۔

۶. اللہ تعالیٰ کا مردے پر احسان اور اس کی عزت افزائی یہ ہے کہ اسے دفن کیا جاتا ہے، برخلاف دیگر جانور کے جن کی لاش زمین پر پڑی سڑتی رہتی ہے۔

پیر: مجلس حدیث

مسلمان کا ایک مسلمان پر حق

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔“ پوچھا گیا: اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم اس سے ملو تو اس کو سلام کرو اور جب وہ تم کو دعوت دے تو قبول کرو اور جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اس کو نصیحت کرو، اور جب اسے چھینک آئے اور الحمد للہ کہے تو اس کے لیے رحمت کی دعا کرو۔ جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے پیچھے (جنازے میں) جاؤ۔“ (مسلم: ۲۱۶۲)۔

❖ شرح:

اسلام محبت، مودت اور بھائی چارے کا دین ہے، وہ ان پر ابھارتا ہے، ان کی ترغیب دیتا ہے، اور اس کے حصول کے ذرائع وضع کرتا ہے۔ ان ذرائع میں سب سے اہم مسلمانوں کے درمیان واجبات اور اجتماعی حقوق کی ادائیگی ہے، وہ یہ ہیں:

پہلا: جب ملے تو سلام کرو؛ سلام اسلام کے محاسن اور بہترین آداب میں سے ہے؛ کیونکہ ملنے والا ہر شخص دوسرے کے لیے شر سے حفاظت، رحمت اور ہر نیکی لانے والی برکت کی دعا کرتا ہے، اور یہ محبت کا سبب ہے جس کا تقاضا وہ ایمان کرتی ہے جو جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

دوسرا: جب تمہیں دعوت دے تو قبول کرو؛ یعنی: اگر وہ تمہیں کھانے یا پینے کی دعوت دے تو اس کا دل رکھو، اور اس کی دعوت قبول کرو، بشرطیکہ اس میں کوئی مشقت نہ ہو جیسے طویل سفر، یا کوئی گناہ نہ ہو جیسے واضح حرام کام۔

تیسرا: جب تم سے نصیحت طلب کرے تو اسے نصیحت کرو؛ کیونکہ مسلمانوں کے لیے نصیحت مشروع ہے، اور اس وقت اس کی تاکید مزید بڑھ جاتی ہے جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے اور مفید رائے مانگے، کسی کام کے کرنے یا ترک کرنے میں، یا کسی شخص کے ساتھ معاملہ کرنے میں، یا کسی کی شادی کرنے یا کسی سے کرنے میں؛ تو تمہیں چاہیے کہ اس کے لیے وہ نصیحت کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، اور اس کو وہی رائے دو جس پر تم خود عمل کرتے۔

چوتھا: اگر چھینکے اور اللہ کی حمد کرے تو اسے رحمت کی دعا دو؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھینک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، کیونکہ اللہ نے ناک میں جمع بھاپ کو نکلنے کا راستہ فراہم کیا تاکہ چھینکنے والا آرام پائے۔ لہٰذا اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے، اور اس کے بھائی کے لیے لازم ہے کہ اسے جواب دیتے ہوئے کہے: "اللہ آپ پر رحم کرے"، اور پھر اسے حکم دیا گیا ہے کہ جواب دیتے ہوئے کہے: "اللہ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی حالت درست کرے"۔ جو شخص چھینکے اور اللہ کا شکر ادا نہ کرے، وہ دعا کا مستحق نہیں ہے، اور اس نے اپنے لیے دو نعمتیں ضائع کیں: اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی نعمت اور اپنے بھائی کی دعا حاصل کرنے کی نعمت۔

پانچواں: جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو؛ بیمار کی عیادت مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے، خصوصاً ان کے لیے جن کا حق زیادہ اہم ہو، جیسے قریبی رشتہ دار، دوست یا اس کے مانند دیگر افراد؛ کیونکہ یہ اس کے دل میں سکون اور خوشی پیدا کرتی ہے اور اس کے درد کو بھلا دیتی ہے، اور عیادت کرنے والے کو بڑا اجر ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بیمار کی عیادت کرے، وہ برابر جنت کی کنارے میں رہتا ہے" (مسلم: ۲۵۶۸)، اور فرمایا: "کوئی بھی مسلمان دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں حتیٰ کہ شام ہو جائے، اور اگر شام میں عیادت کرے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں" (ترمذی: ۹۶۹)۔ عیادت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیمار کے لیے دعا کرے، اس کو دلاسا دے، اسے خوشخبری دے، اور اس کے پاس دیر تک نہ بیٹھے۔

چھٹا: جب وہ مرے تو اس کی جنازے کے پیچھے جاو؛ کیونکہ جنازے کے پیچھے جانے میں، اللہ تعالیٰ کا حق، میت کا حق اور میت کے رشتہ داروں کا حق شامل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس پر عظیم اجر مقرر فرمایا ہے؛ کیونکہ اللہ کے یہاں مسلمان بندے کی عزت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی کی جنازے کی نماز پڑھے اسے ایک قیراط ملتا ہے، اور اگر اس کی تدفین تک حاضر رہے تو اسے دو قیراط ملتے ہیں، قیراط کی مقدار اُحد پہاڑ کے برابر ہے" (بخاری: ۴۷، مسلم: ۹۴۶)۔

منگل: مجلس عقیدہ

دین کا مذاق اڑانے کا حکم

دین کا مذاق اڑانا اس کا استہزاء کرنا اسلام سے مرتد ہونا اور مکمل طور پر دین سے نکل جانا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (٦٥) لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾(اور اگر تم ان سے پوچھو تو وہ کہیں گے کہ ہم صرف مذاق اور کھیل میں مصروف تھے۔ کہہ دو: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مزاق اڑاتے ہو؟ اب معذرت نہ کرو، تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا)[التوبہ: ٦٥-٦٦]۔اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا:﴿وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا﴾(اور جب وہ تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہاری طرف تمسخر ہی کرتے ہیں: کیا یہ وہی ہے جسے اللہ نے رسول بھیجا؟)[الفرقان:٤١]۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا استہزاء کفر ہے جو دین سے نکال دیتا ہے؛ کیونکہ دین کی بنیاد اللہ، اس کے دین اور اس کے رسولوں کی تعظیم پر قائم ہے، اور ان میں سے کسی چیز کا تمسخر اس بنیاد کے منافی اور اس کے شدید متضاد ہے"(تیسیر الکریم الرحمن: ٣٤٢)۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ، اس کے رسولوں یا اس کی آیات کا کسی بھی طرح کا استہزاء کفر ہے، خواہ وہ صریح ہو یا غیر صریح۔

صریح استہزاء: وہ واضح اور علانیہ کی نکالنا ہے؛ جیسا کہ ان لوگوں کا عمل تھا جن کے بارے میں غزوہ تبوک میں آیات نازل ہوئیں، جب ان میں سے ایک نے کہا: "ہم نے اپنے قرّاء جیسا کسی نہیں دیکھا جو زیادہ بھوکے پیٹ والا ہو، زیادہ جھوٹی زبان والا ہو، اور قتال کے وقت ان سے زیادہ بزدل ہو"؛ اس سے وہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے قراء صحابہ کو مراد لے رہا تھا۔ پھر عوف بن مالک نے اس سے کہا: "تم جھوٹ بولتے ہو، البتہ تم منافق ہو! میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور اطلاع دوں گا"۔ عوف رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تاکہ اطلاع دیں، لیکن قرآن نے ان سے پہلے ہی آپ کو آگاہ کر دیا تھا۔ پھر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ ﷺ کوچ کر رہے تھے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو چکے تھے، اس نے کہا: "یا رسول اللہ! ہم صرف مذاق اور سفر کے دوران گفتگو کر رہے تھے تاکہ راستے کی دشواری کو

کاٹ سکیں"۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: "کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو؟"! آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں دیا، اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔ (تفسیر طبری: ۱۴/۳۳۳)۔

اور اسی قبیل کی وہ باتیں جو بعض لوگ کہتے ہیں: "اسلام اس زمانے کے لیے موزوں نہیں ہے، یہ صرف قرون وسطی کے لیے مناسب تھا"، یا "اس میں تنزلی اور رجعت پسندی ہے"، یا "اس میں سختی اور ظلم ہے"، اور اس جیسی دیگر باتیں، یہ سب دین اور دینداروں کی توہین اور صحیح عقیدہ کا مذاق ہے۔

غیر صریح استہزاء کا میدان بہت وسیع ہے، جیسے: کتاب اللہ کی تلاوت یا رسول ﷺ کی سنت کو پڑھنے کے وقت آنکھ سے اشارہ کرنا، زبان باہر نکالنا، ہونٹ پھیلانا، ہاتھ سے اشارہ کرنا، یا اس شخص کا مذاق اڑانا جو رسول ﷺ کی کسی سنت پر عمل کرتا ہے، اس کی ظاہری ہیئت، یا اس کی بات، یا نصیحت کا مذاق اڑانا، اور اس طرح کے دیگر اعمال جو مذاق اڑانے والے کرتے ہیں۔

بدھ: مجلس فقہ

وہ ایام جن میں روزہ رکھنا مستحب ہے

کچھ فضیلت والے ایام ہیں شریعت نے جن میں روزہ رکھنے کی ترغیب دی ہے اور اس پر اجر وثواب مرتب کیا ہے،ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

١. شوال کے چھ روزے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو رمضان کے روزے رکھے، پھر شوال کے چھ روزے رکھے، گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے" (مسلم: ١١٦٢)۔

٢. عرفہ کا روزہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عرفہ کے روزے بارے میں، اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ یہ پچھلے سال اور آنے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہے" (مسلم: ١١٦٢)۔

٣. عاشوراء کا روزہ: نبی ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ یہ پچھلے سال کے گناہ مٹا دے گا" (مسلم: ١١٦٢)۔اور اس کے پہلے یا بعد کے دن کا بھی روزہ رکھنا مستحب ہے، جیسا کہ نبی ﷺ فرمایا: "اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا" (مسلم: ١١٣٣)،اور فرمایا: "یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے، اس سے پہلے یا بعد والے دن کا بھی روزہ رکھو" (احمد: ٢٤١/١)۔

٤. ہر ہفتے کے پیر اور جمعرات کا روزہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "نبی ﷺ پیر اور جمعرات کے روزے رکھنے کا اہتمام کرتے تھے" (احمد: ٢٠١/٥، ترمذی: ٧٤٥)،اور فرمایا: "اعمال پیر اور جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں، اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال پیش کیے جائیں جبکہ میں روزہ سے رہوں" (ترمذی: ٧٥١، نسائی: ٣٢٢/١)۔

٥. ہر ماہ کے تین روزے: رسول ﷺ نے فرمایا: "مہینے میں تین روزے رکھو؛ کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، اور یہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے" (بخاری: ١٩٨١)۔اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "میرے محبوب نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی: ہر ماہ کے تین روزے رکھنا، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنا، اور سونے سے پہلے وتر پڑھنا" (بخاری: ١١٧٨، مسلم: ٧٢١)۔افضل یہ ہے کہ یہ روزے ایام بیض میں رکھے جائیں، یعنی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو تم میں سے مہینے میں روزہ رکھتا ہو، تو وہ ایام بیض کے روزے رکھے" (نسائی: ٢٢٢/٤)۔

٦. ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑ دینا، اور یہ سب سے افضل ہے: رسول ﷺ نے فرمایا: "روزوں میں سب سے افضل داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے؛ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور اگلے دن روزہ نہیں رکھتے" (بخاری: ١٩٧٦)۔ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ایک دن روزہ رکھو اور اگلے دن افطار کرو، یہ داؤد کا روزہ ہے اور روزوں میں سب سے معتدل ہے"۔ عبداللہ نے کہا: "میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں"، تو فرمایا: "اس سے بہتر کوئی نہیں" (مسلم: ١٩٦٢)۔

٧. ماہ محرم کا روزہ: رسول ﷺ نے فرمایا: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے" (مسلم: ١١٦٣)۔

٨. ذوالحجہ کے نو روزے: رسول ﷺ نے فرمایا: "ان دنوں میں کیے جانے والے عمل کے مقابلے میں دوسرے دنوں کا کوئی عمل افضل نہیں ہے" (بخاری: ٩٦٩)۔

٩. ماہ شعبان میں روزہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے نبی ﷺ کو ماہ شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی مہینہ میں نہیں دیکھا" (بخاری: ١٨٣٣، مسلم: ١٩٥٦)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

✵ چاند کا شق ہونا:

آپ ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے وہ عجیب و شاندار خوارقِ عادات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائیں، جن میں سے سب سے مشہور اور سب سے عظیم معجزہ ہے: چاند کا ٹکڑے ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (۱) وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ (۲) وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ (۳) وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ (۴) حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ (۵)﴾ (قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا(۱) یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منھ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے(۲) انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے(۳) یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آچکی ہیں جن میں ڈانٹ ڈپٹ (کی نصیحت) ہے (۴) اور کامل عقل کی بات ہے لیکن ان ڈراونی باتوں نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا(۵)) [(القمر: ۵-۱]۔

اور جیسا کہ اس نشانی کو قرآن نے صراحت سے بیان کیا ہے، اسی طرح اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت نے تواتر کے ساتھ روایت کیا ہے؛ جن میں سے ہیں: عبد اللہ بن مسعود، انس، ابن عباس، ابن عمر، حذیفہ، علی، جبیر بن مطعم اور دیگر۔ اور صحابہ سے اس کو ان جیسے تابعین نے روایت کیا، پھر اسی طرح (سلسلہ) چلتا رہا یہاں تک کہ یہ خبر ہم تک پہنچی۔ پس اس معجزے کے ذریعے یقینی علم حاصل ہوا جس میں کوئی عقل مند شک نہیں کر سکتا۔

- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "اہل مکہ نے آپ ﷺ سے کوئی نشانی دکھانے کی فرمائش کی تو آپ ﷺ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھایا" (بخاری: ۴۸۶۷، مسلم: ۲۸۰۲)۔
- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا: ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس کے پیچھے چلا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: "گواہ رہو (بخاری: ۴۸۶۴، مسلم: ۲۸۰۰)۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شق ہونے کی کیفیت بیان فرمائی اور یہ واضح کیا کہ یہ ایک حقیقی واقعہ تھا۔ انہوں نے کہا: "تو ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا اور ایک ٹکڑا اس کے سامنے۔" تاکہ کسی کہنے والے کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

اور دوسری روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس نشانی کے بعد پیش آنے والے واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "جب قریش کے کفار نے یہ منظر دیکھا تو کہا: یہ تو جادو ہے جس سے ابن ابی کبشہ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ دیکھو! قافلوں والوں سے پوچھو، اگر انہوں نے بھی وہی دیکھا جو تم نے دیکھا ہے تو وہ سچا ہے، اور اگر انہوں نے وہ نہ دیکھا جو تم نے دیکھا ہے تو یہ جادو ہے جس سے اس نے تم پر جادو کر دیا ہے؛ کیونکہ محمد سب لوگوں پر جادو نہیں کر سکتے۔ پھر قافلوں والوں سے پوچھا گیا—جو ہر سمت سے آئے تھے—تو انہوں نے کہا: ہم نے بھی دیکھا تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ۸/۵۶۲)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

عباس بن عبد المطلب، ہاشمی قرشی، اور ان کی کنیت ابوالفضل ہے۔

عام الفیل سے تین سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔

❖ سیرت اور فضائل:

عباس رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو سب سے لمبے قد، سب سے خوشنما چہرے، سب سے حسین صورت اور سب سے بلند آواز والے تھے، ساتھ ہی بے پناہ حلم اور بلند مرتبے کے مالک تھے؛ جاہلیت میں وہ قریش کے سردار اور سید تھے۔ وہ نہایت سخی، بے انتہا کرم والے، صلہ رحمی کرنے والے اور انتہائی ذہین تھے، یہاں تک کہ ان کی ذہانت حدِ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اپنی اسی فطانت کے ذریعے انہوں نے نبی ﷺ سے بہت ساری ایذا اور تکلیف دور کردی تھی۔

ان کے اہم ترین کاموں میں سے تھا: حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کی دیکھ بھال کرنا، اسی طرح وہ ابو طالب کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں میں سے تھے جنہوں نے آپ کی مدد کی، انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شرکت کی تاکہ بیعت کی تصدیق کریں اور انصار پر یہ شرط عائد کریں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے، حالانکہ اس وقت وہ اپنی قوم کے دین پر تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ۳/۱۶۰)۔

وہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ حنین میں شکست کے وقت ثابت قدم رہے، نبی ﷺ کی خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے نصرت نازل کی (مسلم: ۱۷۷۵)، اور کیونکہ وہ بلند آواز والے تھے تو نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پکاریں: "اے انصار کی جماعت! اے سورۂ بقرہ والو!" یہاں تک کہ لوگ متوجہ ہوئے اور جمع ہو گئے۔ (ابو یعلی: ۳۶۰۶، طبرانی: ۲۷۵۸)۔

رسول ﷺ ان کا احترام کرتے اور اسلام لانے کے بعد انہیں عزت دیتے تھے، اور فرماتے تھے: ''یقیناً انسان کا چچا اس کے باپ کے برابر ہے۔'' (ترمذی: ۳۷۶۰)، اور نبی ﷺ نے انہیں یہ خصوصی دعائیں بھی دیں: ''اے اللہ! عباس کی اور ان کے لڑکے کی بخشش فرما، ایسی بخشش جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے ایسی ہو کہ کوئی گناہ نہ چھوڑے، اے اللہ! ان کی حفاظت فرما، ان کے لڑکے کے سلسلہ میں، یعنی اس کے حقوق کی ادائیگی کی انہیں خوب توفیق مرحمت فرما'' (ترمذی: ۳۷۶۲)۔

صحابہ کرام بھی انہیں عزت دیتے تھے اور جب قحط سالی ہوتی تو عباس رضی اللہ عنہ سے طلب کرتے کہ دعا کریں اور پانی طلب کریں۔ عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ وہ عباس سے طلب کرتے کہ وہ دعا کریں، اور عمر اللہ کے حضور یوں دعا کرتے: ''اے اللہ! پہلے ہم اپنے نبی ﷺ سے دعائے استسقاء کی اپیل کیا کرتے تھے تو تو (ان کی دعا کے نتیجے میں) بارش برسا دیتا تھا۔ اب ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا (کی دعا) کے ذریعے سے بارش کی التجا کرتے ہیں، تو ہم پر بارش برسا دے'' پھر بارش برسنے لگتی تھی (بخاری: ۱۰۱۰)۔

❖ وفات:

آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں، جمعہ کے دن، ماہ رجب کی چودہ تاریخ کو، سنہ ۳۲ھ میں، خلافتِ عثمان میں وفات پا ئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ وفات کے وقت انہوں نے ستر غلام آزاد کیے (ابن سعد: ۳۰/۴)۔ ان کو غسل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبد اللہ، قثم اور عبید اللہ نے دیا، اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

	چوالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: (سفرہ) سے کیا مراد ہے؟		ا
	[ا]فرشتے	[ب]نیک لوگ	[ج]مجاہدین
مجلس حدیث	سوال: حدیث میں ایک مسلمان کا دوسرے پر کتنا حق ہے؟		ب
	[ا]۵	[ب]٦	[ج]۷
مجلس عقیدہ	سوال: دین کا مذاق اڑانے کا کیا حکم ہے؟		ج
	[ا]عملی نفاق	[ب]کفر اصغر	[ج]اسلام سے ارتداد
مجلس فقہ	سوال: رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ ہے:		ج
	[ا]ماہ ربیع الاول کا	[ب]ماہ ذی القعدہ کا	[ج]اللہ کا مہینہ محرم کا
مجلس سیرت	سوال: شق قمر پر قریش نے کسے گواہ بنایا؟		ا
	[ا]قافلہ والوں کو	[ب]دیہاتیوں کو	[ج]روم کو
درس صحابہ	سوال: عباس بن عبد المطلب کا اہم کام تھا:		ب
	[ا]چاہ زمزم کی کھدائی کرنا	[ب]پانی پلانا	[ج]موتہ میں جھنڈا اٹھانا

پینتالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

Telegram — YouTube — SOUNDCLOUD

ٹیلیگرام — یوٹیوب — ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ عبس (۲)

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ (٢٤) أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (٢٥) ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (٢٦)
فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (٢٧) وَعِنَبًا وَقَضْبًا (٢٨) وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا (٢٩) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (٣٠) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا
(٣١) مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (٣٢) فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (٣٣) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (٣٤) وَأُمِّهِ
وَأَبِيهِ (٣٥) وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (٣٦) لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (٣٧) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ
(٣٨) ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ (٣٩) وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (٤٠) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (٤١) أُولَئِكَ هُمُ
الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (٤٢)﴾

[تو انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (۲۴) بے شک ہم ہی نے پانی برسایا (۲۵) پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا پھاڑا (۲۶) پھر ہم ہی نے اس میں اناج اگایا (۲۷) اور انگور اور ترکاری (۲۸) اور زیتون اور کھجوریں (۲۹) اور گھنے گھنے باغ (۳۰) اور میوے اور چارا (۳۱) (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے لیے بنایا (۳۲) تو جب (قیامت کا) غل مچے گا (۳۳) اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا (۳۴) اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵) اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے (۳۶) ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہو گا جو اسے (مصروفیت کے لیے) بس کرے گا (۳۷) اور کتنے منہ اس روز چمک رہے ہوں گے (۳۸) خنداں و شاداں (یہ مومنان نیکوکار ہیں) (۳۹) اور کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہو گی (۴۰) (اور) سیاہی چڑھ رہی ہو گی (۴۱) یہ کفار بدکردار ہیں (۴۲)]۔

❖ سورہ کا مضمون:

اپنے رب سے بے نیازی ظاہر کرنے والے کفار کو بعث بعد الموت کے دلائل سے نصیحت کرنا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

وَقَضْبًا: چوپایوں کا چارہ۔

غُلْبًا: بڑے بڑے درختوں والا۔

وَأَبًّا: جانوروں کا چارہ۔

الصَّاخَّةُ: قیامت کے دن ایسی چیخ جو کانوں کو بہرہ کر دے گی۔

يُغْنِيهِ: مشغول کردے گی۔

مُسْفِرَةٌ: پرنور۔

مُسْتَبْشِرَةٌ: خوش۔

غَبَرَةٌ: غبار، کدورت۔

تَرْهَقُهَا: چھا جائے گی۔

قَتَرَةٌ: ذلت وتاریکی۔

الْكَفَرَةُ: اپنے دل سے انکار کرنے والے۔

الْفَجَرَةُ: اپنے اعمال سے نافرمانی کرنے والے۔

❖ اجمالی معنی:

یہ آیات انسان کو اس کی گرد و پیش میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دلاتی ہیں۔ اس میں کھانے پینے کی نعمت پر متنبہ کیا گیا ہے، جو اللہ نے اس کو بغیر کسی طاقت و قوت کے اسے عطا فرمائی۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جو آسمان سے زمین پر پانی برساتا ہے، اور وہی ہے جو زمین کو پھاڑ کر اس میں اناج، انگور، زیتون، کھجور اور باقی تمام نباتات اگاتا ہے، جنہیں لوگ اپنے لیے اور اپنے چوپائیوں کے لیے بطور فائدہ استعمال کرتے ہیں۔

اور یہ سب عارضی اور فانی ہیں، جب "چنگھاڑ" آئے گی، جو اپنی زوردار آواز سے تمام مخلوقات کے کان بجا دے گی، تو اس دن انسان خوف سے بھاگے گا اور اپنے آپ میں مشغول ہو کر اپنے اہل و اقارب سے غافل ہو جائے گا۔ اس دن چہرے دو طرح کے ہوں گے: کچھ چہرے خوشی سے کھل اٹھیں گے اور ہنسیں گے، یہ جنت والے ہوں گے۔ اور کچھ چہرے اداسی اور غم سے بھرے ہوں گے، یہ کافر اور فاجر لوگ ہوں گے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر کھانے پینے کی چیزوں کی مختلف اقسام نازل فرمائی تاکہ وہ ان کے ذائقوں اور ضروریات کے مطابق ہوں۔

۲) زمین پر موجود تمام جانور اور چوپائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ رزق اور غذا مہیا کی جسے وہ کھاتے ہیں۔

۳) قیامت کے دن کی شدید ہولناکی کی یاد دہانی اور اس کے لیے تیاری کی ترغیب۔

۴) قیامت کے دن نسب اور جان پہچان کا ختم ہو جانا، ہر انسان کا اپنے کام میں مصروف ہونا اور دوسروں کو بھول جانا۔

۵) قیامت کے دن ایمان والوں اور بد بختوں کی علامات ان کے چہروں پر ظاہر ہو نگی۔

پیر: مجلس حدیث

دین خیر خواہی کا نام ہے

تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دین خیر خواہی کا نام ہے، دین خیر خواہی کا نام ہے، دین خیر خواہی کا نام ہے“، ہم نے پوچھا: کس کی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: ”اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امیروں کی اور عام مسلمانوں کی“ (مسلم: ۵۵)۔

❖ شرح:

دینِ حنیف اس بات کا حکم دیتا ہے کہ خیر خواہی کی جائے اور اس میں اخلاص برتی جائے، اور اس حدیث میں نبی ﷺ واضح فرماتے ہیں کہ دین کا تمام ظاہری اور باطنی پہلو خیر خواہی میں منحصر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس خیر خواہی کی وضاحت فرمائی کہ یہ پانچ بنیادی حقوق کی مکمل ادائیگی میں ہے:

اول: اللہ تعالٰی کے لیے خیر خواہی، یعنی اس کی ربوبیت کو تسلیم کرنا، اس کی یکتائی کو ماننا، اور اس کی کامل صفات میں کسی کے شریک نہ ہونے کا اعتراف کرنا، اس کے ساتھ ساتھ ظاہری اور باطنی طور پر اس کی بندگی کرنا، ہر وقت اس کی طرف رجوع ہونا، اور ہر قسم کی لغزش یا گناہ سے توبہ اور استغفار کرنا۔

دوم: اللہ تعالٰی کی کتاب کے لیے خیر خواہی، یعنی اس کے الفاظ اور معانی کو سیکھنا، اسے حفظ کرنا، اس پر غور و فکر کرنا، اور اس کے مطابق عمل کرنے میں کوشش کرنا۔

سوم: رسول اللہ ﷺ کے لیے خیر خواہی، یعنی ان پر ایمان لانا اور ان سے محبت کرنا، اپنی جان، مال اور اولاد پر ان کو مقدم رکھنا، ان کے کلام کو سب کے کلام پر ترجیح دینا، ان کی پیروی کرنا، اور دین کے اصولوں اور فروعات میں ان کے طریقے سے ہدایت اور رہنمائی لینا۔

چہارم: مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے خیر خواہی، یعنی ان کی ولایت کو تسلیم کرنا، ان کی بات سننا اور ان کی اطاعت کرنا، ان کے حقوق کی ادائیگی کرنا، لوگوں کو اس کی ترغیب دینا، اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کی رہنمائی ایسے امور کی طرف کرنا جو ان کے لئے اور لوگوں کے لئے نفع بخش ہوں۔ اسی طرح ہر شخص کے لیے خیر خواہی کرنا جو عمومی یا خصوصی ولایت رکھتا ہو۔

پنجم: عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی، یعنی یہ کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں، اور دوسروں کے لیے وہی ناپسند کریں جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ انہیں حق کی طرف راغب کریں تاکہ اس کی پیروی کریں، اور برائی سے خبردار کریں تاکہ اس سے بچیں۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) خیر خواہی کے سلسلہ میں نبی ﷺ کی تفسیر جوامع کلم میں سے ہے؛ یہ دین کے تمام پہلوؤں کو شامل ہے، یہاں تک کہ دین کا کوئی حصہ باقی نہیں بچا۔

۲) نبی ﷺ نے یہ بات ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' بار بار دہرائی، تاکہ اس پر زور دیں، اس کی شان کو معظم کریں، اور اس کے مقام کو اہمیت دیں۔

۳) ان پانچ حقوق کی ادائیگی اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے قیام کو ممکن بناتی ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

علم غیب کا دعوی

غیب سے مراد: حال، یا مستقبل، یا ماضی کی وہ چیزیں ہیں جو لوگوں کی ادراک سے پوشیدہ ہیں۔

اور اللہ تعالی ہی غیب کا اکیلا جاننے والا ہے، غیب کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا؛ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (کہہ دو! آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا)[النمل: ٦٥]۔ پس جو کوئی بھی غیب کا دعویٰ کرے، چاہے کہانت کے ذریعہ ہو، یا تارے، یا قیاس آرائی، یا ہتھیلی دیکھ کر، یا پیالہ دیکھ کر، یا برجوں اور ستاروں یا کسی اور چیز کے ذریعے ہو، تو وہ جھوٹا اور اللہ کا منکر ہے۔

اور کہانت صرف ان شیطانوں کی قربت کے ذریعہ ہی ممکن ہے جو آسمان سے چوری چھپے سنتے ہیں؛ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ، تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ، يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ﴾ (کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں، (اچٹتی) ہوئی سنی سنائی پہنچادیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں)[الشعراء: ٢٢١-٢٢٣]۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان فرشتوں کے کلام کو چوری کر کے سنتا ہے، پھر اسے جادو گر یا کاہن کی زبان پر جاری کر دیتا ہے، تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے: "کیا اس نے فلاں دن یہ اور یہ بات نہیں کہی تھی؟ تو اس کی اسی بات کے ذریعہ تصدیق ہو جاتی ہے جو آسمان سے سنی گئی تھی (بخاری: ٤٨٠٠)۔

چنانچہ بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زمین پر جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے اسے جانتے ہیں، بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ گمشدہ چیز کہاں ہے اس کی خبر دے سکتے ہیں، اور بعض زمینی واقعات کو فلکی حالات سے جوڑتے ہیں، جیسے کہتے ہیں: "جس نے کسی فلاں نچھتر میں شادی کی اس کے ساتھ یہ ہوا، جس نے فلاں نچھتر میں سفر کیا اس کے ساتھ یہ ہوا، اور جو فلاں نچھتر میں پیدا ہوا اس کے ساتھ یہ ہوا۔ پس یہ سب چیزیں اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں شرکِ اکبر ہے۔

یہ اللہ کی ربوبیت میں شرک اس طرح ہے کہ یہ اللہ کے علم میں شرکت کا دعویٰ کرنا ہے، اور یہ الوہیت میں شرک اس طرح ہے کہ اس میں بعض عبادت کے ذریعے شیطانوں کا تقرب حاصل کرنا ہے۔

اور یہی حال ان لوگوں کا ہے جو جادوگروں یا کاہنوں پر یقین کرتے ہیں، چنانچہ اس کا حکم یہ ہے کہ: ان پر یقین کرنا کفر ہے، جو دین سے خارج کر دیتا ہے؛ کیونکہ اس نے اللہ کی مخصوص صفات میں کسی کو شریک ٹھہرا دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کے کہنے پر یقین کرے، اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کا انکار کیا'' (ابوداود: ۳۹۰۴، نسائی: ۹۰۱۷)۔

بدھ: مجلس فقہ

روزے کو باطل کرنے والے امور

اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لیے یہ حکم دیا کہ وہ معتدل روزہ رکھے، جو اسے نقصان نہ پہنچائے اور اسے کمزور نہ کرے، اور نہ ہی وہ اس میں سستی یا غفلت برتے؛ یہ سب اس لیے ہے تاکہ وہ روزے سے مقصود حکمت تک پہنچ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے روزہ توڑنے والی اصولی چیزیں اپنے اس قول میں بیان کر دیا ہے: ﴿فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے) [البقرہ: ۱۸۷]۔ پس اس آیت میں روزہ توڑنے والی تمام چیزوں کے اصول کا ذکر ہے، اور وہ یہ ہیں: کھانا، پینا، جماع۔

اور باقی مفسدات کو نبی ﷺ نے اپنی سنت میں بیان فرمادیا ہے۔

❋ چنانچہ مفسداتِ صوم مجموعی طور پر سات ہیں:

پہلی چیز: جماع۔

یہ روزہ توڑنے والی چیزوں میں سب سے بڑی اور سب سے زیادہ گناہ والی چیز ہے، اور ان میں سے اس کے علاوہ کسی اور چیز سے کفارہ لازم نہیں ہوتا ہے۔

دوسری چیز: استمناء (مشت زنی)۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا حدیثِ قدسی میں روزہ دار کے بارے میں یہ فرمان ہے:

”وہ میری خاطر اپنا کھانا، پینا اور شہوت کو چھوڑ دیتا ہے“ (بخاری: ۱۸۹۴، مسلم: ۱۱۵۱)۔

تیسری چیز: کھانا یا پینا۔

اور اسی کے مثل یہ بھی ہے کہ کوئی چیز ناک کے ذریعے معدے میں داخل کرے، کیونکہ یہ بھی کھانے اور پینے کے حکم میں ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ”ناک میں پانی اچھی طرح چڑھاؤ مگر اس حالت میں نہیں جب تم روزہ دار ہو“ (ترمذی: ۷۸۸)۔

چوتھی چیز: جو بھی کھانے پینے کے حکم میں ہو، اور یہ دو باتوں کو شامل ہے:

- خون چڑھانا؛ کیونکہ خون کھانے پینے سے ہی بنتا ہے۔
- غذائی انجیکشن لینا جس سے کھانے پینے کی ضرورت نہیں پڑتی؛ کیونکہ یہ کھانے پینے کے قائم مقام ہے۔

اور وہ انجیکشن جو کھانے پینے کا بدل نہیں ہے بلکہ علاج کے لیے ہے، جیسے پنسلین، انسولین یا ویکسین، تو وہ روزہ کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

پانچویں چیز: حجامت کے ذریعہ خون نکالنا۔

کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''حجامت کرنے والا اور جس کی حجامت کی گئی، دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا'' (ابوداود: ۲۳۶۷)۔

حجامت کے حکم میں خون کا عطیہ بھی شامل ہے، کیونکہ اس کا جسم پر وہی اثر ہوتا ہے جو حجامت کا ہے۔ البتہ اگر کسی کا خون بہہ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ اس کے اختیار سے نہیں ہوا۔

چھٹی چیز: جان بوجھ کر قے کرنا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جسے بے اختیار قے آجائے اس پر قضا نہیں، اور جو قصداً قے کرے وہ قضا کرے'' (ترمذی: ۷۲۰)۔

ساتویں چیز: حیض یا نفاس کا خون نکلنا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟'' (بخاری: ۳۰۴)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

٭ آپ ﷺ کی دعا کے ذریعہ مدینہ میں برکت کا نزول:

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم مدینہ آئے تو یہ وباوالا (بیماری والا) شہر تھا۔اس وقت ابو بکر، بلال اور عامر بن فُہیرہ بیمار ہوگئے۔جب ابو بکر کو بخار آتا تو وہ کہتے: ''ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے، حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

اور جب بلال کا بخار ہٹتا تو وہ (مکہ کی یاد میں) کہتے: ''کاش! میں جان پاتا کہ کیا میں ایک رات ایسے وادی میں گزاروں گا جہاں میرے ارد گرد اذخر اور جلیل (پودے) ہوں؟ اور کیا میں ایک دن مجنہ کے پانی پر جا سکوں گا؟ اور کیا شامۃ اور طفیل (مکہ کے پہاڑ) مجھے نظر آئیں گے؟''

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی تکلیف دیکھی تو دعا کی: ''اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو اسی طرح محبوب بنادے جیسے تُو نے مکہ کو محبوب بنایا ہے یا اس سے بھی زیادہ، اور اسے صحت والا بنادے، اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما، اور اس کے بخار کو جُحفہ کی طرف منتقل کردے'' (بخاری: ۱۷۹۰، احمد: ۲۴۴۰۵)۔

- «اسے صحت والا بنادے» کا مطلب: اسے وبا سے پاک کردے، اور اس کی ہوا اور پانی کو پاکیزہ اور صحت مند بنا دے۔
- زرقانی نے کہا: ''اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی، مدینہ کی ہوا، مٹی، مکانات اور بود و باش کو خوشگوار اور پاکیزہ بنا دیا'' (شرح الزرقانی: ۵/۵۰)۔
- نووی نے کہا: ''یہ حدیث نبی ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، کیونکہ آج تک جحفہ کا علاقہ وبائی ہے، جو اس کا پانی پیتا ہے اسے بخار آجاتا ہے'' (شرح نووی علی صحیح مسلم: ۹/۱۵۰)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

❖ نام اور ولادت:

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے، کنیت ابوالعباس تھی۔

وہ شعبِ ابی طالب میں پیدا ہوئے، جب بنوہاشم محصور تھے، یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔

❖ سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ لمبے قد، سفید رنگت والے، زردی مائل، خوبصورت چہرے والے، نہایت تیز ذہانت اور بے حد فطانت کے مالک، قوی حافظے اور وسیع علم کے حامل تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے "حَبْرُ الأُمَّة" (امت کے عالم) اور "ترجمان القرآن" کا لقب ملا۔ یہ اس وقت ہوا جب وہ ایک رات اپنی خالہ اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرے، اور رات کو نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''یہ کس نے رکھا؟'' میمونہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ''عبداللہ بن عباس نے۔'' تو آپ ﷺ نے دعا کی: ''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ دے اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔'' (بخاری: ۱۴۳، مسلم: ۲۶۴۵)۔

انہوں نے بچپن میں قرآن حفظ کر لیا تھا، اور علم حاصل کرنے اور اہلِ علم کی صحبت اختیار کرنے میں پوری محنت کی، یہاں تک کہ علم کا بہت بڑا حصہ پایا۔

وہ کہتے ہیں: "میں نے محکم (قرآن) کو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جمع کر لیا تھا، اور آپ کی وفات کے وقت میری عمر دس سال تھی۔" (طبرانی: ۱۰۵۷۷)۔

اور کہتے ہیں: "میرے پاس کوئی حدیث کسی آدمی کے وساطت سے پہنچتی تو میں اس راوی کے پاس جاتا، وہ قیلولہ کر رہا ہوتا، تو میں اپنا کپڑا اس کے دروازے پر بچھا لیتا، اور ہوا سے مٹی میرے اوپر آتی رہتی، پھر وہ باہر آتا اور کہتا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد! آپ نے مجھے کیوں نہ بلا لیا؟ میں کہتا: نہیں، میں زیادہ حق دار ہوں کہ تمہارے پاس آؤں اور تم سے سوال کروں۔" (طبرانی: ۲۰۵۹۲)۔

وہ اپنے زمانے میں تفسیر کے امام اور شریعت کے فقیہ بنے، حتیٰ کہ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما انہیں بدر والوں کے ساتھ مشورے کے لیے بلاتے، اور وہ ان کے زمانے میں فتویٰ دیتے اور تعلیم دیتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ انہیں بدر کے بزرگوں کے ساتھ مجلس میں بٹھاتے، تو بعض کو یہ بات ناگوار گزرتی اور کہتے: ''انہیں ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہو، حالانکہ ہمارے بھی بیٹے ہیں جو ان جیسے ہیں؟'' تو عمر کہتے: ''یہ وہ ہے جس کا تمہیں علم ہے۔'' پھر ایک دن انہیں لوگوں کے سامنے بلایا اور لوگوں سے پوچھا: "تم کیا کہتے ہو اس آیت کے بارے میں: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ؟" تو بعض نے کہا: ''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد اور استغفار کریں جب ہمیں مدد اور فتح ملے۔''، عمر نے مجھ سے کہا: ''اے ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟'' تو میں نے کہا: نہیں، انہوں پوچھا: تو تم کیا کہتے ہو"؟ میں نے کہا: ''یہ رسول اللہ ﷺ کی موت کی خبر ہے جو اللہ نے آپ کو دی۔''، عمر نے کہا: ''میں اس آیت کے بارے میں صرف وہی جانتا ہوں جو تم نے کہا۔''(بخاری: ۴۹۷۰)۔

ابو وائل کہتے ہیں: "ہمیں ابن عباس نے حج کے موقع پر خطبہ دیا، تو سورۃ النور سے آغاز کیا، اور اسے پڑھتے اور وضاحت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں کہنے لگا: میں نے ایسا کلام کسی آدمی کا نہ دیکھا نہ سنا، اگر فارس، روم اور ترک یہ کلام سنتے تو ضرور اسلام لے آتے۔"(حلیۃ الاولیاء: ۱/۳۲۴)۔

وہ عبادت میں بھی مشہور تھے۔ ابو ملیکہ کہتے ہیں: "میں ابن عباس کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک سفر میں رہا، وہ فرض نماز دو رکعت پڑھتے، پھر جب ٹھہرتے تو آدھی رات کا قیام کرتے، قرآن کو حرف بہ حرف ترتیل سے پڑھتے، اور اس دوران خوب گریہ کرتے۔"(سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۵۲)۔

طاوس کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! میں نے ابن عباس سے زیادہ کسی کو اللہ کی حرمتوں کا تعظیم کرنے والا نہیں دیکھا۔"(حلیۃ الاولیاء: ۱/۳۲۹)۔

❖ وفات:

وہ ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائے، اس وقت ان کی عمر ۷۱ سال تھی، اور ان کی نمازِ جنازہ محمد بن حنفیہ نے پڑھائی۔

	پینتالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(القضب)کا کیا معنی ہے؟		ج
	[ا] گرمی کا پھل	[ب] جہنمیوں کا کھانا	[ج] جانوروں کا چارہ
مجلس حدیث	سوال: قرآن کے الفاظ اور معانی کا سیکھنا،اسے یاد کرنا،اس میں تدبر کرنا، اس پر عمل کی کوشش کرنا،یہ سب کس کی خیر خواہی ہے؟		ب
	[ا]اللہ کی	[ب]اللہ کی کتاب کی	[ج]عمومی مسلمانوں کی
مجلس عقیدہ	سوال: زمینی حادثات کو فلکی حالات سے جوڑنے کا کیا حکم ہے؟		ا
	[ا]شرک اکبر	[ب]شرک اصغر	[ج]جائز،کوئی حرج نہیں
مجلس فقہ	سوال: روزہ توڑنے والی چیزوں میں جس کا شمار نہیں ہوتا،ہو ہے:		ب
	[ا]حجامہ	[ب]ویکسین	[ج]قصداقے کرنا
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ نے دعا کی کہ مدینے کی وبا......کی طرف منتقل ہو جائے۔		ج
	[ا]یمن	[ب]دمشق	[ج]جحفہ
درس صحابہ	سوال:ابن عباس رضی اللہ عنہ کا لقب ہے:		ا
	[ا]ترجمان القرآن	[ب]ذوالشہادتین	[ج]امین الامۃ

چھیالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃالنازعات(۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا (١) وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا (٢) وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا (٣) فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا
(٤) فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (٥) يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (٦) تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (٧) قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ (٨)
أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (٩) يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ (١٠) أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَخِرَةً (١١) قَالُوا
تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (١٢) فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ (١٣) فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (١٤) هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ
مُوسَى (١٥) إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (١٦) اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى (١٧) فَقُلْ هَلْ
لَكَ إِلَى أَنْ تَزَكَّى (١٨) وَأَهْدِيَكَ إِلَى رَبِّكَ فَتَخْشَى (١٩) فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَى (٢٠) فَكَذَّبَ وَعَصَى (٢١)
ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى (٢٢) فَحَشَرَ فَنَادَى (٢٣) فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى (٢٤) فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى
(٢٥) إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشَى (٢٦)﴾

[ڈوب کر سختی سے کھینچنے والوں کی قسم! (۱) بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم! (۲) اور تیرنے پھرنے والوں کی قسم! (۳) پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم! (۴) پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم! (۵) جس دن کانپنے والی کانپے گی (۶) اس کے بعد ایک پیچھے آنے والی (پیچھے پیچھے) آئے گی (۷) (بہت سے) دل اس دن دھڑکتے ہوں گے (۸) جن کی نگاہیں نیچی ہوں گی (۹) کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی کی سی حالت کی طرف پھر لوٹائے جائیں گے؟ (۱۰) کیا اس وقت جب کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟ (۱۱) کہتے ہیں کہ پھر تو یہ لوٹنا نقصان دہ ہے (۱۲) (معلوم ہونا چاہئے) وہ تو صرف ایک (خوفناک) ڈانٹ ہے (۱۳) کہ (جس کے ظاہر ہوتے ہی) وہ ایک دم میدان میں جمع ہو جائیں گے (۱۴) کیا موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر تمہیں پہنچی ہے؟ (۱۵) جب کہ انہیں ان کے رب نے پاک میدان طویٰ میں پکارا (۱۶) (کہ) تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے (۱۷) اس سے کہو کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے (۱۸) اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں تاکہ تو (اس سے) ڈرنے لگے (۱۹) پس اسے بڑی نشانی دکھائی (۲۰) تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی (۲۱) پھر پلٹا دوڑ دھوپ کرتے ہوئے (۲۲) پھر سب کو جمع کر کے پکارا (۲۳) تم سب کا رب میں ہی ہوں (۲۴) تو (سب سے بلند و بالا) اللہ نے بھی اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کر لیا (۲۵) بیشک اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے (۲۶)]۔

❖ سورہ کا مضمون:

اللہ، فرشتوں اور یوم آخرت کی یاد دہانی۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا: ان فرشتوں کی قسم جو کفار کی روحوں کو سختی سے قبض کرتے ہیں۔

وَالنَّاشِطَاتِ: ان فرشتوں کی قسم جو مومنین کی روحوں کو نرمی سے نکالتے ہیں۔

وَالسَّابِحَاتِ: ان فرشتوں کی قسم جو اترتے چڑھتے آسمان میں تیرتے ہیں۔

فَالسَّابِقَاتِ: ان فرشتوں کی قسم جو انبیاء کی طرف وحی پہنچانے میں شیطان سے سبقت لے جاتے ہیں، تاکہ وہ چوری نہ کرلیں۔

فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا: ان فرشتوں کی قسم جو اللہ کے حکم کو نافذ کرتے ہیں۔

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ: صور کی پہلی پھونک میں زمین میں بھونچال آجائے گی۔

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ: اس کے بعد بعث بعد الموت کے لئے دوسری صور پھونکی جائے گی۔

وَاجِفَةٌ: ڈرے ہوئے مضطرب۔

خَاشِعَةٌ: جس چیز کو دیکھ رہی ہوں گی اس کی ہولناکی سے جھکی ہوں گی۔

الْحَافِرَةِ: وہ حالت جس میں ہم زمین پر تھے۔

نَخِرَةً: بوسیدہ۔

كَرَّةٌ: واپسی۔

زَجْرَةٌ: پھونک۔

بِالسَّاهِرَةِ: زمین پر زندہ۔

الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ: عصا اور ید بیضاء کا معجزہ۔

نَكَالَ: سزا۔

❖ اجمالی معنی:

سورۃالنازعات مکی سورہ ہے،اس کا موضوع عقیدے کے تین بنیادی اصولوں کو بیان کرتا ہے:اللہ پر ایمان،اس کے فرشتوں پر ایمان،اور آخرت کے دن پر ایمان۔سورت کا آغاز فرشتوں کی قسموں سے ہوتا ہے،اوران کے ایسے افعال کاذکر ہے جو اللہ کے حکم کے کامل اطاعت گزار ہونے اور اس کے احکام کے فوری نفاذ کی علامت ہیں۔ساتھ ہی یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت کے وقت فرشتے کس طرح بدلہ دیتے ہیں: چنانچہ کافر کی روح کو سختی اور شدت سے نکالتے ہیں۔اور مومن کی روح کو نرمی اور سہولت سے قبض کرتے ہیں۔اس کے بعد قیامت،اس کے ہولناک مناظر، متقین کا انجام اور مجرموں کے ٹھکانے کاذکر کیا گیا ہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوتا ہے،تاکہ نبی ﷺ کو تسلی ملے؛کیونکہ فرعون قریش کے کافروں سے زیادہ طاقتور اور سرکش تھا،مگر اللہ نے اسے پکڑا اور وہ اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکا!

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) قیامت کے ہولناک مناظر کا تذکرہ انسان کو اللہ کے تقویٰ اور نیک اعمال کی طرف ابھارتا ہے۔

۲) داعی الی اللہ کا مقام و مرتبہ بہت عظیم ہے۔

۳) دعوت کے وقت نرمی اختیار کرنا اور مدعو کے ساتھ صبر سے پیش آنا ضروری ہے۔

پیر: مجلس حدیث

تسبیح اور تحمید کی فضیلت

ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پاکیزگی ایمان کا آدھا حصہ ہے، اور الحمدللہ (کہنا) ترازو کو بھر دیتا ہے، اور سبحان اللہ اور الحمدللہ (کہنا) دونوں بھر دیتے ہیں یا بھرتے ہیں جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہے، اور نماز نور ہے، اور صدقہ دلیل ہے، اور صبر روشنی ہے، اور قرآن دلیل ہے تیرے لیے یا تیرے خلاف، سب لوگ صبح نکلتے ہیں، پس بیچنے والا ہے اپنی جان کو، تو یا تو آزاد کرنے والا ہے اسے یا ہلاک کرنے والا ہے"۔

❖ شرح:

ہمارا رب بڑا کریم اور عظیم ہے، اس نے اپنے بندوں کے لیے آسان اعمال مقرر کیے اور ان پر بے شمار اجر رکھا۔

اس حدیث میں ان اعمال کی تھوڑی وضاحت ہے:

"الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ" طہارت: سے مراد وضو ہے، نبی ﷺ نے اسے نصف ایمان کہا ہے، یعنی نصف نماز؛ کیونکہ نماز وضو کے بغیر مردود ہے، اور یہ وضو پر اسی طرح توجہ دینے کی تاکید ہے جیسا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔

"وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ" الحمد، کہتے ہیں: اللہ کی اس کی صفاتِ کمال اور جلال کے اوصاف، محبت اور تعظیم کے ذریعہ حمد اور تعریف کرنا، اور اللہ تعالیٰ مدح اور تعریف کو پسند کرتا ہے، اور اس پر بڑے اجر سے نوازتا ہے، پس یہ چھوٹا سا کلمہ بندے کے میزان کو بھاری کر دیتا ہے اور بھر دیتا ہے۔

"سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ" تسبیح: یعنی اللہ کی تعظیم کرنا اور اس کو ہر عیب سے پاک قرار دینا ہے، اور اس کا اجر حمد کے ساتھ یہ ہے کہ یہ دونوں آسمان و زمین کے درمیان کی جگہ کو بہت ساری نیکیوں سے بھر دیتے ہیں؛ کیونکہ ان دونوں میں اللہ کے کمال کا اثبات اور نقص سے اس کی تنزیہ دونوں جمع ہیں۔

"وَالصَّلَاةُ نُورٌ" یعنی نماز بندے کے لیے دنیا و آخرت میں نور ہے؛ یہ دل میں نور ہے جو معاصی سے روکتا ہے، اور فحش و منکر سے باز رکھتا ہے، اور اسے درستی کی طرف ہدایت دیتا ہے، اور یہ نور چہرے پر ہے، اور قبر میں اور قیامت کے دن بھی ہوگا۔

"وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ" یعنی صدقہ ایمان کی صداقت پر ایک واضح دلیل ہے اور نفاق سے دوری کا ثبوت؛ کیونکہ نفس کی فطرت میں مال کی محبت ہے، پس جب انسان خوش دلی سے مال خرچ کرے تو یہ اس کے ایمان کی قطعی دلیل اور واضح برہان ہے۔

"وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ" یہ صبر کی تینوں اقسام کو شامل ہے: طاعت پر صبر، معصیت سے صبر، اور تقدیر کے دردناک امور پر صبر؛ پس اس سے آراستہ ہونا دنیا میں نور ہے جو دلوں کو روشن کرتا ہے، جو راستے کو روشن کرتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے، اللہ صبر کرنے والوں کو اچھے اخلاق کی ہدایت دیتا ہے، اور طاعتوں اور اچھے اعمال پر ان کی مدد کرتا ہے، اور جو صبر کی کوشش کرے گا اللہ اسے صبر دے گا، جہاں تک آخرت کی بات ہے تو صبر صابرین کے لئے قبروں میں روشنی ہے، حشر و نشر کے دن روشنی ہے، اور جس دن وہ اللہ عزیز و غفور سے ملیں گے اس دن ان کے لئے روشنی ہے۔

"وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ"؛ جو اس پر ایمان لائے اس کی تصدیق کرے، اس کے احکام پر عمل کرے، اور اس کی ممانعتوں سے بچے، قرآن قیامت کے دن اس کے حق میں حجت ہوگا، اور جو اس سے منہ موڑلے اور اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرے تو یہ اس کے خلاف حجت ہوگا۔

"كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو" یعنی جب لوگ صبح کرتے ہیں تو زمین میں پھیل جاتے ہیں، کچھ لوگوں کی صبح ان کے نفع کے لیے ہوتی ہے، اور کچھ کی ان کے لیے وبال ہوتی ہے، سب اپنی جان کا سودا کرتے ہیں، یا تو اس کا سودا اللہ سے کرتے ہیں اور اسے جہنم سے آزاد کر لیتے ہیں، یا شیطان سے کرتے ہیں اور اسے جہنم میں ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) وضو کو اچھی طرح مکمل کرنے کی اہمیت، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو بیان کیا ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور صدقہ کی فضیلت۔

منگل: مجلس عقیدہ

جادو

جادو: جھاڑ پھونک، دم، رموز واسرار، دواؤں اور دھونیوں کا نام ہے، جو اللہ کے حکم سے دلوں اور جسموں پر اثر انداز ہوتا ہے، بیمار کر دیتا ہے، قتل کر دیتا ہے، مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔

جادو کفر ہے، اور ان شیطانی اعمال میں سے جو عقیدہ کے منافی ہیں؛ کیونکہ یہ صرف شرکیہ امور کے ذریعہ ہوتا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (لیکن شیاطین نے کفر کیا، لوگوں کو جادو سکھلایا) [البقرہ: ۱۰۲]، اور اللہ سبحانہ نے بیان کیا کہ جو جادو کو پسند کرے اور طلب کرے، اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ (اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں) [البقرہ: ۱۰۲]۔

اور نبی ﷺ نے اسے مہلک گناہوں میں ذکر کیا، اور اسے شرک سے جوڑا ہے، فرمایا: "سات مہلک چیزوں سے بچو"، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو کرنا..." (بخاری: ۲۷۶۶، مسلم: ۸۹)۔

امام سعدی رحمہ اللہ نے کہا: جادو شرک میں دو جہتوں سے داخل ہے: ایک یہ کہ اس میں شیاطین کا استعمال ہوتا ہے، اور ان سے تعلق رکھا جاتا ہے، اور کبھی کبھار ان کی پسندیدہ چیزوں کے ذریعہ ان کی قربت حاصل کی جاتی ہے تاکہ وہ اس جادوگر کی خدمت کریں اور اس کے مطلوب کو پورا کریں، اور دوسری جہت یہ کہ اس میں علم غیب کا دعویٰ پایا جاتا ہے، اور اس میں اللہ کے علم میں شرکت کا دعویٰ ہے، اور ایسے راستے اختیار کیے جاتے ہیں جو اس تک پہنچاتے ہیں، اور یہ سب شرک اور کفر کی شاخوں میں سے ہے (القول السدید: ۹۷)۔

اور اسی طرح جو شخص علاج وغیرہ کے لیے جادوگر کے پاس جائے، تو اس کا حکم کفر ہے، جو ملت سے خارج کر دیتا ہے؛ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو کسی غیب کے دعوے دار، جادوگر، اور کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو نبی ﷺ پر نازل ہوا" (طبرانی: ۱۰۰۰۵)۔

پس مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے عقیدے کی حفاظت کرے ان چیزوں سے جو اس کو فاسد یا کمزور کر دیں، وہ ایسی دوائیں استعمال نہ کرے جو جائز نہیں، اور نہ ہی جادو گروں اور شعبدہ بازوں کے پاس علاج کے لیے جائے؛ کیونکہ وہ اس کے دل اور عقیدے کو بیمار کر دیں گے، اور یہی اصل بیماری ہے جس کا علاج توحید اور ایمان سے ہونا چاہیے، اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

بدھ: مجلس فقہ

حج اور عمرہ

❖ حج اور عمرہ کی فضیلت:

- نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ کے لیے حج کیا، پھر نہ اس نے فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی، وہ اس طرح لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو" (بخاری: ۱۵۲۱، مسلم: ۱۳۵۰)۔
- نبی ﷺ نے فرمایا: "ہر عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے، اور حجِ مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں" (بخاری: ۱۷۷۳، مسلم: ۱۳۴۹)۔

❖ حج اور عمرہ کا حکم:

حج اور عمرہ استطاعت رکھنے والے پر زندگی میں ایک مرتبہ واجب ہیں؛ اس کی دلیل ہے:

- اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے، اور جو کفر کرے تو بے شک اللہ جہان والوں سے بے نیاز ہے) [آل عمران: ۹۷]۔
- اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ (اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو) [البقرۃ: ۱۹۶]۔
- نبی ﷺ کا فرمان جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا تھا: کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: "ہاں، ان پر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں: حج اور عمرہ" (احمد: ۶/۱۶۵، ابن ماجہ: ۲۹۰۱)۔
- اور نبی ﷺ کا فرمان اس شخص سے جس نے ذکر کیا تھا کہ اس کے والد حج اور عمرہ کی طاقت نہیں رکھتے، تو آپ نے فرمایا: "اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو" (ابو داود: ۱۸۱۰، نسائی: ۵/۱۱۱)۔

❖ حج اور عمرہ کے مشروع ہونے کی حکمت:

۱. اللہ تعالیٰ نے حج اور عمرہ کو بہت سی حکمتوں اور اسرار کی بنیاد پر مشروع کیا ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۲. تمام شعائر؛ طواف اور سعی وغیرہ کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور بندگی کا اظہار ہے۔

۳. صحت اور مال کی نعمت جو کہ انسان پر اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر کی ادائیگی ہے۔

۴. اس میں ایمان، صبر، اور نفس و خواہش سے جہاد میں اعلیٰ درجے تک پہنچنے پر نفس کی تربیت ہے۔

۵. اس میں مسلمانوں کے اجتماع کا مظہر ہے کہ ایک ہی میدان میں، ایک ہی لباس میں، ایک ہی عبادت ادا کرنے کے لیے سب جمع ہوئے ہیں، اور یہ ایک عظیم مقصد ہے جو ان کو دلوں کی اجتماعیت تک پہنچاتا ہے۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

٭ اللہ کے حکم سے کم کھانے کا زیادہ ہو جانا:

- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو طلحہ نے ام سلیم سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کو کمزور پایا۔ میرے خیال کے مطابق آپ کو بھوک لگی ہے، کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، چنانچہ انھوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنا دوپٹہ لیا، اس کے ایک حصے میں ان کو لپیٹا، پھر انھیں میرے ہاتھ میں چھپا دیا، دوپٹے کا دوسرا حصہ مجھے اوڑھا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انس کہتے ہیں کہ میں انھیں لے کر روانہ ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ''تمھیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے''؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھانا دے کر؟'' میں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے ساتھ والے لوگوں سے فرمایا: ''اٹھو اور ابو طلحہ کے ہاں چلو۔'' چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور میں ان کے آگے آگے چلا حتیٰ کہ میں ابو طلحہ کے پاس آیا اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ ابو طلحہ نے کہا: ام سلیم! رسول اللہ ﷺ تو لوگوں سمیت تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو ہم انھیں کھلا سکیں؟ ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے لے آؤ۔'' ام سلیم روٹیاں لے کر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے ٹکڑے بنا دیے جائیں۔ ام سلیم نے کپی نچوڑ کر ان پر کچھ گھی ڈال دیا، اس طرح وہ سالن بن گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر جو اللہ نے چاہا پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' چنانچہ انھیں بلا کر کھانے کی اجازت دی گئی تو انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر وہ باہر چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھیں بلایا گیا اور کھانے کی اجازت دی گئی تو انھوں نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر وہ باہر چلے گئے تو آپ نے فرمایا: ''اور دس آدمیوں کو بلاؤ۔'' انھیں بلایا گیا اور انھوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔ پھر وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا: ''دس آدمیوں کو

بلاؤ۔" اس طرح سب آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا جبکہ وہ ستر (۷۰) آدمی تھے۔ (بخاری: ۳۵۷۸، مسلم: ۲۰۴۰)۔

- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں میں بعض اوقات بھوک کے مارے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں صحابہ کرام کی آمد و رفت تھی۔ ابو بکر صدیق وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ میرے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلائیں پلائیں لیکن وہ بغیر کچھ کیے وہاں سے چل دیے۔ پھر عمر بن خطاب میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے بھی قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا اور دریافت کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلائیں پلائیں لیکن وہ بھی کچھ کیے بغیر گزر گئے ان کے بعد ابو القاسم ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔ میرے چہرے کو آپ نے تاڑ لیا اور میرے دل کی بات سمجھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ!" میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: "میرے ساتھ آ جاؤ۔" چنانچہ جب آپ چلنے لگے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ پھر میں نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ جب آپ اندر گئے تو آپ کو ایک پیالے میں دودھ ملا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ابو ہر!" میں نے عرض کی: لبیک، اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس بلا لاؤ۔" اہل صفہ اہل اسلام کے مہمان تھے وہ گھر بار اہل و عیال اور مال وغیرہ نہ رکھتے تھے اور نہ کسی کے پاس جاتے ہی تھے۔ مجھے یہ بات ناگوار گزری۔ میں نے سوچا کہ اس دودھ کی مقدار کیا ہے جو وہ اہل صفہ میں تقسیم ہو؟ اس کا حق دار تو میں تھا کہ اسے نوش کر کے کچھ قوت حاصل کرتا۔ مجھے تو شاید اس دودھ سے کچھ بھی نہیں ملے، لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور ان کے حکم کی بجا آوری کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور انہیں دعوت پہنچائی۔ وہ آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو انہیں اجازت مل گئی۔ پھر وہ آپ کے گھر میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ!" میں نے عرض کی: لبیک اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "پیالہ لو اور سب حاضرین کو دودھ پلاؤ" میں نے وہ پیالہ پکڑا اور ایک ایک کو پلانے لگا۔ ایک شخص جب پی کر سیراب ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا۔ پھر میں دوسرے شخص کو دیتا۔ وہ بھی سیر ہو کر پیتا پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا اسی طرح تیسرا پی کر پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا، یہاں تک کہ میں نبی ﷺ تک پہنچا

جبکہ تمام اہل صفہ دودھ پی کر سیراب ہو چکے تھے آخر میں آپ ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا: ''اے ابوہریرہ!'' میں نے عرض کی: لبیک، اللہ کے رسول! فرمایا: ''میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ اور اسے نوش کرو۔'' چنانچہ میں بیٹھ گیا اور دودھ پینا شروع کر دیا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا: ''اور پیو۔'' آپ مجھے اور پینے کا مسلسل کہتے رہے حتیٰ کہ مجھے کہنا پڑا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اب پینے کی بالکل گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر مجھے دے دو۔'' میں نے وہ پیالہ آپ کو دے دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور بسم اللہ پڑھ کر (ہم سب کا) بچا ہوا دودھ نوش فرمایا۔ (بخاری: ٦٤٥٢)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

❖ نام اور ولادت:

عبداللہ بن عمر بن خطاب، کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔

ہجرت سے دس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔

❖ سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ پاکیزہ، اچھی معاشرت والے تھے، چھوٹے تھے جب اپنے والد عمر بن خطاب کے ساتھ اسلام لائے، اور ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کی، اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ ان کی پہلی جنگ جنگ خندق تھی؛ انہیں اُحد کے دن نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا جب وہ چودہ سال کے تھے تو آپ نے انہیں اجازت نہیں دی، پھر خندق کے دن پیش کیا گیا جب وہ پندرہ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی (بخاری: ۴۰۹۷)۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور خلفائے راشدین کے زمانے میں وہ کسی غزوہ اور لشکر سے پیچھے نہیں رہے۔ فتح مکہ، غزوہ مؤتہ، یرموک، یمامہ، قادسیہ، جلولاء میں شریک ہوئے، اور مصر اور افریقہ کے ممالک کی فتح میں حصہ لیا۔

آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ حدیث روایت کرنے والے صحابہ میں سے تھے۔

تقریباً ساٹھ سال تک مدینہ میں فتوے دیتے رہے۔

آپ دنیا سے بے رغبت، پرہیزگار، عبادت گزار، تہجد گزار، اور قرآن سے شدید متاثر ہونے والے شخص تھے، آپ کے غلام نافع کہتے ہیں: عبداللہ بن عمر جب بھی سورۃ البقرہ کی یہ دو آیات پڑھتے: ﴿وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ﴾ (تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا) [البقرہ: ۲۸۴]۔ تو رو پڑتے اور کہتے: "یقیناً یہ تو سخت محاسبہ ہے"۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۰۶۱)۔

اور جب یہ آیت پڑھتے: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ﴾ (کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے نرم ہو جائیں) [الحدید: ١٦]۔ تو دھاڑیں مار کر روتے (حلیۃ الاولیاء: ١/٣٠٥)۔

آپ کے پاس ایک بڑا برتن تھا جس میں پانی رہتا، جب رات آتی تو جتنی نماز اللہ نے مقدر کی ہوتی پڑھتے، پھر بستر پر آجاتے، پرندے کی طرح ہلکی سی نیند لیتے، پھر اٹھتے وضو کرتے اور نماز پڑھتے، ایسا رات میں چار یا پانچ مرتبہ کرتے (سیر اعلام النبلاء: ٣/٢١٥)۔

نبی ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور انہیں صالح قرار دیا، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ نے ان کے خواب کی تعبیر بیان کی، جس میں عبداللہ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے، اور وہ جہاں جنت میں اشارہ کرتے وہ انہیں وہاں اڑا لے جاتا، حفصہ نے یہ خواب نبی ﷺ سے ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یقیناً تمہارا بھائی ایک صالح آدمی ہے" (بخاری: ٧٠١٥، مسلم: ٢٤٧٨)۔

وہ سخی، خرچ کرنے والے، اور فقیروں پر مہربان تھے۔ وہ کہتے ہیں: "میرے دل میں یہ آیت آئی: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کروگے ہرگز بھلائی نہ پاؤگے) [آل عمران: ٩٢]۔ تو میں نے یاد کیا کہ اللہ نے مجھے کیا دیا ہے، اور میں نے کچھ نہیں پایا جو مجھے اپنی باندی رمیثہ سے زیادہ محبوب ہو، تو میں نے کہا: یہ آزاد ہے اللہ کے لیے" (حلیۃ الاولیاء: ١٠٣)۔

ایک مرتبہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لاکھ (درہم) بھیجے، سال گزرنے سے پہلے ہی ان کے پاس اس میں سے کچھ بھی نہ بچا (حلیۃ الاولیاء: ١٠٣)۔

❖ وفات

سنہ ٧٣ھ میں ان کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ٨٧ سال تھی، اور مکہ کی ایک وادی میں دفن کیے گئے جسے فخ کہا جاتا ہے۔

	چھیالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں			صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: (نخرہ) کا کیا معنی ہے؟			ب
	[ا] بیمار	[ب] بوسیدہ	[ج] سخت	
مجلس حدیث	سوال: نبی ﷺ کے قول: ”طہارت نصف ایمان ہے“ میں ایمان سے کیا مراد ہے؟			ب
	[ا] تقوی	[ب] نماز	[ج] صحیح عقیدہ	
مجلس عقیدہ	سوال: جو غیب کا دعوی کرنے والے کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی، اس کا حکم کیا ہے؟			ا
	[ا] کفر اکبر	[ب] کفر اصغر	[ج] شرک اصغر	
مجلس فقہ	سوال: عورتوں کے لئے مشروع جہاد کیا ہے؟			ج
	[ا] نماز اور روزہ	[ب] بکثرت تلاوت قرآن	[ج] حج و عمرہ	
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ نے کن لوگوں کو بلانے کے لئے ابو ہریرہ کو بھیجا؟			ا
	[ا] اہل صفہ	[ب] اہل بدر	[ج] اہل خندق	
درس صحابہ	سوال: پہلا غزوہ جس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ شریک ہوئے وہ ہے:			ب
	[ا] غزوہ احد	[ب] غزوہ خندق	[ج] فتح مکہ	

سینتالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ النازعات (۲)

﴿أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا (٢٧) رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا (٢٨) وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ
ضُحَاهَا (٢٩) وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا (٣٠) أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا (٣١) وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا
(٣٢) مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (٣٣) فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَى (٣٤) يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى
(٣٥) وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَى (٣٦) فَأَمَّا مَنْ طَغَى (٣٧) وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (٣٨) فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ
الْمَأْوَى (٣٩) وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى (٤٠) فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى (٤١)
يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا (٤٢) فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا (٤٣) إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا (٤٤) إِنَّمَا
أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا (٤٥) كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا (٤٦)﴾

[کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا (۲۷) اس کی بلندی اونچی کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا (۲۸) اسکی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو نکالا (۲۹) اور اس کے بعد زمین کو (ہموار) بچھا دیا (۳۰) اس میں سے پانی اور چارہ نکالا (۳۱) اور پہاڑوں کو (مضبوط) گاڑ دیا (۳۲) یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے (ہیں) (۳۳) پس جب وہ بڑی آفت (قیامت) آجائے گی (۳۴) جس دن کہ انسان اپنے کیے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا (۳۵) اور (ہر) دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کی جائے گی (۳۶) تو جس (شخص) نے سرکشی کی (ہوگی) (۳۷) اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی (ہوگی) (۳۸) اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے (۳۹) ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا (۴۰) تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے (۴۱) لوگ آپ سے قیامت کے واقع ہونے کا وقت دریافت کرتے ہیں (۴۲) آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق؟ (۴۳) اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے (۴۴) آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں (۴۵) جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی (دنیا میں) رہے ہیں (۴۶)]۔

❖ آیات کا مضمون:

اللہ اور یوم آخرت کی یاد دہانی۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

رَفَعَ سَمْكَهَا:اس کی چھت کو اونچا کیا۔

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا: سورج کو غروب کرکے اس کی رات کو تاریک بنایا۔

وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا: سورج کو طلوع کرکے اس کے دن کو روشن کیا۔

دَحَاهَا:ہموار کیا،اس میں منافع رکھے۔

وَمَرْعَاهَا: پودے جنہیں جانور چرتے ہیں۔

أَرْسَاهَا: میخوں کی طرح زمین میں پیوست کردیا۔

الطَّامَّةُ: قیامت،صور میں دوسری پھونک۔

وَبُرِّزَتِ:کھلم کھلا ظاہر کی جائے گی۔

الْمَأْوَى: ٹھکانا۔

مَقَامَ رَبِّهِ:اپنے رب کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا۔

أَيَّانَ مُرْسَاهَا:اس کے ہونے کاوقت کب ہے؟

فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا: آپ کے پاس اس کا علم نہیں کہ آپ بتائیں۔

عَشِيَّةً:ظہر سے لے کر غروب شمس تک۔

ضُحَاهَا:طلوع شمس سے دوپہر تک۔

❖ اجمالی معنی:

اللہ تعالیٰ نے قیامت کاانکار کرنے والوں کی بڑی واضح دلیل سے تردید کی ہے،اور وہ دلیل یہ ہے: عظیم آسمانوں کا پیدا کرنا، جس کی جسامت مضبوط ہے، جو بلند و بالا ہے،اس میں رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ہے،اور موٹی تہہ والی گرد و غبار والی زمین،اس پر موجود پہاڑ،اور اس میں ودیعت کئے گئے منافع۔جب قیامتِ کبریٰ اور شدید قسم کی سخت گھڑی آئے گی، تو ہر انسان یاد کرے گا کہ اس نے دنیا میں کیا اچھا یا برا عمل کیا۔وہ جان لے گا کہ اس کی محنت اور کوشش اس دن اس کے نفع اور نقصان کا اصل ہے۔جس نے نیک عمل کیا اسے جنت ملے گی،اور جس نے برا عمل کیا وہ اپنے نفس کے سوا کسی کو متہم نہ کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان ہٹ دھرم اور جھٹلانے والے لوگوں کا ذکر کر رہا ہے جو قیامت کے وقت کے بارے میں پوچھتے ہیں، اللہ ان کو جواب دیتا ہے کہ اسے جاننے کا کوئی فائدہ نہیں، اور نہ اس میں کوئی دینی اور دنیوی مصلحت ہے۔ بلکہ مصلحت اس میں ہے کہ اسے ان سے پوشیدہ رکھا جائے؛ تاکہ جو لوگ قیامت آنے سے ڈرتے ہیں وہ فائدہ اٹھائیں، اس کے لئے تیاری اور عمل کریں۔ لیکن جو لوگ جھٹلا رہے ہیں ان کی ہٹ دھرمی دشمنی پر مبنی ہے، اور ان کا جواب دینا بے کار ہے جس سے اللہ تعالی پاک ہے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور اس میں موجود ہر چیز اللہ کی عظمت کا ثبوت ہے، اور یہ کہ وہ فنا ہونے والی چیزوں کو دوبارہ لوٹانے کی قدرت رکھتا ہے۔

۲) قیامت کے وقت کا علم، غیب ہے، جو صرف اللہ تعالی کو معلوم ہے۔

۳) اللہ کا خوف اور نفس کو خواہشات سے روکنا جنت میں داخل ہونے کے اہم اسباب میں سے ہیں۔

پیر: مجلس حدیث

وہ اذکار جو بندے کی حفاظت کرتی ہیں

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کل رات مجھے بچھو نے ڈنک مارا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم نے شام کے وقت یہ کہا ہوتا: (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ) میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعہ پناہ لیتا ہوں اس کی مخلوق کے شر سے] تو وہ تمہیں نقصان نہ پہنچاتا" (مسلم: ۲۷۰۹)۔

❖ شرح:

مسلمان کو شر اور نقصان سے محفوظ رکھنے والے اسباب کی دو قسمیں ہیں:

پہلا: مادی اسباب، جیسے: بیماری میں دوا لینا، سردی میں موٹے کپڑوں سے بچاؤ کرنا۔

دوسرا: شرعی اسباب، جیسے: صبح وشام کے اذکار کی پابندی کرنا، نمازِ فجر اور نمازِ عشاء باجماعت ادا کرنا۔

اس حدیث میں نبی ﷺ ایک شرعی سبب بیان فرماتے ہیں جو مسلمان کو-اللہ کے حکم سے- برائیوں اور تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے، اور وہ یہ کہ بندہ یہ کلمات کہے: (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ) اور اس کا مطلب ہے: "میں اللہ کے ایسے کامل کلمات کے ذریعے پناہ لیتا ہوں جن میں کسی قسم کی کمی یا عیب نہیں، اس کی تمام مخلوقات کے شر سے"، جب ایک مسلمان اسے پڑھے گا تو یہ ذکر بچھو کے ڈنک اور دوسرے شرور سے حفاظت کا سبب بن جاتا ہے، لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ اس کو یاد کرے اور صبح وشام اس پر ہمیشگی برتے۔

صبح کے اذکار کا وقت: فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک۔ اور شام کے اذکار کا وقت: عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک ہے۔ اور اگر کوئی اسے اس کے وقت پر بھول جائے تو جب بھی یاد آئے پڑھ لے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) نبی کریم ﷺ کا اپنے رب سے مضبوط تعلق اور اس کا بکثرت ذکر۔

۲) اس کا بیان کہ نبی ﷺ اپنی امت کو نفع پہنچانے والی چیزوں کو سکھانے کا کتنا اہتمام کرتے تھے۔

۳) مسلمان کے لیے یہ مشروع ہے کہ وہ شرعی اور مادی دونوں اسباب کا اہتمام کرے اور دونوں پر عمل کرے۔

۴) صبح اور شام کے اذکار کی اہمیت؛ کیونکہ یہ مسلمان کو-اللہ کے حکم سے- برائیوں اور شیطان سے محفوظ رکھتے ہیں۔

منگل: مجلس عقیدہ

رقیہ (مریض پر دم کرنا)

رُقی: "رُقیہ" کی جمع ہے، اور اس کا معنی ہے: مریض پر پڑھنا (دم کرنا)۔

یہ دو قسم کی ہوتی ہے:

پہلی قسم: وہ جو شرک سے خالی ہو، کہ مریض پر قرآنِ کریم کی کوئی آیت پڑھی جائے، یا اللہ کے ناموں اور صفات کے ذریعے دم کیا جائے، یا جائز دعاوں میں سے کچھ پڑھا جائے؛ تو یہ جائز ہے؛ کیونکہ نبی ﷺ نے خود بھی رقیہ کیا اور رقیہ کرنے کا حکم دیا؛ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم جاہلیت میں رقیہ کرتے تھے، تو ہم نے کہا: یارسول اللہ! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے رقیے کو میرے سامنے پیش کرو، ان میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ ان میں شرک نہ ہو" (مسلم: ۲۲۰۰)۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: "علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ رقیہ اس وقت جائز ہے جب اس میں تین شرطیں ہوں:

- یہ اللہ کے کلام یا اس کے ناموں اور صفات کے ذریعہ ہو۔
- عربی زبان میں ہو یا ایسے الفاظ میں ہو جو معروف معنی رکھتے ہوں۔
- یہ عقیدہ رکھا جائے کہ رقیہ بذاتِ خود موثر نہیں، بلکہ اللہ تعالی کے حکم سے موثر ہوتا ہے" (فتح الباری: ۱۰/۱۹۵)۔

✵ **رقیہ کرنے کا طریقہ:** مریض پر پڑھا جائے اور منہ سے پھونکا جائے، یا پانی میں پڑھ کر مریض کو پلایا جائے، یا مٹی پر پڑھ کر اسے درد والی جگہ پر رکھا جائے؛ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ جب بستر پر آتے تو { قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ } اور دونوں معوذتین پڑھ کر پھونک مارتے، پھر اپنے ہاتھوں کو چہرہ اور جس جگہ تک ہاتھ پہنچتا، جسم پر پھیرتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب آپ ﷺ کو کوئی تکلیف ہوتی تو مجھے بھی حکم دیتے کہ یہ عمل ان کے لیے کروں" (بخاری: ۵۷۴۸)۔

اور ثابت بن قیس کی حدیث میں ہے: آپ ﷺ نے وادی بطحان کی مٹی لی، اسے ایک پیالے میں ڈالا، پھر اس پر پھونک ماری، اور اسے ان پر ڈال دیا (ابوداود: ۳۸۸۵)۔

رقیہ کی دوسری قسم: وہ جس میں شرک ہو، یہ وہ رقیہ ہے جس میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگی جائے یا کسی اور کو پکارا جائے، جیسے: جنات، فرشتوں، انبیاء، صالحین یا کسی اور کے نام سے رقیہ کرنا، یہ شرک اکبر ہے اور بالکل فائدہ نہیں دیتی۔ یہی مراد ہے نبی ﷺ کے اس قول میں: جھاڑ پھونک، تعویذ اور گنڈے سب شرک ہیں (احمد: ۳۶۱۵، اباوداود: ۳۸۸۳)۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اللہ نے تمہاری شفا ایسی چیز میں نہیں رکھی جو تم پر حرام کی گئی ہو" (بخاری تعلیقا: ۵۶۱۴)۔

بدھ: مجلسِ فقہ

حج اور عمرہ کے میقات

مکانی مواقیت: وہ حدود ہیں کہ حج اور عمرہ کرنے والا احرام کے بغیر اسے عبور نہیں کر سکتا۔ ان کا بیان نبی ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں کیا ہے؛ "انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات بنایا، اہل شام کے لیے جحفہ، اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر کیا۔ یہ میقات ان مقامات کے باشندوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو حج و عمرہ کا ارادہ کرتے ہوئے وہاں سے گزریں۔ اور جو لوگ ان مقامات کے اندر کی جانب ہیں وہ جہاں سے چلیں وہیں سے احرام باندھیں، چنانچہ اہل مکہ، مکہ ہی سے احرام باندھ کر چلیں" (بخاری:۱۵۲۴، مسلم:۱۱۸۱)۔

- اس کی حکمت: چونکہ بیت اللہ الحرام معظم اور معزز ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ایک محفوظ قلعہ بنایا ہے، اور وہی حرم ہے، اور اس قلعہ کے سرحد ہیں، اور وہ سرحد یہی میقات ہیں، بیت اللہ کی تعظیم میں بغیر احرام کے جنہیں عبور کرنا جائز نہیں۔
- **اس کی تفصیل درج ذیل ہے:**

- میقات ذوالحلیفہ: اہلِ مدینہ اسی سے احرام باندھتے ہیں، اور یہ موجودہ وقت میں مدینہ شہر میں شامل ہے، اور اسے مسجد المیقات کہتے ہیں۔
- میقات جحفہ: یہ اہلِ شام، مصر اور مغرب کے لیے میقات ہے، آج کل وہ اس سے یا رابغ سے احرام باندھتے ہیں؛ کیونکہ رابغ جحفہ سے پہلے اور اس کے قریب ہے۔ یہ میقات مکہ سے تقریباً ۲۰۰ کلو میٹر دور ہے۔
- میقات قرن المنازل: یہ اہلِ نجد کے لیے میقات ہے، اور آج اسے "السیل" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہاں سے مکہ جانے کے دو راستے ہیں: ایک السیل کا راستہ، دوسرا جبل کرا کا راستہ، یہ مکہ سے تقریباً ۷۰ کلو میٹر دور ہے۔
- میقات یَلَمْلَمَ: یہ اہلِ یمن کے لیے میقات ہے، اور مکہ سے تقریباً ۷۰ کلو میٹر دور ہے۔
- میقات ذاتِ عِرق: یہ اہلِ عراق اور اہلِ مشرق کے لیے ہے، اور مکہ سے تقریباً ۷۰ کلو میٹر دور ہے۔

ان مواقیت سے مذکورلوگ احرام باندھیں گے ہیں،اوران کے علاوہ جو کوئی بھی ان سے گزرے اوراس نے حج یا عمرہ کاارادہ کیا،وہ بھی انہی سے احرام باندھے گا۔اگروہ ان حدود کو بغیر احرام کے عبور کر جائے تو اگر ممکن ہو تو واپس جا کر وہاں سے احرام باندھنا واجب ہے،اور اگر ممکن نہ ہو تو اس پر فدیہ واجب ہے،یعنی ایک بکری مکہ میں حرم کے مساکین کے لیے ذبح کرے۔

اور جو شخص ایسا راستہ اختیار کرے کہ وہ کسی میقات سے نہ گزرتا ہو،وہ اس کے قریب ترین میقات کے برابر سے احرام باندھے،جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم اپنے راستے میں اس کے مقابل کوئی جگہ دیکھو"(بخاری: ۱۵۳۱)۔

اسی طرح جو ہوائی جہاز سے سفر کرے،وہ بھی اس وقت احرام باندھے جب ہوائی جہاز فضا میں کسی میقات کے مقابل پہنچے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جہاز میں بیٹھنے سے پہلے غسل کرے اور احرام کا لباس پہن لے۔اور جب جہاز میقات کے برابر پہنچے،تو وہ فضاء میں ہی احرام باندھے،اور اس کے لیے جائز نہیں کہ احرام کو جہاز کے جدہ میں اترنے تک موخر کرے،کیونکہ جدہ صرف اہل جدہ کے لیے میقات ہے۔

- **اور اہلِ حرم** جو مکہ میں قیام کرتے ہیں،وہ حج کے لیے اپنی رہائش سے احرام باندھیں گے،اور عمرہ کے لیے وہ حل سے احرام باندھیں گے،جیسے تنعیم اور جعرانہ۔
- **اور اہلِ حل**،یعنی جن کے گھر مکہ اور میقات کے درمیان ہیں،وہ حج اور عمرہ دونوں کے لیے اپنے گھروں سے احرام باندھیں گے۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

❖ آپ ﷺ کی دشمنوں سے حفاظت:

یہ نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں بعثت سے لے کر وفات تک ہر نقصان اور شر سے محفوظ رکھا۔اللہ نے مشرکین کی چالبازی سے انہیں بچایا، مذاق اڑانے والوں کے مذاق کو ان سے دور رکھا، اور ان کے دین کو قیامت تک محفوظ رکھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ، الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾(پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے! اور مشرکوں سے منھ پھیر لیجئے، آپ سے جو لوگ مسخراپن کرتے ہیں ان کی سزا کے لیے ہم کافی ہیں، جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا)[الحجر:۹۴-۹۶]۔

اور اللہ نے فرمایا:﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾(یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے)[الکوثر:۳]،اور فرمایا:﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے)[البقرہ:۱۳۷]،اور فرمایا:﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾(اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا)[المائدہ:٦٧]۔

اگر وہ اللہ کی طرف سے سچے رسول نہ ہوتے تو اللہ انہیں نہ تحفظ دیتا، نہ نصرت دیتا، نہ مدد دیتا اور نہ غالب کرتا، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾(اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتا، تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے، پھر تم میں سے کوئی بھی مجھے اس سے روکنے والا نہ ہوتا)[الحاقہ:۴۴-۴۷]۔

- اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کی حفاظت کی دلیل وہ بھی ہے جسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: انہوں نے کہا: ابوجھل نے کہا: کیا محمد تم لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ تو کہا گیا: ہاں، چنانچہ اس نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تو میں ان کی گردن کو روندوں گا، پھر جب رسول اللہ ﷺ

نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کے پاس آیا اور یہ ارادہ کیا کہ آپ کی گردن مبارک کو روندے، تو وہ انھیں اچانک ایڑیوں کے بل پلٹتا ہوا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرتا ہوا نظر آیا۔ اس سے کہا گیا: تمھیں کیا ہوا؟ تو اس نے کہا: میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق اور ہولناکی اور بہت سے پر تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ایک ایک عضو کو نوچ لیتے" (مسلم: ۲۷۹۷)۔

- انہی دلائل میں سے وہ ہے جسے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے تو ببول کے درخت نیچے ٹھہرے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی۔ دوسرے لوگ بھی سایہ حاصل کرنے کے لئے ادھر ادھر ہو کر سو گئے، ایک مشرک آدمی آیا اور آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی اس نے اسے سونت لی، اور کہا: مجھ سے ڈر رہے ہو؟ آپ ﷺ نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ ﷺ نے کہا: "اللہ۔"، تو اس نے تلوار میان میں رکھ دی، اور پھر آپ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہ دی (بخاری: ۲۹۱۰، مسلم: ۸۴۳)۔ اور اللہ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا) [المائدۃ: ٦٧] ۔(صحیح اسباب النزول: ۹۹)۔

- اور اس کی مثال وہ بھی ہے جو سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ: ہم نبی ﷺ کے ساتھ حنین کی جنگ میں شریک ہوئے۔ جب وہ ہر طرف سے رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوئے تو آپ ﷺ خچر سے نیچے اترے، زمین سے ایک مٹھی مٹی لی، پھر اسے سامنے کی طرف سے ان کے چہروں پر پھینکا اور فرمایا: "چہرے بگڑ جائیں۔" تو اللہ نے ان میں سے انسان کی آنکھ کو اس ایک مٹھی کی مٹی سے بھر دی، سو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، اور اللہ نے انہیں شکست دی (مسلم: ۱۷۷۷)۔

- اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ جب کسریٰ نے نبی ﷺ کا خط پھاڑ دیا، تو آپ ﷺ نے اس پر بد دعا کی کہ وہ ہر طرح ریزہ ریزہ کر دیے جائیں (بخاری: ٦٤)۔ اللہ نے کسریٰ کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور جب ہرقل اور مقوقس نے آپ کے خط کو عزت دی تو ان کی سلطنت برقرار رہی (الجواب الصحیح: ٦/۲۷۳)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

صفوان بن معطل السلمي، کنیت: أبو عمرو۔

❖ سیرت اور فضائل:

صفوان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صالح صحابہ میں سے تھے، شاعر، بہادر اور شجاع تھے۔

انہوں نے غزوہ خندق میں حصہ لیا اور اس کے بعد کسی غزوے سے پیچھے نہ رہے۔

وہ حادثہ افک کے سبب مشہور ہوئے، اور نبی ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی: "میں ان کے بارے میں صرف نیکی جانتا ہوں" (بخاری: ۲۶۳۷، مسلم: ۲۷۷۰)۔ قصہ یہ ہے کہ سنہ ۵ ھ، غزوہ المریسیع میں، صفوان رضی اللہ عنہ فوج کے پیچھے چل رہے تھے، جو چیزیں فوج سے رہ گئی ہوں یا گر گئی ہوں وہ اٹھاتے تھے۔ وہ گزرے تو دیکھا کہ کسی کا سیاہ سایہ ہے، قریب جا کر دیکھا تو یہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، جو اپنا ایک ٹوٹا ہوا زیور جمع کرنے کے لیے پیچھے رہ گئی تھیں۔ صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا: اناللہ وانا الیہ راجعون، اور انہوں نے اس کے علاوہ کچھ نہ کہا، اپنے اونٹ کو جھکایا، عائشہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا اور انہیں لوگوں کے پاس لے آئے۔ تو اہلِ افک نے باتیں بنانی شروع کیں اور اسی میں پڑ گئے، نبی ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: "اے مسلمانوں کے گروہ! کون ہے جو ان لوگوں کو مجھ سے باز رکھے جو میرے اہلِ خانہ کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں؟ میں اپنے اہلِ خانہ کے سلسلہ میں کوئی برائی نہیں جانتا، اور میرے صحابہ میں سے ایک کو متہم کر رہے ہیں، حالانکہ میں اس کے بارے میں کوئی برائی نہیں جانتا، اور میں کبھی بھی کسی مہم میں نہیں گیا مگر وہ میرے ساتھ رہا"۔ پھر اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بارے میں آیات نازل فرمائیں (بخاری: ۴۱۴۱، مسلم: ۲۷۷۰)۔

❖ وفات:

صفوان رضی اللہ عنہ کی وفات، فرات کے بیچھم سمیساط نامی مقام میں، سن ۶۰ ھ میں، خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں ہوئی۔

	سینتالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: آیت میں (دحاھا) کا کیا معنی ہے؟		ب
	[ا] اسے بے نور کر کے لپیٹ دیا	[ب] اسے بچھایا اور اس کے منافع اس میں رکھ دیئے	[ج] اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا
مجلس حدیث	سوال: شام کے اذکار کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟		ا
	[ا] عصر کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے تک	[ب] نماز عشاء سے لے کر سورج نکلنے تک	[ج] چاشت کی نماز سے لے کر اذان عصر تک
مجلس عقیدہ	سوال: جائز رقیہ وہ ہے جو............؟		ج
	[ا] صرف قرآن سے ہو	[ب] جو صحابہ سے ثابت ہے	[ج] جو شرک سے خالی ہو
مجلس فقہ	سوال: اہل حرم جو مکہ میں مقیم ہیں وہ حج کے لئے احرام کہاں سے باندھیں گے؟		ا
	[ا] اپنے گھروں سے	[ب] تنعیم سے	[ج] جعرانہ سے
مجلس سیرت	سوال: کون تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پھاڑا؟		ب
	[ا] ہرقل	[ب] کسریٰ	[ج] مقوقس
درس صحابہ	سوال: صفوان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں پیش آنے والے مشہور واقعات میں سے ہے:		ا
	[ا] حادثہ افک	[ب] عزیٰ کو منہدم کرنا	[ج] حبشہ کی طرف ہجرت

اڑتالیسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

Telegram YouTube SOUNDCLOUD

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ النبا(۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ (١) عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ (٢) الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ (٣) كَلَّا سَيَعْلَمُونَ (٤)
ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ (٥) أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا (٦) وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا (٧) وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا (٨)
وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (٩) وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا (١٠) وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (١١) وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ
سَبْعًا شِدَادًا (١٢) وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا (١٣) وَ أَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا (١٤) لِنُخْرِجَ بِهِ
حَبًّا وَنَبَاتًا (١٥) وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا (١٦)﴾

[یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں(۱)اس بڑی خبر کے متعلق(۲) جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں(۳)یقیناً یہ ابھی جان لیں گے(۴) پھر بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا(۵) کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟(۶)اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)(۷)اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا(۸)اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا(۹)اور رات کو ہم نے پردہ بنایا(۱۰)اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا(۱۱)اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے(۱۲)اور ایک چمکتا ہوا روشن چراغ (سورج) پیدا کیا(۱۳)اور بدلیوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا(۱۴)تاکہ اس سے اناج اور سبزہ اگائیں(۱۵)اور گھنے باغ (بھی اگائیں)(۱۶)]۔

❖ سورہ کا مضمون:

بعث پر اللہ کی قدرت کے دلائل کا بیان اور منکرین کو اس کا خوف دلانا۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

عَمَّ: کس چیز کے بارے میں۔

النَّبَإِ الْعَظِيمِ: بڑی خبر، یعنی قرآن جس میں بعث کی خبر ہے۔

مِهَادًا: بستر کی طرح ہموار۔

أَوْتَادًا: زمین کو پائیدار رکھتے ہیں۔

أَزْوَاجًا: مختلف اقسام، مذکر، مونث۔

سُبَاتًا: تمہارے بدنوں کے لئے آرام، اور تمہارے اعمال کا اختتام۔

لِبَاسًا: اپنی تاریکی سے چھپانے والی۔

مَعَاشًا: وہ حاصل کرتے ہو جس سے زندگی گزارتے ہو۔

سِرَاجًا وَهَّاجًا: روشن اور دمکتا چراغ۔

الْمُعْصِرَاتِ: بارش برسانے والے بادل۔

ثَجَّاجًا: موسلا دھار۔

وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا: باغات جس کے درخت گھنے ہوں۔

❖ اجمالی معنیٰ:

یہ سورہ ایک عظیم سوال سے شروع ہوتی ہے، جس کا مقصد عظمت کا اظہار ہے، کہ کس چیز کے بارے میں کافر شک کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں؟ پھر جواب آتا ہے کہ ان کا شک اس عظیم خبر میں اور اس اطلاع میں ہے جو کسی شک کی گنجائش نہیں رکھتی، اور وہ ہے یہ قرآن اور وہ سب خبریں جو اس میں حشر و نشر کے بارے میں ہیں۔ اس معاملے میں ان کا جھگڑا اور تردد طویل ہو گیا ہے، کبھی اسے جادو کہتے ہیں، کبھی شاعری اور کبھی کہانیاں؛ حالانکہ معاملہ ویسا نہیں جیسا وہ گمان کرتے ہیں، اور عنقریب وہ اپنی تکذیب کے انجام کو جان لیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس خبر کی صداقت پر اپنی دلیلیں ذکر فرمائیں، اور وہ ہیں اس کی وہ نعمتیں جو کائنات میں بکھری ہوئی ہیں: یہ زمین انسانوں کے لیے ہموار کی گئی ہے، ان کے منافع کے لیے تیار کی گئی ہے، اور پہاڑ میخوں کی طرح گاڑ دیے گئے ہیں تاکہ زمین کو تھامے رکھیں کہ وہ ہل نہ سکے، اور یہ مخلوق نر و مادہ پیدا کی گئی تاکہ ہر ایک دوسرے سے سکون پائے، اور اس سے محبت، رحمت اور نسل کا سلسلہ قائم ہو، اور یہ رات جو لوگوں کو سکون عطا کرتی ہے، اور نیند جو انہیں راحت بخشتی ہے، اور وہ آسمان جو انتہا درجے کی مضبوطی اور قوت والا ہے، اور سورج جو اپنی روشنی، حرارت کے ساتھ، اور انسان، حیوان اور نباتات کے لیے منفعت ساتھ تمہارے سامنے موجود ہے، اور وہ بارش جو کثرت سے برسائی جاتی ہے، اور اس کے بعد اناج اگتا ہے، اور گھنے باغات پیدا ہوتے ہیں۔ تو جس نے یہ عظیم نعمتیں عطا فرمائیں، اس کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے اور اس کی خبر کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے؟!

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) عظیم خبر کی علامتوں اور دلیلوں کو بیان کر کے اس کی صداقت کی تاکید کرنا۔

۲) اللہ کا مخلوقات کو مضبوطی سے پیدا کرنا، انہیں دوبارہ پیدا کرنے پر اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

۳) اللہ کا انسانوں پر احسان؛ کہ اللہ نے بہت ساری چیزوں کو پیدا کر کے انہیں انسانوں کے گرد مسخر کیا تاکہ ان کی زندگی اور معیشت چل سکے۔

پیر: مجلس حدیث

اللہ کی رحمت کی وسعت اور اس کے عذاب کی شدت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود سزا کا علم ہو جائے تو کوئی شخص اس کی جنت کی امید ہی نہ رکھے، اور اگر کافر کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ کے پاس رحمت کس قدر ہے تو کوئی ایک بھی اس کی جنت سے مایوس نہ ہو“ (مسلم: ۲۷۵۵)۔

❖ شرح:

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی طرف اپنے سفر میں اللہ کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید دونوں رکھے؛ تاکہ نہ تو وہ اس کی رحمت سے مایوس ہو کر اپنی جان پر سختی کرے، اور نہ ہی اس کی عظیم معافی پر مغرور ہو کر گناہوں کے سلسلہ میں غفلت برتے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۴۹) وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (۵۰)﴾ (میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں ہی بے حد بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہوں، اور یہ کہ میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے) [الحجر: ۴۹-۵۰]۔ پس جب یہ دونوں (خوف اور امید) مومن کے دل میں جمع ہو جائیں تو اللہ اسے وہ عطا فرماتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اسے اس چیز سے امن دیتا ہے جس کا وہ خوف رکھتا ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ کا سچا ڈر وہ ہے جو ڈرنے والے کو حرام کاموں کے ارتکاب سے روک دے؛ پس نہ وہ نماز چھوڑے، نہ خیانت کرے، نہ چوری کرے؛ کیونکہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔

۲) سچی امید وہ ہے جس کے ساتھ عمل ہو؛ پس وہ اللہ کے فضل اور اس کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے نیکیاں کرے، اور اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے برائیوں سے توبہ کرے۔

۳) سچے خوف کے ثمرات میں سے یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل پر بھروسہ نہ کرے اور اس پر مغرور نہ ہو۔

۴) سچی امید کے ثمرات میں سے یہ ہے کہ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھے؛ ہو سکتا ہے کوئی معمولی سا عمل اللہ کی رحمت کا ذریعہ بن جائے۔

۵) بغیر توبہ اور نیک عمل کے رحمت کی امید رکھنا، دھوکا اور شیطان کا وسوسہ ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

تعویذ اور گنڈے

اس سے مراد وہ چیز ہے جو بیماروں، بچوں یا جانوروں پر بلاؤں کو دفع کرنے یا انہیں دور کرنے کے لیے لٹکائی جاتی ہے، اور یہ کنگن، ہار، لٹکن وغیرہ کی شکلوں میں ہوتی ہے۔

* تعویذ دو قسم کے ہوتے ہیں:

پہلی قسم: وہ جو قرآن سے ہو؛ تو اس کے لٹکانے کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں دو قول ہیں:

پہلا قول: جواز، اور یہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

دوسرا قول: حرمت، اور یہ ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عقبہ بن عامر، ابن حکیم رضی اللہ عنہم کا قول ہے، اور اسی کے قائل ابن مسعود کے اصحاب سمیت تابعین کی ایک جماعت ہے۔

یہ دوسرا قول ہی صحیح ہے، اس کے تین اسباب ہیں:

*پہلا سبب: آگے آنے والی احادیث میں ممانعت عمومی ہے، اور اس عموم کو خاص کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

*دوسرا سبب: سد ذریعہ؛ کیونکہ اس کو جائز قرار دینا ایسی چیزوں کے لٹکانے کا ذریعہ بنے گا جو مباح نہیں ہیں۔

* تیسرا سبب: قرآن کو لٹکانا بے حرمتی کا سبب ہے، کیونکہ یہ اس وقت بھی ساتھ رہے گا جب بندہ حاجت پوری کر رہا ہو گا یا اس طرح کا کوئی عمل کر رہا ہو گا۔

دوسری قسم: وہ جو قرآن کے علاوہ کسی اور چیز سے ہو؛ جیسے موتی، دھاگے، چمڑا اور کپڑا وغیرہ؛ تو یہ بالاتفاق حرام ہے، اور یہ شرک میں سے ہے؛ کیونکہ اس میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے تعلق رکھا جاتا ہے؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے تعویذ لٹکایا، اس نے شرک کیا(احمد: ۱۷۴۲۲)، اور فرمایا: ”جو کوئی چیز لٹکائے گا وہ اسی کے حوالے کر دیا جائے گا“(ترمذی: ۲۰۷۲)۔ یعنی اللہ اسے اسی چیز کے سپرد کر دے گا جسے اس نے لٹکایا ہے، پس جو شخص مخلوق، تعویذ اور قبروں پر بھروسہ رکھے گا، اللہ اسے ذلیل کر دیے گا، اور اسی کے حوالے کر دے گا، یہ چیزیں نہ اس کے کسی نقصان کو دور کر سکتی ہیں اور نہ اسے کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہیں؛ پس اس طرح اس کا عقیدہ بگڑ جائے گا، اور اس کا اپنے رب

سے تعلق ٹوٹ جائے گا۔اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا،اس کی پناہ لے گا،اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرے گا؛اللہ اسے کافی ہو جائے گا،اسے محفوظ رکھے گا،ہر بعید چیز کو اس کے قریب کر دے گا،اور اس کے لیے ہر مشکل کو آسان بنادے گا۔

بدھ: مجلس فقہ

حج اور عمرہ کا احرام

❖ احرام کی سنتیں:

جو شخص حج یا عمرہ کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے مستحب ہے کہ احرام سے پہلے کچھ مستحبات کو عمل میں لا کر تیاری کر لے تاکہ اس عبادت کو مکمل ترین طریقے اور حالت میں شروع کرے، ان مستحبات میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱. غسل کرنا؛ کیونکہ نبی ﷺ نے احرام باندھنے کے لئے غسل فرمایا (ترمذی: ۸۳۰)۔

۲. صفائی ستھرائی کرنا ان چیزوں کو زائل کر کے؛ جن کا ہٹانا شریعت میں مشروع ہے جیسے مونچھ، بغل اور زیر ناف کے بال، چنانچہ اگر ضرورت ہو تو صاف کریں، اور اگر ضرورت نہ ہو تو نہیں، کیونکہ یہ صرف ضرورت کے وقت کیا جاتا ہے، اور یہ احرام کی خصوصیات میں سے نہیں ہے۔

۳. بدن میں خوشبو لگانا؛ جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھتے وقت اور طواف زیارت سے پہلے احرام کھولتے وقت خوشبو لگا دیتی تھی" (بخاری: ۱۵۳۹، مسلم: ۱۱۸۹)۔

۴. مرد کے لیے سفید اور صاف چادر اور ازار پہننا؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تمہارے بہترین کپڑے سفید ہیں، انہیں زندہ لوگوں کو پہناؤ اور مردہ لوگوں کو انہیں میں کفن دو" (ابوداود: ۳۸۷۸، ترمذی: ۹۹۴)۔

۵. نماز کے بعد احرام باندھنا؛ جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا (بخاری: ۲۳۳۷)۔

۶. احرام کے وقت کثرت سے تلبیہ کہنا: "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لا شريك لك لَبَّيْكَ، إن الحمد والنعمة لك والملك، لا شريك لك۔" (بخاری: ۱۵۴۹، مسلم: ۱۱۸۴)۔

❖ *احرام کا طریقہ:

احرام حج یا عمرہ میں سب سے پہلا عمل ہے، اور اس کا مطلب ہے: حج یا عمرہ میں داخل ہونے کی نیت کرنا۔

اس کا نام احرام اس لیے ہے کیونکہ اس میں مسلمان اپنے لیے وہ چیزیں حرام کر لیتا ہے جو جائز تھیں، جیسے نکاح، خوشبو لگانا، ناخن تراشنا یا بال حلق کرانا وغیرہ۔

جب حج یا عمرہ میں داخل ہو تو دل میں نیت کرے، اور تلبیہ پکارے، اور کہے: "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ حَجًّا" یا "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ عُمْرَةً"۔

اگر کسی وجہ سے رکاوٹ یا بیماری کا خوف ہو، تو مستحب ہے کہ احرام کے بعد شرط لگا کر کہے: "اللَّهُمَّ مَحِلِّي حيثُ حَبَسْتَنِي"۔اے اللہ جہاں تو نے مجھے روک لیا وہیں میں احرام سے نکل جاوں گا۔(بخاری: ۵۰۸۹، مسلم: ۱۲۰۷)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

❖ آپ کے ذریعہ مریضوں کا شفا پانا:

*اس میں سے ایک مثال یہ ہے کہ، آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو ٹھیک کیا، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: "کل میں اس پرچم کو ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ فتح دے گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔"، رات بھر لوگ انتظار کرتے رہے کہ یہ پرچم کس کو دیا جائے گا۔ صبح سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ہر کوئی امید رکھتا تھا کہ یہ پرچم اسے ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟" کہا گیا: ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ تو انہیں بلا بھیجا، اور وہ آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگا دیا اور ان کے لیے دعا فرمائی، تو وہ بالکل شفا پا گئے جیسے انہیں کبھی کوئی درد نہ تھا۔ پھر انہیں پرچم دیا اور فرمایا: "تم سیدھے اپنی راہ پر چلتے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کے میدان میں اترو تو ان کو دعوتِ اسلام دو اور اللہ کے جو حقوق ان کے ذمے فرض ہیں انہیں ان سے آگاہ کرو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کسی ایک آدمی کو ہدایت سے ہمکنار کردے تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے" (بخاری: ۴۲۱۰، مسلم: ۲۴۰۶)۔

*اسی طرح، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کا شفایاب ہونا ہے۔ یزید بن ابی عبید نے کہا: "میں نے سلمہ کی ٹانگ پر ایک زخم دیکھا، میں نے پوچھا: اے ابو مسلم! یہ زخم کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ زخم خیبر کے دن لگا تھا۔" لوگوں نے کہا: "سلمہ کو زخم لگا ہے۔" پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، تو آپ نے اس پر تین مرتبہ دم کیا۔ میں نے اس وقت سے اب تک اس زخم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔ (بخاری: ۴۲۰۶)۔

*اسی طرح، عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کا ٹھیک ہونا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ابی رافع یہودی کے پاس انصار کے لوگوں کو بھیجا، تو عبد اللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا اور ان کے خلاف مدد کرتا تھا، وہ سرزمین حجاز کے ایک قلعے میں تھا۔ جب وہ قلعے کے قریب پہنچے اور سورج غروب ہو گیا اور لوگوں نے اپنی اپنی راہ لی، تو عبد اللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم اپنی جگہ پر ٹھہرو، میں جاتا

ہوں اور دربان سے مل کر اس سے نرم نرم باتیں کر کے قلعے کے اندر جانے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں آگے بڑھا یہاں تک کہ ابو رافع پر قابو پالیا، اور اسے قتل کر دیا۔ میں دروازے ایک ایک کر کے کھولتے جا رہا تھا، یہاں تک کہ ایک سیڑھی پر پہنچا اور اپنا پاوں اس پر رکھا، تو میں گر گیا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں نے اس پر عمامہ باندھ دیا، پھر آگے بڑھا یہاں تک کہ دروازے پر بیٹھ گیا اور کہا: "آج رات میں نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ یقین ہو جائے کہ میں نے اسے مار دیا ہے، جب مرغ نے بانگ دی، تو ایک منادی دیوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا: ابو رافع، حجاز کا تاجر فوت ہو گیا، میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا: یہاں سے جلدی بھاگو، اللہ نے ابی رافع کو ہلاک کر دیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور واقعہ بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنی ٹانگ پھیلاو۔" انہوں نے ٹانگ پھیلا دی، رسول ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، تو ایسا ہوا جیسے کبھی اس میں تکلیف نہ تھی (بخاری: ۴۰۳۹)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

نام: عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ، کنیت: ابو الیقظان۔

ان کی ولادت مدینہ میں ہجرت سے ۵۶ سال قبل ہوئی، لہٰذا وہ نبی ﷺ کے ہم عمر تھے (حاکم: ۳/۳۸۵)۔

❖ سیرت اور فضائل:

عمار رضی اللہ عنہ لمبے قد کے تھے، کندھوں کے درمیان کشادگی تھی، بال گھنگرالے تھے، لکھنا پڑھنا جانتے تھے، کم گو اور زیادہ خاموش رہنے والے تھے (حلیۃ الاولیاء: ۱/۱۴۵)۔

انہوں نے بہت پہلے اسلام قبول کیا اور مکہ میں کمزور لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ انہیں، ان کے والد اور والدہ کو شدید عذاب دیا گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: "صبر کرو آل یاسر! تم سے جنت کا وعدہ ہے" (طبرانی: ۳۸۲۳، حاکم: ۵۶۶۶)۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے سات افراد تھے: رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد۔ رسول ﷺ کو ان کے چچا ابی طالب نے بچایا، ابو بکر کو ان کی قوم نے بچایا، جبکہ باقی سب کو مشرکین نے پکڑ کر لوہے کی زرہ پہنائی اور دھوپ میں انہیں تپایا (احمد: ۳۸۲۳، ابن ماجہ: ۱۵۰)۔

نبی ﷺ نے ایک سے زیادہ حدیثوں میں ان کی تعریف کی اور ان کے ایمان کی ستائش کی، جیسا کہ فرمایا: "عمار ایمان سے سرشار ہیں" (حاکم: ۵۶۸۰)۔ اور جب وہ ایک بار نبی ﷺ کے پاس اجازت لینے آئے تو فرمایا: "خوش آمدید! اے پاکیزہ ذات و پاکیزہ صفات" (الادب المفرد: ۱۰۳۱)۔

عمار رضی اللہ عنہ نے حبشہ ہجرت کی، پھر مدینہ ہجرت کی۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا، ان کے علاوہ اس غزوہ میں کوئی ایسا نہیں تھا جس کے ماں باپ دونوں مومن ہوں، اور غزوۂ احد سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ یمامۃ کی جنگ میں انہوں نے شدید جدوجہد کی، جب مسلمانوں پر سخت دباؤ آیا، تو وہ ایک

چٹان پر چڑھے، ان کا کان زخمی ہو گیا اور اس سے خون بہ رہا تھا، اور انہوں نے آواز لگائی: "اے مسلمانوں! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟! میں عمار بن یاسر ہوں، میرے پاس آؤ!" اور شدید لڑائی کر رہے تھے (سیر اعلام النبلاء: ۴۲۲/۱)۔

❖ وفات:

انہوں نے ۳۷ھ میں شہادت پائی، اس وقت ان کی عمر ایک سو ایک سال تھی۔ ان کے جنازے کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے پر اٹھایا، مسلمانوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور پھر انہیں ان کے کپڑوں میں دفن کیا۔

	❖ اڑھتالیسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		❖ صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(معصرات) سے کیا مراد ہے؟		ا
	[ا]بارش والے بادل	[ب]اونچے پہاڑ	[ج]بڑی کشتیاں
مجلس حدیث	سوال: سچی امید کے ثمرات میں سے ہے کہ:		ا
	[ا]بندہ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھے	[ب]بندہ اپنے عمل پر بھروسہ کرکے اس سے مغرور نہ ہو	[ج] بندہ متشدد بن کر بعض جائز چیزوں کو نہ چھوڑدے
مجلس عقیدہ	سوال: بلاءدور کرنے لے لئے جسے مریضوں،بچوں یا جانوروں پر لٹکایا جاتا ہے یہ تعریف ہے:		ج
	[ا]رقیہ کی	[ب]عملیات محبت کی	[ج]تعویذ کی
مجلس فقہ	سوال: احرام کے مستحبات میں سے ہے:		ب
	[ا]نیت کرنا	[ب]غسل کرنا	[ج]میقات سے احرام باندھنا
مجلس سیرت	سوال: ابورافع یہودی کو کس نے قتل کیا؟		ب
	[ا]سلمہ بن اکوع	[ب]عبداللہ بن عتیک	[ج]سعد بن معاذ
درس صحابہ	سوال: عمار رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے نبی ﷺ کا قول ہے کہ		ج
	[ا]وہ نیک آدمی ہیں	[ب] جبریل تمہارے معاون ہیں	[ج]خوش آمدید پاکیزہ ذات وپاکیزہ صفات

انچاسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈ کلاؤڈ

ہفتہ: مجلس تفسیر

سورہ نبا(۲)

﴿إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا (١٧) يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا (١٨) وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا (١٩) وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (٢٠) إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (٢١) لِلطَّاغِينَ مَآبًا (٢٢) لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا (٢٣) لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا (٢٤) إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا (٢٥) جَزَاءً وِفَاقًا (٢٦) إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا (٢٧) وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا (٢٨) وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا (٢٩) فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا (٣٠)﴾

[بیشک فیصلہ کے دن کا وقت مقرر ہے(۱۷) جس دن کہ صور میں پھونکا جائے گا۔ پھر تم فوج در فوج چلے آؤ گے (۱۸) اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے (۱۹) اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سراب ہو جائیں گے (۲۰) بیشک دوزخ گھات میں ہے (۲۱) سرکشوں کا ٹھکانہ وہی ہے (۲۲) اس میں وہ مدتوں تک پڑے رہیں گے (۲۳) نہ کبھی اس میں خنکی کا مزہ چکھیں گے، نہ پانی کا (۲۴) سوائے گرم پانی اور (بہتی) پیپ کے (۲۵) (ان کو) پورا پورا بدلہ ملے گا (۲۶) انہیں تو حساب کی توقع ہی نہ تھی (۲۷) اور بے باکی سے ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے (۲۸) ہم نے ہر ایک چیز کو لکھ کر شمار کر رکھا ہے (۲۹) اب تم (اپنے کیے کا) مزہ چکھو ہم تمہارا عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے (۳۰)]۔

مشکل الفاظ کی وضاحت:

مِيقَاتًا: مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرنے کا وقت اور میعاد۔

الصُّورِ: وہ سینگ جس میں اسرافیل صور پھونکیں گے۔

أَبْوَابًا: فرشتوں کے اترنے کے لئے بہت سارے دروازوں والا۔

وَسُيِّرَتِ: اس کی پائیداری کے بعد اسے متحرک کر دیا جائے گا۔

مِرْصَادًا: جہنمیوں کی گھات میں ہے اور ان کا انتظار کر رہی ہے۔

بَرْدًا: جو جہنم کی آگ کو ان کے جسموں پر ٹھنڈا کر دے۔

حَمِيمًا: بہت زیادہ اور انتہائی گرم پانی۔

وَغَسَّاقًا: جہنمیوں کا پیپ۔

وِفَاقًا: برابر، ان کے اعمال کے مطابق۔

لَا يَرْجُونَ: نہیں ڈرتے ہیں۔

أَحْصَيْنَاهُ: اسے ان کے اعمال میں ہم نے محفوظ کر لیا ہے۔

❖ اجمالی معنی:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی عظمت بیان کرتا ہے، جسے اللہ نے مخلوق کے لئے میعاد بنایا ہے، اور جو کچھ اس میں ہنگامے اور اضطراب واقع ہوں گے، کہ پہاڑ چلنے لگیں گے یہاں تک کہ غبار ہو جائیں گے، اور آسمان پھٹ جائے گا یہاں تک کہ دروازے بن جائے گا، اور اللہ مخلوقات کے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا جس میں ظلم نہیں، اور جہنم کی آگ جو سرکشوں کے لیے تیار کر کے رکھی گئی ہے بھڑکائی جائے گی، تاکہ وہ ان کے لیے ٹھکانا ہو، وہ اس میں بہت زمانے تک ٹھہریں گے، پس نہ وہ اس میں اپنی کھالوں کو ٹھنڈا کرنے والی کوئی چیز پائیں گے اور نہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے، سوائے کھولتے پانی کے جو ان کے چہروں کو جلا ڈالے گا اور ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا، اور دوزخیوں کے پیپ کے جو انتہائی بدبودار اور بدمزہ ہوگی، یہ خوفناک سزائیں انہیں ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر ملی ہیں، پس اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، کیونکہ وہ حساب پر ایمان نہیں رکھتے تھے، لہذا وہ آخرت کے لیے عمل سے غافل ہو گئے، اور اللہ کی آیات کو کھلم کھلا جھٹلایا، اللہ نے تھوڑا یا زیادہ سب کو شمار کر رکھا ہے اور لکھ دیا ہے تاکہ ان کو اس پر سخت عذاب دے، جو وقت کے ساتھ مزید شدید اور بھیانک ہوتا جائے گا۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) قیامت کے دن اور اس کی سخت ہولناکیوں کی یاد دہانی۔

۲) قیامت کے ہولناک مناظر کو یاد کرنا دل کی غفلت کا علاج ہے اور نیک عمل پر ابھارنے والا ہے۔

۳) سرکشی سے ڈرانا اور سرکشوں کے بدلے کا بیان۔

۴) انسان بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ اللہ نے اسے بڑی حکمت کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس پر ایک عظیم دن حساب لے گا۔

۵) فرشتوں کا بندوں کے اعمال لکھنا، چاہے وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ، اچھے ہوں یا برے۔

۶) اللہ نے کافروں کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اس کا بیان؛ تاکہ وہ باز آجائیں۔

۷) جہنم میں کافروں کا عذاب برابر بڑھتا اور دوگنا ہوتا رہے گا۔

پیر: مجلس حدیث

اللہ عزوجل سے حسن ظن رکھنے کا حکم

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا: "تم میں سے کسی کو بھی موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو" (مسلم: ۲۸۷۷)۔

❖ شرح:

مومن کے لیے اپنی زندگی میں لازم ہے کہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھے، خاص طور پر سختی، مصیبت، آزمائش، بیماری اور موت آنے کے وقت؛ چنانچہ وہ اللہ کے کرم اور اس کے لطف کو یاد کرے، اور اس کی رحمت اور معافی کی امید رکھے؛ کیونکہ اچھے خاتمے اور پاکیزہ کلمات کے ساتھ یہ اس کے لیے اس سختی سے گزرنے میں مددگار ہوگا، اور جتنا بندہ اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کے بارے میں اچھی امید رکھتا ہے، اللہ اس کی امید کو ناکام نہیں کرتا اور نہ اس کے عمل کو ضائع کرتا ہے۔ البتہ اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھنا اللہ کے بارے میں جہالت کی علامت ہے، اور گناہوں میں ڈوبنے اور نفس پر تشدد کرنے کا سبب ہے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) نبی ﷺ کا اپنی امت کی رہنمائی کے لئے کوشاں ہونا، اور ان پر شدید شفقت و مہربانی کرنا یہاں تک کہ اپنے مرض الموت میں بھی۔

۲) ناامیدی اور مایوسی سے ڈرانا، اور اچھے گمان اور امید رکھنے کی ترغیب دینا۔

۳) مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اللہ کے بارے میں اس کا اچھا گمان اسے نیک عمل پر آمادہ کرے، نہ کہ کاہلی اور گناہوں پر؛ کیونکہ یہ دھوکہ ہے۔

۴) اللہ کے بارے میں اچھے گمان میں سے یہ ہے: کہ بندہ جب دعا کرے تو گمان رکھے کہ اللہ اسے قبول کرے گا، اور جب گناہ کرے اور استغفار کرے تو گمان رکھے کہ اللہ اس کی توبہ اور استغفار قبول کرے گا، اور جب نیک عمل کرے تو گمان رکھے کہ اللہ اس کا عمل قبول کرے گا۔

۵)اللہ کے بارے میں بدگمانی میں سے یہ ہے: کہ بندہ نیکیاں کرے اور یہ گمان رکھے کہ اللہ انہیں قبول نہیں کرے گا،اور جب گناہ کرے اور توبہ کرے تو گمان رکھے کہ اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا!

منگل: مجلس عقیدہ

حاکم کی اطاعت

اہل سنت وجماعت کے عقیدے کی بنیاد اور ان کے دین کے اصولوں میں سے یہ ہے کہ: مسلمان حاکم کی سمع وطاعت کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صریح کتاب، رسول ﷺ کی صحیح سنت اور سلف وخلف کے علماء مسلمین کا اجماع ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمانوں کے حاکم کی اطاعت واجب ہے اور اس کے خلاف خروج حرام ہے، یہ ایک ایسا شرعی واجب ہے جس کے ذریعے وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اور ایک ایسا عقیدہ ہے جس کے ذریعے وہ اللہ کے اطاعت کرتے ہیں، اور ایک ایسی قربت ہے جس کے ثواب اور اجر کی امید رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے مخلوقات کو پیدا کیا، اور وہی ان کی طبیعتوں اور ان کی ضروریات کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے، اور ان امور کو بھی جن سے ان کے حالات سنورتے ہیں، پس ساری کی ساری بھلائی اس میں ہے کہ اس کے حکم کا پابند رہا جائے اور اس کی شریعت کی پیروی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو تمہارے معاملات کے مختار ہیں ان کی (بھی)۔ پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے)[النساء:٥٩]۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے ہم سے جن باتوں کا عہد لیا تھا وہ یہ تھیں کہ ہم خوشی وناگواری، تنگی وکشادگی اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی اپنے امیر کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے اور حکمرانوں کے ساتھ حکومتی معاملات میں کوئی جھگڑا نہیں کریں گے: الا یہ کہ انہیں اعلانیہ کفر کرتے دیکھیں اور اس کے متعلق کوئی واضح دلیل ہو (بخاری:٧٠٥٥، مسلم:١٧٠٩)۔

اور اپنی امت پر انتہائی حریص نبی ﷺ نے تاکید کی کہ کوئی شخص جماعت سے الگ نہ ہو، حتیٰ کہ کسی معمولی معاملے میں بھی، اور اس کے برے انجام کا سختی سے بیان کیا؛ چنانچہ فرمایا: "جو اپنے امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے

ناپسند ہو تو اس پر صبر کرے؛ کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر الگ ہوا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا"(بخاری: ۷۰۵۴ مسلم: ۱۸۴۹)۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا، وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی، اور جو شخص مر گیا اور اس کی گردن میں بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا"(مسلم: ۱۸۵۱)۔

بلکہ عقل بھی اس پر کامل طور پر دلالت کرتی ہے کہ بھلائی اور حکمت یہ ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک ایسا حکمران ہونا ضروری ہے جس کی اطاعت کی جائے؛ تاکہ ان کے معاملات چل سکیں، ان کے مفادات کا تحفظ ہو، وہ اپنے مال اور عزت پر امن محسوس کریں، اپنی عبادات اور طاعات کو ادا کر سکیں، ان کے لئے حج و عمرہ آسان ہوں، ان کی صفیں اس کے گرد متحد ہوں، ان کی بات ایک ہو، ان کی قوت اور ہیبت بلند ہو، اور ان کا دشمن پسپا ہو۔

بدھ: مجلس فقہ

محظوراتِ احرام

محظوراتِ احرام وہ چیزیں ہیں جن سے محرم کو اجتناب کرنا ضروری ہے۔

یہ آٹھ محظورات ہیں:

پہلا: سر یا جسم کے بالوں کا حلق کرنا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ﴾ (اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے)[البقرہ:۱۹۶]۔ مگر بال کو دھونا جائز ہے؛ جیسے کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں سر دھویا(بخاری:۱۸۴۰، مسلم:۱۲۰۵)۔

دوسرا: ہاتھ یا پاؤں کے ناخن تراشنا، لیکن اگر ناخن ٹوٹ جائے اور اسے ہٹادے تو کچھ حرج نہیں۔

تیسرا: مرد کا سر کو ڈھانپنا: نبی ﷺ نے عمامہ اور ٹوپی پہننے سے منع فرمایا(بخاری:۱۸۳۸، مسلم:۱۱۷۷)۔ مگر چھتری، خیمہ یا درخت سے سایہ لینا جائز ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کے لیے خیمہ لگایا گیا، آپ اس میں ٹھہرے، حالانکہ آپ احرام میں تھے(مسلم:۴/۴۱۱)۔

چوتھا: مرد کا سلے ہوئے کپڑے پہننا: اور سلا ہوا کا مطلب ہے کہ اس کے بدن کے ساخت کا سلا گیا ہو، جیسے قمیص، پائجامہ، دستانے۔ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: احرام باندھنے والا کیسے کپڑے پہنے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ”نہ قمیص پہنو، نہ عمامہ، نہ شلوار، نہ کوٹ (ٹوپی جڑا لبادہ) اور نہ موزے پہنو، سوائے اس کے جسے جوتے میسر نہ ہوں وہ موزے پہن لے، اور انھیں ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے۔ اور ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں کچھ بھی زعفران یا ورس (خوشبودار گھاس) لگا ہو“(بخاری:۱۸۳۸، مسلم:۱۱۷۷)۔

عورت احرام میں اپنے پردے کی ضرورت کے مطابق کپڑے پہن سکتی ہے، لیکن وہ دو چیزوں سے بچے گی: نقاب اور دستانے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عورت نقاب نہیں پہنے گی اور نہ دستانے“(بخاری:۱۸۳۸)۔

لیکن عورت اجنبی لوگوں کے سامنے اپنے چہرے کو اپنے دوپٹے سے ضرور چھپائے گی؛ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام سے ہوتی تھیں اور قافلے والے ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم اپنے پردے کی چادر کو سر سے چہرے پر لٹکا لیتیں۔ جب وہ گزر جاتے تو چہرہ کھول لیتی تھیں(ابوداود:۱۸۳۳)۔

پانچواں: بدن یا کپڑے میں عطر استعمال کرنا؛ کیونکہ نبی ﷺ نے ایک محرم کو خوشبو دھونے کا حکم دیا(مسلم: ۱۱۸۰)،اوراس محرم کے بارے میں فرمایا جسے اس کی اونٹنی نے کچل دیا تھا:''اسے خوشبو نہ لگاؤ''(مسلم:۱۲۰۶)۔

چھٹا: شکار کرنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ﴾ (اے لوگو جو ایمان لائے ہو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو)[المائدہ: ۹۵]۔اور اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾(البتہ خشکی کا شکار جب تک احرام کی حالت میں ہو، تم پر حرام کیا گیا ہے)[المائدہ:۹۶]۔چنانچہ محرم خشکی کا شکار نہیں کرے گا اور نہ اس پر مدد کرے گا،اور نہ جس کا شکار اس نے کیا ہے اس سے کھائے گا، یا جس شکار پر اس نے مدد کی ہو یا جو شکار اس کے لئے کیا گیا ہو اس بھی نہیں کھائے گا، مگر سمندری شکار جائز ہے،اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ﴾(تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا))[المائدہ: ۹۶]۔اسی طرح وہ جانور جو پالتو ہے شکار نہیں، اسے محرم کھا سکتا ہے؛ جیسے: مرغی، بکری۔

ساتواں: نکاح کرنا: مُحرم نہ اپنا نکاح کرے، نہ دوسروں کا۔ عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "محرِم نہ نکاح کرے، نہ نکاح کرائے اور نہ پیغام دے"(مسلم:۱۴۰۹)۔

آٹھواں: جماع اور اس کے مقدمات جیسے شہوت کے ساتھ مباشرت کرنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ﴾(جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اس سے کوئی شہوانی فعل سرزد نہ ہو)[البقرہ:۱۹۷]۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

*غیب کے امور سے مطلع کرنا:

آپ ﷺ کی نبوّت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے مستقبل کے غیب کے حالات بتائے جو بالکل صدفی صد صحیح ثابت ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول امی کے پاس وحی کی، جو نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پہلے کے علوم یا ماضی کے واقعات سے آگاہ تھے، تو آپ نے انہیں ماضی اور مستقبل کے بارے میں ایسی خبر دی جو ہونے والے واقعات کے عین مطابق تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں، جنہیں آپ اور آپ کے قوم پہلے نہیں جانتے تھے، پس صبر کرو، بے شک انجام متقیوں کے لیے ہے)[الانعام:۵۹]۔

اس قرآن میں اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے عرش اور اس کی علوی اور سفلی مخلوقات، جیسے کہ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان، اور ان کے اندر موجود ہر چیز کے بارے میں بہت سی سچی خبریں ہیں، جو قطعی دلائل کے ساتھ ثابت ہیں۔ اس میں انبیاء کے ساتھ سابقہ امتوں کے حالات اور یہ کہ اللہ نے مؤمنین کو کیسے نجات دی اور کفار کو ہلاک کیا، اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ کوئی انسان اس کے مانند بیان نہیں کر سکتا۔ کہیں قصہ مختصر اور بالکل واضح اور فصیح انداز میں بیان کیا گیا ہے، تو کہیں تفصیل کے ساتھ، اور اس سے زیادہ خوبصورت، واضح اور بلند بیان کہیں نہیں، یہاں تک کہ سننے والا جو کچھ ہوا گویا اسے دیکھ رہا ہو، اور وہ اس کے سامنے موجود ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِن رَّحْمَةً مِن رَبِّكَ﴾ (اور آپ طور کے پاس نہیں تھے جب ہم نے پکارا، بلکہ یہ آپ کے رب کی رحمت ہے)[الاعراف:۱۴۳]۔ اور فرمایا: ﴿ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ (یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں، اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب وہ غور و بحث کر رہے تھے، کیا ان میں سے کسی نے مریم کی کفالت کی؟)[آل عمران:۴۴]۔

اور فرمایا: ﴿ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾ (یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں، اور آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب انہوں نے اپنا معاملہ اکٹھا کیا اور سازش کر رہے تھے)[یوسف: ۱۰۲]۔

***اور ان غیبی خبروں میں سے جو واقع ہوئی اور بالکل ویسی ہی ثابت ہوئی جیسی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی، درج ذیل ہیں:**

-اللہ تعالیٰ نے سورہ المزمل میں فرمایا، جو مکہ میں نازل ہونی والی اوائل سورتوں میں سے ہے: ﴿عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾(اُسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ مریض ہونگے، کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں، اور کچھ اور لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں)[المزمل: ۲۰]۔اور معلوم ہے کہ جہاد مدینہ میں ہجرت کے بعد مشروع ہوا۔

-اللہ تعالیٰ نے سورہ القمر میں فرمایا، جو مکی ہے: ﴿أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ، سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾(یا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں، اپنا بچاؤ کر لیں گے ؟ عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے)[القمر: ۴۵]۔یہ واقعہ جنگ بدر کے دن پیش آیا، اور نبی ﷺ نے اسے بیان کیا جب وہ العریش سے نکل رہے تھے۔

-اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں فرمایا: ﴿لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾(فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا انشاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہوگے، اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے، اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا)[الفتح: ۲۷]۔یہ وعدہ حدیبیہ میں سنہ ۶ میں نازل ہوا، اور پورا ہوا عمرہ القضاء سنہ ۶ میں۔

-اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الم، غُلِبَتِ الرُّومُ، فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ، فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾ (الم، رومی مغلوب ہوگئے ہیں، نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے، چند سال میں ہی)[الروم: ۱-۳]۔یہ اس وقت ہوا کہ جب فارس نے روم کو شکست دی تو مشرک خوش

ہوئے اور مومنین غمگیں؛ کیونکہ نصرانی مجوس سے زیادہ مسلمانوں کے قریب تھے۔ اللہ نے اپنے رسول کو بتایا کہ روم کچھ سالوں میں فارس پر غالب آجائیں گے، اور بالکل ویسا ہی ہوا۔

-اللہ تعالٰی نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ (تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالٰی وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا)[النور: ۵۵]۔ اور اللہ نے اپنے دین کو تمکین عطا کیا اور خلافت راشدہ کے زمانے میں اسے آفاق میں غالب کر دیا۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

عمران بن حصین بن عبید، وہ قبیلہ خزاعۃ سے تعلق رکھتے تھے۔

انہوں نے، اور ان کے والد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم، سب نے ایک ہی سال یعنی ہجرت کے ساتویں سال اسلام قبول کیا۔

❖ سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ فاضل اور فقیہ صحابہ کرام میں سے تھے، سچے، پرہیزگار، متقی، اور اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت میں جان لگانے والے تھے۔اسی طرح آپ مستجاب الدعوات، بہت زیادہ رونے والے اور اللہ سے بہت خوف کھانے والے تھے۔

آپ خوش لباس اور خوبصورت تھے؛ جیسا کہ ابورجاء نے بیان کیا: عمران رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ایسی بوٹے دار چادر میں آئے جسے ہم نے دیکھا ہی نہیں تھا، تو رسول ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ جب اپنے بندے پر نعمت نازل کرتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اس پر نظر آئے" (احمد: ۴/۴۳۸)۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں اہلِ بصرہ کو دین کی تعلیم کے لیے بھیجا، اہل بصرہ نے ان سے بہت محبت کی، اور ان سے علم حاصل کرنے میں رغبت دکھائی۔ حسن بصری اور ابن سیرین فرماتے ہیں: "بصرہ میں نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کی فضیلت عمران بن حصین پر نہیں تھی" (سیر اعلام النبلاء: ۴/۱۲۶)۔

عمران رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے تیس سال تک بیماری کا سامنا کیا، اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر خوب صبر کیا۔اس میں ان کی کچھ ہدایات اور کرامات ہیں، جیسا کہ فرشتے ان کے گھر کے مختلف اطراف سے ان پر سلام بھیجتے تھے (مسلم: ۱۲۲۶)۔

❖ وفات:

اللہ تعالیٰ نے انہیں بصرہ میں ان کے گھر میں، بستر مرگ پر، ہجرت کے ۵۳ ویں سال وفات دی۔

	❖ انچاسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		❖ صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: (غساق) کا کیا معنی ہے؟		ا
	[ا] جہنمیوں کا پیپ	[ب] گرم پانی	[ج] کانٹے دار درخت
مجلس حدیث	سوال: مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اس کا حسن ظن اسے....پر ابھارے۔		ا
	[ا] عمل صالح	[ب] آرام وراحت	[ج] نوافل کی کمی کرنا
مجلس عقیدہ	سوال: اس قول کا قائل کون ہے: ہم نے بیعت کی کہ ہم خوشی وناگواری، تنگی و کشادگی اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی اپنے امیر کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے اور حکمرانوں کے ساتھ حکومتی معاملات میں کوئی جھگڑا نہیں کریں گے؟		ب
	[ا] ابوہریرہ	[ب] عبادہ بن صامت	[ج] معاذ بن جبل
مجلس فقہ	سوال: محظورات احرام کی تعداد کتنی ہے؟		ج
	[ا] ۴	[ب] ٦	[ج] ۸
مجلس سیرت	سوال: جو غیبی امور نبی ﷺ کی خبر کے مطابق واقع ہوئیں، ان میں سے ہے:		ب
	[ا] حمزہ بن عبد المطلب کی شہادت	[ب] بدر کے دن مشرکین کی شکست	[ج] سلمان فارسی کا ایمان
درس صحابہ	سوال: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمران بن حصین کو کہاں کا معلم بنا کر بھیجا؟		ا
	[ا] بصرہ	[ب] دمشق	[ج] مصر

پچاسواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"الموائد اليومية من الموارد العلمية"چینل پر جائیں:

SOUNDCLOUD

YouTube

Telegram

ساؤنڈ کلاؤڈ

یوٹیوب

ٹیلیگرام

اتوار: مجلس تفسیر

سورۃ النبا(۳)

﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا (٣١) حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا (٣٢) وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا (٣٣) وَكَأْسًا دِهَاقًا (٣٤) لَا
يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا (٣٥) جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا (٣٦) رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا (٣٧) يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ
أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا (٣٨) ذَلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ مَآبًا (٣٩) إِنَّا
أَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَالَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا (٤٠)﴾

[یقیناً پرہیز گار لوگوں کے لئے کامیابی ہے(۳۱) باغات ہیں اور انگور ہیں (۳۲)اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں (۳۳)اور چھلکتے ہوئے جام شراب ہیں (۳۴) وہاں نہ تو وہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹی باتیں سنیں گے (۳۵) (ان کو) تیرے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال کا) بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہوگا (۳۶) (اس رب کی طرف سے ملے گا جو کہ) آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا پروردگار ہے اور بڑی بخشش کرنے والا ہے۔ کسی کو اس سے بات چیت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا (۳۷) جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی کلام نہ کر سکے گا مگر جسے رحمٰن اجازت دے دے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے (۳۸) یہ دن حق ہے اب جو چاہے اپنے رب کے پاس (نیک اعمال کر کے) ٹھکانا بنالے (۳۹) ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرادیا (اور چوکنا کردیا) ہے۔ جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہو جاتا (۴۰)]۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

مَفَازًا: جنت میں دخول کی کامیابی۔

وَكَوَاعِبَ: نوعمر، ابھرے سینوں والیاں۔

أَتْرَابًا: ہم عمر۔

دِهَاقًا: شراب سے بھری ہوئی۔

لَغْوًا: باطل قول۔

حِسَابًا: بہت زیادہ، ان کے لئے کافی۔

الرُّوحُ: جبریل علیہ السلام۔

مَآبًا: عمل صالح کے ذریعہ ٹھکانا۔

❖ اجمالی معنیٰ:

جب اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی حالت بیان کی، تو اس کے بعد پرہیزگاروں کو دی جانے والی نعمتوں کا ذکر فرمایا، اور یہ بتایا کہ ان کے لیے کامیابی اور نجات ہے۔ اس نعمت میں شامل ہیں وسیع وعریض باغات جو مختلف قسم کے درختوں اور رنگارنگ پھلوں سے بھرے ہوئے ہیں، جن کے درمیان ندیاں بہتی ہیں۔ ان کے لیے حسین بیویاں ہیں، جو اپنی عمر، جوانی اور تازگی میں یکساں ہیں۔ ان کے لیے لذیذ شراب کے پیالے ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذت وفرحت کا سبب ہے، اور وہ ہر برائی اور بے فائدہ لغو بات سننے سے پاک ہیں۔ یہ سب عظیم ثواب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان سے انہیں دیا، اور یہ ان کے ان اعمال کا بدلہ ہے جن کو اللہ نے جنت اور اس کی نعمتوں کی قیمت قرار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن اپنی ربوبیت، عظمت اور ملکیت کا ذکر فرمایا، اور بتایا کہ تمام مخلوقات فرشتوں سمیت اس کے سامنے عاجز اور خاموش ہیں، اور بات صرف اس وقت کریں گے جب انہیں اجازت دی جائے، اور وہ حق کی بات کریں گے؛ کیونکہ یہ حق کا دن ہے، جس میں باطل کے لئے کوئی جگہ نہیں، اور جھوٹ کچھ کام نہیں آئے گا۔ ہر انسان دیکھے گا کہ اس نے کیا پیش کیا ہے؛ اگر وہ بھلائی پائے گا تو خوش ہوگا اور مسرور ہوگا، اور اگر بھلائی نہ ملے گی تو پچھتائے گا اور افسوس کرے گا، اور شدتِ حسرت سے فنا ہونے کی تمنا کرے گا۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) پرہیزگاروں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیار کردہ نعمتوں کی خوشخبری دینا، تاکہ وہ محنت کریں اور خوش ہوں۔

۲) اللہ تعالیٰ کا تقویٰ جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

۳) کانوں کو باطل باتوں سے پاک رکھنا بھی ان نعمتوں میں سے ہے جنہیں طلب کیا جاتا ہے۔

۴) دنیا عمل اور کوشش کی جگہ ہے۔

۵) تمام مخلوقات اللہ کے بندے ہیں، اس کے سامنے عاجز ہیں، اس کے فرمانبردار ہیں، اور اس کے حکم کے تابع ہیں۔

٦)شدید پچھتاوا ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی زندگی کو لہو ولعب اور لغو کاموں میں ضائع کرتے ہیں۔

پیر: مجلس حدیث

مصیبتیں گناہوں کے لئے کفارہ ہیں

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مسلمان نہیں جسے کانٹا چبھ جائے یا اس سے بڑھ کر (تکلیف) ہو مگر اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے“ (متفق علیہ: بخاری: ۵۶۴۶، مسلم: ۲۵۷۲)۔

❖ شرح:

اللہ تعالی کی اپنے مومن بندے سے محبت کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ اسے مصیبت دے کر سے آزماتا ہے، چاہے وہ بیماری ہو، یا پریشانی، یا غم، یا رنج۔ کیونکہ کوئی بھی مصیبت مومن کو نہیں پہنچتی مگر یہ اس کے لیے خیر کا سبب بنتی ہے، بشرطیکہ وہ صبر کرے اور اس پر اجر کی امید رکھے۔ صبر سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

*مومن اللہ کی عبادت صبر کر کے ادا کرتا ہے اور اپنی محتاجی وحاجت کا اظہار کرتا ہے۔

*اس سے اس کے گناہ اور برے اعمال معاف ہو جاتے ہیں۔

*اس سے اس کی منزلت اور درجے بلند ہوتے ہیں، جو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کر سکتا تھا۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندوں پر فضل ورحمت وہ اس طرح کہ انہیں کم سے کم نقصان میں مبتلا کر کے ان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

۲) مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ مصائب کا مقابلہ صبر اور رضا کے ساتھ کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب حاصل کرے۔

۳) مصائب سے ناراضگی اور اکتاہٹ، گناہ اور اجر سے محرومی نیز تقدیر پر اعتراض کرنے کا سبب ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

اہل بیت کی فضیلت، اور ان کے لئے کیا واجب ہے

❖ اہلِ بیت کون ہیں؟

اہلِ بیت: نبی ﷺ کے آل ہیں، جن پر صدقہ حرام کیا گیا، اور جن میں: آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل عباس، اور بنی الحارث بن عبد المطلب، نیز نبی ﷺ کی بیویاں اور بیٹیاں شامل ہیں۔

❖ اہلِ بیت کی فضیلت:

اہلِ بیت کی فضیلت کے بارے میں متعدد نصوص آئے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

*اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے)[الاحزاب:۳۳]۔

*نبی ﷺ کا فرمان: "اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کیا" (مسلم:۲۲۶۷)۔

*نبی ﷺ کا قول: "میرے اہل بیت، میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں" (مسلم:۲۴۰۸)۔

❖ ان کا حق اور ان کے تئیں واجب امور:

اہلِ سنت و جماعت اہلِ بیت کے حقوق کے معاملہ میں معتدل منہج اور صراط مستقیم پر ہیں، جس میں نہ زیادتی ہے اور نہ کمی، نہ جفا ہے اور نہ غلو۔

اہلِ سنت رسول ﷺ کے آل سے محبت کرتے ہیں، ان سے دوستی رکھتے ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، ان کے سلسلے میں رسول ﷺ کی وصیت کی حفاظت کرتے ہیں۔ کیونکہ اہلِ بیت سے محبت دراصل نبی ﷺ کی محبت اور ان

کی تکریم ہے، بشر طیکہ وہ سنت کے پیروکار اور دین پر قائم رہیں۔ جو شخص سنت سے منحرف ہو اور دین پر قائم نہ رہے، اس کی دوستی جائز نہیں، چاہے وہ اہلِ بیت میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: "جس کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھاتا" (مسلم: ۲۶۹۹)۔

اہلِ سنت نواصب کی اس روش سے براءت کرتے ہیں جو اہلِ بیت سے دشمنی کرتے ہیں اور ان میں طعن کرتے ہیں، اور وہ ان لوگوں سے بھی براءت کرتے ہیں جو اہلِ بیت میں غلو کرتے ہیں، انہیں معصوم قرار دیتے ہیں، ان سے وسیلہ چاہتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں؛ کیونکہ اہلِ بیت خود غلو کو رد کرتے ہیں اور ان لوگوں سے براءت ظاہر کرتے ہیں جو ان میں غلو کرتے ہیں۔ جیسا کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو آگ سے جلا دیا جو ان کے بارے میں غلو کرتے تھے، اور ابن عباس نے انہیں قتل کرنے پر علی رضی اللہ عنہ کو صحیح ٹھہرایا، لیکن جلانے کے بارے میں اختلاف کیا (بخاری: ۲۸۵۴)۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان غلو کرنے والوں کے سردار عبد اللہ بن سبا کو قتل کرنے کا حکم دیا، لیکن وہ فرار ہو گیا (تاریخ دمشق، ابن عساکر: ۲۹/۷)۔

محظورات احرام کا فدیہ

اگر مُحرم جان بوجھ کر، عمداً، اور یاد رہتے ہوئے کوئی محظور کام انجام دے، تو اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے۔

*** محظورات کے فدیے چار قسم کے ہیں:**

پہلی قسم: شکار کے قتل کا فدیہ: اسے تین امور میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جائے گا:

یا شکار کے مثل جانوروں میں سے کسی کو ذبح کرے۔ یا اس کے مساوی قیمت کا کھانا غریبوں کے لیے خرید کر انہیں دے۔ یا ہر مسکین کے کھانے کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا﴾ (اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں) [المائدہ: ۹۵]۔

دوسری قسم: جماع: یہ حج یا عمرہ کو باطل کرتا ہے، اور اس پر قضاء واجب ہے، اور فدیہ بھی لازم ہے: حج میں جماع کرنے پر ایک اونٹ کا فدیہ ہے۔ اور عمرہ میں جماع کرنے پر ایک بکری کا فدیہ ہے۔

تیسری قسم: عقد نکاح: اگر مُحرم عقد نکاح کرے تو وہ درست نہ ہوگا، اور اسے نکاح دوبارہ کرنا ہوگا، لیکن اس پر فدیہ واجب نہیں۔

چوتھی قسم: باقی محظورات، یہ چھ چیزیں ہیں: بال حلق کرنا، ناخن کا تراشنا، سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سر کو ڈھانپنا، مباشرت کرنا، ان محظورات کے فدیہ میں تین چیزوں میں سے ایک کو چننے کا اختیار ہے:

۱. تین دن روزہ رکھنا۔

۲. یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

۳. یا ایک بکری ذبح کرنا۔

کیونکہ نبی ﷺ نے کعب بن عجرہ سے کہا تھا جب ان کے سر کے جوئیں انہیں تکلیف دے رہی تھیں: "تین دن روزہ رکھو، یا چھ مسکینوں کو کھلاؤ، یا ایک بکری قربان کرو" (بخاری: ۱۸۱۵، مسلم: ۱۲۰۱)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

❖ ٹہنی کا رونا:

صحیح بخاری (۳۵۸۵) میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن ایک کھجور کے تنے پر خطبہ دیتے تھے۔ایک دن ایک انصاری عورت نے نبی ﷺ سے عرض کی: "کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر نہ بنادیں تاکہ آپ اس پر خطبہ دیں؟" نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہتے ہو (تو بنادو)۔" اس عورت نے اپنے بیٹے کو جو بڑھئی تھا حکم دیا کہ منبر بنائے۔وہ منبر لکڑی سے بنا کر مسجد میں رکھ دیا گیا اور کھجور کے تنے کو ہٹا دیا گیا۔جب جمعہ آیا اور نبی ﷺ منبر پر خطبہ دینے کے لیے چڑھے، تو تنے سے ایسے رونے کی آواز آئی جیسے اونٹ روتا ہے۔نبی ﷺ منبر سے اُترے اور تنے کے پاس گئے،اپنا ہاتھ اس پر رکھا،تب جاکر وہ خاموش ہوا۔

*حسن بصري اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: "عجب ہے تم پر! ایک کھجور کا تنا نبی ﷺ کے لیے روتا ہے اور تم نہیں روتے!" (فضائل اہل المدینہ: ۱/۳۷)۔

❖ اونٹ کی شکایت:

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو رونی سی آواز نکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، نبی کریم ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ تو ایک انصاری جوان آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا اس نے تجھ کو مالک بنایا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا اور بہت تھکاتا ہے“ (ابوداود: ۲۵۴۹، احمد: ۱۷۴۵)۔

هفتہ: مجلس صحابہ

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

وہ: عمرو بن جموح بن زید بن حرام الخزرجی انصاری سلمی ہیں۔

مدینہ میں پیدا ہوئے اور الأبیض الجعد کے لقب سے مشہور تھے۔

ان کے چار بیٹے تھے: معاذ، معوّذ، خلاد اور عبدالرحمٰن، اور یہ سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے۔

❖ سیرت اور فضائل:

عمرو بن جموح بنو سلمہ کے سرداروں اور بڑے معززین میں سے تھے۔ ان تمام اوصاف میں معروف تھے جو سرداروں اور اشراف کے تھے، جیسے کرم، سخاوت، بلند اخلاق، وغیرہ۔ ان کی قوم بنی سلمہ نے ان کی فضیلت اور شرف کو پہچان لیا تھا، اور انہیں ان کے لائق مقام دیا تھا، جس کے وہ اہل تھے۔

ان کی ایک ٹانگ میں سخت لنگڑاہٹ تھی، لیکن یہ عیب ان کو جہاد سے نہ روک سکا، بلکہ ان کے عزم اور شوق میں اضافہ کرتا تھا۔

اس طرح کا ایک واقعہ یہ ہے کہ جب انہوں نے غزوہ احد کے لئے نداسنی تو جہاد کے لیے نکلنا چاہا۔ ان کے بیٹوں نے انہیں روکا اور کہا: "اے والد! اللہ نے آپ سے جہاد کو ساقط کر دیا ہے، اور ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ﴾(اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر کوئی حرج نہیں)[النور: ٦١]۔ تو عمرو بن جموح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی اس لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں چلوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے تمہیں معذور رکھا ہے، چنانچہ تم پر جہاد فرض نہیں"، پھر ان کے بیٹوں سے فرمایا: "انہیں مت روکو، ہو سکتا ہے اللہ انہیں شہادت عطا کرے۔" (سیرت ابن

ہشام: ۲/۹۰، دلائل النبوہ، بیہقی: ۳/۲۴۶)۔ چنانچہ عمرو بن جموح نے اپنا ہتھیار لیا اور قتال میں شریک ہوئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

❖ وفات:

عمرو بن جموح غزوۂ اُحد میں سنہ ۳ھ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے جسد مبارک کے پاس سے گزرے اور فرمایا: "اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جنت میں اپنی صحیح سلامت ٹانگ سے چل رہے ہو۔" (سنن کبری، بیہقی: ۹/۴۲)۔

	❖ پچاسویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		❖ صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(اترابا) کا کیا معنی ہے؟		ب
	[ا] لمبے قد والیاں	[ب] ہم عمر	[ج] نوجوان
مجلس حدیث	سوال: جو چیزیں بندے کو اجر سے محروم کر دیتی اور تقدیر پر اعتراض کرنے میں واقع کر دیتی ہیں، ان میں سے ہے:		ج
	[ا] درد	[ب] کشادگی کی دعا	[ج] ناراضگی اور اکتاہٹ
مجلس عقیدہ	سوال: نواصب کون ہیں؟		ا
	[ا] جو آل بیت میں طعن کرتے ہیں	[ب] جو آل بیت سے محبت کرتے ہیں	[ج] جو آل بیت میں غلو کرتے ہیں
مجلس فقہ	سوال: عمرہ میں جماع کا فدیہ کیا ہے؟		ب
	[ا] اونٹ	[ب] بکری	[ج] چھ مسکین کو کھلانا
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ سے اونٹ نے شکایت کی کہ اس کا مالک:		ب
	[ا] اسے مارتا ہے	[ب] اسے بھوکا رکھتا ہے	[ج] اسے ذبح کر دے گا
درس صحابہ	سوال: عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے پاس کون سی معذوری تھی؟		ج
	[ا] اندھاپن	[ب] بہراپن	[ج] شدید لنگڑاہٹ

اکیاونواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

ٹیلیگرام یوٹیوب ساؤنڈکلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسير

آیۃ الکرسی

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾

[اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے]۔

❖ اس کی فضیلت:

آیت الکرسی کے فضیلت اور اس کے پڑھنے کی ترغیب، اور انسان کے لیے صبح و شام، اس کے سونے کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد اس کو وِرد بنانے میں کثرت سے احادیث آئی ہیں؛ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

*اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے عظیم ہے؟" میں نے کہا: "اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ"۔ تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: "اللہ کی قسم! اے ابو منذر! تمہارے لیے علم مبارک ہو" (مسلم: ۸۱۰)۔

* صحیح بخاری میں ابو ہریرہ کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ جو شخص آیت الکرسی کو اس وقت پڑھے جب وہ اپنے بستر پر آئے، تو اس پر اللہ کی طرف سے ایک نگہبان رہتا ہے، اور کوئی شیطان اس کے قریب نہیں آتا یہاں تک کہ وہ صبح کرے (بخاری تعلیقا: ۲۳۱۱)۔

❖ مشکل الفاظ کی وضاحت:

الْقَيُّومُ: اپنی مخلوقات کے امور کو انجام دینے والا۔

سِنَةٌ: اونگھ۔

كُرْسِيُّهُ: رب سبحانہ کے دونوں پاؤں رکھنے کی جگہ۔

يَئُودُهُ: اس پر بھاری نہیں، اس پر شاق نہیں۔

❖ اجمالی معنی:

آیت الکرسی قرآن کی سب سے عظیم، سب سے افضل اور سب سے بلند رتبہ آیت ہے؛ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے اندر بہت ساری چیزیں اکٹھا ہیں؛ جیسے اللہ کی ربوبیت، اس کی الوہیت، اور اس کے اسماء اور صفات کے بیان، اس کی عظمت و کبریائی، اور اس کی بادشاہت کی وسعت، اور اس کے علم کی شمولیت، اور اس کی سلطنت کی وسعت، اور اپنی مخلوقات پر اس کی بلندی۔

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہی معبود برحق ہے، اور اس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، اسی کے لیے کامل زندگی ہے جو نہ عدم سے وجود میں آئی، اور نہ اسے موت لاحق ہوگی، اپنی تمام مخلوق کے امور کو قائم رکھنے کی وجہ سے اسی کے لیے مطلق قیومیت ہے، اس کی کامل زندگی اور کامل قیومیت میں سے یہ ہے کہ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ آتی ہے، اور وہی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس کا بادشاہ ہے، پیدا کرنے میں، اور ملکیت میں، اور رزق دینے میں، اور تدبیر کرنے میں۔ اور جو کچھ اس کے سوا ہے وہ مخلوق ہے اور مملوک ہے، اسے رزق دی جاتی ہے، اس کے لئے تدابیر کی جاتی ہے، وہ نہ اپنے لیے اور نہ غیر کے لیے ذرہ برابر کا بھی مالک ہے؛ پس اسی لیے کوئی اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا، اسی کے لیے کامل علم ہے، جو اس کی مخلوق کی تفصیلات کو محیط ہے، جو ان کے گزرے ہوئے اور آنے والے امور کو شامل ہے، اور بندوں کے پاس علم میں سے کچھ نہیں مگر وہی جو اس نے انہیں سکھایا، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو محیط ہے، آسمان و زمین عظیم ہیں، اور ان دونوں میں جو کچھ ہے وہ بھی عظیم ہے، تو وہ عرش کتنا عظیم ہوگا جو کرسی سے بھی بڑا ہے؟ پھر اس کے خالق اور موجد کی عظمت کا کیا حال ہوگا، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور انہیں ادھر ادھر ہونے سے روکے رکھا، ان کی حفاظت میں اسے کوئی تھکاوٹ اور مشقت نہیں ہوتی؟ وہ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش پر بلند ہے، اپنے قہر سے اپنی ساری مخلوق پر بلند ہے، اپنی کامل صفات سے متصف ہو کر بلند ہے، اپنی بادشاہی، اپنی بزرگی اور اپنی سلطنت میں عظیم ہے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱)آیت الکرسی اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ ظاہر اور مضمر ناموں پر مشتمل ہے۔

۲)اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت، اس کی عظیم قدرت، اس کا اپنی مخلوق کے امور پر محیط ہونا، اور یہ کہ ان کی حفاظت اور ان پر عنایت میں اسے مشقت نہیں ہوتی۔

پیر: مجلس حدیث

نگاہ نیچی رکھنا واجب ہے

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑنے کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی نظر پھیر لو" (مسلم: ۲۱۵۹)۔

❖ شرح:

بندہ دنیا میں بہت سے فتنوں کا سامنا کرتا ہے، جن میں شبہات کے فتنے اور شہوات کے فتنے ہیں، شہوات کے سب سے بڑے فتنوں میں سے ہے: مردوں کا عورتوں کے ذریعے اور عورتوں کا مردوں کے ذریعے آزمائش میں پڑنا۔

اور اس فتنے میں پڑنے کا دروازہ نظر کو آزاد چھوڑنا ہے؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو نظر کو نیچی رکھنے کا حکم دیا، اور اسے دل کی پاکیزگی اور تطہیر کا ذریعہ بنایا؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ، وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ﴾ (کہو مومنوں سے کہ وہ اپنی نظریں جھکائیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بے شک اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں جانتا ہے۔ اور کہو مؤمنات سے کہ وہ اپنی نظریں جھکائیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔" [النور: ۳۰-۳۱]۔

اور کبھی نظر بغیر قصد کے پڑ سکتی ہے، جسے حدیث نے اچانک نظر سے تعبیر کیا ہے، اور آپ ﷺ نے فوری طور پر نظر پھیرنے کا حکم دیا، اور اس میں طول دینے یا مسلسل دیکھنے سے بچنے کا بھی حکم دیا گیا۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) اس بات کی اہمیت کہ علماء کی طرف رجوع کیا جائے اور جو باتیں مشکل ہوں ان کے بارے میں ان سے سوال کیا جائے۔

۲) نظر کو آزاد چھوڑنے کی ممانعت صحابہ میں یقینی بات تھی؛ اسی لیے جریر رضی اللہ عنہ نے بغیر قصد کے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں سوال کیا۔

۳) اگر نظر ڈالنا جاسوسی کے لئے یا چپکے سے ہو تو گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔

۴) نظر نیچی رکھنا ایک عظیم عبادت ہے، اور جو شخص اس پر عمل کرے اسے شریعت کے حکم کی اطاعت کا ثواب ملتا ہے۔

۵) نظر نیچی رکھنا نفس کی پاکیزگی، اخلاق کی بلندی، اور بندے کی امانتداری کی علامت ہے۔

٦) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی طرف بلا قصد نظر ڈالنا گناہ نہیں، لیکن فوری طور پر نظر ہٹانا اور مسلسل دیکھنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

۷) نظر نیچی رکھنے کا حکم ان حرام تصاویر کو بھی شامل ہے جو ٹی وی، موبائل، اخبار یا دیگر چیزوں میں ہوں۔

۸) سد ذرائع کے قاعدے پر عمل کرنا؛ کیونکہ نظر اور خلوت پر پابندی کا مقصد زنا کے راستے کو بند کرنا ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

صحابی کی فضیلت اوران کے بارے میں ضروری اعتقاد

❖ صحابہ کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ:

صحابی کی تعریف: صحابی وہ ہے جو نبی ﷺ سے آپ پر ایمان کی حالت میں ملا اور اسی پر وفات پا گیا۔

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ صحابہ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ امت میں سب سے افضل اور سب سے بہترین زمانے والے ہیں؛ کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی، ان کے ساتھ جہاد کیا، شریعت کو ان سے حاصل کیا، اور اسے بعد والوں تک پہنچایا۔ پس اہل سنت صحابہ سے محبت کرتے ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، اور دین کے نصوص کو سمجھنے میں ان کے قول وفہم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ بہترین لوگ ہیں، نبوت کے شفاف چشمے کے قریب ترین ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقاصد کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

❖ صحابہ کی فضیلت:

اللہ تعالی نے اپنی محکم کتاب میں صحابہ کی تعریف کی ہے، فرمایا: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالی کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اسی کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے) [الفتح:۲۹]۔

اور فرمایا: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ (اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے)[التوبہ: ۱۰۰]۔

ان آیات میں صحابہ کی تعریف کے کئی اوصاف بیان کیے گئے ہیں، جیسے: ایک دوسرے کے ساتھ آپسی رحم، کافروں کے خلاف سختی، کثرت سے رکوع و سجود کرنا، نیک نیت اور صاف دل کا ہونا وغیرہ جیسی صفات انہیں متصف کیا گیا ہے، اور یہ کہ طاعت اور ایمان ان کی علامت ہے۔ اللہ تعالی نے انہیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا تاکہ وہ اپنے دشمنوں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے، اور مہاجرین اور انصار کو مزید فضل و شرف سے نوازا۔ تو انہیں نیکیوں میں سبقت لینے والا قرار دیا، یہ بتایا کہ اللہ ان سے رضا ہو گیا، اور ان کے لیے آخرت میں دائمی جنتیں تیار کیں۔

اور سنت میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ انہوں نے صحابہ کی تعریف فرمائی، اور انہیں تمام لوگوں پر فضیلت دی، اور فرمایا کہ اللہ ان کے احسان کا بدلہ ایسا دے گا جیسے کسی کو نہیں دے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں....." (بخاری: ۶۴۲۹)۔ اور فرمایا: "میرے صحابہ کو گالی نہ دو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے، تو بھی ان میں سے کسی کے ایک مد یا آدھا مد کے برابر بھی نہیں پہنچے گا" (بخاری: ۳۶۷۳، مسلم: ۲۵۴۰)۔

اور جب آپ ﷺ نے امت کے تہتر فرقوں میں بٹنے کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ سب جہنم میں ہیں سوائے ایک کے، اور ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا ہے؛ فرمایا: "وہ لوگ جو آج میرے اور میرے صحابہ کے جیسے طریقے پر ہیں" (ترمذی: ۲۶۴۱)۔

یہ ان کی کچھ عمومی فضائل کا بیان ہے، اور ان کے کچھ خصوصی فضائل بھی ہیں جو بعض صحابہ کو اسلام میں سبقت لینے، جہاد کرنے، اور ہجرت کرنے کے اعتبار سے ممتاز کرتے ہیں، جیسے چاروں خلفاء راشدین کی فضیلت، پھر باقی دس صحابہ جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، پھر اہل بدر، اور اہل بیعت رضوان۔

بدھ: مجلس فقہ

حج اور عمرہ کے اعمال

حج اور عمرہ کے اعمال کے چند اقسام ہیں: جن میں سے بعض ارکان ہیں، بعض واجبات اور بعض سنّت۔

ارکان وہ ہیں جنہیں پورا کرنا لازمی ہے، اور اگر ان میں سے کوئی چھوڑ دے تو اس کا نسک درست نہیں ہوگا۔

اور واجبات وہ ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی چھوڑ دے تو اس کا تدارک دم کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔

✻ عمرہ کے ارکان تین ہیں:

احرام، طواف اور سعی۔

اور اس کے دو واجبات ہیں:

میقات سے احرام باندھنا، اور حلق یا تقصیر کرانا۔

✻ حج کے ارکان چار ہیں:

۱-احرام: اور اس کا معنی ہے: نسک (عبادت) میں داخل ہونے کی نیت کرنا؛ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی'' (بخاری:۱، مسلم:۱۹۰۷)۔

۲-نویں ذوالحجہ کو عرفہ کا وقوف کرنا؛ نبی ﷺ نے فرمایا: ''حج عرفہ ہے'' (ابوداود:۱۹۴۹)۔

۳-دسویں تاریخ کو طوافِ افاضہ کرنا؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (اور وہ طواف کریں اس قدیم گھر کا) [الحج:۲۹]۔

۴-سعی کرنا؛ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سعی کرو، کیونکہ اللہ نے تم پر سعی لکھ دی ہے'' (احمد:۲۷۴۰۷)۔

✻ اور حج کے واجبات درج ذیل ہیں:

۱-میقات سے احرام باندھنا۔

۲-عرفہ میں غروب آفتاب تک ٹھہرنا۔

۳-مزدلفہ میں دسویں تاریخ کی رات گزارنا۔

۴-ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا۔

۵-جمرات کو کنکریاں مارنا: عید کے دن صرف جمرہ عقبہ کو، اور ایامِ تشریق میں تینوں جمرات کو۔

٦- حلق یا تقصیر کرانا، اور عورت اپنے بالوں سے ایک پور کے برابر کاٹے۔

٧- طواف وداع کرنا۔

پس جو کوئی واجبات میں سے کسی چیز کو چھوڑ دے تو اس کا تدارک دم کے ذریعے کرے، جو ایک بکری ہو گی یا اونٹ کا ساتواں حصہ، یا گائے کا ساتواں حصہ ہو گا، جو مکہ میں ذبح کیا جائے گا اور حرم کے فقراء میں تقسیم کی جائے گا؛ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: "جو شخص اپنے نسک میں سے کسی چیز کو بھول جائے یا اسے چھوڑ دے تو وہ خون بہائے" (مالک: ۱۲۵۸).

*اور ان ارکان و واجبات کے علاوہ باقی سب سنّتیں اور مستحبّات ہیں، جن کے ذریعے حاجی کا اجر مکمل ہوتا ہے، کیونکہ اس نے نبی ﷺ کی اقتداء کی۔ جیسے: آٹھویں (ذوالحجہ کے) دن منیٰ میں رات گزارنا، طوافِ قدوم، مسنون اذکار اور دعاؤں کا اہتمام، حج کے احرام کے وقت سے لے کر جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہنا، اور عمرہ میں طواف تک تلبیہ کہنا۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

❖ درخت کا فرمانبردار ہونا:

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم ایک کشادہ وادی میں اترے۔ پھر رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، تو میں ایک پانی ک لوٹے کے ساتھ آپ کے پیچھے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر ڈالی لیکن کوئی چیز نہ پائی جس کے پیچھے پردہ کر سکیں۔ اچانک وادی کے کنارے دو درخت پر نظر پڑی۔ آپ ان میں سے ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا: "اللہ کے حکم سے میرے تابع ہو جا"۔ تو وہ آپ کا ایسا مطیع ہوا جیسے نکیل ڈالا ہوا اونٹ اپنے راہنما کی بات مان کر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی بھی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا: "اللہ کے حکم سے میری طرف جھک آ۔" تو وہ بھی اسی طرح جھک آیا۔ یہاں تک کہ جب دونوں کے درمیان نصف مقام پر پہنچے، تو دونوں کو ملا دیا اور فرمایا: "اللہ کے حکم سے میرے آگے جڑ جاؤ۔" تو دونوں جڑ گئے۔ اور میں بیٹھ کر اپنے آپ سے باتیں کرتا رہا، پھر اچانک میری نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں، اور دونوں درخت الگ ہو گئے ہیں اور ہر ایک اپنی جڑ پر کھڑا ہو گیا ہے (مسلم: ۳۰۱۲)۔

❖ پتھر کا سلام کرنا:

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں مکّہ کے ایک پتھر کو خوب جانتا ہوں جو مجھے اس وقت سلام کیا کرتا تھا جب مجھے ابھی نبی بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا تھا، اور میں اب بھی اُسے اچھی طرح پہچانتا ہوں" (مسلم: ۲۲۷۷)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: "جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ (ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے) [الاسراء: ۴۴]۔ اور جیسے خشک کھجور کا تنا سسک اٹھا، اور جیسے کنکریوں نے

تسبیح پڑھی، اور جیسے پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ گیا تھا، تو ہر چیز حقیقت میں اپنی حالت کے مطابق تسبیح کرتی ہے، لیکن ہم اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے"(شرح مسلم، نووی: ۹/ ۱۴۰)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

نام: عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم سہمی ہے۔
ان کی پیدائش مکّہ میں ہجرت سے ۴۷ سال قبل ہوئی۔

❖ سیرت اور فضائل:

آپ رضی اللہ عنہ کشادہ آنکھوں، روشن چہرے، گھنی ڈاڑھی، چوڑے کندھے، بڑی ہتھیلیوں اور بڑے قدموں والے تھے،اپنے بالوں میں خضاب لگاتے تھے۔

وہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے گھوڑ سواروں اور بہادروں میں سے تھے۔، چالاکی، رائے وتدبیر، فصاحت، شجاعت، عزم واستقلال اور جنگی بصیرت کے لحاظ سے لوگ انہیں فردِ فرید شمار کرتے تھے۔وہ شاعر بھی تھے، اچھا شعر کہتے تھے اوران سے بہت سا کلام محفوظ ہے(سیر اعلام النبلاء:۳/۵۵)۔

انہوں نے ہجرت کے آٹھویں سال کے آغاز میں خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ نبی اکرم ﷺ ان کے آنے اور اسلام لانے پر خوش ہوئے (سیر اعلام النبلاء: ۳/۵۵)،اور جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا ان کا دل نبی ﷺ کی محبت اور عظمت سے بھر گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ حیا کرنے والا شخص تھا۔میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو آنکھ بھر کے نہیں دیکھا، نہ ہی حیاء کی وجہ سے جو چاہتا تھا اس بارے میں آپ سے سوال کیا، یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے "(مسلم:۱۲۱)۔

نبی ﷺ نے ان کی تعریف کی اور ان کے ایمان کی گواہی دی، فرمایا: "عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں: عمرو اور ہشام "(سنن کبری، نسائی: ۸۳۰۰)۔

نبی اکرم ﷺ نے انہیں ذات السلاسل کے لشکر پر امیر مقرر کیا، حالانکہ اس لشکر میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے(بخاری: ۳۶۶۲، مسلم: ۲۳۸۴)۔یہ جمادی الآخرہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے مجھے پیغام بھیجا کہ اپنے کپڑے اور ہتھیار لے کر میرے پاس آجاؤ"۔ میں جس وقت حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھے نیچے سے اوپر تک دیکھا پھر نظریں جھکا کر فرمایا میرا ارادہ ہے کہ تمہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ کروں، اللہ تمہیں صحیح سالم اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لائے گا، اور میں تمہارے لئے مال کی اچھی رغبت رکھتا ہوں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے مال و دولت کی خاطر اسلام قبول نہیں کیا، میں نے دلی رغبت کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے اور اس مقصد کے لئے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہو جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک آدمی کے لئے حلال مال کیا ہی خوب ہوتا ہے۔" (الادب المفرد، بخاری: ۲۹۹)۔

اور رمضان میں نبی ﷺ نے انہیں ایک اور مہم پر بھیجا تاکہ بت "سواع" کو گرادیں۔

ذوالحجہ کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں عمان کے دو بادشاہوں کے پاس ایک خط کے ساتھ روانہ فرمایا جس میں انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ جب دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو نبی ﷺ نے انہیں وہاں صدقات پر والی مقرر فرمایا، اور وہ اس کے دو سال تک والی رہے یہاں تک کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عمرو رضی اللہ عنہ حروبِ ارتداد میں ایک سپہ سالار رہے اور فلسطین کی فتح میں چھ ہزار مجاہدین کے سردار تھے، نیز جنگ یرموک میں میمنہ (دائیں دستہ) کے قائد تھے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انہوں نے دمشق اور بیت المقدس کی فتح میں حصہ لیا، اور اجنادین کی لڑائی میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں روانہ کیا تو انہوں نے اہلِ حلب اور انطاکیہ کے ساتھ مصالحت کی۔

جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعونِ عمواس میں شہید ہو گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فلسطین، اردن اور تمام شام کا انہیں والی بنایا۔

سنہ ۲۰ھ میں عمرو رضی اللہ عنہ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مصر کی فتح کی تجویز دی، تو انہوں نے مصر کو فتح کیا اور وہ اس پر پہلے مسلمان گورنر بنے۔ وہاں انہوں نے شہرِ فسطاط آباد کیا اور وہاں پہلی مسجد بنائی جو بعد میں ان ہی کے نام سے مشہور ہوئی۔

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انہوں نے سنہ ۲۱ھ میں اسکندریہ کو اور سنہ ۲۴ھ میں طرابلس کو فتح کیا۔

❖ وفات:

آپ رضی اللہ عنہ عید الفطر کی رات، سنہ ۴۳ھ میں مصر میں وفات پائے، اس وقت ان کی عمر ۸۸ برس تھی۔

	❖ اکیاونویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		❖ صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال:(یؤودہ)کا کیا معنی ہے؟		ا
	[ا]اس پر بھاری اور شاق رہا	[ب]اسے تکلیف دینے والا	[ج]اسے بھلانے والا
مجلس حدیث	سوال: شہوات کے فتنے میں واقع ہونے کا دروازہ ہے:		ج
	[ا]زیادہ کھانا	[ب]زیادہ سونا	[ج]نگاہ کو بے لگام چھوڑ دینا
مجلس عقیدہ	سوال:امت میں سب سے افضل جماعت اور بہترین لوگ کون ہیں؟		ب
	[ا]مجاہدین	[ب]صحابہ	[ج]علماء
مجلس فقہ	سوال: حج کے واجبات میں سے ہے:		ا
	[ا] میقات سے احرام باندھنا	[ب]آٹھویں ذی الحجہ کو منی میں رات گزارنا	[ج]طواف قدوم کرنا
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے:		ج
	[ا] پہاڑ کا آپ ﷺ سے بات کرنا	[ب] آپ ﷺ کے لئے ہوا کو مسخر کرنا	[ج] پتھر کا آپ ﷺ کو سلام کرنا
درس صحابہ	سوال:عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جن ممالک کو فتح کیا ان میں سے ہے:		ب
	[ا]روم	[ب]مصر	[ج]قسطنطنیہ

باونواں ہفتہ

آڈیو نسخہ سننے کے لیے

"المواٸد الیومیة من الموارد العلمیة"چینل پر جائیں:

Telegram | YouTube | SOUNDCLOUD

ٹیلیگرام | یوٹیوب | ساؤنڈ کلاؤڈ

اتوار: مجلس تفسیر

سورہ بقرہ کی آخری آیتیں

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (٢٨٥) لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (٢٨٦)﴾

[رسول ایمان لائے اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے، (۲۸۵) اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما! اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر! تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما (۲۸۶)]۔

❖ سبب نزول:

جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت اتری: ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾ (تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تعالیٰ اس پر تمہارا محاسبہ کرے گا)[البقرہ: ۲۸۴] تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر یہ بات انتہائی گراں گزری۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں ایسے اعمال کا پابند کیا گیا جو ہماری طاقت میں ہیں: نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ اور اب آپ پر یہ آیت اتری ہے جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم وہی بات کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے دونوں اہل کتاب نے کہی: ہم نے سنا اور نافرمانی کی! بلکہ تم کہو: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے رب! تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا

ہے“، جب صحابہ یہ الفاظ دہرانے لگے اور ان کی زبانیں ان الفاظ پر رواں ہو گئیں، تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ....﴾، جب انہوں نے یہ (مان کر اس پر عمل) کیا، تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ ”اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس نے جو (نیکی) کمائی اور جو (برائی) کمائی (اس کا وبال) اسی پر ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم خطا کریں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔“ (اللہ نے) فرمایا: ”ہاں میں نے کر دیا“ (مسلم: ۱۲۵)۔

❖ آیات کی فضیلت:

*ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک انھوں نے اوپر سے ایسی آواز سنی جیسی دروازہ کھلنے کی ہوتی ہے تو انھوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا: آسمان کا یہ دروازہ آج ہی کھولا گیا ہے، آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، اس سے ایک فرشتہ اترا تو انھوں نے کہا: یہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترا، اس فرشتے نے سلام کیا اور (آپ ﷺ سے) کہا: آپ ﷺ کو دو نور ملنے کی خوشخبری ہو جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے: (ایک) فاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ) اور (دوسری) سورہ بقرہ کی آخری آیات۔ آپ ﷺ ان دونوں میں سے کوئی حرف نہیں پڑھیں گے مگر وہ آپ ﷺ کو عطا کر دیا جائے گا" (مسلم: ۸۰۶)۔

*اور ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لے، وہ اس کے لیے کافی ہوں گی" (بخاری: ۴۰۰۸، مسلم: ۸۰۷)۔

❖ اجمالی معنی:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ایمان اور ان کے ساتھ ایمان رکھنے والے مؤمنین کے ایمان کے بارے میں بیان فرماتا ہے، جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ عفو اور مغفرت کی دعا بھی کرتے ہیں۔

اللہ پر ایمان کا مطلب ہے کہ ہر اس چیز پر ایمان لانا جو اللہ نے اپنے بارے میں بتایا اور جو اس کے رسولوں نے اللہ کی صفاتِ کمال اور جلال کے بارے میں بتایا۔

فرشتوں پر ایمان کا مطلب ہے کہ ان کے ناموں، اوصاف اور افعال پر ایمان لایا جائے، چاہے اجمالی طور پر ہو یا تفصیلی طور پر۔

رسولوں اور کتابوں پر ایمان کا مطلب ہے کہ ہر اس بات پر ایمان لائیں جو رسولوں نے بتایا، اور جو کتابوں میں احکام اور نواہی کی خبریں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مؤمنین کسی رسول کے درمیان فرق نہیں کرتے، بلکہ سب پر ایمان رکھتے ہیں، کیونکہ ان کی رسالت ایک ہے: کہ اللہ کی توحید اور اس کے شریعت کے مطابق عمل کرنا۔ پس کسی ایک رسول کا انکار کرنا سب کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ مومن کہتے ہیں: "ہم نے سنا اور مانا، اے ہمارے رب! ہم تجھ سے معافی چاہتے ہیں، اور تیری ہی طرف ہماری واپسی ہے"۔

پھر دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس کا دین آسان ہے، اور وہ اپنے بندوں پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ جو نیک عمل کرے، اسے اس کا پورا ثواب ملے گا، اور جو برائی کرے، اسے اس کا بدلہ ملے گا، اور کوئی دوسرا اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

پھر آیت میں نبی ﷺ اور مؤمنین کی دعا بیان کی گئی ہے: "اے ہمارے رب! ہماری پکڑ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں، اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہم برداشت نہ کر سکیں، جیسا تو نے ان پر ڈالا جن پر ان کے ظلم کے سبب تیرا عذاب ہوا، جیسے کہ یہود۔ اور ہمیں معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہمارا ولی اور مددگار ہے، ہمیں کفار پر فتح دے۔

❖ سورہ سے ماخوذ فوائد:

۱) ایمان کے ارکان کا اثبات اور اس کے اصولوں کا بیان۔

۲) ایمان اطاعت اور فرمانبرداری کی کنجی ہے؛ کیونکہ آیت کے آغاز میں انہیں ایمان سے اور آخر میں قبولیت سے متصف کیا گیا ہے۔

۳) اللہ کی رحمت بندوں کے ساتھ ہے؛ کیونکہ اللہ نے ان پر صرف وہی بوجھ ڈالا جو وہ برداشت کر سکتے ہیں، اور ان کا حساب صرف انہیں کاموں پر لے گا جسے وہ کر سکتے ہیں۔

۴) انسان میں کمی اور کوتاہی لازمی ہے؛ اس لیے آیات کا اختتام معافی، مغفرت اور رحمت کی دعا کے ساتھ کیا گیا۔

پیر: مجلس حدیث

بعض نفع بخش دعاؤں کا ذکر

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شام کو اور صبح کے وقت یہ دعائیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي، وَدُنْيَايَ، وَأَهْلِي، وَمَالِيَ، اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي، وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي»۔اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں اپنے دین و دنیا میں اور اپنے اہل و مال میں۔اے اللہ! میرے عیب چھپادے۔مجھے میرے اندیشوں اور خطرات سے امن عنایت فرما۔یا اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے، میرے دائیں، میرے بائیں اور میرے اوپر سے میری حفاظت فرما۔اور میں تیری عظمت کے ذریعے سے اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے کی طرف سے ہلاک کر دیا جاؤں (ابوداود: ۵۰۷۴)۔

❖ شرح:

نبی ﷺ بہت زیادہ دعا کرتے تھے اور اپنے رب کے حضور بہت گریہ وزاری کرتے تھے۔اس حدیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ نبی ﷺ کی کچھ ایسی دعائیں تھیں جو وہ کبھی نہیں چھوڑتے تھے، چاہے شام کا وقت ہو، یا صبح کا وقت۔

یہ دعائیں درج ذیل ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ: (عافیت): یعنی سلامتی اور نجات۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ: (عفو) مغفرت اور معافی۔

فِي دِينِي، وَدُنْيَايَ: دنیا اور آخرت میں۔

وَأَهْلِي: یعنی میری بیویاں، اولاد اور رشتہ دار۔

وَمَالِي: یعنی میری دولت اور جو اس کے قائم مقام ہے جیسے: نوکری، تجارت یا بیع وشراء۔

اللَّهُمَّ اسْتُرْ:یعنی محفوظ رکھ۔

عَوْرَاتِي:یعنی:میرے وہ عیوب اور خامیاں جن کا دوسرے کے سامنے آنا مجھے تکلیف دے۔

وَآمِنْ رَوْعَاتِي: یعنی مجھے اطمینان اور سکون دے ہر اس چیز سے جو مجھے خوفزدہ کرتی ہے اور میرے لئے گھبراہٹ اسبب بنتی ہے۔ یہاں "رُوْعَات" جمع استعمال ہوا ہے کیونکہ انسان پر کئی قسم کے خوف ہیں اور کئی سمتوں سے اسے گھیرے ہوئے ہے۔

اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي:یعنی:ہر سمت سے مجھے محفوظ رکھ، جہاں سے خطرہ آنا ممکن ہے۔

وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ:یعنی: میں تیری عظمت، قوت اور قدرت کی پناہ لیتا ہوں۔

أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي:یعنی: مجھے زمین میں دھنسایا جائے یا ہلاک کر دیا جائے۔

❖ حدیث سے ماخوذ فوائد:

۱) صبح وشام کے اذکار کی اہمیت: کہ یہ—اللہ کے حکم سے- برائیوں اور شیطان کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں۔

۲)اللہ پر بھروسہ کرنا اور اموراس کے سپرد کرنا: ہر معاملے میں جو مسلمان کو فکر سے دوچار کرے، چاہے نیکی کی طلب ہو یا برائی سے بچاؤ۔

۳) نقص اور خامیوں کو چھپانے کی کوشش کی اہمیت: اور اللہ تعالی سے دعا کرنا کہ وہ اس کا تحفظ فرمائے تاکہ بندہ رسوانہ ہو۔

۴)اللہ تعالی کے ذکر میں انسان کے خوف، گھبراہٹ اور غم کا مؤثر علاج ہے۔

منگل: مجلس عقیدہ

صحابہ کے اختلاف کے سلسلہ میں اہل سنت کا موقف

اہل سنت وجماعت کا موقف صحابہ کرام کے بعض اختلافات میں معتدل ہے، اور اس کا خلاصہ درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

پہلا نکتہ: وہ صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلافات پر بات کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور اسے بیان کرنے اور اس میں پڑنے سے بچتے ہیں، کیونکہ اس معاملے میں خاموشی اختیار کرنا سلامتی کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (اور جو لوگ ہم سے بعد میں آئے، کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، معاف فرما، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے سوا کسی کے لیے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا مہربان، رحم والا ہے) [الحشر: ۱۰]۔

دوسرا نکتہ: اس سلسلے کی احادیث و آثار کو جانچنا اور پرکھنا، کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو جھوٹ ہیں جسے دشمنوں نے صحابہ کی شہرت خراب کرنے کے لیے گھڑا، اور بعض ایسے ہیں جن میں کمی اور اضافہ کیا گیا، اور اصل صورت سے تبدیل کر دیا گیا۔

تیسرا نکتہ: یہ جاننا کہ جو آثار درست ہیں —— جو کہ تعداد میں بہت کم ہیں —— صحابہ اس میں معذور ہیں، کیونکہ وہ یا تو مجتہد تھے اور صواب پر تھے، یا مجتہد تھے اور خطا کر گئے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر حاکم نے اجتہاد کیا اور صحیح فیصلہ کیا تو اسے دو اجر ملیں گے، اور اگر اجتہاد کیا اور غلط ہوا تو اسے ایک اجر ملے گا" (بخاری: ۷۳۵۲، مسلم: ۱۷۱۶)۔

چوتھا نکتہ: یہ جاننا کہ صحابہ بشر ہیں، معصوم نہیں، ان کے افراد سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں، اور ان کی غلطیوں کے کئی کفارہ ہیں، جیسے توبہ، جہاد، نیکیوں میں سبقت، وغیرہ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (بے شک نیک اعمال برے اعمال کو مٹا دیتے ہیں) [ہود: ۱۱۴]۔

اس لیے صحابہ کی غلطیوں کو ان میں خامی نکالنے یا ان کی بے عزتی کرنے کا ذریعہ بنانا جائز نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے صحابہ کو برا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔! اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے دیے ہوئے مد بلکہ اس کے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا" (بخاری: ۳۶۷۳، مسلم: ۲۵۴۰)۔

بدھ : مجلس فقہ

طواف وسعی کے احکام

❖ طواف کے شروط:

۱. حدث اور نجاست سے پاک ہونا۔

۲. ستر ڈھانپنا؛ اگر بغیر ڈھانپے طواف کرے تو طواف باطل ہے۔

۳. طواف حجرِ اسود سے شروع کرے اور اسی پر ختم۔

۴. طواف کے دوران کعبہ بائیں طرف ہو۔

۵. طواف کعبہ کے اندر نہیں بلکہ باہر کیا جائے؛ اگر طواف کعبہ کے اندر یا حطیم کے اندر سے کیا تو صحیح نہیں ہوگا کیونکہ حطیم بھی کعبہ کا حصہ ہے۔

۶. طواف مکمل سات چکر ہوگا، اس سے کم درست نہیں۔

۷. چکروں کے درمیان تسلسل برقرار رکھے، اور اگر معمولی وقفہ ہو جائے تو اس سے طواف متاثر نہیں ہوگا، جیسے نماز وغیرہ۔

۸. طواف میں پیدل چلنا، اگر طواف کرنے والا چلنے پر قادر ہو تو۔

❖ طواف کی سنتیں:

۱. اگر یہ ممکن ہو تو ہر چکر کے آغاز میں حجرِ اسود کا استلام کرنا یا چومنا، ورنہ ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوم لے، یا اشارہ کرکے تکبیر کہے۔

۲. طواف کے آغاز میں دعا پڑھنا": بسم الله، الله اکبر، اللّٰهُمّ ایمانًا بک، اور تصدیقًا بکتابک، اور وفاء بعهدک، اور اتباعًا لسنة نبیّک محمد "(طبرانی: ۱/۱۵۷، بیہقی: ۵/۷۹)۔

۳. حجرِاسوداوررکن یمانی کے درمیان دعاپڑھنا:"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"(ابوداود:۱۸۹۲)۔

۴. اضطباع: یعنی دائیں کندھے کو کھلا رکھنا، بایں طور کہ چادر کے ایک طرف کو بائیں کندھے پر ڈالے اور اس کے درمیانی حصہ کو دائیں بغل کے نیچے رکھے۔اور یہ عمل طوافِ قدوم اور عمرہ کے لیے مخصوص ہے۔طواف افاضہ اور وداع میں نہیں۔

۵. رمل: طواف قدوم اور طواف عمرہ کے پہلے تین چکروں میں کرنا، اور رمل کا مطلب: قدموں کو قریب کرکے تیز چلنا، مردوں کے لیے یہ سنت ہے، عورتوں کے لئے نہیں۔اور بغیر کسی کو تکلیف دیئے ہوئے یہ عمل کرے۔

۶. رکن یمانی کا استلام: اس طرح کہ اسے ہاتھ سے چھوئے، اور اسے بوسہ نہ دے، اگر چھو نہ سکے تو اس کی طرف اشارہ نہ کرے۔

۷. اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، اگر ممکن نہ ہو تو مسجد میں کہیں بھی پڑھ لے۔

۸. طواف کی دو رکعات نماز کے بعد اگر ممکن ہو تو حجرِاسود کی طرف واپس جاکر اس کا استلام کرے۔

❖ سعی کے شروط:

۱. سعی طواف کے بعد ہو۔

۲. ترتیب کا لحاظ رکھا جائے: بایں طور کہ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔

۳. سعی کے سات چکر ہوں۔

۴. سعی میں صفا اور مروہ کے درمیان کا پورا فاصلہ طے کرے، اور اس میں کمی نہ کرے۔

۵. سعی کے چکروں کے درمیان تسلسل رکھا جائے، معمولی وقفہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

٦. سعی پیدل چل کے کرے، اگر اس کی قدرت ہو۔

❖ سعی کی سنتیں:

ا. صفا کی طرف اس کے دروازے سے داخل ہونا۔

۲. طواف کے فوراً بعد سعی کرنا۔

۳. چھوٹی بڑی نجاست سے پاک ہونا۔

۴. جب بھی صفا یا مروہ پر پہنچیں تو ان پر چڑھنا۔

۵. جب بھی صفا اور مروہ پر پہنچے تو قبلہ رو ہو کر دعا، تکبیر، تہلیل کرنا اور ماثور دعائیں پڑھیں۔

٦. دونوں سبز روشنیوں کے درمیان خوب تیز چلنا، یہ مردوں کے لئے خاص ہے، عورتیں اسے نہیں کریں گی، کیونکہ عورتوں سے پردہ مطلوب ہے۔

گزشتہ تمام چیزوں کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایسا کیا ہے، اور آپ نے فرمایا: "اپنے مناسک مجھ سے سیکھ لو "(مسلم: ۲/۹۴۳)۔

جمعرات: مجلس سیرت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

❖ کھانے کا نبی ﷺ سے کلام کرنا:

عمرو نے ابو سلمہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول کرتے تھے لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ تو خیبر کی ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کو بھنی ہوئی بکری ہدیہ کی، جس میں اس نے زہر ڈالا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کھایا اور صحابہ کرام نے بھی کھایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے ہاتھ روک لو! بے شک اس (بکری) نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ زہریلی ہے"، چنانچہ بشر بن براء بن معرور انصاری فوت ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس یہودیہ کو بلایا اور فرمایا: "تجھے اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا؟" اس نے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو جو کچھ میں نے کیا ہے وہ آپ کو نقصان نہ دے گا، اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو لوگوں کو آپ سے راحت مل جائے گی، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ اور پھر آپ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں، جس میں آپ کی وفات ہوئی، فرمایا: "میں برابر اس کھانے کا اثر محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا" (ابوداود: ۴۵۱۲)۔

❖ انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا:

جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہو گئے، اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا سا برتن تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے وضو فرمایا۔ پھر لوگ آپ ﷺ کی طرف آنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ ہم وضو کریں اور نہ پینے کے لیے کچھ ہے، سوائے اس کے جو آپ کے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا، تو پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے یوں ابلنے لگا جیسے چشمے پھوٹتے ہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم سب نے پیا اور وضو بھی کیا۔ میں نے جابر سے پوچھا: اُس دن تم کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو سب کے لیے کافی ہو جاتا، اور ہم اس وقت پندرہ سو (۱۵۰۰) تھے (بخاری: ۴۱۵۲، مسلم: ۱۸۵۶)۔

ہفتہ: مجلس صحابہ

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

❖ نام اور ولادت:

نام: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف القرشی البدری، ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

مکہ میں ہجرت سے ۴۲ سال پہلے پیدا ہوئے، اور وہیں پرورش پائی۔

❖ سیرت اور فضائل:

مصعب رضی اللہ عنہ مالدار اور ثروت مند ماں باپ کے زیرِ سایہ پروان چڑھے، انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی شہزادوں جیسی گزاری؛ خوشحال اور ناز و نعمت میں ڈوبے ہوئے، سب سے نفیس اور قیمتی کپڑے پہنتے، سب سے عمدہ اور بہتر خوشبو لگاتے، اور مکہ نے جوانی، حسن، دولت اور ناز و ادا میں ان جیسا کسی کو نہ دیکھا۔

جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کے بارے میں جانا، تو ان کی عیش و عشرت نے انہیں حق قبول کرنے اور اس پر راضی ہونے سے نہ روکا، اور نہ ہی دنیا کی آسائش نے انہیں آخرت کی نعمت کے طلب سے باز رکھا؛ وہ آگے بڑھے اور دارِ ارقم میں چھپ کر اسلام قبول کر لیا۔ اور جب ان کی قوم کو ان کے اسلام کا پتہ چلا تو انہوں نے انہیں پکڑ کر قید کر دیا اور تکلیفیں دیں؛ سعد بن مالک کہتے ہیں: میں نے انہیں دیکھا کہ ان کی کھال ایسے جھڑ رہی تھی جیسے سانپ کی کھال جھڑتی ہے، اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، تو ہم ان کے سامنے کمانیں بچھاتے اور پھر انہیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے (سیر اعلام النبلاء: ۱/۱۴۸)۔

وہ اسی طرح قید رہے یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، پھر بیعت عقبہ اولی کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی؛ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے انہیں بارہ نقباء کے ساتھ بھیجا تا کہ مدینہ کے رہنے والوں کو قرآن اور اسلام کی تعلیم دیں۔ اس طرح وہ اسلام کے پہلے سفیر قرار پائے۔ پھر بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد دوبارہ مکہ آئے، اور ان کے ہاتھ پر سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ایمان لائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ اُحد میں شرکت کی، اور بہت اچھا کارنامہ انجام دیا؛ انہوں نے مسلمانوں کا جھنڈا اٹھایا، اسے لے کر آگے بڑھے، اور دورانِ معرکہ ابی بن خلف کے رسول اللہ ﷺ پر حملے کو روکا، اور رسول اللہ ﷺ

کی حفاظت کے لیے اس کا وار اپنے اوپر لے لیا۔ وہ اپنے زخموں کے ساتھ لڑتے رہے اور جھنڈا اٹھائے رکھا، یہاں تک کہ ابن قَمِئَہ لیثی نے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا، تو ابن قمئہ نے اسے بھی کاٹ دیا۔ پھر مصعب نے اپنے بازوؤں سے جھنڈے کو اپنے سینے سے لگا لیا، تو اس نے ان کے سینے پر نیزہ مارا، اور وہ شہید ہو گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ احد سے واپس ہوئے، تو مصعب کے پاس سے گزرے، ٹھہرے اور ان کے لیے دعا کی، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (مؤمنوں میں کچھ مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، پس ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے، اور کچھ وہ ہیں جو انتظار میں ہیں، اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی)[الاحزاب:۲۳]۔(تاریخ الاسلام:۲/۲۰۷)۔

مصعب نے اپنی وفات کے بعد نہ کوئی مال چھوڑا، نہ سامان، سوائے ایک چادر کے، لوگوں نے اسی میں انہیں کفنانا چاہا؛ لیکن جب ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے، اور جب پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان کے سر کو ڈھانپ دو، اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو" (بخاری:۴۰۴۷)۔

خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کر کے نکلے، ہم اللہ کی رضا چاہتے تھے، تو ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہو گیا۔ پس ہم میں سے کچھ وہ تھے جو اپنی راہ چلے گئے اور اپنے اجر سے کچھ نہ لیا، ان ہی میں مصعب بن عمیر ہیں (بخاری:۱۲۸۶، مسلم:۹۴۰)۔

❖ وفات:

آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں، ہجرت کے تیسرے سال شہید ہوئے، اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی۔

	❖ باونویں ہفتے میں-اپنی معلومات کو جانچیں		❖ صحیح جواب
مجلس تفسیر	سوال: جب یہ آیت ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے صحابہ کو کیا کہنے کا حکم دیا؟		ب
	[ا] آمنا بالله وحده	[ب] سمعنا واطعنا	[ج] على الله توكلنا
مجلس حدیث	سوال: رسول ﷺ اس دعا کی پابندی کرتے تھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ العَفْوَ وَالعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ العَفْوَ وَالعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ؟		ا
	[ا] صبح وشام	[ب] ہر نماز کے بعد	[ج] جب سفر میں نکلتے
مجلس عقیدہ	سوال: اختلاف صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا موقف ہے:		ب
	[ا] جذبات سے دور ہو کر اس مسئلے کا دراسہ کرتے ہیں	[ب] جو اختلاف ان کے درمیان ہوا اس سے خاموشی اختیار کرتے ہیں	[ج] لوگوں کی بیداری کی خاطر وہ اس مسئلے کو محفلوں میں ذکر کرتے ہیں
مجلس فقہ	سوال: سعی کی سنتوں میں سے ہے:		ج
	[ا] سات چکر ہونا	[ب] سعی کے چکروں کو لگاتار کرنا	[ج] طواف کے فوراً بعد سعی کرنا
مجلس سیرت	سوال: نبی ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹنے والے پانی سے کتنے لوگوں نے سیرابی حاصل کی اور وضو کیا؟		ب
	[ا] ۹۰۰	[ب] ۱۵۰۰	[ج] ۳۰۰۰
درس صحابہ	سوال: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کس کے ہاتھ ہوئی؟		ا
	[ا] ابن قمئہ لیثی	[ب] وحشی بن حرب	[ج] عکرمہ بن ابی جہل

❖ علمی ذخائر کی فہرست

۱. تیسیر الکریم المنان فی تفسیر کلام الرحمن – شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی۔

۲. أیسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر – شیخ ابو بکر الجزائری۔

۳. المختصر فی التفسیر – اشاعت: مرکز تفسیر برائے قرآنی دراسات۔

۴. بہجة قلوب الأبرار وقرة عیون الأخیار – شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی۔

۵. موقع الدرر السنية، شیخ علوی السقاف۔

۶. موقع موسوعة الاحادیث النبویة۔

۷. نبذہ فی العقیدة الاسلامیة – شیخ محمد بن صالح العثیمین۔

۸. نور التوحید وظلمات الشرک فی ضوء الکتاب والسنة – شیخ ڈاکٹر سعید بن علی بن وهف القحطانی۔

۹. کتاب التوحید – شیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان۔

۱۰. الملخص الفقهی – شیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان۔

۱۱. الفقه المیسر – مرتب: پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الطیار، پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ بن محمد المطلق، ڈاکٹر محمد بن ابراہیم الموسی۔

۱۲. موسوعة الفقه الاسلامی – شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللہ التویجری۔

۱۳. الفقه المیسر فی ضوء الکتاب والسنة – شائع شدہ از مجمع ملک فہد برائے طباعت المصحف شریف۔

۱۴. السیرہ النبویة – ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری۔

۱۵. الفصول فی سیرة الرسول اللہ ﷺ – ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی۔

۱۶. الدروس الیومیة فی سیرة خیر البریة – احمد العمران۔

۱۷. الإصابة فی تمییز الصحابة – حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی۔

۱۸. سیر اعلام النبلاء – شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی۔

۱۹. البدایة والنہایة – ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی۔

۲۰.   صفوة الصفوة –ابوالفرج عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی۔

۲۱.   تراجم سیدات بیت النبوة –ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن۔

علمی مجالس کی فہرست

پہلا ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الفاتحہ	۷
پیر	مجلس حدیث	ارکان اسلام کی فضیلت	۱۰
منگل	مجلس عقیدہ	انسانی عقیدے میں انحراف کی ابتدا	۱۱
بدھ	مجلس فقہ	طہارت	۱۳
جمعرات	مجلس سیرت	نبی ﷺ کا نام ونسب اور ولادت	۱۵
ہفتہ	مجلس صحابہ	ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۶
دوسرا ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الاخلاص	۲۰
پیر	مجلس حدیث	ایمان کی فرضیت اور اس پر استقامت کی فضیلت	۲۲
منگل	مجلس عقیدہ	دنیا کے بارے میں محدود نظریہ	۲۴
بدھ	مجلس فقہ	پانی کے احکام	۲۶
جمعرات	مجلس سیرت	آپ کی رضاعت اور پرورش	۲۸
ہفتہ	مجلس صحابہ	عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	۳۰
تیسرا ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الفلق	۳۴
پیر	مجلس حدیث	زبان اور ہاتھ کی حفاظت واجب ہے	۳۶
منگل	مجلس عقیدہ	دین اسلام کی خوبیاں	۳۷
بدھ	مجلس فقہ	قضائے حاجت کے آداب	۳۹

جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی جوانی	۴۱
ہفتہ	مجلس صحابہ	عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۴۲
		چوتھا ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الناس	۴۳
پیر	مجلس حدیث	نفاق کی علامتیں	۴۸
منگل	مجلس عقیدہ	علم عقیدہ کا مقام	۵۰
بدھ	مجلس فقہ	قضائے حاجت کے وقت حرام اور مکروہ چیزیں	۵۲
جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی شادی مبارک	۵۴
ہفتہ	مجلس صحابہ	علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۵۵
		پانچواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الکافرون	۵۹
پیر	مجلس حدیث	اللہ کے تقوی پر قائم رہنے کی ترغیب	۶۱
منگل	مجلس عقیدہ	صحیح عقیدہ کے ثمرات	۶۳
بدھ	مجلس فقہ	سنن فطرت	۶۵
جمعرات	مجلس سیرت	حجر اسود کا واقعہ	۶۷
ہفتہ	مجلس صحابہ	عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	۶۸
		چھٹا ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ النصر	۷۲
پیر	مجلس حدیث	ہدایت کی طرف دعوت کی فضیلت...	۷۴
منگل	مجلس عقیدہ	لا الہ الا اللہ کی شہادت	۷۵
بدھ	مجلس فقہ	مسواک	۷۷

جمعرات	مجلس سیرت	غار میں آپ ﷺ کی عبادت	۷۹
ہفتہ	مجلس صحابہ	طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	۸۰
ساتواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ المسد	۸۴
پیر	مجلس حدیث	دین میں تفقہ کی فضیلت	۸۶
منگل	مجلس عقیدہ	کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ کے شروط	۸۷
بدھ	مجلس فقہ	وضو	۸۹
جمعرات	مجلس سیرت	وحی کی ابتدا	۹۱
ہفتہ	مجلس صحابہ	زبیر بن عوام اللہ رضی اللہ عنہ	۹۳
آٹھواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ قریش	۹۷
پیر	مجلس حدیث	نفع بخش نبوی نصائح	۹۹
منگل	مجلس عقیدہ	محمد رسول اللہ کی گواہی	۱۰۱
بدھ	مجلس فقہ	وضو کے فرائض	۱۰۳
جمعرات	مجلس سیرت	نبی ﷺ کی خفیہ دعوت	۱۰۵
ہفتہ	مجلس صحابہ	سعد بن ابی وقاص اللہ رضی اللہ عنہ	۱۰۷
نواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الماعون	۱۱۱
پیر	مجلس حدیث	مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے تنبیہ	۱۱۳
منگل	مجلس عقیدہ	رسول اللہ ﷺ کی محبت واجب ہے	۱۱۵
بدھ	مجلس فقہ	وضو کی سنتیں	۱۱۷

جمعرات	مجلس سیرت	اعلانیہ دعوت	۱۱۹
ہفتہ	مجلس صحابہ	سعید بن زید اللہ رضی اللہ عنہ	۱۲۱
		دسواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الکوثر	۱۲۵
پیر	مجلس حدیث	طاقتور مومن کی بہتری	۱۲۷
منگل	مجلس عقیدہ	رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے	۱۲۹
بدھ	مجلس فقہ	وضو کے متعلق عام غلط فہمیاں	۱۳۱
جمعرات	مجلس سیرت	قریش کا مسلمانوں کو اذیت دینا	۱۳۳
ہفتہ	مجلس صحابہ	ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	۱۳۵
		گیارہواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ العصر	۱۳۹
پیر	مجلس حدیث	پنج وقتہ نمازوں کی فضیلت...	۱۴۱
منگل	مجلس عقیدہ	رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو...	۱۴۲
بدھ	مجلس فقہ	نواقض وضو	۱۴۳
جمعرات	مجلس سیرت	حبشہ کی طرف پہلی ہجرت	۱۴۵
ہفتہ	مجلس صحابہ	خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	۱۴۷
		بارہواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الھمزہ	۱۵۱
پیر	مجلس حدیث	وہ اعمال جن کا فائدہ موت کے بعد جاری رہتا ہے	۱۵۳
منگل	مجلس عقیدہ	دین کے مصادر	۱۵۵
بدھ	مجلس فقہ	موزوں پر مسح	۱۵۷

جمعرات	مجلس سیرت	حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کا اسلام	۱۵۹
ہفتہ	مجلس صحابہ	سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۱۶۱
تیرہواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الفیل	۱۶۵
پیر	مجلس حدیث	عفوودرگزر کی ترغیب	۱۶۷
منگل	مجلس عقیدہ	اسلامی عقیدے کے اصول	۱۶۹
بدھ	مجلس فقہ	غسل کرنا	۱۷۱
جمعرات	مجلس سیرت	قریش کی طرف سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا بائیکاٹ	۱۷۳
ہفتہ	مجلس صحابہ	عائشہ رضی اللہ عنہا	۱۷۵
چودھواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ القارعہ	۱۷۹
پیر	مجلس حدیث	ظلم سے انتباہ	۱۸۱
منگل	مجلس عقیدہ	ارکان ایمان کا پہلا رکن: اللہ پر ایمان	۱۸۳
بدھ	مجلس فقہ	غسل کا طریقہ اور پٹی پر مسح	۱۸۵
جمعرات	مجلس سیرت	حبشہ کی طرف دوسری ہجرت	۱۸۷
ہفتہ	مجلس صحابہ	حفصہ رضی اللہ عنہا	۱۸۹
پندرہواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ التکاثر	۱۹۳
پیر	مجلس حدیث	اللہ کی نعمتوں پر شکر لازم	۱۹۵
منگل	مجلس عقیدہ	اللہ کی ربوبیت پر ایمان	۱۹۷
بدھ	مجلس فقہ	تیمم کا بیان	۲۰۰

جمعرات	مجلس سیرت	غم کا سال	۲۰۲
ہفتہ	مجلس صحابہ	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۲۰۳
		سولہواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الزلزلہ	۲۰۶
پیر	مجلس حدیث	اللہ کی نگاہ اپنے بندوں کی کس چیز پر ہوتی ہے	۲۰۸
منگل	مجلس عقیدہ	اللہ کی الوہیت پر ایمان	۲۰۹
بدھ	مجلس فقہ	پانچوں نمازیں	۲۱۱
جمعرات	مجلس سیرت	نبی ﷺ کا طائف کی طرف نکلنا	۲۱۳
ہفتہ	مجلس صحابہ	ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۲۱۵
		سترہواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ العادیات	۲۱۹
پیر	مجلس حدیث	والدین کی رضامندی	۲۲۱
منگل	مجلس عقیدہ	اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان	۲۲۲
بدھ	مجلس فقہ	نمازوں کے اوقات	۲۲۵
جمعرات	مجلس سیرت	اسراء اور معراج	۲۲۷
ہفتہ	مجلس صحابہ	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۲۲۹
		اٹھارہواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ القدر	۲۳۳
پیر	مجلس حدیث	وہ صفات جن سے دلوں کی اصلاح ہوتی ہے	۲۳۵
منگل	مجلس عقیدہ	فرشتوں پر ایمان	۲۳۷
بدھ	مجلس فقہ	نماز کے لئے جانے کے آداب	۲۳۹

جمعرات	مجلس سیرت	بیعت عقبہ اولی	۲۴۱
ہفتہ	مجلس صحابہ	جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۲۴۳

انیسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ البینہ	۲۴۶
پیر	مجلس حدیث	پیر اور جمعرات کے روزوں کی فضیلت	۲۴۸
منگل	مجلس عقیدہ	کتابوں پر ایمان	۲۴۹
بدھ	مجلس فقہ	نماز کے ارکان	۲۵۱
جمعرات	مجلس سیرت	بیعت عقبہ ثانیہ	۲۵۴
ہفتہ	مجلس صحابہ	میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۲۵۶

بیسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ البینہ (۲)	۲۵۹
پیر	مجلس حدیث	وتر کی فضیلت	۲۶۱
منگل	مجلس عقیدہ	رسولوں پر ایمان	۲۶۳
بدھ	مجلس فقہ	نماز کے واجبات اور سنن	۲۶۵
جمعرات	مجلس سیرت	نبوی ہجرت کی تمہید	۲۶۷
ہفتہ	مجلس صحابہ	صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	۲۶۹

اکیسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ التین	۲۷۳
پیر	مجلس حدیث	قطع تعلق اور کینہ کی ممانعت	۲۷۵
منگل	مجلس عقیدہ	یوم آخرت پر ایمان	۲۷۷
بدھ	مجلس فقہ	نماز کے مکروہات	۲۷۹

جمعرات	مجلس سیرت	ہجرت	۲۸۱
ہفتہ	مجلس صحابہ	ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۲۸۴
		بائیسواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ العلق (۱)	۲۸۸
پیر	مجلس حدیث	اللہ کی بارگاہ میں توبہ	۲۹۰
منگل	مجلس عقیدہ	تقدیر پر ایمان	۲۹۱
بدھ	مجلس فقہ	نماز میں پائی جانے والی عمومی غلطیاں	۲۹۴
جمعرات	مجلس سیرت	مدینہ کی طرز زندگی	۲۹۶
ہفتہ	مجلس صحابہ	ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۲۹۸
		تیئسواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ العلق (۲)	۳۰۲
پیر	مجلس حدیث	بکثرت قرآن کی تلاوت کی فضیلت	۳۰۴
منگل	مجلس عقیدہ	تقدیر کے متعلق چند مسائل	۳۰۶
بدھ	مجلس فقہ	سجدہ سہو	۳۰۸
جمعرات	مجلس سیرت	مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داخلہ	۳۱۰
ہفتہ	مجلس صحابہ	ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۳۱۲
		چوبیسواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الضحیٰ	۳۱۶
پیر	مجلس حدیث	دعا کی قبولیت کے اسباب	۳۱۹
منگل	مجلس عقیدہ	غیب پر ایمان	۳۲۰
بدھ	مجلس فقہ	سجدہ تلاوت اور شکر	۳۲۲

جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ بدر کبریٰ	۳۲۴
ہفتہ	مجلس صحابہ	ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	۳۲۷

پچیسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الشرح	۳۳۱
پیر	مجلس حدیث	مسلمان کا لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے سے باز رہنا	۳۳۳
منگل	مجلس عقیدہ	شرک کا مفہوم اور اس کے اقسام	۳۳۴
بدھ	مجلس فقہ	باجماعت نماز	۳۳۶
جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ بنی قینقاع	۳۳۹
ہفتہ	مجلس صحابہ	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۴۰

چھبیسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الشمس	۳۴۴
پیر	مجلس حدیث	زیادہ سوال کرنے.... کی ممانعت	۳۴۷
منگل	مجلس عقیدہ	شرک اصغر کی کچھ شکلیں	۳۴۹
بدھ	مجلس فقہ	امامت اور جماعت کے احکام	۳۵۱
جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ احد	۳۵۳
ہفتہ	مجلس صحابہ	اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	۳۵۶

ستائیسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ اللیل	۳۵۹
پیر	مجلس حدیث	اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال	۳۶۲
منگل	مجلس عقیدہ	بطلان شرک کے دلائل	۳۶۳
بدھ	مجلس فقہ	سنن رواتب	۳۶۶

جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ بنی نضیر	۳۶۸
ہفتہ	مجلس صحابہ	اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ	۳۷۱
اٹھائیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ البلد	۳۷۵
پیر	مجلس حدیث	ایمان کی فضیلت....	۳۷۸
منگل	مجلس عقیدہ	شرک کے اضرار اور آثار	۳۸۰
بدھ	مجلس فقہ	نماز وتر	۳۸۲
جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ احزاب	۳۸۴
ہفتہ	مجلس صحابہ	بلال بن رباح رضی اللہ عنہ	۳۸۶
انتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الفجر (۱)	۳۹۰
پیر	مجلس حدیث	نماز میں خشوع کی ترغیب	۳۹۳
منگل	مجلس عقیدہ	شرک کے اسباب اور وسائل	۳۹۵
بدھ	مجلس فقہ	چاشت کی نماز	۳۹۷
جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ بنی قریظہ	۳۹۸
ہفتہ	مجلس صحابہ	جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۴۰۱
تیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الفجر (۲)	۴۰۵
پیر	مجلس حدیث	پریشانی آنے پر موت کی تمنا کرنے کی ممانعت	۴۰۸
منگل	مجلس عقیدہ	کفر، اس کی تعریف اور اقسام	۴۱۰
بدھ	مجلس فقہ	نفلی نماز کے ممنوعہ اوقات	۴۱۳

جمعرات	مجلس سیرت	بیعت رضوان	۴۱۵
ہفتہ	مجلس صحابہ	حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	۴۱۷
اکتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الغاشیہ (۱)	۴۲۱
پیر	مجلس حدیث	ذکر الٰہی کی فضیلت	۴۲۴
منگل	مجلس عقیدہ	نفاق: اس کی تعریف اور اقسام	۴۲۵
بدھ	مجلس فقہ	نماز جمعہ	۴۲۷
جمعرات	مجلس سیرت	صلح حدیبیہ	۴۲۹
ہفتہ	مجلس صحابہ	خالد بن الولید رضی اللہ عنہ	۴۳۱
بتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الغاشیہ (۲)	۴۳۵
پیر	مجلس حدیث	صلہ رحمی کی فضیلت	۴۳۷
منگل	مجلس عقیدہ	دین میں بدعت	۴۳۸
بدھ	مجلس فقہ	جمعہ کے سنن	۴۴۰
جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ خیبر	۴۴۲
ہفتہ	مجلس صحابہ	صہیب رومی رضی اللہ عنہ	۴۴۴
تینتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الاعلی	۴۴۸
پیر	مجلس حدیث	بندہ اسے کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے	۴۵۱
منگل	مجلس عقیدہ	بدعت سے متعلق سلف کا موقف	۴۵۳
بدھ	مجلس فقہ	نماز جنازہ	۴۵۵

جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ موتہ	۴۵۷
ہفتہ	مجلس صحابہ	جلیبیب رضی اللہ عنہ	۴۵۹
چونتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الطارق (۱)	۴۶۳
پیر	مجلس حدیث	غصے سے خبردار کرنا	۴۶۵
منگل	مجلس عقیدہ	بدعت کی چند مثالیں	۴۶۷
بدھ	مجلس فقہ	نماز کے بعد اذکار	۴۶۹
جمعرات	مجلس سیرت	فتح مکہ	۴۷۱
ہفتہ	مجلس صحابہ	زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۴۷۳
پینتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الطارق (۲)	۴۷۷
پیر	مجلس حدیث	تکبر کی حرمت	۴۷۹
منگل	مجلس عقیدہ	قبروں کی زیارت کے اقسام	۴۸۱
بدھ	مجلس فقہ	زکوۃ	۴۸۲
جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ حنین	۴۸۴
ہفتہ	مجلس صحابہ	خباب بن ارت رضی اللہ عنہ	۴۸۷
چھتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ البروج	۴۹۱
پیر	مجلس حدیث	کفایت شعاری اور قناعت کی ترغیب	۴۹۴
منگل	مجلس عقیدہ	شفاعت	۴۹۵
بدھ	مجلس فقہ	نقدی کرنسی کی زکاۃ	۴۹۷

جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ طائف	۴۹۹
ہفتہ	مجلس صحابہ	خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ	۵۰۱
سینتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الانشقاق (۱)	۵۰۵
پیر	مجلس حدیث	لوگوں پر رحم کرنے کی ترغیب	۵۰۸
منگل	مجلس عقیدہ	وسیلہ	۵۰۹
بدھ	مجلس فقہ	زکاۃ کے مستحقین	۵۱۱
جمعرات	مجلس سیرت	غزوہ تبوک	۵۱۳
ہفتہ	مجلس صحابہ	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۵۱۵
اڑتیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الانشقاق (۲)	۵۱۹
پیر	مجلس حدیث	علم اور انفاق میں رشک	۵۲۱
منگل	مجلس عقیدہ	وسیلہ (۲)	۵۲۳
بدھ	مجلس فقہ	قرض کی زکاۃ	۵۲۵
جمعرات	مجلس سیرت	عام وفود	۵۲۶
ہفتہ	مجلس صحابہ	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۵۲۸
انتالیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ المطففین (۱)	۵۳۲
پیر	مجلس حدیث	تجسس اور آپسی بغض و عناد کی ممانعت	۵۳۵
منگل	مجلس عقیدہ	استعانت اور استغاثہ	۵۳۷
بدھ	مجلس فقہ	شیئرز اور رئیل اسٹیٹ کی زکاۃ	۵۳۹

جمعرات	مجلس سیرت	حجۃ الوداع	۵۴۱
ہفتہ	مجلس صحابہ	سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ	۵۴۴
		چالیسواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ المطففین (۲)	۵۴۷
پیر	مجلس حدیث	شجر کاری اور کاشت کاری کی ترغیب	۵۵۰
منگل	مجلس عقیدہ	تبرک	۵۵۱
بدھ	مجلس فقہ	زکاۃ میں عام غلطیاں	۵۵۳
جمعرات	مجلس سیرت	نبی ﷺ کی وفات	۵۵۵
ہفتہ	مجلس صحابہ	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	۵۵۷
		اکتالیسواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ الانفطار	۵۶۱
پیر	مجلس حدیث	حسن اخلاق کی فضیلت	۵۶۴
منگل	مجلس عقیدہ	ممنوع تبرک	۵۶۵
بدھ	مجلس فقہ	مستحب صدقہ	۵۶۷
جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	۵۶۹
ہفتہ	مجلس صحابہ	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۵۷۲
		بیالیسواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ التکویر (۱)	۵۷۶
پیر	مجلس حدیث	صدقہ اور اچھی گفتگو کی ترغیب	۵۷۹
منگل	مجلس عقیدہ	مشروع تبرک	۵۸۱
بدھ	مجلس فقہ	صدقہ کے آداب	۵۸۳

جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	۵۸۵
ہفتہ	مجلس صحابہ	سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ	۵۸۷
تینتالیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ التکویر (۲)	۵۹۰
پیر	مجلس حدیث	بغیر فضول خرچی اور تکبر کے مال کا استعمال	۵۹۲
منگل	مجلس عقیدہ	غیر اللہ کی قسم کھانا	۵۹۴
بدھ	مجلس فقہ	روزہ	۵۹۶
جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	۵۹۸
ہفتہ	مجلس صحابہ	عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	۶۰۰
چوالیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ عبس (۱)	۶۰۴
پیر	مجلس حدیث	مسلمان کا دوسرے مسلمان کا حق	۶۰۷
منگل	مجلس عقیدہ	دین کا مذاق اڑانے والے کا حکم	۶۰۹
بدھ	مجلس فقہ	وہ ایام جن میں روزہ مستحب ہے	۶۱۱
جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	۶۱۳
ہفتہ	مجلس صحابہ	عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	۶۱۵
پینتالیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ عبس (۲)	۶۱۹
پیر	مجلس حدیث	دین خیر خواہی کا نام ہے	۶۲۲
منگل	مجلس عقیدہ	علم غیب کا دعوی	۶۲۴
بدھ	مجلس فقہ	روزے کو باطل کرنے والے امور	۶۲۶

جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	٦٢٨
ہفتہ	مجلس صحابہ	عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	٦٢٩
چھیالیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ النازعات (١)	٦٣٣
پیر	مجلس حدیث	تسبیح اور تحمید کی فضیلت	٦٣٦
منگل	مجلس عقیدہ	جادو	٦٣٨
بدھ	مجلس فقہ	حج اور عمرہ	٦٤٠
جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	٦٤٢
ہفتہ	مجلس صحابہ	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	٦٤٥
سینتالیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ النازعات (٢)	٦٤٩
پیر	مجلس حدیث	وہ اذکار جو بندے کی حفاظت کرتے ہیں	٦٥٢
منگل	مجلس عقیدہ	رقیہ	٦٥٤
بدھ	مجلس فقہ	حج اور عمرہ کے میقات	٦٥٦
جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	٦٥٨
ہفتہ	مجلس صحابہ	صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ	٦٦٠
اڑتالیسواں ہفتہ			
اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ النبأ (١)	٦٦٣
پیر	مجلس حدیث	اللہ کی رحمت کی وسعت....	٦٦٦
منگل	مجلس عقیدہ	تعویذ اور گنڈے	٦٦٨
بدھ	مجلس فقہ	حج اور عمرہ کا احرام	٦٧٠

جمعرات	مجلس سیرت	آپﷺ کی نبوت کے دلائل	۶۷۲
ہفتہ	مجلس صحابہ	عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	۶۷۴

انچاسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ النبا (۲)	۶۷۸
پیر	مجلس حدیث	اللہ سے حسن ظن رکھنا	۶۸۱
منگل	مجلس عقیدہ	حاکم کی اطاعت	۶۸۳
بدھ	مجلس فقہ	محظورات احرام	۶۸۵
جمعرات	مجلس سیرت	آپﷺ کی نبوت کے دلائل	۶۸۷
ہفتہ	مجلس صحابہ	عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۶۹۰

پچاسواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	سورۃ النبا (۳)	۶۹۳
پیر	مجلس حدیث	مصیبتیں گناہوں کے کفارہ	۶۹۶
منگل	مجلس عقیدہ	اہل بیت کی فضیلت	۶۹۷
بدھ	مجلس فقہ	محظورات احرام کا فدیہ	۶۹۹
جمعرات	مجلس سیرت	آپﷺ کی نبوت کے دلائل	۷۰۱
ہفتہ	مجلس صحابہ	عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ	۷۰۲

اکیاونواں ہفتہ

اتوار	مجلس تفسیر	آیۃ الکرسی	۷۰۶
پیر	مجلس حدیث	نگاہ نیچی رکھنا واجب ہے	۷۰۹
منگل	مجلس عقیدہ	صحابی کی فضیلت...	۷۱۱
بدھ	مجلس فقہ	حج اور عمرہ کے اعمال	۷۱۳

جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	۷۱۵
ہفتہ	مجلس صحابہ	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۷۱۷
		باونواں ہفتہ	
اتوار	مجلس تفسیر	سورہ بقرہ کی آکری دو آیتیں	۷۲۲
پیر	مجلس حدیث	بعض نفع بخش دعائیں	۷۲۶
منگل	مجلس عقیدہ	صحابہ کے اختلاف کے تعلق سے اہل سنت کا موقف	۷۲۸
بدھ	مجلس فقہ	طواف اور سعی کے احکام	۷۳۰
جمعرات	مجلس سیرت	آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل	۷۳۳
ہفتہ	مجلس صحابہ	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	۷۳۴
علمی ذخائر کی فہرست			۷۳۷
علمی مجالس کی فہرست			۷۳۹